سیرۃ الرسول

جلد دہم

شمائل و خصائص

ڈاکٹر محمد طاہر القادری

تحقیق و تدوین

محمد علی قادری، محمد تاج الدین کالامی، محمد فاروق رانا (منہاجینز)

منہاج القرآن پبلیکیشنز

365- ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، فون7237695

http://www.minhaj.org, e-mail: tehreek@minhaj.org

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

www.MinhajBooks.com

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاج القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	سیرۃ الرسول ﷺ (جلد دہم)
تصنیف	:	ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق و تدوین	:	محمد علی قادری، محمد تاج الدّین کالامی، محمد فاروق رانا (منہاجینز)
نظرثانی	:	ریاض حسین چودھری، ضیاء نیّر
معاون تخریج	:	شبیر احمد جامی (منہاجین)
کمپوزنگ	:	محمد یامین (منہاجین)، عبدالخالق بلتستانی، بصیر احمد
ٹائٹل	:	ابو اویس محمد اکرم قادری (منہاجین)
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملت ؒ ریسرچ اِنسٹیٹیوٹ، لاہور www.Research.com.pk
مطبع	:	منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعت اوّل	:	نومبر 2002ء (1,100)
اِشاعت دوم	:	جنوری 2004ء (1,100)
اِشاعت سوم	:	اکتوبر 2004ء (1,100)
قیمت	:	-/320 روپے

نوٹ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے ریکارڈ شدہ آڈیو / ویڈیو کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لئے تحریکِ منہاجُ القرآن کے لئے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلیکیشنز)

sales@minhaj.biz

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَولَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیبِکَ خَیرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

فَھُوَ الَّذِی تَمَّ مَعْنَاہُ وَ صُوْرَتُہٗ
ثُمَّ اصْطَفَاہُ حَبِیْبًا بَارِءُ النَّسَمِ

﴿صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ أَصْحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ﴾

﴿اُس کے نور کی مثال (جو نورِ محمدی کی شکل میں دنیا میں روشن ہوا) اس طاق (نما سینۂ اقدس) جیسی ہے جس میں چراغ (نبوت روشن) ہے۔﴾

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

فہرست

صفحہ	عنوانات
۳۱	حصہ اوّل: شمائلِ مصطفیٰ ﷺ
۳۳	اِبتدائیہ
۳۶	انسان حُسنِ صورت و سیرت کا حسین اِمتزاج ہے
۳۹	باب اوّل: پیکرِ حُسن و جمال
۴۲	ا۔ افضلیت و اکملیت کا معیارِ آخر
۴۶	۲۔ حُسن و جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا ظہورِ کامل
۵۰	۳۔ کسی آنکھ میں مشاہدۂ حسنِ مصطفیٰ ﷺ کی تاب نہ تھی
۵۶	۴۔ حُسنِ سراپا کے بارے میں حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ کا قول
۵۸	۵۔ حسن و جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی عظمتوں کا رازدان
۶۰	۶۔ حسنِ مصطفیٰ ﷺ اور تقاضائے ایمان
۶۳	۷۔ پیکرِ مقدس کی رنگت
۶۹	۸۔ حضور ﷺ: پیکرِ نظافت و لطافت
۷۱	۹۔ بے سایہ پیکرِ نور
۷۲	۱۰۔ پیکرِ دلنواز کی خوشبوئے عنبریں
۷۳	(ا) وادیٔ بنو سعد میں خوشبوؤں کے قافلے
۷۴	(۲) خوشبو حضور ﷺ کے پیکرِ اطہر کا حصہ تھی
۷۶	(۳) بعد از وصال بھی خوشبوئے جسمِ رسول ﷺ عنبر فشاں تھی

صفحہ	عنوانات
۷۷	(۴) جسمِ اقدس کے پسینے کی خوشبوئے دلنواز
۷۹	(۵) عطر کا بدلِ نفیس ...... پسینۂ مبارک
۸۱	(۶) خوشبو والوں کا گھر
۸۲	(۷) اب تک مہک رہے ہیں مدینے کے راستے
۸۳	(۸) آرزوئے جاں نثارانِ مصطفیٰ ﷺ
۸۵	باب دُوُم: حسنِ سراپا کا ذکرِ جمیل
۸۸	۱۔ حلیۂ مبارک کا حسین تذکرہ
۹۹	۲۔ چہرۂ اقدس ...... ماہِ تاباں
۱۰۱	❁ اصحابِ رسول، اوراقِ قرآن اور چہرۂ انور
۱۰۴	❁ روئے منور کی ضَوء فشانیاں
۱۰۹	❁ چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی چاند سے تشبیہ
۱۱۴	❁ چہرۂ مبارک: صداقت کا آئینہ
۱۱۵	❁ سالارِ قافلہ کی بیوی کی شہادت
۱۱۶	۳۔ سرِ انور
۱۱۸	۴۔ موئے مبارک
۱۲۳	۵۔ جبینِ پُرنور
۱۲۷	۶۔ ابرُو مبارک
۱۲۹	۷۔ چشمانِ مقدسہ
۱۳۳	۸۔ بصارتِ مصطفیٰ ﷺ کا غیر معمولی کمال
۱۳۸	۹۔ ناک مبارک

صفحہ	عنوانات
۱۳۹	۱۰۔ رُخسارِ روشن
۱۴۱	۱۱۔ لبِ اقدس
۱۴۲	۱۲۔ دہنِ مبارک
۱۴۴	۱۳۔ دندانِ اقدس
۱۴۶	۱۴۔ زبان مبارک
۱۴۷	۱۵۔ آواز مبارک
۱۵۱	۱۶۔ ریشِ اقدس
۱۵۵	۱۷۔ گوشِ اقدس
۱۵۸	۱۸۔ گردنِ اقدس
۱۶۰	۱۹۔ دوشِ مبارک
۱۶۲	۲۰۔ بازوئے مقدّس
۱۶۳	۲۱۔ دستِ اقدس
۱۶۵	❁ خوشبوئے دستِ اقدس
۱۶۶	❁ دستِ مبارک کی ٹھنڈک
۱۶۷	۲۲۔ دستِ اقدس کی برکتیں
۱۶۸	(۱) دست مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ دوسروں کو فیض یاب کرتے رہے
۱۶۹	(۲) دست مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ کے بال عمر بھر سیاہ رہے
۱۷۰	(۳) دست مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے خشک تھنوں میں دودھ اتر آیا

عنوانات	صفحہ
(۴) دستِ مصطفیٰ ﷺ کے لمس سے لکڑی تلوار بن گئی	۱۷۲
(۵) دستِ اقدس کے لمس سے کھجور کی شاخ روشن ہوگئی	۱۷۳
(۶) توشہ دان میں کھجوروں کا ذخیرہ	۱۷۴
(۷) دست شفا سے ٹوٹی ہوئی پنڈلی جڑ گئی	۱۷۶
(۸) دست اقدس کی فیض رسانی	۱۷۶
(۹) حضرت ابو ہریرہ ﷺ کی قوتِ حافظہ	۱۷۷
۲۳۔ انگشتانِ مبارک	۱۷۸
۲۴۔ ہتھیلیاں مبارک	۱۸۰
۲۵۔ بغل مبارک	۱۸۱
۲۶۔ سینۂ اقدس	۱۸۳
۲۷۔ قلبِ اطہر	۱۸۴
۲۸۔ بطنِ اقدس	۱۸۷
❁ ایک ایمان افروز واقعہ	۱۸۹
❁ شکمِ اطہر پر ایک کی بجائے دو پتھر	۱۹۱
۲۹۔ ناف مبارک	۱۹۳
۳۰۔ پشت اقدس	۱۹۴
۳۱۔ مہرِ نبوت	۱۹۵
❁ مہرِ نبوت: آخری نبی کی علامت	۱۹۸
۳۲۔ مبارک رانیں	۱۹۸
۳۳۔ زانوئے مبارک	۲۰۰

عنوانات	صفحہ
۳۴۔ پنڈلیاں مبارک	۲۰۱
۳۵۔ قدمین شریفین	۲۰۲
۳۶۔ انگشتانِ پا مبارک	۲۰۴
۳۷۔ مبارک تلوے	۲۰۵
۳۸۔ مبارک ایڑیاں	۲۰۶
۳۹۔ قدمین شریفین کی برکات	۲۰۶
۴۰۔ قدِ زیبائے محمد ﷺ	۲۰۹
باب سوم: اسیرانِ حسن مصطفیٰ ﷺ	۲۱۵
۱۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی نماز اور زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کا حسین منظر	۲۲۳
۲۔ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ سے بھوک کا مداوا	۲۲۸
❁ ایک صحابی کا حضور ﷺ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا	۲۳۱
۳۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا شوقِ دیدار	۲۳۲
۴۔ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی والہانہ محبت و وارفتگی	۲۳۵
۵۔ ہجرِ رسول ﷺ اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی گریہ وزاری	۲۳۸
❁ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا دیدارِ محبوب ﷺ کا منفرد اعزاز	۲۴۱
۶۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ...... اسیرِ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ	۲۴۲
۷۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ سے تعلقِ عشق	۲۴۴
❁ سورج کا پلٹنا اور نمازِ عصر کی ادائیگی	۲۴۵
۸۔ وارفتگیٔ عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور اذانِ بلال رضی اللہ عنہ	۲۴۸

صفحہ	عنوانات
۲۵۰	۹۔ اسیرِ حسن مصطفیٰ ﷺ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ
۲۵۲	۱۰۔ سیدنا ابوہریرہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیت اضطراب
۲۵۴	۱۱۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کا ایک ایمان افروز واقعہ
۲۶۱	۱۲۔ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کا فقید المثال جذبہ حبِ رسول ﷺ
۲۶۳	۱۳۔ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کشتۂ عشقِ رسول ﷺ
۲۶۷	۱۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا جذبۂ عشق رسول ﷺ
۲۶۹	۱۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی محبت رسول ﷺ
۲۷۰	۱۶۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی غلامئ رسول ﷺ
۲۷۳	۱۷۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی آتشِ شوق
۲۷۵	۱۸۔ حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے رفقاء کا کمالِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ
۲۷۸	۱۹۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا جذبۂ جاں نثاری
۲۷۸	۲۰۔ حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کا خوبصورت ''قصاص''
۲۷۹	۲۱۔ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے الوداعیہ کلمات
۲۸۱	۲۲۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا جذبۂ اِیثار و محبت
۲۸۲	۲۳۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تبرکاتِ رسول ﷺ
۲۸۲	۲۴۔ حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تمنائے شہادت
۲۸۳	۲۵۔ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کا پاسِ عہد
۲۸۴	۲۶۔ رئیس المنافقین کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا لافانی کردار
۲۸۷	۲۷۔ حضرت سُمَیّہ رضی اللہ عنہا سے رُوحِ ایمانی کو جدا نہ کیا جا سکا

صفحہ	عنوانات
۲۸۹	۲۸۔ حضرت عداس ﷜ مضروبِ طائف ﷺ کے قدموں میں
۲۹۰	۲۹۔ حضور ﷺ کی مبارک چادر سے کفن بنانے کی آرزو
۲۹۱	۳۰۔ حضرت ہند بنت حزام رضی اللہ عنہا کی داستانِ استقامت
۲۹۳	۳۱۔ غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ ﷜ کا مقامِ عشق و مستی
۲۹۴	۳۲۔ فراقِ رسول ﷺ میں حضرت عبداللہ بن زید ﷜ کی بینائی جاتی رہی
۲۹۵	۳۳۔ سفیرِ قریش اور معیارِ ایمان
۲۹۷	۳۴۔ حضرت ثمامہ بن اُثال ﷜ کے محبت آمیز جذبات
۲۹۸	۳۵۔ فراقِ رسول ﷺ فاروق اعظم ﷜ کا نالۂ شوق
۳۰۰	۳۶۔ جبرئیلِ امین ؑ کا شوقِ زیارت
۳۰۱	۳۷۔ آئینۂ محبوب ﷺ میں محبوب ﷺ کی صورت نظر آتی
۳۰۱	۳۸۔ بعد از حضور ﷺ آرزو جینے کی کیا کروں
۳۰۲	۳۹۔ سالارِ کاروانِ عشق حضرت اویسِ قرنی ﷜ کا جذبِ دروں
۳۰۳	۴۰۔ ایک یہودی عالم اور حسرتِ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ
۳۰۶	❁ وصالِ محبوب ﷺ پر سواری کا غم
۳۰۶	❁ اُستن حنانہ ایک ایمان افروز واقعہ
۳۱۰	❁ مثنوی مولانا روم: ہجر نبی کا پیکر شعری
۳۱۳	باب چہارم: محبوبِ خدا ﷺ کی محبوب ادائیں
۳۱۶	۱۔ مزاجِ اقدس
۳۱۸	۲۔ حسنِ تکلم اور شریں گفتاری

عنوانات	صفحہ
۳۔ تبسم اور خوش مزاجی	۳۲۴
۴۔ گریہ وزاری	۳۲۸
۵۔ عبادت وخشیتِ الٰہی	۳۳۰
۶۔ آقائے دوجہاں ﷺ کی قرأت	۳۳۲
۷۔ رفتار مبارک	۳۳۴
۸۔ اندازِ نشست و برخاست	۳۳۶
۹۔ حضور ﷺ کا چھینک لینا	۳۳۷
۱۰۔ حضور ﷺ کا اِستراحت فرمانا	۳۴۰
❁ بستر مبارک	۳۴۴
۱۱۔ دورانِ سفر معمولاتِ نبوی ﷺ	۳۴۹
۱۲۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی سواریاں	۳۵۳
۱۳۔ خیمۂ اقدس	۳۵۹
۱۴۔ طعامِ نبوی ﷺ	۳۶۰
❁ بسم اللہ کی برکت	۳۶۱
❁ پسندیدہ روٹی	۳۶۴
❁ پسندیدہ سبزیاں	۳۶۶
❁ پسندیدہ گوشت	۳۶۷
❁ ثرید سے محبت	۳۶۹
❁ پسندیدہ پھل	۳۶۹
❁ پسندیدہ شیرینی	۳۷۱

صفحہ	عنوانات
۳۷۲	۱۵۔ مشروباتِ نبوی ﷺ
۳۷۳	❁ پسندیدہ مشروبات
۳۷۴	۱۶۔ ظروف مبارک
۳۷۷	۱۷۔ حضور ﷺ کے مبارک ملبوسات
۳۷۸	❁ قمیص مبارک
۳۸۰	❁ جبہ مبارک
۳۸۳	❁ کملی مبارک
۳۸۷	❁ ازار مبارک
۳۸۹	❁ عمامہ شریف
۳۹۵	❁ ٹوپی شریف
۳۹۶	عمامے کے بغیر صرف ٹوپی پہننا بھی سُنت ہے
۳۹۷	❁ نعلینِ مقدسہ
۴۰۰	❁ موزے
۴۰۰	۱۸۔ حضور ﷺ کا بال بنوانا
۴۰۵	۱۹۔ حضور ﷺ کا خضاب لگانا
۴۰۸	۲۰۔ کنگھی فرمانے کا معمول
۴۱۰	۲۱۔ خوشبو استعمال کرنے کا معمول
۴۱۳	۲۲۔ آئینہ دیکھنے کا معمول
۴۱۴	۲۳۔ انگوٹھی پہننے کا معمول
۴۲۱	۲۴۔ چشمانِ مقدسہ میں سرمہ ڈالنے کا معمول

صفحہ	عنوانات
۴۲۴	۲۵۔ مسواک فرمانے کا معمول
۴۲۶	۲۶۔ عصا مبارک
۴۲۷	۲۷۔ حضور ﷺ کا دوا استعمال فرمانا
۴۳۰	۱۔ شہد
۴۳۲	۲۔ زیتون
۴۳۲	۳۔ زیتون
۴۳۴	۴۔ مہندی
۴۳۵	۵۔ سنا مکی
۴۳۷	حصہ دوم: خصائص مصطفیٰ ﷺ
۴۴۱	باب اوّل: دنیوی خصائص
۴۴۳	۱۔ تخلیق میں اوّلیت
۴۵۶	۲۔ نبوت میں اوّلیت
۴۶۲	۳۔ عالمِ اَرواح میں تصدیقِ رِسالت کا اِعزاز
۴۶۵	۴۔ عمومیتِ رسالت
۴۶۸	۵۔ نسبی شرف وفضیلت
۴۷۷	۶۔ کثیر الاسماء ہونا
۴۸۰	حضور ﷺ کے متعدّد اَسماء 'حمد' سے مشتق ہیں
۴۸۱	حضور ﷺ کا نام اور کنیت جمع کرنے کی ممانعت
۴۸۵	۷۔ سابقہ کتبِ ساوِیہ میں ذکرِ خیر الوریٰ ﷺ

صفحہ	عنوانات
۵۱۲	۸۔ ختمِ نبوت
۵۱۳	۱۔ حضور ﷺ کا کسی مرد کا باپ نہ ہونا
۵۱۵	۲۔ میثاق انبیاء اور اعلانِ ختم نبوت
۵۱۶	۳۔ تکمیلِ دین اور اِتمام نعمت کی نوید
۵۱۷	۴۔ حضور ﷺ کا خاتم الوحی ہونا
۵۱۹	۵۔ قرآن کریم کی شان مصدقیت
۵۲۰	۶۔ قرآن حکیم کی اُلوہی حفاظت
۵۲۱	۷۔ نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی نشاندہی
۵۲۱	۸۔ حضور ﷺ قصرِ نبوت کی تکمیلی اینٹ ہیں
۵۲۲	۹۔ حضور ﷺ عاقب ہیں
۵۲۴	۱۰۔ ختمِ نبوت اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
۵۲۵	۱۱۔ ختمِ نبوت اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
۵۲۶	۱۲۔ حضور ﷺ کے بعد نبوت نہیں خلافت ہے
۵۲۷	۱۳۔ اُمت مسلمہ آخری اُمت ہے
۵۲۸	۹۔ اعجازِ قرآن
۵۳۰	❁ اعجازِ قرآن کے دلائل
۵۳۰	۱۔ عدمِ مثلیت
۵۳۲	۲۔ حفاظت کا اُلوہی اہتمام
۵۳۴	۳۔ عدمِ اِختلاف و تناقض
۵۳۶	۴۔ ندرتِ اُسلوب و نظمِ کلام

صفحہ	عنوانات
۵۳۹	۵۔ فصاحت و بلاغت
۵۴۱	۶۔ صوتی حسن و ترنم
۵۴۳	۷۔ اَحوالِ غیب کا بیان
۵۴۴	الف) اُممِ سابقہ کے اَحوال و واقعات
۵۴۵	ب) مستقبل کی پیشین گوئیاں
۵۴۵	۱) غلبۂ روم کی پیشین گوئی
۵۴۶	۲) فتحِ مکہ کی پیشین گوئی
۵۴۷	۳) فتحِ خیبر کی پیشین گوئی
۵۴۸	۴) غلبۂ اسلام کی پیشین گوئی
۵۴۹	۸۔ نتیجہ خیزی کی ضمانت
۵۵۲	۹۔ اُمیّتِ صاحب قرآن
۵۵۴	۱۰۔ غیر معمولی رعب و دبدبہ
۵۵۸	❁ اچانک دیکھنے والوں کا مرعوب ہونا
۵۵۹	❁ میدانِ جنگ میں دشمن پر رعب طاری ہونا
۵۶۱	❁ ایک کافر کا مرعوب ہونا
۵۶۲	❁ سردارانِ قریش کا مرعوب ہونا
۵۶۳	❁ قیصرِ روم کا مرعوب ہونا
۵۶۴	❁ والئ یمن کے سفیر کے تاثرات
۵۶۵	۱۱۔ جوامعُ الکلم (کلام کی جامعیت و اختصار کا حُسن)
۵۶۶	❁ جوامعُ الکلم کی چیدہ چیدہ مثالیں

صفحہ	عنوانات
۵۷۷	۱۲۔ مالِ غنیمت کا حلال ہونا
۵۸۱	۱۳۔ تمام روئے زمین کا مسجد ہونا
۵۸۳	۱۴۔ حفاظت کا اُلوہی اِہتمام
۵۸۴	حضور ﷺ کا خود حفاظتی تدابیر اِختیار فرمانا
۵۸۷	ذاتی حفاظت کا فریضہ انجام دینے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
۵۹۰	حفاظتِ مصطفیٰ ﷺ کا اِعلانِ خداوندی
۵۹۲	ذاتی حفاظت کی تدابیر خلافِ توکل نہیں
۵۹۲	حفاظت کا قرآنی تصور
۵۹۴	احادیثِ نبویہ میں حفاظت کا تصور
۵۹۷	۱۵۔ حضور ﷺ کے معترضین کو خود اللہ تعالیٰ کا جواب دینا
۶۱۵	۱۶۔ بے مثال فہم و فراست
۶۱۶	فہم و فراستِ مصطفیٰ ﷺ کی چند تاریخی مثالیں
۶۱۶	۱۔ حجرِ اسود کی تنصیب
۶۱۷	۲۔ مواخاتِ مدینہ
۶۱۹	۳۔ میثاقِ مدینہ
۶۱۹	میثاقِ مدینہ کے اثرات
۶۲۲	۴۔ دشمن کی تعداد معلوم کرنے کا حیرت انگیز طریقہ
۶۲۲	۵۔ غزوۂ اُحد میں حضور ﷺ کی دفاعی حکمتِ عملی
۶۲۳	۶۔ خندق کی تجویز قبول کرنا
۶۲۴	۷۔ صلح حدیبیہ

صفحہ	عنوانات
۶۲۵	۸۔ فتحِ مکہ
۶۲۶	۹۔ ایک شبہ کا اِزالہ
۶۲۷	۱۷۔ خازن و قاسم ہونا
۶۳۲	❁ کوثر کا حقیقی مفہوم
۶۳۸	۱۸۔ تشریعی اختیارات
۶۴۶	۱۔ تشریعِ جنائی
۶۴۸	۲۔ تشریعِ سبب
۶۴۹	۳۔ تشریعِ کفارہ
۶۵۱	۴۔ تشریعِ اَمر
۶۵۳	۵۔ تشریعِ نہی
۶۵۴	۶۔ تشریعِ شہادت
۶۵۴	۷۔ تشریعِ اِستثناء
۶۵۴	۱۔ ریشمی کپڑا پہننے کا اِستثنائی حکم
۶۵۵	۲۔ سونا پہننے کا اِستثنائی حکم
۶۵۸	۱۹۔ تکوینی اِختیارات
۶۵۸	۱۔ ایک لڑکی کا قبر میں زندہ ہونا
۶۵۹	۲۔ مردہ کا کلام کرنا
۶۶۱	۳۔ ذبح شدہ بکری کا زندہ ہونا
۶۶۲	۴۔ لکڑی کی شاخ کا تلوار بننا
۶۶۳	۵۔ اُحد پہاڑ کا وجد میں آنا

صفحہ	عنوانات
۲۶۳	۶۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما پر آگ کا ٹھنڈا ہونا
۲۶۴	۷۔ کھجور کے خشک تنے کا گریہ وزاری کرنا
۲۶۶	۸۔ ایک گستاخِ رسول کا چہرہ بگڑنا
۲۶۷	**۲۰۔ ہوائے نفس سے حفاظت**
۲۷۲	**۲۱۔ شیطان سے حفاظت**
۲۸۰	**۲۲۔ ہمہ وقت مستجابُ الدعوات ہونا**
۲۸۲	۱۔ عطائے علم وحکمت کی دعا
۲۸۳	۲۔ مال واولاد میں کثرت و برکت کی دُعا
۲۸۶	۳۔ قحط سالی میں بارش کی دُعا
۲۸۸	۴۔ موسمی شدائد سے بچنے کی دُعا
۲۸۹	۵۔ مغفرت ورحمت اور غنائے قلب کی دُعا
۲۹۰	۶۔ درازیٔ عمر اور چہرے کی خوبصورتی کے لئے دُعا
۲۹۱	۷۔ تحفظِ عفت وعصمت کی دُعا
۲۹۲	۸۔ صحت وشفایابی کی دُعا
۲۹۳	۹۔ ہدایت یابی کے لئے دعا
۲۹۴	۱۰۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اِسلام کے لئے دعا
۲۹۶	۱۱۔ بچے کی ہدایت یابی کی دعا
۲۹۶	۱۲۔ سردارانِ مکہ کے حق میں بددعا اور اُس کا اثر
۲۹۷	**۲۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی جسمانی قوت**
۲۹۸	۱۔ خندق کا پتھر توڑنا

عنوانات	صفحہ
۲۔ رکانہ پہلوان کو پچھاڑنا	۶۹۸
۳۔ ابوالاسود جمحی پہلوان کو پچھاڑنا	۷۰۱
۲۴۔ طہارتِ فضلات	۷۰۲
ا۔ زمین کا فضلات نگل جانا اور وہاں سے خوشبو کا آنا	۷۰۲
۲۔ صحابہ کرام ﷺ کا فضلاتِ مبارکہ سے حصولِ برکت	۷۰۵
❁ فضلات کی طہارت کا سائنسی و عقلی اِستدلال	۷۰۹
ا۔ کیمیائی تبدیلیوں اور عملِ اِنہضام سے اِستدلال	۷۰۹
۲۔ صیامِ وصال سے اِستدلال	۷۱۰
۳۔ پسینہ مبارک کی خوشبو سے اِستدلال	۷۱۲
۴۔ لعابِ دہن سے شفایابی سے اِستدلال	۷۱۶
۵۔ جسم کی معجزانہ لطافت سے اِستدلال	۷۱۷
۶۔ لمسِ مصطفیٰ ﷺ سے پیدا ہونے والی خوشبو سے اِستدلال	۷۲۰
۷۔ بعداَز وِصال جسدِ اَقدس کے سلامت رہنے سے اِستدلال	۷۲۲
۸۔ نباتات کی نشوونما سے اِستدلال	۷۲۳
۹۔ بدبودار کھاد اور پھولوں کی مہک سے اِستدلال	۷۲۴
۱۰۔ پاکیزہ فضاء کی صحبت سے اِستدلال	۷۲۴
۲۵۔ نیند میں بھی قلبِ اَطہر کا بیدار رہنا	۷۲۴
۲۶۔ حالتِ نماز میں حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل	۷۲۶
۲۷۔ نزولِ اسرافیل علیہ السلام	۷۲۷

صفحہ	عنوانات
۴۲۷	۲۸۔ چودہ نقباء یا وزراء کا عطا کیا جانا
۴۲۸	۲۹۔ کثرتِ معجزات
۴۳۰	۳۰۔ دجّال کے بارے میں تمام انبیاء سے زیادہ معلومات
۴۳۱	۳۱۔ اَفضلیتِ عہدِ نبوی ﷺ
۴۳۳	۳۲۔ ازواجِ مطہرات سے تاأبد حرمتِ نکاح
۴۳۴	۳۳۔ صاحبزادی سے نسبی سلسلہ کا اِجراء
۴۳۵	باب دُوُم: برزخی خصائص
۴۳۸	❁ موت کے بعد حیات کیسے؟
۴۴۰	❁ اُصولِ شہادت پر اَولیاء کرام کی حیاتِ جاوداں کیسے؟
۴۴۲	❁ اُصولِ شہادت پر اَنبیاء کرام کی حیاتِ جاوداں کیسے؟
۴۴۳	❁ شہید کی موت تلوار سے حیات میں بدلتی ہے یا دیدار سے؟
۴۴۷	۱۔ قبر میں جسمِ اَطہر کا سلامت رہنا
۴۵۳	۲۔ قبرِ مبارک میں رِزق کی فراہمی
۴۵۵	۳۔ قبرِ اَنور میں نماز کی ادائیگی
۴۶۰	❁ علماء و محدثین کے اَقوال سے تائید
۴۶۴	❁ ایک اِشکال اور اُس کا جواب
۴۶۶	۴۔ روضۂ اقدس سے اَذان و اِقامت کی صدا
۴۷۰	۵۔ حیات و وِصال کا اُمت کیلئے موجبِ خیر ہونا
۴۷۵	۶۔ سلامِ اُمت کی سماعت
۴۷۷	۷۔ اُمتیوں کے سلام کا جواب عطا فرمانا

صفحہ	عنوانات
۷۸۰	۸۔ ملائکہ کا بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں سلام پیش کرنا
۷۸۵	۹۔ اُمتیوں کے درود و سلام کا بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں خود پہنچنا
۷۹۵	۱۰۔ اَحوالِ اُمت کا علم ہونا
۷۹۸	۱۱۔ درود بھیجنے والوں کے نام و نسب کا علم ہونا
۷۹۹	۱۲۔ روضۂ اقدس پر ستر ہزار ملائکہ کی حاضری
۸۰۱	۱۳۔ قبر میں ذریعۂ نجات ...... پہچانِ مصطفیٰ ﷺ
۸۰۵	باب سوُم: اُخروی خصائص
۸۰۷	فصل اوّل: قیامت میں ظاہر ہونے والے خصائص
۸۱۰	۱۔ قبرِ انور سے اُٹھنے میں اوّلیت
۸۱۲	۲۔ ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں ظہورِ قدسی
۸۱۲	۳۔ براق پر سواری
۸۱۳	۴۔ تمام نوعِ انسانی کی قیادت
۸۱۳	۵۔ تمام اولاد آدم کی سرداری
۸۱۴	۶۔ لواءِ حمد کے علم بردار
۸۱۵	۷۔ جملہ اُمم حضور ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہوں گی
۸۱۶	۸۔ بارگاہِ ایزدی میں سجدہ کی سب سے پہلے اِجازت
۸۱۷	۹۔ انبیاء علیہم السلام کے اِمام اور خطیب
۸۱۷	۱۰۔ اہلِ محشر کے لیے نجات کی بشارت
۸۱۸	۱۱۔ پل صراط سے گزرنے میں اوّلیت
۸۱۸	۱۲۔ پل صراط، میزان اور حوضِ کوثر پر غمگسارِ اُمت

صفحہ	عنوانات
۸۱۹	۱۳۔ مقامِ محمود کے منصب اعلیٰ پر فائز ہونا
۸۲۲	۱۴۔ تمام اوّلین و آخرین حضور ﷺ کی مدح سرائی کریں گے
۸۲۳	۱۵۔ شفاعت میں اوّلیت
۸۲۴	۱۶۔شفاعتِ کبریٰ کا شرفِ عظیم
۸۳۱	۱۷۔ روزِ قیامت تمام انبیاء و اُمم حضور ﷺ سے مدد طلب کریں گے
۸۳۱	۱۸۔ حضور ﷺ کو خصوصی کلماتِ حمد کا عطا کیا جانا
۸۳۲	۱۹۔ اللہ تعالیٰ خود روزِ محشر حضور ﷺ کی رضا کو مقصود ٹھہرائے گا
۸۳۳	۲۰۔ روزِ قیامت خلعتِ فاخرہ کا عطا کیا جانا
۸۳۴	۲۱۔عرش پر کرسیٔ رحمان کے دائیں جانب حضور ﷺ کے مسند کا رکھا جانا
۸۳۶	۲۲۔ایک ہزار فرشتوں کا حضور ﷺ کا طواف کرنا
۸۳۷	۲۳۔ تمام اُمتوں اور پیغمبروں پر گواہی
۸۳۷	۲۴۔ تمام اُمتوں پر اُمتِ محمدی ﷺ کی عددی کثرت
۸۴۱	فصل دُوم: جنت میں ظاہر ہونے والے خصائص
۸۴۳	۱۔ جنت کی کنجیاں دستِ مصطفیٰ ﷺ میں
۸۴۴	۲۔ جنت کا اِفتتاح دستِ مصطفیٰ ﷺ سے
۸۴۶	۳۔ جنت کے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہونا
۸۴۸	۳۔ عطائے کوثر و تسنیم
۸۵۲	۴۔ رسولِ معظم ﷺ کے لئے جنت میں منبر کی تنصیب
۸۵۴	۵۔ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کو 'ابو محمد' کے لقب سے پکارا جائے گا
۸۵۵	۷۔ تمام اہلِ جنت کا وظیفہ مصحفِ محمدی ﷺ (قرآن مجید) ہو گا

عنوانات	صفحہ
۸۔ تمام اہل جنت کی زبان، زبانِ محمدی ﷺ (عربی) ہو گی	۸۵۵
باب چہارم: قرابت و صحبت مصطفیٰ ﷺ کے خصائص	۸۵۷
فصل اوّل : خصائصِ اہلِ بیتِ اطہار	۸۵۹
۱۔ اہلِ بیت سے محبت و مودّت احسانِ رسول ﷺ کا صلہ	۸۶۵
۲۔ نفوس اہلِ بیت کی نفس محمدی ﷺ سے نسبت	۸۶۶
۳۔ نسبِ اہلِ بیت روزِ حشر بھی قائم رہے گا	۸۶۸
۴۔ اہلِ بیت نبوی ﷺ اُمت کے لئے گہوارۂ امن	۸۶۹
۵۔ اہلِ بیت اطہار...... شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ کے اوّلین حقدار	۸۶۹
۶۔ اہلِ بیت جنتیوں کی قیادت کرنے والا ہراول دستہ	۸۷۰
۷۔ جنت میں محبانِ اہلِ بیت کا اعزاز	۸۷۱
۸۔ نماز میں اہلِ بیت پر درود کی خصوصیت	۸۷۲
۹۔ سیدنا علی المرتضیٰ ؓ کے خصائص	۸۷۳
۱۰۔ سیدۂ عالم فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے خصائص	۸۷۴
۱۱۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے خصائص	۸۷۷
فصل دوم : خصائصِ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن	۸۸۱
۱۔ دنیا بھر کی خواتین میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی امتیازی شان	۸۸۴
۲۔ امہات المومنین ہونے کا اعزاز	۸۸۴
۳۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے بعداز وصال رسول ﷺ امتیوں کا نکاح حرام ٹھہرایا گیا	۸۸۵
۴۔ حبیب خدا ﷺ کی دائمی رفاقت کا شرف	۸۸۵

صفحہ	عنوانات
۸۸۶	۵۔ قرآن میں ازواج مطہرات کی قیام گاہوں کا ذکر
۸۸۹	فصل سوم: خصائص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
۸۹۲	۱۔ قرآن مجید میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خصوصی تذکرے
۸۹۳	۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے رضائے الٰہی کی نوید
۸۹۴	۳۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنت الفردوس کے بشارت یافتگان
۸۹۴	۴۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ...... قائدینِ اہلِ محشر
۸۹۵	۵۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منصبِ شفاعت عطا کیا گیا
۸۹۵	۶۔ اصحاب رسول ﷺ آسمان ہدایت کے ستارے
۸۹۶	۷۔ اصحاب مصطفیٰ ﷺ کے لئے آتشِ دوزخ سے آزادی کی بشارت
۸۹۷	۸۔ بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امتیاز
۸۹۸	۹۔ گستاخئ صحابہ رضی اللہ عنہم پر سخت وعید
۹۰۰	۱۰۔ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت ایمان کی علامت
۹۰۱	۱۱۔ عشرہ مبشرہ کا امتیاز
۹۰۳	باب پنجم: نسبتِ مصطفیٰ ﷺ کے خصائص (خصائص اُمت محمدی علی صاحبها الصلوة والسلام)
۹۰۴	۱۔ اُمت محمدی علی صاحبها الصلوة والسلام کا خیر الامم ہونا
۹۰۶	۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اُمت محمدی علی صاحبها الصلوة والسلام میں نزول
۹۰۸	۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی امام مہدی علیہ السلام کی اقتداء میں نماز ادا فرمائیں گے
۹۱۳	۴۔ اُمت محمدی علی صاحبها الصلوة والسلام کے لئے اموال غنیمت کی حلّت

صفحہ	عنوانات
۹۱۴	۵۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام بحیثیتِ مجموعی گمراہ ہونے سے محفوظ کر دی گئی ہے
۹۱۵	۶۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے لئے عملِ قلیل پر اجرِ کثیر
۹۱۷	۷۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے لئے خطا ونسیان سے درگذر
۹۱۸	۸۔ توبہ واستغفار سے گناہوں کی معافی
۹۲۱	۹۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے ہر زمانے کو اولیاء و ابدال کی موجودگی سے نوازا گیا ہے
۹۲۲	۱۰۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے مجذوبین وفقراء اگر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اُسے پورا کرتا ہے
۹۲۳	۱۱۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے اولیاء سے عداوت اللہ تعالیٰ سے عداوت ہے
۹۲۴	۱۲۔ دین اسلام کی تجدید کے لئے ہر صدی میں ایک مجدد کی آمد
۹۲۶	۱۳۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے لئے طاعون کی موت کو شہادت قرار دیا گیا
۹۲۷	۱۴۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا درود بھیجنا
۹۲۸	۱۵۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا جنت میں سب سے پہلے داخلہ
۹۲۹	۱۶۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا جنت میں باب اَیمن سے داخلہ

صفحہ	عنوانات
۹۳۱	۱۷۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی کثیر تعداد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگی
۹۳۲	حرفِ آخر
۹۳۳	مآخذ و مراجع

حصہ اوّل

شمائلِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اِبتدائیہ

اُس حسنِ مطلق نے دنیا کے نظاروں کو اِس قدر حسین بنایا ہے کہ اِنسان اس دِل کش اور جاذبِ نظر ماحول میں بار بار گم ہو جاتا ہے۔ کبھی زمین کی دلفریب رعنائیاں اُس کے دامنِ دل کو کھینچتی ہیں تو کبھی اَفلاک کی دِلکش وُسعتیں، کبھی ہواؤں کی جاوداں و جانفزا کیفیتیں اُس کے لئے راحتِ جاں بنتی ہیں تو کبھی فضاؤں میں گونجنے والے نغماتِ حسن اس کی توجہ کو مہمیز عطا کرتے ہیں۔ یہ کائناتِ آب و گِل حسن و عشق کے ہنگاموں کا مرکز ہے جس میں حسن کبھی گلِ لالہ کی نرم و نازک پنکھڑیوں سے عیاں ہوتا ہے اور کبھی اُن کی دلفریب مہک سے۔ نغماتِ حسن کبھی آبشاروں میں سنائی دیتے ہیں اور کبھی دریاؤں اور نہروں کے سکوت میں۔ کہیں باغات کی دِلکش رونقیں چہرۂ حسن کو بے نقاب کرتی ہیں اور کہیں صحراؤں کی خاموشیاں۔ کہیں سمندروں کا بہاؤ حسن میں ڈھلتا دِکھائی دیتا ہے تو کہیں سبزہ زاروں کا پھیلاؤ۔ الغرض ہر سُو حسن کی جلوہ سامانیاں ہیں اور نگاہ و دِل خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔

عالمِ آفاق کے نغماتِ حُسن کی صدائے بازگشت اَنفسی کائنات کے نہاں خانوں میں سنائی دے رہی ہے اور کائناتِ خارجی کی بے کراں وُسعتوں میں بھی، غرض یہ کہ حسین خواہشات ہر سُو مچل رہی ہیں۔ یہی خواہشات خوگرِ حُسن بھی ہیں اور پیکرِ حُسن بھی۔ تخیلات بھی حُسن سے سکون پاتے ہیں اور تصوّرات بھی اُسی کے مشتاق ہیں۔ اہلِ دل کبھی حُسن کو جلوَت میں تلاش کرتے ہیں، کبھی خلوَت میں۔ کوئی جلوۂ حُسن میں مست ہے اور کوئی تصورِ حُسن میں بے خود۔ اِس کارگہِ حیات میں ہر کوئی حُسن کا متلاشی ہے۔ کوئی ذوق وشوق کے مرحلے میں ہے تو کوئی جذب و کیف کے مقام پر، کوئی سوز و مستی میں ہے، کوئی وجد و حال میں، لیکن شبستانِ عشق میں ہر کسی کو نورِ حسن ہی کی کوئی نہ کوئی شعاع میسر ہے۔ دل کہتا ہے

کہ حُسن کے دِلفریب جلوے جو اِس قدر کثرت سے ہر طرف بکھرے پڑے ہیں، کہیں نہ کہیں اُن کا منبع ضرور ہوگا، کہیں نہ کہیں وہ سرچشمۂ حُسن یقیناً موجود ہوگا جہاں سے سب کے سب جمالیاتی سُوتے پھوٹ رہے ہیں۔ ہر خوب سے خوب تر کا وجود اور حسیں سے حسیں تر کا نشان یہ بتلاتا ہے کہ کہیں نہ کہیں حُسن و رعنائی کا آخری نظارہ بھی ہوگا، تلاشِ حُسن کا سفر کہیں تو ختم ہوتا ہوگا۔ آنکھیں کہتی ہیں، بیشک کہیں وہ آخری تصویرِ حسن بھی ہو گی جسے دیکھ کر جذبۂ تسکین کو بھی سکوں آ جائے۔ رُوح پکارتی ہے بلاشبہ کہیں وہ حریمِ ناز بھی ہوگا جہاں سب بے چینیاں ختم ہو جائیں اور راحتیں تکمیل کو پہنچ جائیں۔

آؤ! اُس حسن کی تلاش میں نکلیں اور اُس جمال کو اپنائیں جس کی ادائے ناز سے جہانِ رنگ و بو میں ہر سُو حسن و جمال کی جلوہ آرائی ہے۔ آؤ! جادۂ عشق کے رَہ نوردو! اِس صحرائے حیات میں دیکھو، وہ طُور پر سے ایک عاشق کی ندا آ رہی ہے، فضائے طلب میں اُس کی صدائے عشق بلند ہو رہی ہے، رُوح کے کانوں سے سنو، آواز آ رہی ہے:

رَبِّ أَرِنِيْ أَنْظُرْ إِلَيْکَ۔ (۱)

”اے میرے ربّ! مجھے (اپنا جلوہ) دِکھا کہ میں تیرا دِیدار کرلوں۔“

نظارۂ حسن کی طلب کرنے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ آپ علیہ السلام کس حسن کو پکار رہے ہیں؟ اُسی حُسن کو جو حُسنِ مطلق ہے، حُسنِ ازل ہے، حُسنِ کامل ہے، حُسنِ حقیقت ہے، اور جو ہر حُسن کا منبع و مصدر ہے، اور ہر حُسن کی اصل ہے۔ حسین جس کے حُسن کا تصور نہیں کر سکتے، جمیل جس کے جمال کا گمان نہیں کر سکتے۔

آپ علیہ السلام کو حریمِ ناز سے کیا جواب ملتا ہے! اِرشاد ہوا:

لَنْ تَرَانِيْ۔ (۲)

---

(۱) القرآن، الاعراف، ۷:۱۴۳

(۲) القرآن، الاعراف، ۷:۱۴۳

’’تم مجھے (براہِ راست) ہرگز دیکھ نہ سکو گے۔‘‘

پھر...... عشق کی بیتابی دیکھ کر، اُس نے حُسنِ ذات کی بجائے حُسنِ صفات کا صرف ایک نقاب اُلٹا مگر

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا۔(۱)

’’پھر جب اُس کے رب نے پہاڑ پر (اپنے حُسن کا) جلوہ فرمایا تو (شدتِ اَنوار سے) اُسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔‘‘

موسیٰ زِ ہوش رفت بیک پرتوِ صفات

رُوحِ بیتاب پکارنے لگی: اے حسنِ مطلق! بیشک تو ہی حسین و جمیل ہے اور تو حسن و جمال سے محبت کرتا ہے، لیکن آنکھیں ترس گئی ہیں کہ تیرے حسنِ کامل کا نظارہ کسی پیکرِ محسوس میں دِکھائی دے تو اُسے دیکھیں۔

کبھی اے حقیقتِ منتظر! نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

اے لامکاں میں بسنے والے حسنِ تمام! عالمِ مکاں میں بھی اپنے حسنِ کامل کی جلوہ سامانی کر۔ تو عالمِ ہوّیت میں تو نورفگن ہے ہی، مطلعِ بشریت کو بھی اپنے پرتوِ حُسن و نور سے روشن کر۔ تو حسنِ بے مثال ہے، لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ○ (اُس کے جیسا کوئی نہیں) کا مصداق تیرا ہی جمال ہے، تو ہی ہے جو کسی کے حسنِ سراپا کو اپنی شانِ مظہریت سے نوازتا ہے تاکہ عاشقانِ صادق عالمِ ہست و بود میں تیرے حسن کا نقشِ کامل دیکھ سکیں، تیرے نور کا مظہرِ اَتمّ دیکھ سکیں۔ حریمِ ناز سے صدا آتی ہے: اَے حسن و جمالِ حق کے متلاشی! تیری تلاش تجھے مل چکی، تیرا سوال پورا ہو چکا، تیری مُراد بر آ چکی۔ اے متلاشیٔ حسنِ مطلق! یوں تو ہر سُو میرے ہی حسن کے جلوے ہیں:

فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ۔(۲)

(۱) القرآن، الاعراف، ۷:۱۴۳

(۲) القرآن، البقرہ، ۲:۱۱۵

’’تم جدھر بھی رُخ کرو اُدھر ہی اللہ کی توجہ ہے (یعنی ہر سمت ہی اللہ کی ذات جلوہ گر ہے)۔‘‘

لیکن میرے محبوبِ مکرم **محمد** ﷺ کا حسنِ سراپا عالمِ خلق میں میرے پرتوِ حسن کی کامل جلوہ گاہ ہے۔ **محمد** ﷺ کے مطلعِ ذات پر میرا آفتابِ حُسن شباب پر ہے۔ اُس پیکرِ حسن و نور کو دیکھ، یہی مظہرِ حسنِ حقیقت ہے اور یہی منظرِ جمالِ مطلق۔

جب یہ حقیقت واضح ہو چکی تو آؤ اُس حسنِ سراپا کی بات کریں جس سے مُردہ دِلوں کو زندگی، پژمُردہ رُوحوں کو تازگی و شیفتگی اور بے سکون ذِہنوں کو اَمن و آشتی کی دولت میسر آتی ہے۔ اللہ ربّ العزت نے حضرتِ اِنسان کو اَشرفُ المخلوقات بنایا ہے اور اُس کی تخلیق و تقوِیم بہترین شکل و صورت میں فرمائی ہے، اِرشادِ ربانی ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِیْ أَحْسَنِ تَقْوِیْمٍO (۱)

’’بیشک ہم نے اِنسان کو بہترین (اِعتدال اور توازُن والی) ساخت میں پیدا فرمایاO‘‘

اِس آیۂ کریمہ کا مفہوم بصراحت اِس اَمر پر دلالت کر رہا ہے کہ خلاّقِ عالم نے اِنسان کو دِیگر اَوصاف کے علاوہ بہترین شکل و صورت عطا فرمائی ہے اور اُسے بہ اِعتبارِ حسنِ صورت کائنات میں تخلیق کردہ ہر ذِی رُوح پر فوقیت اور برتری سے نوازا ہے۔

اِنسان حسنِ صورت و سیرت کا حسین اِمتزاج ہے

اِنسانی شخصیت کے دو پہلو ہیں: ایک ظاہر اور دُوسرا باطن۔ ظاہری پہلو اَعضاء و جوارِح سے تشکیل پاتا ہے۔ اِس تشکیل و ترتیب میں سر سے پاؤں تک تمام اَعضاء کے باہمی تناسب سے جو ہیئت ہمارے سامنے آتی ہے اُسے شکل و صورت کا نام دیا جاتا ہے۔ اَعضاء کے تناسب میں اگر اِعتدال و توازُن کارفرما ہو اور کوئی عضو ایسا نہ ہو جو بے جوڑ ہونے کی بنا پر اِنسانی جسم میں بے اِعتدالی کا مظہر قرار پائے تو ایسی صورت بلاشبہ حسین

(۱) القرآن، التین، ۹۵:۴

صورت سے تعبیر کی جائے گی جبکہ اِنسان کی باطنی شخصیت میں اَوصاف حمیدہ اور پسندیدہ عادات و خصائل کا جمع ہو جانا حسنِ سیرت کہلاتا ہے۔

تاریخ کے مختلف اَدوار میں اُن تمام برگزیدہ انبیاء و رُسل کی شخصیات، جو راہِ اِنسانیت سے ہٹے ہوئے لوگوں کی رُشد و ہدایت پر مامور ہوتے رہے، حسنِ صورت اور حسنِ سیرت کا حسین اِمتزاج ہیں۔ یہ وہ اَفراد تھے جن کا مقصدِ بعثت اور نصبُ العین ہر دَور میں گمراہی و ضلالت کے اندھیروں میں بھٹکنے والے اِنسانوں کو نورِ ہدایت سے حق و راستی کی جانب رہنمائی عطا کرنا تھا۔ اِس لئے اُن کے باطن کے ساتھ ساتھ اُن کے ظاہر کو بھی ہمیشہ پُرکشش بنایا گیا تاکہ لوگوں کی طبیعتیں مکمل طور پر اُن کی طرف راغب اور مانوس ہوں۔

اِس بزمِ ہستی میں وہ مبارک شخصیت جس میں حسنِ صورت اور حسنِ سیرت کے تمام محامد و محاسن بدرجۂ اَتمّ سمو دیئے گئے، پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ اگر تمام ظاہری و باطنی محاسن کو ایک وُجود میں مجتمع کر دیا جائے اور شخصی حُسن و جمال کے تمام مظاہر جو جہانِ آب و گِل میں ہر سُو منتشر دِکھائی دیتے ہیں، ایک پیکر میں اِس طرح یکجا دِکھائی دیں کہ اُس سے بہتر ترکیب و تشکیل ناممکن ہو تو وہ حُسن و جمال کا پیکرِ اَتمّ **محمد مصطفیٰ** ﷺ کے وجود میں ڈھلتا نظر آتا ہے۔ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلّم ہے کہ عالمِ اِنسانیت میں سرورِ کائنات فخرِ موجودات نبیٔ آخر الزماں ﷺ بحیثیتِ عبدِ کامل ظاہری و باطنی حسن و جمال کے اُس مرتبۂ کمال پر فائز ہیں جہاں سے ہر حسین کو خیراتِ حُسن مل رہی ہے۔ حُسن و جمال کے سب نقش و نگار آپ ﷺ کی صورتِ اَقدس میں بدرجۂ اَتمّ اِس خوبی سے مجتمع کر دیئے گئے ہیں کہ ازل تا اَبد اِس خاکدانِ ہستی میں ایسی مثال ملنا ناممکن ہے۔ گویا عالمِ بشریت میں آپ ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات جامعِ کمالات بن کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی اور آپ ﷺ ہی وہ شاہکار قرار پائے جسے دیکھ کر دِل و نگاہ پکار اُٹھتے ہیں:

زِ فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

باب اوّل

پیکرِ حسن و جمال

جان لینا چاہئے کہ سرورِ دوعالم ﷺ کے علوِ مرتبت، رُوحانی کمالات و خصائص اور باطنی فضائل و محامد کے علاوہ آپ ﷺ کا بے مثل حسن و جمال بھی آپ ﷺ کا زِندۂ جاوید معجزہ ہے، جس کا تذکرہ کم و بیش سیرت کی تمام کتب میں موجود ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہم آپ ﷺ کی سیرتِ مطہرہ کو جاننے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی صورتِ طیبہ کا ایک تحریری مرقع دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ سیرت کے ساتھ صورت سے بھی پیار پیدا ہو۔ یہ ایک مسلّمہ حقیقت بھی ہے کہ صورت، سیرت کی عکاس ہوتی ہے اور ظاہر سے باطن کا کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے کیونکہ اِنسان کا چہرہ اُس کے مَن کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ پہلی نظر ہمیشہ کسی شخصیت کے چہرے پر پڑتی ہے، اُس کے بعد سیرت و کردار کو جاننے کی خواہش دِل میں جنم لیتی ہے۔

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے اَحوال و فضائل اس نقطۂ نظر سے معلوم کرنے سے پہلے یہ جاننے کی خواہش فطری طور پر پیدا ہوتی ہے کہ اُس مبارک ہستی ﷺ کا سراپا، قد و قامت اور شکل و صورت کیسی تھی، جس کے فیضانِ نظر سے تہذیب و تمدّن سے ناآشنا خطہ ایک مختصر سے عرصے میں رشکِ ماہ و اَنجم بن گیا، جس کی تعلیمات اور سیرت و کردار کی روشنی نے جاہلیت اور توہّم پرستی کے تمام تیرہ و تار پردے چاک کر دیئے اور جس کے حیات آفریں پیغام نے چہار دانگِ عالم کی کایا پلٹ دی۔ حقیقت یہ ہے کہ ذاتِ خداوندی نے اُس عبدِ کامل اور فخرِ نوعِ اِنسانی کی ذاتِ اَقدس کو جملہ اَوصافِ سیرت سے مالا مال کر دینے سے پہلے آپ ﷺ کی شخصیت کو ظاہری حُسن کا وہ لازوال جوہر عطا کر دیا تھا کہ آپ ﷺ کا حسنِ صورت بھی حسنِ سیرت ہی کا ایک باب بن گیا تھا۔ سرورِ کائنات

حضرت **محمد**ﷺ کے حسنِ سراپا کا ایک لفظی مرقع صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ ربّ العزت نے آپ ﷺ کو وہ حسن و جمال عطا کیا تھا کہ جو شخص بھی آپ ﷺ کو پہلی مرتبہ دور سے دیکھتا تو مبہوت ہو جاتا اور قریب سے دیکھتا تو مسحور ہو جاتا۔

ا۔ افضلیت و اکملیت کا معیارِ آخر

حضور نبیٔ اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے سب سے محبوب اور مقرب نبی ہیں، اِس لئے باری تعالیٰ نے اَنبیائے سابقین کے جملہ شمائل و خصائص اور محامد و محاسن آپ ﷺ کی ذاتِ اَقدس میں اِس طرح جمع فرما دیئے کہ آپ ﷺ افضلیت و اکملیت کا معیارِ آخر قرار پائے۔ اِس لحاظ سے حسن و جمال کا معیارِ آخر بھی آپ ﷺ ہی کی ذات ہے۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی اِس شانِ جامعیت و کاملیت کے بارے میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ هَدَی اللهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ۔ (۱)

''(یہی) وہ لوگ (پیغمبرانِ خدا) ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے، پس (اے رسولِ آخرالزماں!) آپ اُن کے (فضیلت والے سب) طریقوں (کو اپنی سیرت میں جمع کر کے اُن) کی پیروی کریں (تاکہ آپ کی ذات میں اُن تمام انبیاء و رُسل کے فضائل و کمالات یکجا ہو جائیں)۔''

آیتِ مبارکہ میں ہدایت سے مُراد انبیائے سابقہ کے شرعی اَحکام نہیں کیونکہ وہ تو آپ ﷺ کی بعثت کے ساتھ ہی منسوخ ہو چکے ہیں، بلکہ اِس سے مُراد وہ اَخلاقِ کریمانہ اور کمالاتِ پیغمبرانہ ہیں جن کی وجہ سے آپ ﷺ کو تمام مخلوق پر فوقیت حاصل ہے۔ چنانچہ وہ کمالات و اِمتیازات جو دِیگر انبیاء علیہم السلام کی شخصیات میں فرداً فرداً موجود تھے آپ ﷺ میں وہ سارے کے سارے جمع کر دیئے گئے اور اِس طرح حضور نبیٔ اکرم ﷺ جملہ کمالاتِ

(۱) القرآن، الانعام، ۶:۹۰

نبوّت کے جامع قرار پا گئے۔

۱۔ **علامہ آلوسی** رحمۃ اللہ علیہ **مذکورہ آیت کے تحت اِمام قطبُ الدین رازی** رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

أنه يتعين أن الإقتداء المأمور به ليس إلا فى الأخلاق الفاضلة و الصفات الكاملة، كالحلم و الصبر و الزهد و كثرة الشكر و التضرع و نحوها، و يكون فى الآية دليل على أنه ﷺ أفضل منهم قطعا لتضمنها، أن الله تعالىٰ هدى أولئک الأنبياء عليهم الصلوٰة و السلام إلىٰ فضائل الأخلاق و صفات الكمال، و حيث أمر رسول الله ﷺ أن يقتدى بهداهم جميعًا امتنع للعصمة أن يقال: أنه لم يتمثل، فلا بدّ أن يقال: أنه عليه الصلوة والسلام قد امتثل و أتى بجميع ذالک، و حصل تلک الأخلاق الفاضلة التى فى جميعهم، فاجتمع فيه من خصال الكمال ما كان متفرقاً فيهم، و حينئذٍ يكون أفضل من جميعهم قطعا، كما أنه أفضل مِن كل واحدٍ منهم۔(۱)

’’یہ اَمر طے شدہ ہے کہ اِس آیت میں شریعت کے اَحکام کی اِقتداء کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ اَخلاقِ حسنہ اور صفاتِ کاملہ مثلاً حلم، صبر، زُہد، کثرتِ شکر، عجز و اِنکساری وغیرہ کے حاصل کرنے کا حکم ہے۔ یہ آیتِ مقدسہ اِس اَمر پر قطعی دلیل کا درجہ رکھتی ہے کہ اِس اِعتبار سے حضور ﷺ تمام انبیاء و رُسل سے اَفضل و اَعلیٰ ہیں کیونکہ ربِ کائنات نے جو اَوصاف اور فضیلتیں اُن نبیوں اور رسولوں کو عطا کی ہیں اُن کے حصول کا آپ ﷺ کو حکم فرمایا گیا ہے، حضور ﷺ کی عصمت کے پیشِ نظر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ ﷺ نے اُن (فضیلتوں) کو حاصل نہیں کیا

(۱) آلوسی، روح المعانی، ۷: ۲۱۷

بلکہ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ آپ ﷺ نے وہ خصائص اور کمالات جو دِیگر انبیاء و رُسل میں جدا جدا تھے اُن سب کو اپنی سیرت و کردار کا حصہ بنا لیا، اِس لئے حضور ﷺ جس طرح ہر نبی سے اُس کے اِنفرادی کمالات کے اعتبار سے اَفضل ہوئے اُسی طرح تمام انبیاء و رُسل سے اُن کے اِجتماعی کمالات کے اعتبار سے بھی افضل قرار پائے۔‘‘

درجِ بالا عبارت تحریر کرنے کے بعد علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هو إستنباطٌ حسنٌ۔

’’یہ بہت ہی خوبصورت اِستنباط ہے۔‘‘

۲۔ آیتِ مذکورہ کے حوالے سے اِمام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

إحتج العلماء بهذه الآية علٰى أن رسولنا ﷺ أفضل من جميع الأنبياء عليهم السلام۔(۱)

’’اہلِ علم نے اِس آیتِ مقدسہ سے اِستدلال کیا ہے کہ ہمارے رسول ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے اَفضل ہیں۔‘‘

۳۔ اِمام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اِس موقف کی وجہِ اِستدلال کا ذِکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أنه تعالٰى لما ذكر الكل أمر محمداً عليه الصلوة والسلام **بأن يقتدى بهم بأسرهم، فكان التقدير كأنه تعالٰى أمر محمداً ﷺ أن يجمع من خصال العبودية و الطاعة كل الصفات التى كانت مفرقة فيهم بأجمعهم۔**(۲)

’’آیتِ مذکورہ سے قبل اللہ رب العزت نے دیگر جلیل القدر انبیاء و رُسل کا

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۱۳:۷۰

(۲) رازی، التفسیر الکبیر، ۱۳:۷۱

اوصافِ حمیدہ کے ساتھ ذِکر فرمایا اور آخر میں حضور ﷺ کو یہ حکم دیا کہ (محبوب!) اُن (انبیاء و رُسل) کی ذواتِ مطہرہ میں جو بھی فرداً فرداً اَوصافِ حمیدہ ہیں اُن اَوصافِ حمیدہ کو اپنی ذات کے اندر جمع فرما لیجئے۔‘‘

اِمام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ایک دُوسرے مقام پر آیتِ مذکورہ کا مفہوم اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

فکأنه سبحانه قال: ”إنا أطلعناک علی أحوالهم و سیرهم، فاختر أنت منها أجودها و أحسنها، و کن مقتدیا بهم فی کلها۔“ و هذا یقتضی أنه اجتمع فیه من الخصال المرضیة ما کان متفرقاً فیهم فوجب أن یکون أفضل منهم۔(۱)

’’گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’اے نبیِٔ مکرم! ہم نے آپ کو انبیاء و رُسل کے اَحوال اور سیرت و کردار سے آگاہ کر دیا۔ اَب آپ ان تمام (انبیاء و رُسل) کی سیرت و کردار کو اپنی ذات میں جمع فرما لیں۔‘‘ اِسی آیت سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ تمام اَخلاقِ حسنہ اور اَوصافِ حمیدہ جو متفرق طور پر انبیاء و رُسل میں موجود تھے آپ ﷺ کی سیرتِ مطہرہ میں اپنے شباب و کمال کے ساتھ جمع ہیں، لہٰذا آپ ﷺ کو تمام انبیاء و رُسل سے اَفضل ماننا لازمی ہے۔‘‘

۴۔ رسولِ اوّل و آخر ﷺ کے محامد و محاسن کے ضمن میں شیخ عبدالحق محدث دِہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

آں حضرت ﷺ را فضائل و کمالات بود، که اگر مجموع فضائلِ انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین را در جنب آن بنهند راجح آید۔(۲)

---

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۶:۱۹۶

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شرح سفر السعادت: ۴۴۲

”حضور ﷺ کے محاسن و فضائل اِس طرح جامعیت کے مظہر ہیں کہ کسی بھی تقابل کی صورت میں آپ ﷺ کے محاسن وفضائل کو ہی ترجیح حاصل ہوگی“۔

اِس کائناتی سچائی کے بارے میں کوئی دُوسری رائے ہی نہیں کہ جملہ محامد و محاسن اور فضائل و خصائل جس شان اور اِعزاز کے ساتھ آقائے محتشم ﷺ کی ذاتِ اَقدس میں ہیں اِس شان اور اِعزاز کے ساتھ کسی دُوسرے نبی یا رسول کی ذات میں موجود نہ تھے۔

۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک دُوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

خلائق در کمالاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام حیران، و انبیاء همه در ذاتِ وے۔ کمالاتِ انبیاءِ دیگر محدود و معین است، اما ایں جا تعین و تحدید نگنجد و خیال و قیاس را بدرکِ کمالِ وے را نہ بود۔(۱)

”(اللہ رب العزت کی) تمام مخلوقات کمالاتِ انبیاء علیہم السلام میں اور تمام انبیاء و رُسل حضور ﷺ کی ذاتِ اَقدس میں متحیر ہیں۔ دِیگر انبیاء و رُسل کے کمالات محدُود اور متعین ہیں، جبکہ حضور ﷺ کے محاسن و فضائل کی کوئی حد ہی نہیں، بلکہ ان تک کسی کے خیال کی پرواز ہی ممکن نہیں۔“

۲۔ حسن و جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا ظہورِ کامل

حضور سرورِ کونین ﷺ کی ذات حسن و کمال کا سرچشمہ ہے۔ کائناتِ حُسن کا ہر ہر ذرّہ دہلیزِ مصطفیٰ ﷺ کا ادنیٰ سا بھکاری ہے۔ چمنِ دہر کی تمام رعنائیاں آپ ﷺ ہی کے دم قدم سے ہیں۔ ربِ کریم نے آپ ﷺ کو وہ جمالِ بے مثال عطا فرمایا کہ اگر اُس کا ظہورِ کامل ہو جاتا تو اِنسانی آنکھ اُس کے جلووں کی تاب نہ لا سکتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے کمالِ حسن و جمال کو نہایت ہی خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مرج البحرین

۱۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رأيتُ رسول الله ﷺ في ليلة إضحيان، فجعلت أنظر إلى رسول الله ﷺ و إلى القمر، و عليه حلة حمراء، فإذا هو عندي أحسن من القمر۔(۱)

''ایک رات چاند پورے جوبن پر تھا اور اِدھر حضور ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ اُس وقت آپ ﷺ سرخ دھاری دار چادر میں ملبوس تھے۔ اُس رات کبھی میں رسول اللہ ﷺ کے حسنِ طلعت پر نظر ڈالتا تھا اور کبھی چمکتے ہوئے چاند پر، پس میرے نزدیک حضور ﷺ چاند سے کہیں زیادہ حسین لگ رہے تھے۔''

۲۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما رأيتُ من ذي لمة أحسن في حلّة حمراء من رسول الله ﷺ۔(۲)

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۱۱۸، ابواب الأدب، رقم: ۲۸۱۱
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۹، رقم: ۱۰
۳۔ دارمی، السنن، ۱:۴۴، مقدمہ، رقم: ۵۷
۴۔ ابویعلی، المسند، ۱۳:۴۶۴، رقم: ۷۴۷۷
۵۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۱۹۶
۶۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۰، رقم: ۱۴۱۷
۷۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳:۱۶۷

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۱۸، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۱۹، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۲۴
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۹۸، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۳۵
۴۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۸۱، کتاب الترجل، رقم: ۴۱۸۳
۵۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۱، رقم: ۴

←

’’میں نے کوئی زلفوں والا شخص سرخ جوڑا پہنے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔‘‘

۳۔ حضرت براء بن عازب ﷺ سے کسی شخص نے پوچھا:

أكان وجه رسول اللہ ﷺ مثل السيف؟

’’کیا رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ مبارک تلوار کی مثل تھا؟‘‘

تو اُنہوں نے کہا:

لا، بل مثل القمر۔(۱)

’’نہیں‘‘، بلکہ مثلِ ماہتاب تھا۔‘‘

۴۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کی بعداز وِلادت پہلی زیارت کے تأثرات بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

۶۔ دارمی، السنن، ۱:۳۳

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۳۰۰

۸۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۲:۱۶۰

۹۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵:۴۱۲، رقم: ۹۳۲۵

۱۰۔ نسائی، السنن، ۸:۱۸۳، کتاب الزینہ، رقم: ۵۲۳۳

۱۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۵۰

۱۲۔ ابن قدامہ، المغنی، ۱:۳۴۱

۱۳۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۱:۱۵۱

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۲، باب ما جاء فی خلق رسول اللہ

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۹۸، أبواب المناقب، رقم: ۳۶۳۶

۳۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۰۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۵۹

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۲۸۱

←

فأشفقتُ أن أوقظه من نومه لحسنه و جماله، فدنوتُ منه رويداً، فوضعتُ يدي على صدره فتبسّم ضاحكاً، ففتح عينيه ينظر إليّ، فخرج من عينيه نورٌ حتى دخل خلال السماء۔(۱)

’’حضور ﷺ کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے میں نے جگانا مناسب نہ سمجھا پس میں آہستہ سے ان کے قریب ہوگئی۔ میں نے اپنا ہاتھ ان کے سینہ مبارک پر رکھا پس آپ ﷺ مسکرا کر ہنس پڑے اور آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھنے لگے۔ حضور ﷺ کی آنکھوں سے ایک نور نکلا جو آسمان کی بلندیوں میں پھیل گیا۔‘‘

۵۔ حضور ﷺ کے حسنِ دلرُبا کو چاندی سے ڈھال کر بنائی گئی دِیدہ زیب اشیاء سے تشبیہ دیتے ہوئے حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ كأنما صِيغَ من فضة۔(۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ (مجموعی جسمانی حسن کے لحاظ سے) یوں معلوم ہوتے تھے

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۱۹۸، رقم: ۶۲۸۷

۶۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۵، رقم: ۶۴

۷۔ ابویعلی، المسند، ۱۳: ۴۵۱، رقم: ۷۴۵۶

۸۔ رویانی، المسند، ۱: ۲۲۵، رقم: ۳۱۰

۹۔ ابن الجعد، المسند، ۱: ۳۷۵، رقم: ۲۵۷۲

۱۰۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۱: ۱۰

۱۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۷

۱۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۴: ۳۸۱

۱۳۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۵۷۳، رقم: ۳۳۵۹

۱۴۔ ابو علا مبارک پوری، تحفۃ الاحوذی، ۱۰: ۸۰

(۱) نبہانی، الانوار المحمدیہ: ۲۹

(۲) ۱۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۴۱

←

گویا چاندی سے ڈھالے گئے ہیں۔‘‘

۳۔ کسی آنکھ میں مشاہدۂ حسنِ مصطفیٰ ﷺ کی تاب نہ تھی

ربِ کائنات نے وہ آنکھ تخلیق ہی نہیں کی جو تاجدارِ کائنات ﷺ کے حسن و جمال کا مکمل طور پر مشاہدہ کر سکے۔ اَنوارِ محمدی ﷺ کو اس لئے پردوں میں رکھا گیا کہ اِنسانی آنکھ جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی تاب ہی نہیں لا سکتی۔ اللہ ربّ العزت نے آپ ﷺ کا حقیقی حسن و جمال مخلوق سے مخفی رکھا۔

۱۔ اِمام زرقانی نے اپنی کتاب میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ایمان افروز قول نقل کیا ہے:

لم يظهر لنا تمام حسنه ﷺ، لأنّه لو ظهر لنا تمام حسنه لما أطاقت أعيننا رؤيته ﷺ۔(۱)

’’حضور کا حسن و جمال مکمل طور پر ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا اور اگر آقائے کائنات ﷺ کا تمام حسن و جمال ہم پر ظاہر کر دیا جاتا تو ہماری آنکھیں حضور ﷺ کے جلوؤں کا نظارہ کرنے سے قاصر رہتیں۔‘‘

۲۔ قولِ مذکور کے حوالے سے اِمام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ حافظ اِبن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کا

۲۔ ابن جوزی، الوفاء: ۴۱۲

۳۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۰: ۲۹۷، رقم: ۵۴۳۷

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۱۹

۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۲

۶۔ مناوی، فیض القدیر، ۵: ۶۹

(۱) زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۵: ۲۴۱

قول نقل کرتے ہیں:

وَ ما أحسن قول بعضهم: لم يظهر لنا تمام حسنه ﷺ۔(۱)

’’بعض ائمہ کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ کا تمام حسن و جمال ہم (یعنی مخلوق) پر ظاہر نہیں کیا گیا نہایت ہی حسین و جمیل قول ہے۔‘‘

۱۔ نبیٔ بے مثال ﷺ کے حسن و جمال کا ذکرِ جمیل حضرت عَمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اِن اَلفاظ میں کرتے ہیں:

وَ ما كان أحد أحبّ إليّ مِن رسول الله ﷺ و لا أجل في عيني منه، و ما كنت أطيق أن أملأ عيني منه إجلالا له و لو سئلت أن أصفه ما أطقت لأني لم أكن أملأ عيني منه۔ (۲)

’’میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہ تھا اور نہ ہی میری نگاہوں میں کوئی آپ ﷺ سے حسین تر تھا، میں حضور رحمتِ عالم ﷺ کے مقدس چہرہ کو اُس کے جلال و جمال کی وجہ سے جی بھر کر دیکھنے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ اگر کوئی مجھے آپ ﷺ کے محامد و محاسن بیان کرنے کے لئے کہتا تو میں کیونکر ایسا کرسکتا تھا کیونکہ (حضور رحمت عالم ﷺ کے حسنِ جہاں آرا کی چمک دمک کی وجہ سے) آپ ﷺ کو آنکھ بھر کر دیکھنا میرے لئے ممکن نہ تھا۔‘‘

---

(۱) نبھانی، جواہر البحار، ۲:۱۰۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱:۱۱۲، کتاب الایمان، رقم: ۱۲۱

۲۔ ابو عوانہ، المسند، ۱:۷۰، ۷۱، رقم: ۲۰۰

۳۔ ابراہیم بن محمد الحسینی، البیان والتعریف، ۱:۱۵۷، رقم: ۴۱۸

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۴:۲۵۹

۵۔ ابو نعیم، المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم، ۱:۱۹۰، رقم: ۳۱۵

۶۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲:۳۰

۲۔ اِنسانی آنکھ کی بے بسی کا یہ عالم تھا کہ شاعرِ رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جو اپنے آقا ﷺ کی بارگاہِ بیکس پناہ میں دُرودوں کے گجرے اور سلاموں کی ڈالیاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے تھے وہ آپ ﷺ کا رُوئے منوّر دیکھ کر اپنی آنکھیں ہتھیلیوں سے ڈھانپ لیا کرتے تھے، وہ خود فرماتے ہیں:

لما نظرتُ إلی أنوارہ ﷺ وضعتُ کفي علی عیني خوفاً من ذھاب بصري۔(۱)

''میں نے جب حضور ﷺ کے اَنوار و تجلیات کا مُشاہدہ کیا تو اپنی ہتھیلی اپنی آنکھوں پر رکھ لی، اِس لئے کہ (رُوئے منور کی تابانیوں سے) کہیں میں بینائی سے ہی محروم نہ ہو جاؤں۔''

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے کمالِ حسن کو بڑے ہی دِلپذیر انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَ أَحْسَنُ مِنکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ
وَ أَجْمَلُ مِنکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَأَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ(۲)

(آپ ﷺ سے حسین تر میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں اور نہ کبھی کسی ماں نے آپ ﷺ سے جمیل تر کو جنم ہی دیا ہے۔ آپ ﷺ کی تخلیق بے عیب (ہر نقص سے پاک) ہے، (یوں دِکھائی دیتا ہے) جیسے آپ ﷺ کے ربّ نے آپ کی خواہش کے مطابق آپ ﷺ کی صورت بنائی ہے۔)

۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

(۱) نبھانی، جواہر البحار، ۲: ۴۵۰

(۲) حسان بن ثابت، دیوان: ۲۱

آنحضرت بتمام از فرق تا قدم همه نور بود، که دیدهٔ حیرت درجمالِ با کمالِ وی خیره میشد مثل ماه و آفتاب تاباں و روشن بود، و اگر نه نقاب بشریت پوشیده بودی هیچ کس را مجال نظر و اِدراکِ حسنِ اُو ممکن نبودی۔(۱)

”حضور رحمتِ عالم ﷺ سرِ انور سے لے کر قدمِ پاک تک نور ہی نور تھے، آپ ﷺ کے حُسن و جمال کا نظارہ کرنے والے کی آنکھیں چندھیا جاتیں، آپ ﷺ کا جسمِ اَطہر چاند اور سورج کی طرح منوّر و تاباں تھا۔ اگر آپ ﷺ کے جلوہ ہائے حُسن لباسِ بشری میں مستور نہ ہوتے تو رُوئے منوّر کی طرف آنکھ بھر کر دیکھنا ناممکن ہو جاتا۔“

۶۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ علماءِ محققین کے حوالے سے فرماتے ہیں:

أنَّ جمال نبیناﷺ کان فی غایة الکمال ...... لکن الله ستر عن أصحابہٖ کثیرًا من ذالک الجمال الزاهر و الکمال الباهر، إذ لو برز إلیهم لصعب النظر إلیه علیهم۔(۲)

”ہمارے نبی اکرم ﷺ کا حسن و جمالِ اَوجِ کمال پر تھا ...... لیکن ربِ کائنات نے حضور ﷺ کے جمال کو صحابہ کرام ﷺ پر مخفی رکھا، اگر آپ ﷺ کا جمال پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز ہوتا تو حضور ﷺ کے روئے تاباں کی طرف آنکھ اُٹھانا بھی مشکل ہو جاتا۔“

۷۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایک دُوسرے مقام پر 'قصیدہ بُردہ شریف' کی شرح میں لکھتے ہیں:

أنه إذا ذکر علی میت حقیقی صارحیاً حاضراً، و إذا ذکر علیٰ

---

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، ۱:۱۳۷

(۲) ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۲:۹

كافر و غافل جعل مؤمنا و هول ذاكرًا لكن الله تعالىٰ ستر جمال هذا الدر المكنون و كمال هذا الجوهر المصون لحكمة بالغة و نكتة سابقة و لعلها ليكون الايمان غيبيًّا و الأمور تكليفيًّا لا لشهود عينيا و العيان بديهيا أولئلا يصيرمزلقة لأقدام العوام و مزلة لتضر الجمال بمعرفة الملك العلاّم۔(۱)

’’اگر خدائے رحیم و کریم حضور ﷺ کے اسمِ مبارک کی حقیقی برکات کو آج بھی ظاہر کردے تو اُس کی برکت سے مُردہ زندہ ہوجائے، کافر کے کفر کی تاریکیاں دُور ہوجائیں اور غافل دل ذکرِ الٰہی میں مصروف ہوجائے لیکن ربِ کائنات نے اپنی حکمتِ کاملہ سے حضور ﷺ کے اِس اَنمول جوہر کے جمال پر پردہ ڈال دیا ہے، شاید ربِ کائنات کی یہ حکمت ہے کہ معاملات کے برعکس اِیمان بالغیب پردہ کی صورت میں ہی ممکن ہے اور مشاہدۂ حقیقت اُس کے منافی ہے۔ حضور ﷺ کے حسن و جمال کو مکمل طور پر اِس لئے بھی ظاہر نہیں کیا گیا کہ کہیں ناسمجھ لوگ غلوّ کا شکار ہوکر معرفتِ اِلٰہی سے ہی غافل نہ ہو جائیں۔‘‘

۸۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والدِ ماجد شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو اُنہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور بعض لوگ اُنہیں دیکھ کر بیہوش بھی ہو جاتے تھے، لیکن کیا سبب ہے کہ آپ ﷺ کو دیکھ کر ایسی کیفیات طاری نہیں ہوتیں۔ اس پر نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’میرے اللہ نے غیرت کی وجہ سے میرا جمال لوگوں سے مخفی رکھا ہے، اگر وہ کماحقہٗ آشکار ہو جاتا تو لوگوں پر محوِیت و بے خودی کا عالم اِس سے کہیں بڑھ کر طاری ہوتا جو حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوا کرتا تھا۔‘‘ (۲)

(۱) ملا علی قاری، الزبدۃ فی شرح البردۃ: ۶۰

(۲) شاہ ولی اللہ، الدرّ الثمین: ۳۹

۹۔ اِمام محمد مہدی الفاسی رحمۃ اللہ علیہ نے الشیخ ابو محمد عبدالجلیل القصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

و حسن یوسف علیہ السلام وغیرہ جزء من حسنه، لأنه علی صورۃ اسمه خلق، و لو لا أن اللہ تبارک و تعالیٰ ستر جمال صورۃ محمد ﷺ بالهیبة و الوقار، و أعمیٰ عنه آخرین لما استطاع أحد النظر إلیه بهذه الأبصار الدنیاویة الضعیفة۔(۱)

''حضرت یوسف علیہ السلام اور دیگر حسینانِ عالم کا حسن و جمال حضور ﷺ کے حسن و جمال کے مقابلے میں محض ایک جز کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ وہ آپ ﷺ کے اسم مبارک کی صورت پر پیدا کئے گئے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حسن کو ہیبت اور وقار کے پردوں سے نہ ڈھانپا ہوتا اور کفار و مشرکین کو آپ ﷺ کے دیدار سے اندھا نہ کیا گیا ہوتا تو کوئی شخص آپ ﷺ کی طرف ان دنیاوی اور کمزور آنکھوں سے نہ دیکھ سکتا۔''

۱۰۔ مولانا اشرف علی تھانوی شیم الحبیب کے حوالے سے اِس بات کی تائید یوں کرتے ہیں:

أقول: و أمَّا عَدَمُ تعشُّقِ العوام علیه کما کان علی یوسف علیہ السلام فلغیرۃ اللہ تعالیٰ حتی لم یظهر جماله کما هو علی غیرہ، کما أنه لم یظهر جمال یوسف کما هو إلا علی یعقوب أو زلیخا۔(۲)

''میں کہتا ہوں کہ (باوُجود ایسے حسن و جمال کے) عام لوگوں کا آپ ﷺ پر اُس طور پر عاشق نہ ہونا جیسا حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوا کرتے تھے بسبب غیرتِ الٰہی کے ہے کہ آپ ﷺ کا جمال جیسا تھا غیروں پر ظاہر نہیں کیا، جیسا خود حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال بھی جس درجہ کا تھا وہ بجز حضرت

(۱) محمد مہدی الفاسی، مطالع المسرّات:۳۹۴

(۲) اشرف علی تھانوی، نشر الطیب:۲۱۷

یعقوب علیہ السلام یا زلیخا کے اوروں پر ظاہر نہیں کیا۔‘‘

بقول شاعر:

خدا کی غیرت نے ڈال رکھے ہیں تجھ پہ ستر ہزار پردے
جہاں میں لاکھوں ہی طور بنتے جو اِک بھی اُٹھتا حجاب تیرا

۴۔ حسنِ سراپا کے بارے میں حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ کا قول

سرخیلِ قافلۂ عشق حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں رِوایت منقول ہے کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت گزاری کے باعث زندگی بھر حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بالمشافہ زیارت کے لئے حاضر نہ ہو سکے، لیکن سرکارِ دوعالم ﷺ کے ساتھ والہانہ عشق و محبت اور وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اپنے اُس عاشقِ زار کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ میرے وِصال کے بعد اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اُسے یہ خرقہ دے دینا اور اُسے میری اُمت کے لئے دعائے مغفرت کے لئے کہنا۔

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے وِصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے اُن کے آبائی وطن ’قرن‘ پہنچے اور اُنہیں آپ ﷺ کا فرمان سنایا۔ اثنائے گفتگو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے دونوں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ کیا تم نے کبھی فخرِ موجودات ﷺ کا دِیدار بھی کیا ہے؟ اُنہوں نے اِثبات میں جواب دِیا تو مسکرا کر کہنے لگے:

لَمْ تَرَيَا مِنْ رسولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِلَّا ظِلَّهٗ۔(۱)

’’تم نے حضور ﷺ کے حسن و جمال کا محض پرتو دیکھا ہے۔‘‘

(۱) نبہانی، جواہر البحار، ۳: ۶۷

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بعض صوفیا کرام کے حوالے سے فرماتے ہیں:

قال بعض الصوفية: أكثر الناس عرفوا الله عزوجل و ما عرفوا رسول الله ﷺ، لأنّ حجابَ البشريّةِ غطتْ أبصارَهم۔(۱)

''بعض صوفیا فرماتے ہیں: اکثر لوگوں نے اللہ ربّ العزت کا عرفان تو حاصل کرلیا لیکن حضور ﷺ کا عرفان اُنہیں حاصل نہ ہوسکا اِس لئے کہ بشریت کے حجاب نے اُن کی آنکھوں کو ڈھانپ رکھا تھا۔''

شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَ إنَّ مجموع نوره ﷺ لو وضع على العرش لذاب ...... و لو جمعت المخلوقات كُلّها و وضع عليها ذٰلِکَ النور العظيم لتهافتت و تساقطت۔(۲)

''اگر حضور ﷺ کے نورِ کامل کو عرشِ عظیم پر ظاہر کردیا جاتا تو وہ بھی پگھل جاتا۔ اِس طرح اگر تمام مخلوقات کو جمع کر کے اُن پر حضور ﷺ کے اَنوارِ مقدّسہ کو ظاہر کردیا جاتا تو وہ فنا ہو جاتے۔''

سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟

شیخ عبدالحق محدّث دِہلوی رحمۃ اللہ علیہ اِسی بات کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انبياء مخلوق اند از أسماءِ ذاتيه حق و أولياء از أسماءِ صفاتيه و بقيه كائنات از صفاتِ فعليه و سيد رسل مخلوق ست از ذاتِ حق و ظهورِ حق در وے بالذات ست۔(۳)

''تمام انبیاء و رُسل علیہم السلام تخلیق میں اللہ ربّ العزت کے اَسمائے ذاتیہ کے

(۱) ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱:۱۰

(۲) عبدالعزیز دباغ، الابریز:۲۷۲

(۳) محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، ۲:۱۷۷

فیض کا پرتو ہیں اور اولیاء (اللہ کے) اَسمائے صفاتیہ کا اور باقی تمام مخلوقات صفاتِ فعلیہ کا پَر تَو ہیں لیکن سید المرسلین ﷺ کی تخلیق ذاتِ حق تعالیٰ کے فیض سے ہوئی اور حضور ﷺ ہی کی ذات میں اللہ ربّ العزت کی شان کا بالذّات ظہور ہوا۔''

اِسی مسئلے پر اِمام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لمّا تعلّقت إرادة الحق تعالى بإيجاد خلقه و تقدير رزقه، أبرز الحقيقة المحمدية من الأنوار الصمدية في الحضرة الأحدية، ثم سلخ منها العوالم كلها علوها و سفلها على صورة حكمه۔(۱)

''جب خدائے بزرگ و برتر نے عالم خلق کو ظہور بخشنے اور اپنے پیمانۂ عطا کو جاری فرمانے کا ارادہ کیا تو اپنے انوارِ صمدیت سے براہ راست حقیقتِ محمدیہ ﷺ کو بارگاہِ احدیت میں ظاہر فرمایا اور پھر اس ظہور کے فیض سے تمام عالم پست و بالا کو اپنے امر کے مطابق تخلیق فرمایا۔''

اِسی لئے حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا تھا:

يا أبابكر! والذي بعثني بالحق! لم يعلمني حقيقةً غير ربي۔(۲)

''اے ابوبکر! قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میری حقیقت میرے پروردگار کے سوا کوئی دُوسرا نہیں جانتا۔''

حضور ﷺ کا فرمان مذکورہ بالا تمام اَقوال کی نہ صرف توثیق کرتا ہے بلکہ اُن پر مہرِ تصدیق بھی ثبت کرتا ہے۔

۵۔ حسن و جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی عظمتوں کا راز دان

جس طرح اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی ذاتِ مقدسہ کی حقیقت کو

(۱) قسطلانی، المواھب اللدنیہ، ۱:۵۵

(۲) محمد فاسی، مطالع المسرات: ۱۲۹

اپنی مخلوقات سے مخفی رکھا اور تجلیاتِ مصطفیٰ ﷺ کو پردوں میں مستور فرمایا، اِسی طرح آپ ﷺ کے اوصافِ ظاہری کو بھی وہی پروردگارِ عالم خوب جانتا ہے۔ محدثین، مفسرین اور علمائے حق کا یہ اعتقاد ہے کہ حضور ﷺ کے اوصافِ ظاہری کی حقیقت بھی مکمل طور پر مخلوق کی دسترس سے باہر ہے۔ اس ضمن میں آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام نے جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ بطور تمثیل ہے۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ رسولِ محتشم ﷺ کی حقیقت کو اُن کے خالق کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس لئے کہ

آں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

۱۔ امام ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و من وصفه ﷺ فإنما وصفه علی سبیل التمثیل وإلا فلا یعلم أحد حقیقة وصفه إلا خالقه۔(۱)

''جس کسی نے حضور ﷺ کے اَوصاف بیان کئے بطورِ تمثیل ہی کئے ہیں، اُن کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔''

۲۔ امام علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کانت صفاته ﷺ الظاهرة لا تدرک حقائقها۔(۲)

''حضور ﷺ کی صفاتِ ظاہرہ کے حقائق کا اِدراک بھی ممکن نہیں۔''

۳۔ اِمام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذه التشبیهات الواردة فی حقه علیه الصلوة والسلام إنما هی علی سبیل التقریب و التمثیل و إلا فذاته أعلی۔(۳)

''اَسلاف نے آقا ﷺ کے اَوصاف کا جو تذکرہ کیا ہے یہ بطورِ تمثیل ہے، ورنہ

(۱) بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ: ۱۹

(۲) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۳۴

(۳) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۱: ۲۴۹

آقا ﷺ کی ذاتِ اقدس اور مقام اُس سے بہت بلند ہے۔‘‘

۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

مرا در تکلم در اَحوال و صفاتِ ذاتِ شریفِ وی و تحقیق آں حرجے تمام است کہ آں مُتشابہ ترین مُتشابہات است نزدِ من کہ تأویلِ آں ہیچ کس جُز خدا نداند و ہر کسے ہر چہ گوید بر قدر و اندازۂ فہم و دانش گوید و اُو ﷺ از فہم و دانشِ تمام عالم برتر است۔(۱)

’’میں نے حضور علیہ السلام کے محامد و محاسن پر اِظہارِ خیال کرتے ہوئے ہمیشہ ہچکچاہٹ محسوس کی ہے، کیونکہ (میں سمجھتا ہوں کہ) وہ ایسے اہم ترین متشابہات میں سے ہیں کہ اُن کی حقیقت پروردگارِ عالم کے سوا کوئی دُوسرا نہیں جانتا۔ جس نے بھی حضور ﷺ کی توصیف بیان کی اُس نے اپنے فہم و فراست کے مطابق بیان کی اور حضور ﷺ کی ذاتِ اَقدس تمام اہلِ عالم کی فہم و دانش سے بالا ہے۔‘‘

۶۔ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ اور تقاضائے اِیمان

اَقلیمِ رسالت کے تاجدار حضور رسالتِ مآب ﷺ مسندِ محبوبیت پر یکتا و تنہا جلوہ اَفروز ہیں۔ آپ ﷺ کا باطن بھی حسنِ بے مثال کا مرقع اور ظاہر بھی اَنوار و تجلیات کا آئینہ دار ہے۔ جہاں نقطۂ کمال کی انتہاء ہوتی ہے وہاں سے حسن و جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی اِبتدا ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کے حسن و جمال کو بے مثل ماننا اِیمان و اِیقان کا بنیادی جزو ہے۔ کسی شخص کا اِیمان اُس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک وہ نبیٔ بے مثال ﷺ کو باعتبار صورت و سیرت اِس کائناتِ ہست و بود کی تمام مخلوقات سے اَفضل و اَکمل تسلیم نہ

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شرح فتوح الغیب: ۳۴۰

کرلے۔

۱۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من تمام الإيمان به إعتقادٌ أنه لم يجتمع فِيْ بَدَنِ آدمی من المحاسن الظاهرة الدالة على محاسنه الباطنة، ما اجتمع فی بَدَنِهٖ عليه الصلوة و السلام۔(۱)

’’کسی شخص کا اِیمان اُس وقت تک مکمل ہی نہیں ہوسکتا جب تک وہ یہ اِعتقاد نہ رکھے کہ بلاشبہ آپ ﷺ کے وُجودِ اَقدس میں ظاہری و باطنی محاسن وکمالات ہر شخص کی ظاہری و باطنی خوبیوں سے بڑھ کر ہیں۔‘‘

۲۔ شیخ اِبراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و مِمَّا يتعيّن على كلّ مكلّف أن يعتقد أنّ الله سبحانه تعالى أوجد خَلْقَ بدنه ﷺ على وجه لم يُوجد قبله ولا بعده مثله۔(۲)

’’مسلمانانِ عالم اِس بات پر متفق ہیں کہ ہر شخص کے لئے سرکارِ دوعالم ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ ربِ کائنات نے حضور ﷺ کے بدنِ اطہر کو اِس شان سے تخلیق فرمایا ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی کو آپ ﷺ کے مثل نہ بنایا۔‘‘

۳۔ اِمام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

إنّ من تمام الإيمان به ﷺ الإيمان بأنّ الله تعالىٰ جعل خلق بدنه الشريف على وجه لم يظهر قَبْلَهٗ و لا بعده خلق آدمی

(۱) ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱:۱۰

(۲) بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ: ۱۴

مثلہ ﷺ۔(۱)

’’یہ یقینی اور قطعی بات ہے کہ اِیمان کی تکمیل کے لئے (بندۂ مومن کا) یہ اِعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو حضور ﷺ سے پہلے اور نہ بعد میں ہی کسی کو آپ ﷺ کی مثل حسین و جمیل بنایا۔‘‘

۴۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر اِیمان کی تکمیل کے موضوع پر اِمام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

مِن تمامِ الإیمان به علیه الصلوة و السلام: الإیمان به بأنّه سبحانهٗ خلق جسدهٗ علی وجهٍ لم یظهرُ قبلهٗ و لا بعدهٗ مِثلهٗ۔(۲)

’’اِیمان کی تکمیل کے لئے اِس بات پر اِیمان لانا ضروری ہے کہ ربِ کائنات نے حضور ﷺ کا وُجودِ اقدس حسن و جمال میں بے نظیر و بے مثال تخلیق فرمایا ہے۔‘‘

۵۔ اِمام عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و قد صرّحوا بأنّ مِن کمال الإیمان إعتقاد أنه لم یجتمعُ فی بدن إنسان من المحاسن الظاهرة، ما اجتمع فی بدنه ﷺ۔(۳)

’’تمام علماء نے اِس اَمر کی تصریح کر دی ہے کہ کسی اِنسان کا اِیمان اُس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ یہ عقیدہ نہ رکھے کہ حضور ﷺ کی ذاتِ اَقدس میں پائے جانے والے محامد و محاسن کا کسی دُوسرے شخص میں موجود ہونا ممکن ہی نہیں۔‘‘

---

(۱) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۱: ۲۴۸

(۲) سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۷

(۳) مناوی، شرح الشمائل برحاشیہ جمع الوسائل، ۱: ۲۲

۶۔ مذکورہ عقیدے پر پختہ یقین رکھنے کے حوالے سے حافظ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

انه يجب عليک أن تعتقد أنّ من تمام الإيمان به عليه الصلوة و السلام: الإيمان بأن الله تعالىٰ أوجد خلق بدنه الشريف على وجه، لم يظهر قبله و لا بعده فی آدمی مثلهﷺ۔(۱)

’’(اے مسلمان!) تیرے اُوپر واجب ہے کہ تو اِس اِعتقاد کو حضور ﷺ پر اِیمانِ کامل کا تقاضا سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضور ﷺ کے جسم مبارک کو حسین وجمیل اور کامل بنایا ہے اُس طرح آپ ﷺ سے پہلے یا بعد میں کسی بھی شخص کو نہیں بنایا۔‘‘

۷۔ پیکرِ مقدّس کی رنگت

نبیٔ اکرم ﷺ کے جسمِ مبارک کی رنگت سفید تھی، لیکن یہ دودھ اور چونے جیسی سفیدی نہ تھی بلکہ ملاحت آمیز سفیدی تھی جو سُرخی مائل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام ﷺ نے آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کی رنگت کو چاندی اور گلاب کے حسین امتزاج سے نسبت دی ہے، کسی نے سفید مائل بہ سُرخی کہا ہے اور کسی نے سفید گندم گوں بیان کیا ہے۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

كان أنورهم لوناً۔(۲)

’’حضور ﷺ رنگ روپ کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ پُرنور تھے۔‘‘

۲۔ حضرت انس ﷺ جسمِ اطہر کی رنگت کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

(۱) نبہانی، جواہر البحار، ۲:۱۰۱

(۲) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۳۰۰

كان رسول اللهﷺ أحسن الناس لوناً۔(۱)

’’حضور ﷺ رنگت کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔‘‘

۳۔ حضرت انس ﷺ سے یہ بھی مروی ہے:

كان رسول اللهﷺ أزهر اللون۔(۲)

’’حضور ﷺ کا رنگ سفید چمکدار تھا۔‘‘

۴۔ حضرت انس بن مالک انصاری ﷺ سے ایک اور روایت ہے:

و لا بالأبيض الأمهق و ليس بالادم۔(۳)

---

(۱) ا۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۱:۳۲۱

۲۔ یہی روایت ابن سعد نے ’الطبقات الکبریٰ (۱:۴۱۵)‘ میں حضرت ابوہریرہ ﷺ سے نقل کی ہے۔

(۲) ا۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۱۵، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۰

۲۔ دارمی، السنن، ۱:۴۵، رقم: ۶۱

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۲۸

(۳) ا۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۰۳، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۵۵

۲۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۲۴، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۴۷

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۹۲، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۲۳

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۲۹۸، رقم: ۶۳۸۷

۵۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵:۴۰۹، رقم: ۹۳۱۰

۶۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱:۲۰۵، رقم: ۳۲۸

۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۴۸، رقم: ۱۴۱۲

۸۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۳، ۴۱۸

۹۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۶:۵۶۹، رقم: ۳۳۵۴

۱۰۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۱، رقم: ۱۷

۱۱۔ طبری، تاریخ، ۲:۲۲۱

’’آپ ﷺ کا رنگ نہ تو بالکل سفید اور نہ ہی گندمی تھا۔‘‘

۵۔ حضرت جریری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو طفیل ﷺ کو جب یہ کہتے سنا:

رأیتُ رسول اللہ ﷺ و ما علی وجہ الأرض رجل رآہ غیری۔

’’میں نے رسولِ محتشم ﷺ کی زیارت کی ہے اور آج میرے سوا پوری دنیا میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں جسے حضور ﷺ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا ہو۔‘‘

تو میں عرض پرداز ہوا:

فکیف رأیتہ؟

آپ نے حضور ﷺ کو کیسا دیکھا؟

تو اُنہوں نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا:

کان أبیض ملیحا مقصّدًا۔(۱)

’’حضور ﷺ کا رنگ مبارک سفید، جاذبِ نظر اور قد میانہ تھا۔‘‘

۷۔ امام ترمذی حضرت ابو طفیل رحمۃ اللہ علیہ ہی سے روایت کرتے ہیں:

کان أبیض ملیحا مقصداً۔(۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۲۰، کتاب الفضائل، رقم:۲۳۴۰

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۴۵۴

۳۔ بزار، المسند، ۷:۲۰۵، رقم: ۲۷۷۵

۴۔ بخاری، الأدب المفرد، ۱:۲۷۶، رقم: ۷۹۰

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۷، ۴۱۸

۶۔ فاکہی، اخبار مکہ، ۱:۳۲۶، رقم: ۲۶۴

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۲۶

۲۔ خطیب بغدادی، الکفایہ فی علم الروایہ، ۱:۱۳۷

’’حضور ﷺ کا رنگ مبارک سفید، جاذبِ نظر اور قد میانہ تھا۔‘‘

۸۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول اللہ ﷺ أبيض مُشرباً بِحُمْرة۔(۱)

’’حضور ﷺ کا رنگ سفیدی اور سُرخی کا حسین امتزاج تھا۔‘‘

۹۔ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان أبيض تعلوه حمرة۔(۲)

’’حضور ﷺ کا رنگ سفیدی اور سُرخی کا حسین مرقع تھا۔‘‘

۱۰۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كان لونُ رسولِ اللہ ﷺ أسمر۔(۳)

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۱۱۶، رقم: ۹۴۴

۲۔ ابن عبدالبر، التمهید، ۳:۸

۳۔ ابن حبان، الثقات، ۷:۴۴۸، رقم: ۱۰۸۶۵

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۹

۵۔ مناوی، فیض القدیر، ۵:۷۰

۶۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۳

۷۔ امام صالحی، سُبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۱۰

(۲) ۱۔ رویانی، مسند الرویانی، ۲:۳۱۸، رقم: ۱۲۸۰

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰:۱۸۳، رقم: ۱۰۳۹۷

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۶

۴۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۱:۳۲۳

(۳) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۱۹۷، رقم: ۲۶۸۶

۲۔ مقدسی، الأحادیث المختارہ، ۵:۳۰۹، رقم: ۱۹۵۵

۳۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱:۵۲۱، رقم: ۲۱۱۵

۴۔ ابن جوزی، الوفا: ۴۱۰

''نبیِ اکرم ﷺ کی رنگت (کی سفیدی) گندم گوں تھی۔''

۱۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أبیض کأنّما صیغ مِن فضّۃٍ۔(۱)

''آپ ﷺ سفید رنگت والے تھے گویا آپ ﷺ کا جسم مبارک چاندی سے ڈھالا گیا ہو۔''

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اما لونِ آنحضرت روشن و تاباں بود و اتفاق دارند جمہور اصحاب بربیاض لونِ آں ﷺ، و وصف کردند او را بابیض و بعضے گفتند کان ابیض ملیحا و در روایتے أبیض ملیح الوجہ و ایں احتمال دارد کہ مراد وصف کہ بیاض و ملاحت و صفت زائدہ برائے بیان حسن و جمال و لذت بخشی و دلربائی دیدار جان افزای وے ﷺ باشد۔(۲)

''حضور ﷺ کا مبارک رنگ خوب روشن اور چمکدار تھا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر متفق ہیں کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کا رنگ سفید تھا، اسی چیز کو احادیثِ نبوی میں لفظ ''أبیض'' سے تعبیر کیا گیا ہے اور بعض روایات میں ''کان أبیض ملیحا'' اور بعض روایات میں ''أبیض ملیح الوجہ'' جیسے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ ان سے مراد بھی حضور ﷺ کے رنگ کی سفیدی بیان کرنا مقصود ہے، باقی ملاحت کا ذکر بطور صفتِ زائدہ ہے اور اس لئے اس کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ حضور ﷺ کی زیارت سے جو لذت اور تسکینِ روح و جاں حاصل ہوتی ہے، اس پر دلالت

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۲۵، رقم: ۱۱
۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۲

(۲) عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۱: ۲۶

کرے۔‘‘

نبیٔ اکرم ﷺ کا حُسن و جمال بے مثال تھا۔ جسمِ اطہر کی رنگت، نور کی کرنوں کی رِم جھم اور شفق کی جاذبِ نظر سُرخی کا حسین امتزاج تھی۔ آپ ﷺ کے حُسن و جمال کو کائنات کی کسی مخلوق سے بھی تشبیہ نہیں دی جاسکتی اور نہ ہی الفاظ میں جلوہ ہائے محبوب ﷺ کا نقشہ کھینچا جاسکتا ہے، اس لئے کہ ہر لفظ اور ہر حرف حضور ﷺ کی شانِ اقدس سے فروتر ہے۔ یہاں جذبات و احساسات کی بیساکھیاں بھی ٹوٹ جاتی ہیں۔

روایات میں تطبیق

امام عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام روایات کو بیان فرمانے کے بعد رقمطراز ہیں:

فثبت بمجموع هذه الروايات أن المراد بالسمرة حمرة تخالط البياض، و بالبياض المثبت ما يخالط الحمرة، و أما وصف لونه في أخبار بشدة البياض فمحمول على البريق و اللمعان كما يشير إليه حديث كأن الشمس تحرک في وجهه۔(۱)

’’ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ جن میں لفظ سمرہ کا ذکر ہے، وہاں اس سے مراد وہ سُرخ رنگ ہے جس کے ساتھ سفیدی کی آمیزش ہو، اور جن میں سفیدی کا ذکر ہے اس سے مُراد وہ سفید رنگ ہے جس میں سُرخی ہو اور بعض روایات میں جو حضور ﷺ کے مبارک رنگ کو بہت زیادہ سفید بیان کیا گیا ہے، اس سے مراد اس کی چمک دمک ہے، جس طرح حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ کے چہرۂ انور میں آفتاب محوِ خرام رہتا ہے۔‘‘

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ’جمع الوسائل‘ میں امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں:

---

(۱) مناوی، حاشیہ بر جمع الوسائل، ۱:۱۳

قال العسقلانی: تبین من مجموع الروایات أنّ المراد بالبیاض المنفی ما لا یخالطه الحمرة، و المراد بالسمرة الحمرة التی یخالطها البیاض۔(۱)

''امام عسقلانی نے فرمایا: ان تمام روایات سے واضح ہوتا ہے کہ صرف سفیدی سے مراد وہ سفید رنگت ہے جس میں سرخی کی آمیزش نہ ہو اور ''سمرہ'' سے مراد وہ سرخ رنگ ہے جس کے ساتھ سفیدی کی آمیزش ہو۔''

۸۔ حضور ﷺ: پیکرِ نظافت و لطافت

حضور نبی اکرم ﷺ کی جسمانی وجاہت اور حسن و رعنائی قدرت کا ایک عظیم شاہکار تھی جس کو آپ ﷺ کی نفاست پسندی اور نظافت و طہارت کی عادت شریفہ نے چار چاند لگا دیئے تھے۔ آپ ﷺ سرتاپا پاکیزگی کا پیکر تھے۔ جسم اطہر ہر طرح کی آلائشوں سے پاک و صاف تھا۔

۱۔ حضرت علی ﷺ روایت کرتے ہیں:

کان رسول الله ﷺ رقیق البشرة۔(۲)

''حضور ﷺ کا جسمِ اقدس نہایت نرم و نازک تھا۔''

۲۔ آپ ﷺ کے عم محترم حضرت ابو طالب فرماتے ہیں:

والله ما ادخلته فراشی فاذا هو فی غایة اللین۔(۳)

''خدا کی قسم! جب بھی میں نے حضور ﷺ کو اپنے ساتھ بستر میں لٹایا تو آپ ﷺ کے جسم اطہر کو نہایت ہی نرم و نازک پایا۔''

---

(۱) ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱:۱۳

(۲) ابن جوزی، الوفا: ۴۰۹

(۳) رازی، التفسیر الکبیر، ۳۱:۲۱۴

۳۔ حضرت انس ﷺ سے مروی ہے:

ما مَسِسْتُ حريرًا ولا ديباجا ألين من كف رسول الله ﷺ۔(۱)

''میں نے کسی ایسے ریشم یا دیباج کو مَس نہیں کیا جو نبیِ اکرم ﷺ کی مبارک ہتھیلی سے زیادہ ملائم ہو۔''

حضور ﷺ ظاہری صفائی و پاکیزگی کا بھی خصوصی اہتمام فرماتے تھے، نفاست پسندی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اگرچہ جسمِ اطہر ہر قسم کی آلائش سے پاک تھا اور قدرت نے اس پاکیزگی کا خصوصی اہتمام فرمایا تھا، تاہم حضور ﷺ اپنے لباس اور جسم کی ظاہری پاکیزگی کو بھی خصوصی اہمیت دیتے تھے۔

شبِ میلاد جب آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اس وقت بھی ہر لمحہ پاکیزگی اور طہارت کا مظہر بن گیا، عام بچوں کے برعکس جسمِ اطہر ہر قسم کی آلائش اور میل کچیل سے پاک تھا۔

۴۔ حضور ﷺ کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ولدته نظيفاً ما به قذر۔(۲)

''میں نے آپ ﷺ کو اس طرح پاک صاف جنم دیا کہ آپ کے جسم پر کوئی میل

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۰۶، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۶۸
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۱۵، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۰
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۳۶۸، ابواب البر والصلۃ، رقم: ۲۰۱۵
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۲۳۰، رقم: ۱۳۸۲۳
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۲۱۱، رقم: ۶۳۰۳
۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۱۵، رقم: ۳۱۷۱۸
۷۔ ابویعلی، المسند، ۶:۱۲۸، رقم: ۳۴۰۰
۸۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۷۸، رقم: ۱۲۶۸
(۲) خفاجی، نسیم الریاض، ۱:۳۶۳

نہ تھا۔‘‘

۵۔ ایک دوسری روایت میں مذکور ہے:

ولدته أمّه بغير دم و لا وجع۔(۱)

’’آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے آپ ﷺ کو بغیر خون اور تکلیف کے جنم دیا۔‘‘

تاجدارِ کائنات ﷺ کے جسم اطہر کی سی شانِ نظافت اللہ رب العزت نے آج تک کسی کو عطا نہیں کی۔ آپ ﷺ جہاں حسن و جمال کے پیکر اتم تھے وہاں نظافت و طہارت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

۹۔ بے سایہ پیکرِ نور

کتب احادیث میں درج ہے کہ آپ ﷺ کا مقدس جسم اتنا لطیف تھا کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا۔

۱۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان لا ظلّ لشخصه في شمس و لا قمر لأنه كان نورًا۔(۲)

’’سورج اور چاند (کی روشنی میں) آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کا سایہ نہ تھا کیونکہ آپ ﷺ سراپا نور تھے۔‘‘

۲۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الخصائص الکبریٰ میں روایت نقل فرماتے ہیں:

ان ظله كان لا يقع على الأرض، وأنه كان نورًا فكان إذا مشى في

(۱) ملا علی قاری، شرح الشفا، ۱:۱۶۵

(۲) ۱۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱:۵۲۲

۲۔ ابن جوزی، الوفا: ۴۱۲

۳۔ خازن، لباب التأویل فی معانی التنزیل، ۳:۳۲۱

۴۔ نسفی، المدارک، ۳:۱۳۵

۵۔ مقری، تلمسانی، فتح المتعال فی مدح النعال: ۵۱۰

الشمس أو القمر لا ينظر له ظلّ۔(۱)

’’حضور ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا، کیونکہ آپ ﷺ سراپا نور تھے، پس جب آپ ﷺ سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ ﷺ کا سایہ نظر نہ آتا۔‘‘

۳۔ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لم يكن لها ظل في شمس و لا قمر۔(۲)

’’شمس وقمر (کی روشنی) میں آپ ﷺ کا سایہ نہ ہوتا۔‘‘

۱۰۔ پیکرِ دلنواز کی خوشبوئے عنبریں

تاجدارِ کائنات ﷺ جہاں خوشبو کو پسند فرماتے وہاں آپ ﷺ کے بدن مبارک سے بھی نہایت نفیس خوشبو پھوٹتی تھی جس سے صحابہ کرام ﷺ کا مشامِ جاں معطر رہتا۔ جسمِ اطہر کی خوشبو ہی اتنی نفیس تھی کہ کسی دوسری خوشبو کی ضرورت نہ تھی۔ دُنیا کی ساری خوشبوئیں جسمِ اطہر کی خوشبوئے دلنواز کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ ولادتِ مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے بہت سی روایات مروی ہیں۔

امام ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے صبحِ میلاد کے حوالے سے تاجدارِ کائنات ﷺ کی والدہ ماجدہ کا ایک دلنشین قول یوں نقل کیا ہے:

نظرتُ إليه فإذا هو كالقمر ليلة البدر، ريحه يسطع كالمسك الأذفر۔(۳)

’’میں نے آپ ﷺ کی زیارت کی تو میں نے آپ ﷺ کے جسمِ اقدس کو

---

(۱) ۱۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۲۲

۲۔ ابن شاہین، غایۃ السؤل فی سیرۃ الرسول، ۱:۲۹۷

(۲) زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۵:۵۲۴

(۳) زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۵:۵۳۱

چودھویں رات کے چاند کی طرح پایا، جس سے تروتازہ کستوری کے حلّے پھوٹ رہے تھے۔‘‘

(۱) وادئ بنو سعد میں خوشبوؤں کے قافلے

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جب حضور ﷺ کو رضاعت کے لئے اپنے گھر کی طرف لے کر چلیں تو راستے خوشبوؤں سے معطر ہو گئے۔ وادئ بنو سعد کا کوچہ کوچہ حضور نبئ اکرم ﷺ کے بدنِ اقدس کی نفیس خوشبو سے مہک اٹھا۔

۱۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

و لما دخلت به إلی منزلی لم یبق منزل من منازل بنی سعد إلا شممنا منه ریح المسک۔(۱)

’’جب میں حضور ﷺ کو اپنے گھر لائی تو قبیلہ بنو سعد کا کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جس سے ہم نے کستوری کی خوشبو محسوس نہ کی۔‘‘

۲۔ حضور نبئ اکرم ﷺ کے بچپن کے بارے میں ایک روایت حضرت ابوطالب کے حوالے سے بھی ملتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

فإذا هو فی غایة اللین وطیب الرائحة کأنه غمس فی المسک۔(۲)

’’آپ ﷺ کا جسمِ اطہر نہایت ہی نرم و نازک اور اس طرح خوشبو دار تھا جیسے وہ کستوری میں ڈبویا ہوا ہو۔‘‘

۳۔ خوشبوؤں کا قافلہ عمر بھر قدم قدم آپ ﷺ کے ہمرکاب رہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱:۳۸۷

(۲) رازی، التفسیر الکبیر، ۳۱:۲۱۴

كان رسول الله ﷺ أحسن الناس لوناً وأطيب الناس ريحاً۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ رنگ کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے اور خوشبو کے لحاظ سے سب سے زیادہ خوشبودار۔''

(۲) خوشبو حضور ﷺ کے پیکرِ اطہر کا حصہ تھی

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ خوشبو آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کی تھی نہ کہ وہ خوشبو جو آپ استعمال کرتے۔ ذاتِ اقدس کسی خوشبو کی محتاج نہ تھی بلکہ خود خوشبو جسمِ اطہر سے نسبت پا کر معتبر ٹھہری۔ اگر حضور ﷺ خوشبو کا استعمال نہ بھی فرماتے تب بھی جسمِ اطہر کی خوشبو سے مشامِ جاں معطر رہتے۔

۱۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

كانت هذه الريح الطيبة صفتها و إن لم يمس طيبا۔(۲)

''مہک حضور ﷺ کے جسمِ اطہر کی صفات میں سے تھی، اگرچہ آپ ﷺ نے خوشبو استعمال نہ بھی فرمائی ہوتی۔''

۲۔ امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی تصریح کرتے ہیں:

ان هذه الرائحة الطيبة كانت رائحة رسول الله ﷺ من غير طيب۔(۳)

''یہ پیاری مہک آپ ﷺ کے جسمِ مقدسہ کی تھی نہ کہ اُس خوشبو کی جسے آپ ﷺ استعمال فرماتے تھے۔''

۳۔ امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی اس منفرد خصوصیت کا ذکر ان الفاظ میں کرتے

---

(۱) ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۱:۳۲۱

(۲) نووی، شرح صحیح مسلم، ۲:۲۵۶

(۳) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۸۸

ہیں:

ریحها الطیبة طبعیاً خلقیاً خصه الله به مکرمة و معجزة لها۔(۱)

’’اللہ تعالیٰ نے بطور کرامت و معجزہ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر میں خلقتاً اور طبعاً مہک رکھ دی تھی۔‘‘

۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یکے از طبقاتِ عجیبِ آنحضرت طیبِ ریح است که ذاتی وے ﷺ بود بی آنکه استعمال طیب از خارج کند و هیچ طیب بداں نمی رسد۔(۲)

’’حضور ﷺ کی مبارک صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بغیر خوشبو کے استعمال کے حضور ﷺ کے جسمِ اطہر سے ایسی خوشبو آتی جس کا مقابلہ کوئی خوشبو نہیں کر سکتی۔‘‘

۵۔ علامہ احمد عبدالجواد الدومی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

کان رسول الله ﷺ طیبا من غیر طیب، و لکنه کان یتطیب و یتعطر توکیدا للرائحة و زیادة فی الإذکاء۔(۳)

’’حضور ﷺ کا جسمِ اقدس خوشبو کے استعمال کے بغیر بھی خوشبودار تھا لیکن حضور ﷺ اس کے باوجود پاکیزگی و نظافت میں اضافے کے لئے خوشبو استعمال فرما لیتے تھے۔‘‘

۶۔ شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

(۱) خفاجی، نسیم الریاض، ۱: ۳۴۸

(۲) محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۱: ۲۹

(۳) دومی، الاتحافات الربانیہ: ۲۶۳

و قد كان ﷺ طيب الرائحة، و ان لم يمس طيبا كما جاء ذلك في الأخبار الصحيحة لكنه كان يستعمل الطيب زيادة في طيب الرائحة۔(۱)

’’احادیثِ صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ کے جسمِ اطہر سے خوشبو کی دلآویز مہک بغیر خوشبو لگائے آتی رہتی۔ ہاں، آپ ﷺ خوشبو کا استعمال فقط خوشبو میں اضافہ کے لئے کرتے۔‘‘

(۳) بعد از وصال بھی خوشبوئے جسمِ رسول ﷺ عنبر فشاں تھی

۱۔ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں:

غسلت النبي ﷺ، فذهبت أنظر ما يكون من الميت، فلم أجد شيئا، فقلت: طبت حيا و ميتا۔(۲)

’’میں نے رسالت مآب ﷺ کو غسل دیا، جب میں نے حضور ﷺ کے جسم اطہر سے خارج ہونے والی کوئی ایسی چیز نہ پائی جو دیگر مُردوں سے خارج ہوتی ہے تو پکار اٹھا کہ اللہ کے محبوب! آپ ﷺ ظاہری حیات اور بعد از وصال دونوں حالتوں میں پاکیزگی کا سرچشمہ ہیں۔‘‘

۲۔ حضرت علی ؓ نے مزید فرمایا:

وسطعت منه ريح طيبة لم نجد مثلها قط۔(۳)

’’(غسل کے وقت) حضور ﷺ کے جسمِ اطہر سے ایسی خوشبو کے حلّے شروع ہوئے کہ ہم نے کبھی ایسی خوشبو نہ سونگھی ہے۔‘‘

---

(۱) ابراہیم بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ:۱۰۹

(۲) قاضی عیاض، الشفا، ۱:۸۹

(۳) قاضی عیاض، الشفا، ۱:۸۹

۳۔ ایک دوسری روایت میں مذکور ہے:

فاح ریح المسک فی البیت لما فی بطنہ۔(۱)

''تمام گھر اس خوشبو سے مہک اٹھا جو آپ ﷺ کے شکمِ اطہر میں موجود تھی۔''

۴۔ یہ روایت ان الفاظ میں بھی ملتی ہے کہ جب شکمِ اطہر پر ہاتھ پھیرا تو:

إنتشر فی المدینۃ۔

''پورا مدینہ اس خوشبو سے مہک اٹھا۔''

۵۔ اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

وضعت یدی علی صدر رسول اللہ ﷺ یوم مات، فمر بی جمع أکل و أتوضأ ما یذھب ریح المسک من یدی۔(۲)

''میں نے وصال کے بعد حضور ﷺ کے سینۂ اقدس پر ہاتھ رکھا۔ اس کے بعد مدت گزر گئی، کھانا بھی کھاتی ہوں، وضو بھی کرتی ہوں (یعنی سارے کام کاج کرتی ہوں) لیکن میرے ہاتھ سے کستوری کی خوشبو نہیں گئی۔''

(۴) جسمِ اقدس کے پسینے کی خوشبوئے دلنواز

۱۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان ریح عرق رسول اللہ ﷺ ریح المسک، بأبی و أمی! لم أر قبلہ و لا بعدہ أحدا مثلہ۔(۳)

''حضور ﷺ کے مبارک پسینے کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر تھی، حضور ﷺ جیسا نہ کوئی آپ ﷺ سے پہلے میں نے دیکھا اور نہ بعد میں دیکھا۔''

(۱) ملا علی قاری، شرح الشفا، ۱:۱۶۱

(۲) سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲:۴۷۷

(۳) ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۱:۳۱۹

حضور رحمتِ عالم ﷺ کا مبارک پسینہ کائناتِ ارض و سماوات کی ہر خوشبو سے بڑھ کر خوشبودار تھا۔ یہ خوشبو خوشبوؤں کے جھرمٹ میں اعلیٰ اور افضل ترین تھی۔ پسینے کی خوشبو لاجواب اور بے مثال تھی۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ما شممت عنبراً قط ولا مسكا و لا شيئا أطيب من ريح رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم۔(۱)

''میں نے حضور ﷺ (کے پسینے) کی خوشبو سے بڑھ کر خوشبودار عنبر اور کستوری یا کوئی اور خوشبودار چیز کبھی نہیں سونگھی۔''

۳۔ تاجدارِ کائنات ﷺ کے مبارک پسینے کا ذکرِ جمیل حضرت علی رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

كان عرق رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فی وجهه اللؤلؤ، و ريح عرق رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أطيب من ريح المسک الأذفر۔(۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۱۴، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۰
۲۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۰۶، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۶۸
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۳۶۸، ابواب البر والصلۃ، رقم: ۲۰۱۵
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۰۰
۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۱۵، رقم: ۳۱۷۱۸
۶۔ ابویعلی، المسند، ۶:۴۶۳، رقم: ۳۸۶۶
۷۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۷۸، رقم: ۱۲۶۸
۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۴، رقم: ۱۴۲۹
۹۔ ابونعیم، مسند أبی حنیفہ، ۱:۵۱
۱۰۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۲۸۵، رقم: ۳۴۶
۱۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۲۲۱، رقم: ۶۳۰۳
(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۸۶

’’حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر پسینے کے قطرے خوبصورت موتیوں کی طرح دکھائی دیتے اور اس کی خوشبو عمدہ کستوری سے بڑھ کر تھی۔‘‘

(۵) عطر کا بدلِ نفیس...... پسینہ مبارک

صحابہ کرام ﷺ جسمِ اطہر کے مقدس پسینے کو محفوظ کر لیتے اور وقتاً فوقتاً اُسے بطور عطر استعمال میں لاتے کہ اُس جیسا عطر روئے زمین پر دستیاب نہیں ہوسکتا۔

حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ آقائے محتشم حضور رحمتِ عالم ﷺ اکثر ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ عموماً آپ ﷺ ہمارے ہاں قیلولہ بھی فرماتے۔ ایک دن میری والدہ ماجدہ حضرت اِم سلیم رضی اللہ عنہا کسی کام سے گھر سے باہر گئی ہوئی تھیں، اُن کی عدم موجودگی میں تاجدارِ کائنات ﷺ ہمارے گھر میں جلوہ افروز ہوئے اور قیلولہ فرمایا:

فقيل لها: هذا النبی ﷺ نائم فی بيتک علی فراشک۔

’’انہیں اطلاع ملی کہ آپ کے ہاں تو سرورِ کونین حضور رحمتِ عالم ﷺ استراحت فرما رہے ہیں۔‘‘

انہوں نے یہ مژدۂ جانفزا سنا تو جلدی جلدی اپنے گھر کی طرف لوٹیں اور دیکھا کہ سید المرسلین حضور رحمتِ عالم ﷺ استراحت فرما رہے ہیں اور جسمِ مقدس پر پسینے کے شفاف قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے ہیں اور یہ قطرے جسمِ اطہر سے جدا ہو کر بستر میں جذب ہو رہے ہیں۔

آگے حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں:

جاء ت أمی بقارورة فجعلت تَسلُت العرق فيها۔

’’میری والدہ ماجدہ نے ایک شیشی لے کر اس میں حضور ﷺ کے پسینے کو جمع کرنا شروع کر دیا۔‘‘

اس اثنا میں والیٔ کونین ﷺ بیدار ہو گئے۔ آپ ﷺ نے میری امی جان کو مخاطب کر کے فرمایا:

ما هذا الذی تصنعین؟

’’تو یہ کیا کر رہی ہے؟‘‘

امی جان نے احتراماً عرض کی:

هذا عرقک نجعله فی طیبنا و هو من أطیب الطیب۔

’’(یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!) یہ آپ کا مبارک پسینہ ہے، جسے ہم اپنے خوشبوؤں میں ملاتے ہیں اور یہ تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبودار ہے۔‘‘

ایک روایت کے مطابق حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا جواب کچھ یوں تھا:

نرجو برکته لصبیاننا۔

’’ہم اسے (جسمِ اطہر کے پسینے کو) اپنے بچوں کو برکت کے لئے لگائیں گے۔‘‘

حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

أصبتِ۔(۱)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۱۵، کتاب الفضائل، رقم:۲۳۳۱

۲۔ نسائی، السنن، ۸:۲۱۸، کتاب الزینۃ، رقم:۵۳۷۱

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۲۱

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱:۲۵۴، رقم:۱۱۳۵

۵۔ طیالسی، المسند، ۱:۲۷۶، رقم:۲۰۷۸

۶۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۷۸، رقم:۱۲۶۸

۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۵:۱۱۹، رقم:۲۸۹

۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۴، رقم:۱۴۲۹

۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸:۴۲۸

''تو نے درست کیا۔''

(۶) خوشبو والوں کا گھر

ایک صحابی سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، عنقریب میری بیٹی کی شادی ہونے والی ہے لیکن میرے پاس اسے دینے کے لئے کوئی خوشبو نہیں، یا رسول اللہ ﷺ اس سلسلے میں میری مدد فرمایئے۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا:

إیتنی بقارورة واسعة الرأس و عود شجرة۔

''ایک کھلے منہ والی شیشی اور لکڑی کا کوئی ٹکڑا لے آؤ۔''

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی سنتے ہی وہ صحابی مطلوبہ شیشی اور لکڑی لے کر پھر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آقا ﷺ نے لکڑی سے اپنی مبارک کلائی کا پسینہ...... جو خوشبوؤں کا خزینہ تھا...... اس شیشی میں جمع فرمایا۔ وہ شیشی حضور ﷺ کے مبارک پسینے سے بھر گئی۔ نبی آخرالزماں ﷺ نے فرمایا:

خذه و أمر بنتک تطیب به۔

''اِسے لے جا اور اپنی بیٹی سے کہہ کہ اسے خوشبو کے طور پر استعمال کرے۔''

خوش نصیب صحابی وہ شیشی جس میں تاجدارِ کائنات ﷺ نے اپنی کلائی مبارک کا پسینہ اپنے دستِ اقدس سے جمع فرمایا تھا لے کر اپنے گھر پہنچے اور گھر والوں کو عطائے رسول کی نوید سنائی۔ اس صحابی کے افرادِ خانہ نے حضور ﷺ کی کلائی مبارک کے پسینے کو بطور خوشبو استعمال فرمایا تو ان کے گھر کی فضا جسمِ اقدس کے پسینے کی خوشبو سے مہک اٹھی، در و دیوار جھوم اٹھے۔ یہ مقدس خوشبو صرف ان کے گھر تک محدود نہ رہی بلکہ ساکنانِ شہرِ خنک نے بھی اس خوشبوئے رسول کو محسوس کیا اور اس کی کیفیت میں گم رہے۔ پورے شہر میں ان کا گھر بیت المطیبین (خوشبو والوں کا گھر) کے نام سے مشہور ہو گیا، کتب احادیث میں درج ہے:

فکانت اذا تطیب شم أهل المدینة رائحة ذلک الطیب فسموا

بیت المطیبین۔(۱)

’’جب بھی وہ خوش نصیب خاتون خوشبو لگاتی تو جملہ اہل مدینہ اس مقدس خوشبو کو محسوس کرتے، پس اس وجہ سے وہ گھر ’خوشبو والوں کا گھر‘ سے مشہور ہو گیا۔‘‘

یوں نسبتِ رسول نے ان کا نام تاریخ اسلام میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔

(۷) اب تک مہک رہے ہیں مدینے کے راستے

حضور نبی اکرم ﷺ جدھر سے گزرتے وہ راستے بھی مہک اُٹھتے، راہیں قدم بوسی کا اعزاز حاصل کرتیں اور خوشبوئیں جسمِ اطہر کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتیں۔ مدینے کی گلیاں آج بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی خوشبوؤں سے معطر ہیں۔ شہرِ دلنواز کے بام و در سے لپٹی ہوئی خوشبوئیں آج بھی کہہ رہی ہیں کہ حضور ﷺ انہی راستوں سے گزرا کرتے تھے، انہی فضاؤں میں سانس لیا کرتے تھے، اسی آسمان کے نیچے خلقِ خُدا میں دین و دُنیا کی دولت تقسیم فرمایا کرتے تھے۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ ﷺ إذا مرّ فی طریق من طرق المدینة وجدوا منه رائحة الطیب، و قالوا: مرّ رسول اللہ ﷺ من هذا الطریق۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ابویعلی، المسند، ۱۱: ۱۸۵، ۱۸۶، رقم: ۶۲۹۵

۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳: ۱۹۰، ۱۹۱، رقم: ۲۸۹۵

۳۔ ابونعیم، دلائل النبوه، ۱: ۵۹، رقم: ۴۱

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۲۵۵، ۲۵۶

۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۸۳

۶۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۴۴، رقم: ۲۷

۷۔ مناوی، فیض القدیر، ۵: ۸۰

۸۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۳: ۸۶

(۲) سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۶۷

''رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کے جس کسی راستے سے گزر جاتے تو لوگ اس راہ میں ایسی پیاری مہک پاتے کہ پکار اُٹھتے کہ ادھر سے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ ہی کا گزر ہوا ہے۔''

۲۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

لم یکن النبی ﷺ یمر فی طریق فیتبعه أحد إلا عُرف أنه سلکه من طیب عرفه۔(۱)

''آپ ﷺ جس راستے سے بھی گزر جاتے تو بعد میں آنے والا شخص خوشبو سے محسوس کر لیتا کہ ادھر سے آپ ﷺ کا گزر ہوا ہے۔''

(۸) آرزوئے جاں نثارانِ مصطفیٰ ﷺ

اظہارِ عشق کے انداز بھی مختلف ہوتے ہیں، خوشبوئے وفا کے پیرائے بھی جدا جدا ہوتے ہیں، کبھی کوئی صحابی حضور ﷺ سے چادر مانگ لیتے ہیں کہ میں اس سے اپنا کفن بناؤں گا اور کوئی حصولِ برکت کے لئے جسمِ اطہر کے پسینے کو شیشی میں جمع کر لیتا ہے۔ حضور نبیِ اکرم ﷺ جب حضرت انس ﷺ کے ہاں قیلولہ فرماتے تو آپ ﷺ آقائے دوجہاں ﷺ کا مقدس پسینہ اور موئے مبارک جمع کر لیتے تھے اور اُنہیں ایک شیشی میں ڈال کر خوشبو میں ملا لیا کرتے تھے۔ حضرت ثمامہ ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے وصیت کی:

أن یجعل فی حنوطه من ذٰلک السُّکِ۔(۲)

''(اُن کے وصال کے بعد) وہ خوشبو ان کے کفن کو لگائی جائے۔''

(۱) بخاری، التاریخ الکبیر، ۱:۳۹۹۔۴۰۰، رقم: ۱۲۷۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۳۱۶، کتاب الاستئذان، رقم: ۵۹۲۵

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۲:۴۶۱، رقم: ۱۱۰۳۶

ان کی اس آرزو کو بعد از وصال پورا کیا گیا۔ حضرت حمید سے روایت ہے:

لما توفی أنس بن مالک جعل فی حنوطه مسک فیه من عرق رسول الله ﷺ۔(۱)

’’جب حضرت انس رضی اللہ عنہ وصال کر گئے تو ان کی میت کے لئے اس خوشبو کو استعمال کیا گیا جس میں آپ ﷺ کے پسینے کی خوشبو تھی۔‘‘

---

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۴۰۶، رقم: ۶۵۰۰
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱:۲۴۹، رقم: ۷۱۵
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷:۲۵
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۳:۲۱
۵۔ شیبانی، الاحاد والمثانی، ۴:۲۳۸، رقم: ۲۲۳۱

باب دُوم

حُسنِ سراپا کا ذکرِ جمیل

نہ تو قلم میں اِتنی سکت ہے کہ حسنِ مصطفیٰ ﷺ کو حیطۂ تحریر میں لا سکے اور نہ زبان ہی میں جمالِ مصطفیٰ ﷺ کو بیان کرنے کا یارا ہے۔ سلطانِ عرب و عجم ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات محاسنِ ظاہری و باطنی کی جامع ہے۔ کائناتِ ارض و سماوات آپ ﷺ کے حسن کے پَرتو سے ہی فیض یاب ہے اور آپ ﷺ کی نسبت کے فیضان سے ہی کائناتِ رنگ و بو میں حسن کی خیرات تقسیم ہوتی ہے۔ اِسی حقیقت کو حکیم الاُمت علامہ محمد اِقبالؒ یوں بیان کرتے ہیں:

ھر کجا بینی جھانِ رنگ و بو
آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفیٰ اُو را بہاست
یا ھنوز اندر تلاشِ مصطفیﷺ است

(دُنیائے رنگ و بو میں جہاں بھی نظر دوڑائیں اس کی مٹی سے جو بھی آرزو ہویدا ہوتی ہے، وہ یا تو نورِ مصطفیٰ ﷺ سے چمک دمک رکھتی ہے یا ابھی تک مصطفیٰ ﷺ کی تلاش میں ہے۔)

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے حسنِ لامحدود کا اِحاطہ ممکن نہیں۔ آپ ﷺ کے حسن کی مثال تو بحرِ بیکراں کی سی ہے جس میں کوئی ایک آدھ موج اچھل کر اپنے آپ کو ظاہر کرتی ہے اور دور دور تک پھیلے سمندر کی گہرائیوں میں اترنا کسی کے لئے ممکن ہی نہیں۔ بعینہٖ حقیقت حسن محمدی ﷺ تک رسائی کسی فرد بشر کی بات نہیں کہ محدود نظر اس کا کماحقہٗ اِدراک

کر ہی نہیں سکتی۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ شمائل اور حلیہ مبارک کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ ہر امتی کے دل میں آپ ﷺ کی ذات سے عشق و محبت کا تعلق پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا جائے اور اس کے شوقِ زیارت کو جِلا ملتی رہے۔ ذیل میں حلیۂ مبارک کا ذکرِ جمیل ہم اس امید پر کر رہے ہیں کہ یہ ہمارے لئے توشۂ آخرت بن جائے اور ہماری یہ ادنیٰ سی کاوش بارگہ ایزدی میں شرف قبولیت پا کر ہمارے لئے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی شفاعت کا موجب بنے۔

ا۔ حلیۂ مبارک کا حسین تذکرہ

کتبِ اَحادیث و سیر میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے حلیہ مبارک کے حوالے سے بیان کردہ روایات کے مطالعہ سے جو کچھ ہم جان سکے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کا جسمِ اقدس نہ تو مائل بہ فربہی تھا اور نہ ہی نحیف و ناتواں، بلکہ آپ ﷺ کے جسمِ اقدس کی ساخت سرتاپا حسنِ اِعتدال کا مرقع تھی۔ آپ ﷺ کے جملہ اعضائے مبارکہ میں ایسا حسین تناسب پایا جاتا تھا کہ دیکھنے والا یہ گمان بھی نہ کر سکتا تھا کہ فلاں عضو دُوسرے کے مقابلے میں فربہ یا نحیف ہے۔ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کی ساخت اِتنی متناسب اور کمالِ موزونیت کی مظہر تھی کہ اُس پر فربہی یا کمزوری کا حکم نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ فربہی اور دُبلاپن کی دونوں کیفیتیں شخصی وجاہت اور جسمانی حسن و وقار کے منافی سمجھی جاتی ہیں، چنانچہ اللہ ربّ العزت کو یہ بات کیونکر گوارا ہوسکتی تھی کہ کوئی اُس کے کارخانۂ قدرت کے شاہکارِ عظیم کی طرف کسی خلافِ حسن و وقار اَمر کا گمان بھی کر سکے۔

خدائے عزوجل نے بالیقین اپنے محبوب ﷺ کو بے مثل اور تمام عیوب و نقائص سے مبرّا تخلیق کیا تھا۔ آپ ﷺ کا سراپا، کمال درجہ حسین و متناسب اور دِلکشی و رعنائی کا حامل اور حسن وخوبی کا خزینہ تھا۔ آپ ﷺ کے اَعضائے مبارکہ کی ساخت اِس قدر مثالی اور حسنِ مناسبت کی آئینہ دار تھی کہ اُسے دیکھ کر ایک حسنِ مجسم پیکرِ اِنسانی میں ڈھلتا دکھائی دیتا تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے حسین سراپا کی مدح میں ہر وقت رطبُ اللّساں رہتے تھے۔

اُن کی بیان کردہ روایات سے مترشح ہوتا ہے کہ حسنِ ساخت کے اِعتبار سے آپ ﷺ کے جسدِ اطہر کی خوبصورتی اور رعنائی و زیبائی اپنی مثال آپ تھی۔ آپ ﷺ کا سینۂ اقدس اور شکم مبارک دونوں ہموار تھے، تاہم سینہ نہایت حسنِ اِعتدال کے ساتھ بطنِ مبارک کی نسبت ذرا آگے کی طرف اُبھرا ہوا تھا۔ طب و صحت کے مسلمہ اُصولوں کے اِعتبار سے آپ ﷺ کامل و اَکمل طور پر متناسبُ الاعضاء اور وجیہُ الصورت تھے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات میں حسنِ تام اپنی تمام تر دلآویزیوں اور رعنائیوں کے ساتھ یوں متشکل نظر آتا تھا کہ بقولِ شاعر:

ز فرق تا به قدم هر کجا که می نگرم

کرشمه دامنِ دل می کشد که جا اینجاست

آپ ﷺ سرتا قدم حسنِ مجسم تھے اور یہ فیصلہ کرنا محال تھا کہ صوری حسن جسدِ اطہر کے کس کس مقام پر کمالِ حسن کی کن کن بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ صحابۂ کرام ﷺ آپ ﷺ کے سراپائے حسن کو دیکھ کر بیخود اور مبہوت ہو کر رہ جاتے اور آپ ﷺ کے حسن سراپا کے بیان میں اپنے عجز اور کم مائیگی کا اِعتراف کرتے۔ حق تو یہ ہے کہ ذاتِ مصطفوی ﷺ کا حسنِ سرمدی اِظہار و بیان سے ماورا تھا اور اہلِ عرب زبان و بیان کی فصاحت و بلاغت کے اپنے تمام تر دعووں کے باوُجود بھی اُسے کماحقہٗ بیان کرنے سے عاجز تھے:

دامانِ نگه تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار!

گلچینِ بہار تو زداماں گله دارد!

(نگاہ کا دامن تنگ ہے اور تیرے حسن کے پھول کثیر ہیں، تیری بہار سے پھول چننے والوں کو اپنے دامن کی تنگی کی شکایت ہے۔)

صحابۂ کرام ﷺ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے سراپائے جمیل اور صورتِ زیبا کے دیدار

سے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھاتے تھے۔ اپنے من کی تشنگی کا مداوا کرتے کشتِ دیدہ و دل میں آپ ﷺ کی محبت کے گلاب بوتے، آپ ﷺ کے دیدار سے اُنہیں سکون وطمانیت اور فرحت و راحت کی دولت نصیب ہوتی، اِیمان کو حلاوت اور قلب و جاں کو تقوِیت ملتی۔

۱۔ آپ ﷺ کے نواسے سیدنا اِمام حسن مجتبیٰؓ اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہؓ سے روایت کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ فخما مفخما، يتلألأ وجهه تلألؤ القمر ليلة البدر، أطوَل من المربوع و أقصر من المشذب، عظيم الهامة، رجل الشعر، إن انفرقت عقيقته فرقها، و إلا فلا يجاوز شعره شحمة أذنيه، إذا هو وفره، أزهر اللون، واسع الجبين، أزج الحواجب سوابغ فی غير قرن، بينهما عرق يدره الغضب، أقنى العرنين، له نور يعلوه يحسبه من لم يتأمله أشم، كث اللحية، سهل الخدين، ضليع الفم، مفلج الأسنان، دقيق المسربة، كأن عنقه جيد دمية فی صفاء الفضة، معتدل الخلق، بادن متماسک، سواء البطن و الصدر، عريض الصدر، بعيد ما بين المنكبين، ضخم الكراديس، أنور المتجرد، موصول ما بين اللبة و السرة بشعر يجری كالخط، عاری الثديين والبطن مما سوی ذالک، أشعر الذراعين والمنكبين و أعالی الصدر، طويل الزندين، رحب الراحة، شثن الكفين و القدمين، سائل الأطراف ...... أو قال: شائل الأطراف ...... خمصان الأخمصين، مسيح القدمين، ينبو عنهما الماء، إذا زال زال قلعا، يخطو تكفيا، و يمشی هونا، ذريع المشية إذا مشی كأنما ينحط من صبب، و إذا التفت التفت جميعا، خافض الطرف، نظره إلی الأرض أكثر من نظره إلی السماء، جل نظره الملاحظة، يسوق أصحابه و يبدأ من لقی

بالسلام۔(۱)

’’حضور ﷺ عظیم المرتبت اور بارعب تھے، آپ ﷺ کا چہرۂ اقدس چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا، قد مبارک متوسط قد والے سے کسی قدر طویل تھا لیکن لمبے قد والے سے نسبتاً پست تھا۔ سرِ اقدس اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، بال مبارک قدرے بل کھائے ہوئے تھے، سر کے بالوں میں سہولت سے مانگ نکل آتی تو رہنے دیتے ورنہ مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے، جب حضور ﷺ کے بال مبارک زیادہ ہوتے تو کانوں کی لو سے متجاوز ہو جاتے تھے، آپ ﷺ کا رنگ مبارک چمکدار، پیشانی کشادہ، ابرو خمدار، باریک اور گنجان تھے، ابرو مبارک جدا جدا تھے، ایک دُوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے۔ دونوں کے

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۵۔۳۸، رقم: ۸
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۴، رقم: ۱۴۳۰
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۵۵
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۳
۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۵، رقم: ۲۴
۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۲
۷۔ ابن کثیر، شمائل الرسول: ۵۰، ۵۱
۸۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۸۶، ۲۸۷
۹۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۹۱
۱۰۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۳۰
۱۱۔ مقریزی، إمتاع الأسماع، ۲: ۱۷۷
۱۲۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۵۵
۱۳۔ ابن حبان، الثقات، ۲: ۱۴۵
۱۴۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۴: ۲۸۲
۱۵۔ ذہبی، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ۷: ۲۵۸، رقم: ۹۷۴۳

درمیان ایک مبارک رگ تھی جو حالتِ غصہ میں ابھر آتی۔ بنی مبارک مائل بہ بلندی تھی اور اُس پر ایک چمک اور نور تھا، جو شخص غور سے نہ دیکھتا وہ آپ ﷺ کو بلند بنی والا خیال کرتا۔ آپ ﷺ کی ریش مبارک گھنی تھی، رخسار مبارک ہموار (اور ہلکے) تھے، دہن مبارک اِعتدال کے ساتھ فراخ تھا، سامنے کے دانتوں میں قدرے کشادگی تھی۔ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ آپ ﷺ کی گردن مبارک اتنی خوبصورت اور باریک تھی (جیسے کسی گوہرِ آبدار کو تراشا گیا ہو اور) وہ رنگ و صفائی میں چاندی کی طرح سفید اور چمکدار تھی۔ آپ ﷺ کے اعضاء مبارک پُر گوشت اور معتدل تھے اور ایک دُوسرے کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے۔ پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھے (لیکن) سینۂ اقدس فراخ (اور قدرے اُبھرا ہوا) تھا، دونوں شانوں کے درمیان مناسب فاصلہ تھا۔ جوڑوں کی ہڈیاں قوی تھیں، بدن مبارک کا جو حصہ کپڑوں سے باہر ہوتا روشن نظر آتا۔ ناف اور سینہ کے درمیان ایک لکیر کی طرح بالوں کی باریک دھاری تھی (اور اس لکیر کے علاوہ) سینۂ اقدس اور بطن مبارک بالوں سے خالی تھے، البتہ بازوؤں، کندھوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر کچھ بال تھے، کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں فراخ، نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم پُر گوشت تھے، ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں۔ آپ ﷺ کے تلوے قدرے گہرے اور قدم ہموار اور ایسے صاف تھے کہ پانی ان سے فوراً ڈھلک جاتا۔ جب آپ ﷺ چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے مگر تواضع کے ساتھ چلتے، زمین پر قدم آہستہ پڑتا نہ کہ زور سے، آپ ﷺ سبک رفتار تھے اور قدم ذرا کشادہ رکھتے، (چھوٹے چھوٹے قدم نہیں اٹھاتے تھے)۔ جب آپ ﷺ چلتے تو یوں محسوس ہوتا گویا بلند جگہ سے نیچے اتر رہے ہیں۔ جب کسی طرف توجہ فرماتے تو مکمل متوجہ ہوتے۔ آپ ﷺ کی نظر پاک اکثر جھکی رہتی اور آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتی، گوشۂ چشم سے دیکھنا آپ ﷺ کی عادتِ شریفہ تھی (یعنی غایتِ حیا کی وجہ سے آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے)، چلتے وقت آپ ﷺ

اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگے کر دیتے اور جس سے ملتے سلام کہنے میں خود ابتدا فرماتے۔"

تاجدارِ کائنات ﷺ کے پیکرِ دلنشیں کو اللہ رب العزت نے ایسا حسین بنایا کہ ہر دیکھنے والا آپ ﷺ کے حسن و جمال کی حلاوتوں میں گم ہو کر رہ جاتا۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے منسوب روایات میں آپ ﷺ کے حسن بے مثال کا تذکرہ حسن بلاغت کا شاہکار ہے۔ انہوں نے کمال جامعیت کے ساتھ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے جسمِ اطہر کی رعنائیوں کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی حسن مصطفیٰ ﷺ کے تذکرے سے بھرپور ایک روایت ملتی ہے جس میں انہوں نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے حلیہ مبارک، جسمانی تناسب، اعضائے مبارکہ کے حسنِ اِعتدال اور اوصافِ حمیدہ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

ليس بالطويل الممغّط و لا بالقصير المتردد، و كان ربعة من القوم، و لم يكن بالجعد القطط، و لا بالسبط، كان جعداً رجلاً، و لم يكن بالمطهم و لا بالمكلثم، و كان في الوجه تدويرٌ، أبيض مشرب، أدعج العينين، أهدب الأشفار، جليل المشاش و الكتد، أجرد ذو مسربة، شثن الكفين و القدمين، إذا مشى تقلع، كأنما يمشي في صبب، و إذا التفت التفت معاً، بين كتفيه خاتم النبوة و هو خاتم النبيين، أجود الناس صدراً، و أصدق الناس لهجة، و ألينهم عريكة، و أكرمهم عشرة، مَن رآه بديهة هابه، و من خالطه معرفة أحبه، يقول ناعته: لم أر قبله و لا بعده مثله ﷺ۔(۱)

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۹۹، رقم: ۳۶۳۸
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۲، رقم: ۷
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۰، رقم: ۱۴۱۶

←

”آپ ﷺ قد مبارک میں نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ پست قد بلکہ میانہ قد کے تھے، آپ ﷺ کے بال مبارک نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ کچھ گھنگھریالے تھے۔ جسمِ اطہر میں فربہ پن نہ تھا۔ چہرہ مبارک (بالکل گول نہ تھا بلکہ اُس) میں تھوڑی سی گولائی تھی، رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ مبارک آنکھیں نہایت سیاہ تھیں۔ آپ ﷺ کی پلکیں دراز، جوڑوں کی ہڈیاں موٹی تھیں۔ کندھوں کے سرے اور درمیان کی جگہ پُر گوشت تھی۔ آپ ﷺ کے بدنِ اقدس پر زیادہ بال نہ تھے۔ آپ ﷺ کی ہتھیلیاں اور پاؤں مبارک پُر گوشت تھے۔ آپ ﷺ جب چلتے تو قدموں کو قوت سے اُٹھاتے گویا نیچے اُتر رہے ہوں۔ جب آپ ﷺ کسی کی طرف متوجہ ہوتے پورے بدن کو پھیر کر توجہ فرماتے۔ دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں، سب سے زیادہ سخی دل والے اور سب سے زیادہ سچی زبان والے، سب سے زیادہ نرم طبیعت والے اور خاندان کے لحاظ سے سب سے زیادہ افضل تھے۔ جو آپ ﷺ کو اچانک دیکھتا پہلی نظر میں مرعوب ہو جاتا، جوں جوں قریب آتا آپ ﷺ سے مانوس ہو جاتا اور آپ ﷺ سے محبت کرنے لگتا۔ (الغرض آپ ﷺ کا) حلیہ بیان کرنے والا یہی کہہ سکتا ہے کہ میں نے آپ ﷺ جیسا پہلے دیکھا نہ بعد میں۔“

۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۲۸، رقم: ۳۱۸۰۵

۵۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۳:۲۹

۶۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲:۲۴۷

۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۱

۸۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۲۶۹

۹۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۲۴

۱۰۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، ۱:۱۵۳

۱۱۔ مبارکپوری، تحفۃ الأحوذی، ۱۰:۸۲

۳۔ حسنِ مصطفیٰ ﷺ کا دلنشیں تذکرہ ایک اور مقام پر حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرماتے ہوئے ایک ایسے مقام پر پڑاؤ کیا جہاں ایک پختہ عمر عورت کا خیمہ تھا۔ وہ اکثر مسافروں کی میزبانی کے فرائض بھی سرانجام دیا کرتی تھی۔ جس روز حضور ﷺ کا گزر وہاں سے ہوا، اس کا شوہر ریوڑ چرانے کے لئے باہر گیا ہوا تھا، گھر میں صرف ایک لاغر بکری تھی جو ریوڑ کے ساتھ جانے سے قاصر تھی۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے معجزتاً اس بکری کا دودھ دوہنا شروع کیا۔ آپ ﷺ کے ہاتھوں کے لمس سے اُس بکری کے خشک تھنوں میں اِتنا دودھ بھر آیا کہ وہاں موجود تمام لوگ سیر ہو گئے مگر دودھ تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ اُمِ معبد کا شوہر بکریاں چرانے کے بعد واپس آیا تو گھر میں دودھ سے لبالب برتن دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس موقع پر اُم معبد نے تاجدارِ کائنات ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا:

رأيتُ رجلاً ظاهر الوضاءة، متبلج الوجه، حسن الخلق، لم تعبه ثجلة و لم تزر به صعلة، وسيم قسيم، فى عينيه دعجٌ، و فى أشفاره وطفٌ، و فى صوته صحلٌ، أحور، أكحل، أزج، أقرن، شديد سواد الشعر، فى عُنقه سطعٌ، و فى لحيته كثافةٌ، إذا صمت فعليه الوقار، و إذا تكلم سما و علاه البهاء، كان منطقه خرزات نظم يتحدرن، حلو المنطق، فصل، لا نزر و لا هذر، أجهر الناس و أجمله من بعيد، و أحلاه و أحسنه من قريب، ربعة، لا تشنؤه من طول و لا تقتحمه عين من قصر، غصن بين غصنين فهو أنضر الثلاثة منظراً، و أحسنهم قدراً، له رفقاء يحفون به، إذا قال استمعوا لقوله، و إذا أمر تبادروا إلى أمره، محفود محشود، لا عابث و لا مفند۔(۱)

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۳۰، ۲۳۱

←

’’میں نے ایک ایسا شخص دیکھا جس کا حسن نمایاں اور چہرہ نہایت ہشاش بشاش (اور خوبصورت) تھا اور اَخلاق اچھے تھے۔ نہ رنگ کی زیادہ سفیدی اُنہیں معیوب بنا رہی تھی اور نہ گردن اور سر کا پتلا ہونا اُن میں نقص پیدا کر رہا تھا۔ بہت خوبرو اور حسین تھے۔ آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی تھیں اور پلکیں لمبی تھیں۔ اُن کی آواز گونج دار تھی۔ سیاہ چشم و سرگمین، دونوں ابرو باریک اور ملے ہوئے تھے۔ بالوں کی سیاہی خوب تیز تھی۔ گردن چمکدار اور ریش مبارک گھنی تھی۔ جب وہ خاموش ہوتے تو پروقار ہوتے اور جب گفتگو فرماتے تو چہرہ اقدس پُر نور اور بارونق ہوتا۔ گفتگو گویا موتیوں کی لڑی، جس سے موتی جھڑ رہے ہوتے۔ گفتگو واضح ہوتی، نہ بے فائدہ ہوتی نہ بیہودہ۔ دُور سے دیکھنے پر سب سے زیادہ بارعب اور جمیل نظر آتے۔ اور قریب سے دیکھیں تو سب سے زیادہ خوبرو، (شیریں گفتار اور) حسین دکھائی دیتے۔ قد درمیانہ تھا، نہ اِتنا طویل کہ آنکھوں کو برا لگے اور نہ اتنا پست کہ آنکھیں معیوب جانیں۔ آپ ﷺ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ تھے جو خوب سرسبز و شاداب اور قد آور ہو۔ ان کے ساتھی ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے، جب آپ ﷺ کچھ فرماتے تو

۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۰

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۴۹، ۷: ۱۰۵

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۹

۵۔ حسان بن ثابت، دیوان: ۵۷، ۵۸

۶۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۳۱۰

۷۔ شیبانی، الآحاد والمثانی، ۶: ۲۵۳

۸۔ ابن حبان، الثقات، ۱: ۱۲۵

۹۔ ابن عبد البر، الاستیعاب، ۴: ۱۹۵۹

۱۰۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۳۹

۱۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۳: ۳۴۸

وہ ہمہ تن گوش ہو کر غور سے سنتے اور اگر آپ ﷺ حکم دیتے تو وہ فوراً اسے بجا لاتے۔ سب آپ ﷺ کے خادم تھے اور آپ ﷺ نہ ترش رو تھے اور نہ ہی آپ ﷺ کے فرمان کی مخالفت کی جاتی۔‘‘

حسنِ مصطفیٰ ﷺ کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمہ وقت حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے ساتھ رہنے والے صحابہ کرام ﷺ ہی نہیں بلکہ ہر وہ فرد بھی آپ ﷺ کے حسن سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا جو آپ ﷺ سے پہلی بار ملاقات کا شرف حاصل کرتا۔ اُمِ معبد بے ساختہ اپنی زبان میں تاجدارِ کائنات ﷺ کی نعت گوئی کر چکی تو اس کے شوہر نے مسحورکن انداز میں انتہائی عقیدت اور وارفتگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ یقیناً یہی وہ شخص ہے قریش جس کی زندگی کے درپے ہیں۔ اگر میں انہیں پا لیتا تو ضرور ان کی ہمرکابی کا شرف حاصل کرتا، اگر ممکن ہوا تو میں اب بھی انہیں ضرور پاؤں گا۔

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو پہلی نظر دیکھنے والا آپ ﷺ کے سراپائے اقدس کی وجاہت اور بے پناہ حسن و جمال سے مبہوت ہو کر رہ جاتا لیکن جوں جوں وہ آپ ﷺ سے قریب ہوتا آپ ﷺ کی پرکشش اور جاذبِ نظر شخصیت سے مسحور ہو کر آپ ﷺ کا غلام ہو جاتا۔ جسے ایک بار آپ ﷺ کے قرب کی نعمت میسر آتی وہ ہمیشہ کے لئے آپ ﷺ کا گرویدہ ہو جاتا اور اس پر آپ ﷺ سے جدائی اِنتہائی شاق گزرتی۔

ان روایات سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی سیرتِ پاک اور سراپائے مبارک کو خالقِ کائنات نے ہر قسم کے عیب اور نقص و سقم سے یکسر مبرّا و منزّہ تخلیق کیا تھا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی پوری حیاتِ طیبہ کے دوران کسی حاسد کو بھی آپ ﷺ پر انگشت نمائی کا حوصلہ نہ ہوا۔

آپ ﷺ کے سراپائے حسن و جمال کو بیان کرنے کے لئے اہلِ قلب و نظر نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیئے۔ شاعروں نے خامہ فرسائی کی حد کر دی لیکن کوئی بھی اس مہبطِ حسنِ اِلٰہی کی رعنائیوں کا اِحاطہ نہ کر سکا اور بالآخر سب کو اپنے عجز اور کم مائیگی کا

اِعتراف کرنا پڑا۔ کسی نے یوں کہا:

مصحفے را ورق ورق دیدم
هیچ سورت نه مثل صورت اوست

اور کسی کو یوں کہنا پڑا:

حسنِ یوسف، دم عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچه خوباں همه دارند تو تنها داری

غالب جیسے قادرالکلام شاعر نے اپنی عجز بیانی کا اظہار یوں کیا:

غالبؔ ثنائے خواجہؐ به یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبه دانِ محمدﷺ است

آپ ﷺ کا سراپائے اَقدس تناسبِ اَعضاء کا بہترین شاہکار تھا۔ آپ ﷺ کا حسی و ظاہری پہلو حد درجہ دلکش اور جاذبِ نظر تھا۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ ہر مجلس میں مرکزِ نگاہ ہوتے تھے اور دیکھنے والی ہر آنکھ آپ ﷺ کے سراپائے انور کے حسن و جمال کی رعنائیوں میں کھوئی رہتی اور بیان کرنے والا جہاں بھی ہوتا اُسی حسن کے چرچے کرتا۔ آئندہ صفحات میں ہم صحابۂ کرام ﷺ کے مبارک عمل کی اِتباع میں تاجدارِ انبیاء ﷺ کے حسین اور متناسب اعضائے مبارکہ کا ذکر کریں گے۔

۲۔ چہرۂ اقدس ...... ماہِ تاباں

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس قُدرتِ خُداوندی کا شاہکارِ عظیم ہے۔ آپ ﷺ کی تخلیق ربِ کائنات کی جملہ تخلیقی رعنائیوں کا مرقعِ زیبائی ہے۔ مخلوقات کے تمام محامد و محاسن کا نقطۂ کمال آپ ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ کا روئے مقدس جمالِ خُداوندی کا آئینہ دار ہے، آپ ﷺ مرکزِ نگاہِ خاص و عام ہیں۔ ''اِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا (آپ ہر وقت ہماری نگاہوں میں رہتے ہیں)'' کا خطابِ خداوندی آپ ﷺ کا اعزازِ لازوال ہے۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اپنے محبوب نبی ﷺ کے چہرۂ انور کا ذکر بڑی محبت اور اپنائیت کے انداز میں فرمایا۔ اسلام کے ابتدائی دور میں تقریباً سترہ ماہ مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ اس پر یہود طعنہ زن ہوئے کہ مسلمان اور ان کا نبی یوں تو ہمارے دین کے مخالف ہیں مگر نماز کے وقت ہمارے ہی قبلہ کی طرف رخ کرتے ہیں۔ یہ بات حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی طبیعتِ مبارکہ پر گراں گزری اور آپ ﷺ کے قلبِ اطہر میں تبدیلیٔ قبلہ کی خواہش پیدا ہوئی جو کہ اتنی شدت اختیار کر گئی کہ اس کو پورا ہوتا دیکھنے کے لئے دورانِ نماز چہرۂ اقدس اٹھا کر بار بار آسمان کی طرف دیکھتے۔ اللہ رب العزت کو اپنے محبوب بندے کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ عین نماز کی حالت میں تبدیلیٔ قبلہ کا حکم وارد ہوا، جس میں باری تعالیٰ نے آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کا خصوصی ذکر فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔(۱)

''اے حبیب! ہم بار بار آپ کے رُخِ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں، پس آپ اپنا رخ ابھی مسجد حرام کی طرف پھیر لیجئے۔''

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۱۴۴

ایک اور مقام پر اپنے محبوب ﷺ کے روئے زیبا کا تذکرہ استعاراتی اور علامتی زبان میں انتہائی دلنشین انداز سے کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا:

وَ الضُّحٰی○ وَ الَّیْلِ اِذَا سَجٰی○ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰیO(۱)

’’قسم ہے چاشت (کی طرح چمکتے ہوئے چہرۂ زیبا) کی○ اور سیاہ رات (کی طرح شانوں کو چھوتی ہوئی زلفوں) کی○ آپ کے رب نے (جب سے آپ کو منتخب فرمایا ہے) آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ (جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے) ناراض ہی ہوا ہے○‘‘

ملا علی قاریؒ ان آیات مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والانسب بهذا المقام في تحقيق المرام أن يقال أن في الضحى إيماء إلى وجهه ﷺ كما أن في الليل أشعارا إلى شعره عليه الصلوة والسلام۔ (۲)

’’اس سورت کا نزول جس مقصد کے لئے ہوا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ ضُحیٰ میں آپ ﷺ کے چہرۂ انور اور لیل میں آپ ﷺ کی مبارک زلفوں کی طرف اشارہ ہے۔‘‘

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

الضُّحیٰ: بوجهه ﷺ ، و الليل: شعره۔ (۳)

’’ضحیٰ سے مُراد آپ ﷺ کا روئے منور اور لَیْل سے مُراد آپ ﷺ کی مبارک زلفیں ہیں۔‘‘

---

(۱) القرآن، الضحیٰ، ۹۳: ۱۔۳

(۲) ملا علی قاری، شرح الشفاء، ۱: ۸۲

(۳) زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۸: ۴۴۴

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ پہلے سوال اُٹھاتے ہیں: کیا کسی مفسر نے ضحیٰ کی تفسیر حضور ﷺ کے چہرۂ انور اور لیل کی تفسیر حضور ﷺ کی زُلفوں کے ساتھ کی ہے؟ اور پھر خود ہی جواب مرحمت فرماتے ہیں:

نعم، و لا إستبعاد فيه و منهم من زاد عليه، فقال: و الضُّحیٰ: ذكور أهل بيته، و الليل: أناثهم۔(۱)

''ہاں، یہ تفسیر کی گئی ہے اور اس میں کوئی بُعد نہیں اور بعض (مفسرین) نے اس میں اضافہ فرمایا ہے کہ وَالضُّحیٰ سے حضور ﷺ کے اہلِ بیت کے مرد حضرات اور وَاللَّيْلِ سے اہلِ بیت کی خواتین مراد ہیں۔''

دیگر تفاسیر مثلاً 'تفسیر نیشا پوری (۳:۱۰۷)'، 'تفسیر روح المعانی (۳۰:۱۷۸)'، 'تفسیر روح البیان (۱۰:۴۵۳)' اور 'تفسیر عزیزی (پارہ عم، ص:۳۱۰)' میں بھی ضحیٰ سے چہرۂ مصطفیٰ ﷺ اور لیل سے آپ ﷺ کے گیسوئے عنبریں مراد لئے گئے ہیں۔

اصحابِ رسول، اوراقِ قرآن اور چہرۂ انور

حضور ﷺ کو چلتا پھرتا قرآن کہا گیا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چہرۂ انور کو کھلے ہوئے اوراقِ قرآن سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایامِ وصال میں یارِ باوفا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ادا کر رہے تھے، اچانک آقائے کائنات ﷺ نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اُٹھایا اور اپنے غلاموں کی طرف دیکھا تو ہمیں یوں محسوس ہوا:

كَاَنَّ وجهه ورقةُ مصحفٍ۔(۲)

''گویا حضور ﷺ کا چہرۂ انور قرآن کا ورق ہے۔''

---

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۳۱:۲۰۹

(۲) ا۔ بخاری، الصحیح، ۱:۲۴۰، کتاب الاذان، رقم: ۶۴۸ ←

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسی شعورِ جمال کو محدثِ کبیر امام عبدالرؤف المناویؒ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

و وجه التشبيه حسن الوجه وصفا البشرة وسطوع الجمال لما افيض عليه من مشاهدة جمال الذات۔(۱)

’’چہرۂ انور کے حسن و جمال، ظاہری نظافت و پاکیزگی اور چمک دمک کا (قرآنِ مجید کے ورق سے) تشبیہ دینا اس وجہ سے ہے کہ یہی وہ روئے مقدس ہے جو جمالِ خُداوندی کے مشاہدہ سے فیض یاب ہوا۔‘‘

آقائے دوجہاں ﷺ کا چہرۂ انور اپنی صورت پذیری میں قرآنِ حکیم کے اوراق جیسی چمک دمک کا مظہرِ اتم تھا کیونکہ یہی وہ روئے منور ہے جس نے اللہ رب العزت کے حسن و جمال کے مشاہدے سے فیض پایا۔

۲۔ مسلم، الصحیح، ۱:۳۱۵، کتاب الصلوۃ، رقم:۴۱۹

۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۵۱۹، کتاب الجنائز، رقم:۱۶۲۴

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴:۲۶۱، رقم:۷۱۰۷

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۱۰، ۱۶۳، ۱۹۶

۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵:۲۹۶، رقم:۶۸۷۵

۷۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵:۴۳۳، رقم:۹۷۵۴

۸۔ ابویعلی، المسند، ۶:۲۵۰، رقم:۳۵۴۸

۹۔ حمیدی، المسند، ۲:۵۰۱، رقم:۱۱۸۸

۱۰۔ ابوعوانہ، المسند، ۱:۴۴۵، رقم:۱۶۴۷

۱۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۷۵، رقم: ۴۸۷۵

۱۲۔ ابونعیم، المسند المستخرج، ۲:۴۳، رقم: ۹۳۶

۱۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲:۲۱۶

(۱) مناوی، حاشیہ بر جمع الوسائل، ۲:۲۵۵

آقائے دوجہاں ﷺ کے روئے تاباں کو قرآن مجید کے ورق سے تشبیہ دینے کے حوالے سے امام نوویؒ نے لکھا ہے:

عبارة عن الجمال البارع وحسن البشرة وصفاء الوجه واستنارته۔(۱)

(جس طرح ورقِ مصحف کلامِ الٰہی ہونے کی وجہ سے حسی اور معنوی نور پر مشتمل ہو کر دیگر تمام کلاموں پر فوقیت رکھتا ہے، اسی طرح) حضور ﷺ (بھی اپنے) حسن و جمال، چہرہ انور کی نظافت و پاکیزگی اور تابانی میں یکتا وتنہا ہیں۔‘‘

آقائے دو جہاں ﷺ میں جمال الٰہیہ کے عکس کا پرتو اور آپ ﷺ کا چہرۂ اقدس سراپا مظہریتِ حق کی شان کا حامل تھا اس لیے اس چہرۂ انور کے دیدار کو عین دیدارِ حق قرار دیا گیا، جیسا کہ خود حضور ﷺ نے ارشادفرمایا:

من رآني فقد رأى الحق، فإن الشيطٰن لا يتكونني۔(۲)

’’جس نے مجھے دیکھا، اُس نے حق کو دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔‘‘

حضرت ابن عباس ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إن الشيطان لا يستطيع أن يتشبه بي، فمن رآني في النوم فقد رآني۔(۳)

’’بیشک شیطان میری صورت اختیار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو جس نے

---

(۱) نووی، شرح صحیح مسلم، ۱:۱۷۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶:۲۵۶۸، کتاب التعبیر، رقم: ۶۵۹۶

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۵۵

۳۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۷:۴۵

(۳) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۶۱، ۳۶۲

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۲۲، رقم: ۳۹۳

←

خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا۔‘‘

امام نبہانی، امام احمد بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حدیث مذکورہ کی تشریح درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

من رآنی فقد رآی الحق تعالیٰ۔(۱)

’’جس نے مجھے دیکھا یقیناً اُس نے حق تعالیٰ کو دیکھا۔‘‘

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ بھی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، حضور تاجدارِ کائنات ﷺ کے اس فرمان کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ جس نے مجھے دیکھا اُس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا، اس لئے کہ ابلیس لعین میری صورت اختیار نہیں کر سکتا اور دوسرے یہ کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ رب العزت کو دیکھا۔(۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ حضور ﷺ کے چہرۂ انور کو جمالِ خُداوندی کا آئینہ قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اما وجہِ شریفِ وے ﷺ مراتِ جمالِ الٰہی است، و مظہرِ انوارِ نامتناھی وے بود۔(۳)

’’حضور ﷺ کا روئے منور ربِ ذُوالجلال کے جمال کا آئینہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا اس قدر مظہر ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں۔‘‘

روئے منور کی ضوء فشانیاں

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے چہرہ تاباں کی ضوفشانی اللہ رب العزت کے انوار و تجلیات سے مستعار و مستنیر ہے جو آفتاب جہاں تاب کے مانند ہر سو جلوہ فگن ہیں۔ صحابہ کرام ﷺ آپ ﷺ کے دیدار سے فیض یاب ہوتے تو ان کی آنکھوں میں نور اور سینوں

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۲

(۱) نبہانی، جواہر البحار، ۳: ۶۳

(۲) حاجی امداد اللہ، شمائم امدادیہ، ۴۹: ۵۰

(۳) محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۱: ۵

میں ٹھنڈک بھر جاتی، ان کے دل اس حسن جہاں آراء کے جلوؤں سے کبھی بھی سیر نہ ہوتے اور وہ یہ چاہتے تھے کہ یہ پیکرِ حسن ہمیشہ ان کی آنکھوں کے سامنے جلوہ آرا رہے اور وہ اس حسنِ سرمدی کے حیات آفریں چشمے سے زندگی کی خیرات حاصل کرتے رہیں۔ آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی درخشانی و تابانی ہنگامی اور عارضی نہ تھی بلکہ ہر آن آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس سے انوار کی رِم جھم جاری رہتی تھی۔ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس میں اس قدر دل آویزی اور کشش و جاذبیت رکھی تھی کہ ہر طالبِ دیدار ہمہ وقت تمنائی رہتا کہ روئے مقدس کو دیکھتا ہی چلا جائے اور وہ جلوہ گاہِ حسن کبھی اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو۔

۱۔ حضرت براء ﷺ فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ أحسن الناس وجهاً و أحسنهم خلقاً۔(۱)

''حضور پُرنور ﷺ چہرۂ انور اور اپنے اخلاقِ حسنہ کے لحاظ سے لوگوں میں سب سے زیادہ حسین وجمیل ہیں۔''

۲۔ سفرِ ہجرت جاری تھا، کاروانِ ہجرت اُمِ معبد کے پڑاؤ پر رُکا تو اُمِ معبد حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئی اور تصویرِ حیرت بن گئی۔ وہ بے ساختہ پکار اُٹھی:

رأيت رجلا ظاهر الوضاءة، متبلج الوجه۔(۲)

''میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جن کی صفائی و پاکیزگی بہت صاف اور کھلی ہوئی ہے، چہرہ نہایت ہشاش بشاش ہے۔''

حضور ﷺ کا ظاہری حُسن و جمال جو باوجود اس کے کہ کئی پردوں میں مستور تھا،

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۳۰، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۵۶
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۹، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۷
۳۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۶۰

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۳۰
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۰، رقم: ۴۲۷۴
۳۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۷۹

دیکھ کر انسانی آنکھ حیرت کے سمندر میں ڈوب جاتی اور کائنات کی جملہ رعنائیاں قدومِ مصطفیٰ ﷺ پر نثار ہو ہو جاتیں۔

۳۔ جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حسن و جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی مدح سرائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ شَيأً أحسن من رسول اللهِ ﷺ كأنّ الشمس تجرى فى وجهه۔(۱)

''میں نے حضور ﷺ سے بڑھ کر حسین و جمیل کسی اور کو نہیں پایا (یعنی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روئے منور کی زیارت کر کے یوں محسوس ہوتا) گویا حضور ﷺ کے روئے منور میں آفتابِ روشن محوِ خرام ہے۔''

۴۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ربیع بنت معوذ سے حضور ﷺ کے شمائل پوچھے تو اُنہوں نے کہا:

یا بنی! لو رأیته رأیت الشمس طالعة۔(۲)

''اے میرے بیٹے! اگر تو ان کی زیارت کرتا تو (گویا حسن و جمال میں) طلوع

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۸۰، رقم: ۸۹۳۰
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۵۰، رقم: ۸۵۸۸
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۱۵، رقم: ۶۳۰۹
۴۔ ابن مبارک، کتاب الزہد، ۱: ۲۸۸، رقم: ۸۳۸
۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۵
۶۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۰۹
۷۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۵۱
۸۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۵۷۳

(۲) ۱۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۴، رقم: ۶۱
۲۔ شیبانی، الآحاد والمثانی، ۶: ۱۱۶، رقم: ۳۳۳۵

←

ہوتے سورج کی زیارت کرتا۔‘‘

۵۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے دریافت کیا:

أَكَان وجه النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل السيف؟

’’کیا حضور ﷺ کا روئے منور تلوار کی مانند تھا؟‘‘

اُنہوں نے جواباً کہا:

لا، بل مثل القمر۔ (۱)

’’نہیں (حضور ﷺ کا چہرۂ اقدس تلوار کے مانند نہیں) بلکہ چاند کی طرح (چمکدار

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴:۲۷۴، رقم: ۶۹۶

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۱، رقم: ۱۴۲۰

۵۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۲۰۰

۶۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۸۰

۷۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۴:۱۸۳۸، رقم: ۳۳۳۶

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۰۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۵۹

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۹۸، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۳۶

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۲۸۱

۴۔ دارمی، السنن، ۱:۴۵، رقم: ۶۴

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۱۹۸، رقم: ۶۲۸۷

۶۔ رویانی، المسند، ۱:۲۲۴، ۲۲۵، رقم: ۳۱۰

۷۔ ابن جعد، المسند، ۱:۳۷۵، رقم: ۲۵۷۲

۸۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۱:۱۰

۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۶، ۴۱۷

۱۰۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳:۱۶۳

۱۱۔ مقریزی، امتاع الاسماع، ۲:۱۵۲

اور روشن) تھا۔‘‘

۶۔ یہی سوال حضرت جابر بن سُمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

لا، بل کان مثل الشمس و القمر وکان مستدیرا۔(۱)

’’نہیں، بلکہ حضور ﷺ کا چہرۂ انور سورج اور چاند کی طرح (روشن) تھا اور گولائی لئے ہوئے تھا۔‘‘

۷۔ اس سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

کان فی وجه رسول اللہ ﷺ تدویر۔(۲)

’’حضور ﷺ کا چہرۂ انور گول تھا (جیسے چودھویں کا چاند ہوتا ہے)۔‘‘

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے چہرۂ انور کو گول کہا تو ان کا مقصود چہرۂ انور کو محض چاند سے تشبیہ دینا تھا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ روئے منور بالکل گول نہ تھا اور نہ لمبا بلکہ اعتدال و توازن کا ایک شاہکار تھا۔

شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

مثل القمر المستدیر هو أنور من السیف لکنه لم یکن مستدیراً

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۲۳، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۴۴
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۰۴، رقم: ۲۱۰۳۷
۳۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۳۵
۴۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۴۷
۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۲۲۴، رقم: ۱۹۲۶

(۲) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۳۹
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۱
۳۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۱۳

جداً، بل کان بین الإستدارة و الإستطالة۔(۱)

''حضور ﷺ کا روئے منور گولائی میں چاند کی طرح اور چمک دمک میں تلوار سے بڑھ کر تھا۔ لیکن چہرۂ اقدس نہ بالکل گول تھا اور نہ لمبا ہی تھا، بلکہ ان کے درمیان تھا (یعنی چہرۂ انور توازن و اعتدال کا عمدہ ترین نمونہ تھا)۔''

چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی چاند سے تشبیہ

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کی تابانی وضوفشانی دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے ساختہ اسے چاند سے تشبیہ دینے لگتے۔ جب وہ تاروں بھرے آسمان میں پورے چاند کو دیکھتے تو اس کے حسنِ شب تاب سے ان کی خوش نصیب نگاہیں بے اختیار چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی طرف اٹھ جاتیں، جس کے حسن عالم تاب نے تمام جہاں کو اپنا اسیر بنا رکھا ہے۔

۱۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَکَانَ رسول اللہ ﷺ إذا سُرّ استنار وجهُهٗ، حتی کأنه قطعة قَمَر، وکنا نعرف ذلک منه۔(۲)

---

(۱) بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ: ۲۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۵، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۶۳

۲۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۷۱۸، کتاب التفسیر، رقم: ۴۴۰۰

۳۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۱۲۷، کتاب التوبہ، رقم: ۲۷۶۹

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۳۶۰، رقم: ۱۱۲۳۲

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۴۵۸، رقم: ۲۷۲۲۰

۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۴۲۴، رقم: ۳۷۰۰۷

۷۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۶۱، رقم: ۴۱۹۳

۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹: ۵۵، ۶۹، رقم: ۹۵، ۱۳۴

۹۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۵: ۲۲۰

۱۰۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۱۹۷

←

’’جب حضور ﷺ مسرور ہوتے تو آپ ﷺ کے روئے منور سے نُور کی شعاعیں پھوٹتی دکھائی دیتی تھیں، یوں لگتا جیسے چہرۂ اقدس چاند کا ٹکڑا ہو اور اس سے ہم جان لیتے (کہ آقا ﷺ خوشی کے عالم میں ہیں)۔‘‘

۲۔ یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سفر اور حضر میں آپ ﷺ کی رفاقت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہجرت کے موقع پر غارِ ثور میں حضور ﷺ نے آپ کے زانوؤں پر سر رکھ کر استراحت فرمائی اور آپ رضی اللہ عنہ نے چہرۂ انور کی قریب سے زیارت کا اعزاز حاصل کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

کان وجه رسول اللہ ﷺ کدارة القمر۔(۱)

’’حضور ﷺ کا روئے منور (چودھویں کے) چاند کے (حلقہ اور) دائرہ کی مانند (دکھائی دیتا) تھا۔‘‘

۳۔ حضرت جابر بن سُمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات ﷺ سُرخ چادر اوڑھے آرام فرما رہے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی حضور ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت کرتا بالآخر دل بے اختیار ہو کر پکار اُٹھا:

فلھو عندی أحسن من القمر۔(۲)

’’آپ ﷺ میرے نزدیک چاند سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں۔‘‘

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۱۱۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۱۶۳، رقم: ۲۵۱

(۱) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۴۱۲

۲۔ ہندی، کنزالعمال، ۷:۱۶۲، رقم: ۱۸۵۲۶

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۹، رقم: ۱۰

۲۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۱:۲۲۴

۳۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۱۹۶

فنور وجهه ﷺ ذاتي، لا ينفک عنه ساعة في الليالي و الأيام، و نور القمر مكتسب مستعار ينقص تارة ويخسف أخرىٰ۔(۱)

''حضور ﷺ کے چہرۂ انور کا نُور دن رات میں کبھی جدا نہیں ہوتا کیونکہ چاند کے برعکس یہ حضور ﷺ کا ذاتی وصف ہے، چاند کا نور تو سُورج سے مستعار ہے، اس لئے اس میں کمی بھی آجاتی ہے حتیٰ کہ کبھی تو بالکل بے نُور ہو جاتا ہے۔''

۴۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ ﷺ روئے منور کے حوالے سے فرماتے ہیں:

يتلألؤ وجهه تلألؤ القمر ليلة البدر۔(۲)

''حضور ﷺ کا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔''

۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

و كان رسول الله ﷺ أحسن الناس وجها و أنورهم لونا، لم يصفه واصف قط الا شبه وجهه بالقمر ليلة البدر، وكان عرقه في وجهه مثل اللؤلؤ۔(۳)

''حضور ﷺ سب سے بڑھ کر حسین وجمیل اور خوش منظر تھے۔ جس شخص نے بھی حضور ﷺ کی توصیف وثناء کی اُس نے چہرۂ انور کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دی، اور آپ ﷺ کے روئے منور پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح (چمکتے) تھے۔''

حضور ﷺ کے روئے منور کو چاند سے تشبیہ دینے کے حوالے سے ابن دحیہ کہتے ہیں:

---

(۱) ملا علی قاری، جمع الوسائل علی الشمائل المحمدیہ، ۱:۵۶

(۲) ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۵، رقم: ۸

(۳) ۱۔ قسطلانی، المواهب اللدنیہ، ۲:۳۱۲

۲۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۳۰۰

لأن القمر يؤنس كل من شاهده و يَجْمَعُ النور من غير أذى حَرّ، و يتمكن من النظر إليه بخلاف الشمس التى تُعشى البصر فتمنع من الرؤية۔(۱)

''چونکہ چاند اپنے دیکھنے والے کو مانوس کرتا ہے، چاند سے روشنی کا حصول گرمی کے بغیر ہوتا ہے اور اُس پر نظر جمانا بھی ممکن ہوتا ہے، بخلاف سورج کے کہ اس کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور (کسی چیز کو) دیکھنے سے عاجز آ جاتی ہیں۔''

شیخ ابراہیم بیجوریؒ فرماتے ہیں:

إنما آثر القمر بالذكر دون الشمس لأنه ﷺ محا ظلمات الكفر كما أن القمر محا ظلمات الليل۔(۲)

''(چہرۂ انور کو) سورج سے تشبیہ نہ دے کر چاند سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کفر کی تاریکیوں کو اسی طرح دور کر دیا جس طرح چاند اندھیری رات کی تاریکیوں کو دور کر دیتا ہے۔''

۶۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ان رسول الله ﷺ دخل عليها مسروراً، تبرق أسارير وجهه۔(۳)

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۴۱

(۲) ابراہیم بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ: ۱۹

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۴، باب صفۃ الانبیاء، رقم: ۳۳۶۲
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۱۰۸۱، کتاب الرضاع، رقم: ۱۴۵۹
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۴۴۰، کتاب الولاء والھبۃ، رقم: ۲۱۲۹
۴۔ ابو داؤد، السنن، ۲: ۲۸۰، کتاب الطلاق، رقم: ۲۲۶۷

←

''آپ ﷺ میرے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ آپ ﷺ شاداں و فرحاں تھے، چہرۂ اقدس کے تمام خدوخال نُور کی طرح چمک رہے تھے۔''

امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

في صفته عليه الصلوة والسلام: إذا سُر فكأنّ وجهه المرآة، وكأن الجدر تلاحک وجهه، أی یری شخص الجدر فی وجهه ﷺ۔(۱)

''یہ بھی آپ ﷺ کی صفات میں سے تھا کہ جب آپ ﷺ مسرور ہوتے تو روئے منور آئینے کی طرح (شفاف اور مجلّا) ہو جاتا گویا کہ دیواروں کا عکس آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس میں صاف نظر آتا۔''

۷۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حفصہ بنت رواحہ سے سوئی عاریتاً لے کر رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سی رہی تھی کہ اچانک وہ میرے ہاتھ سے گر گئی اور تلاش بسیار کے بعد بھی نہ ملی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے:

فتبینت الابرة من شعاع نور وجهه ﷺ۔(۲)

''حضور ﷺ کے چہرۂ اقدس سے نکلنے والے نُور کی وجہ سے مجھے اپنی گم شدہ سوئی

۵۔ نسائی، السنن، ۶:۱۸۴، کتاب الطلاق، رقم: ۳۴۹۳

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶:۸۲، رقم: ۲۴۵۷۰

۷۔ دارقطنی، السنن، ۴:۲۴۰، رقم: ۱۳۱

۸۔ عبدالرزاق، المصنف، ۷:۴۴۷، رقم: ۱۳۸۳۳

۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰:۲۶۵، رقم: ۲۱۰۶۱

۱۰۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۴:۶۳

(۱) ابن اثیر، النہایہ، ۴:۲۳۸، ۲۳۹

(۲) ۱۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۱:۳۲۵

۲۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۰۷

مل گئی۔‘‘

چہرۂ مبارک ...... صداقت کا آئینہ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو اسلام لانے سے قبل یہود کے بہت بڑے عالم تھے، فرماتے ہیں کہ اسلام کے دامنِ رحمت میں آنے سے پہلے جب میں نے نبیٔ آخر الزماں ﷺ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بارے میں سنا تو نبوت کی دعویدار اس ہستی کو دیکھنے کے لئے آیا، اس وقت آپ ﷺ مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے۔

فلما استبنت وجه رسول اللہ ﷺ عرفت أنّ وجهه ليس بوجه كذابٍ۔(۱)

’’پس جب میں نے حضور ﷺ کا چہرۂ اقدس دیکھا تو میرا دل پکار اُٹھا کہ یہ (نورانی) چہرہ کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہوسکتا۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۶۵۲:۴، ابواب صفۃ القیامہ، رقم: ۲۴۸۵
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۴۲۳:۱، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنہ فیھا، رقم: ۱۳۳۴
۳۔ حاکم، المستدرک، ۱۴:۳، رقم: ۴۲۸۳
۴۔ حاکم، المستدرک، ۱۷۶:۴، رقم: ۷۲۷۷
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴۵۱:۵
۶۔ دارمی، السنن، ۴۰۵:۱، رقم: ۱۴۶۰
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵۰۲:۲، رقم: ۴۴۲۲
۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲۱۶:۳، رقم: ۳۳۶۱
۹۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۲۴۸:۵، رقم: ۲۵۷۴۰
۱۰۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲۳۵:۱
۱۱۔ ابن عبدالبر، الدرریہ، ۸۵:۱
۱۲۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۱۱۸:۴
۱۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۳۱۴:۱

حضرت حارث بن عمرو سہمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أتيت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وهو بمنى أو بعرفات، وقد أطاف به الناس، قال: فتجيء الأعراب فإذا رأوا وجهه، قالوا: هذا وجهٌ مبارك۔(۱)

''میں منیٰ یا عرفات کے مقام پر حضور ﷺ کی بارگاہِ (بیکس پناہ) میں حاضر ہوا اور (دیکھا کہ) حضور ﷺ کی زیارت کے لئے لوگ جوق درجوق آ رہے ہیں پس میں نے مشاہدہ کیا کہ دیہاتی آتے اور جب وہ آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کی زیارت کرتے تو بے ساختہ پکار اُٹھتے کہ یہ بڑا ہی مبارک چہرہ ہے۔''

سالارِ قافلہ کی بیوی کی شہادت

طارق بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے قافلے نے مضافاتِ مدینہ میں پڑاؤ ڈالا، ہمارے قافلے میں نبیٔ آخرالزماں ﷺ تشریف لائے۔ اُس وقت تک ہم حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس سے آشنا نہیں تھے، آقائے محتشم ﷺ کو ہمارا سُرخ اُونٹ پسند آ گیا، اُونٹ کے مالک سے سودا طے ہوا، لیکن اس وقت حضور ﷺ کے پاس رقم نہ تھی، آپ ﷺ نے طے شدہ رقم بھجوانے کا وعدہ کیا اور سُرخ اُونٹ لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اہلِ قافلہ اپنے خدشات کا اظہار کرنے لگے کہ ہم نے تو سُرخ اُونٹ کے خریدار کا نام تک دریافت نہیں کیا اور محض وعدے پر اُونٹ ایک اجنبی کے حوالے کر دیا ہے، اگر اُونٹ کے خریدار نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا تو کیا ہو گا؟ لوگوں کی قیاس آرائیاں سننے کے بعد سالارِ قافلہ کی بیوی قافلے والوں کو مخاطب

(۱) ۱۔ ابوداود، السنن، ۲:۱۴۴، کتاب الحج، رقم: ۱۷۴۲

۲۔ بخاری، الادب المفرد، ۱:۳۹۲، رقم: ۱۱۴۸

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۳:۲۶۱، رقم: ۳۳۵۱

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵:۲۸، رقم: ۸۷۰۱

۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۳:۲۶۹

کر کے یوں گویا ہوئی:

لاتلاوموا، فإني رأيت وجه رجل لم يكن ليحقر كم، ما رأيت شيئا أشبه بالقمر ليلة البدر من وجهه۔(۱)

’’تم ایک دوسرے کو ملامت نہ کرو، بیشک میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا ہے (اور میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ) وہ ہرگز تمہیں رسوا نہیں کرے گا۔ میں نے اس شخص کے چہرے سے بڑھ کر کسی چیز کو چودھویں کے چاند سے مشابہ نہیں دیکھا۔‘‘

جب شام ہوئی تو ایک شخص آیا اور کہنے لگا: ’’میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں، یہ کھجوریں لو پیٹ بھر کر کھا بھی لو اور اپنی قیمت بھی پوری کر لو۔‘‘ تو ہم نے خوب سیر ہو کر کھجوریں کھائیں اور (اونٹ کی) قیمت بھی پوری کر لی۔

۳۔ سرِ انور

سردارِ دو جہاں حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا سرِ انور مناسب حد تک بڑا اور حسنِ اِعتدال کے ساتھ وقار و تمکنت کا مظہرِ اتم دکھائی دیتا تھا۔ اس سے دیکھنے والے کے دل و دماغ میں آپ ﷺ کے سردارِ قوم ہونے اور آپ ﷺ کی شخصی وجاہت وعظمت کا دائمی تاثر قائم ہوتا۔

۱۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۵۱۸، رقم: ۶۵۶۲
۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۶۸، رقم: ۴۲۱۹
۳۔ ابن اسحاق، السیرۃ، ۴: ۲۱۶
۴۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۲۰۰
۵۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۳: ۶۴۹

كان رسول الله ﷺ ضخم الرأس۔(۱)

''رسولِ اکرم ﷺ کا سرِ اقدس موزونیت کے ساتھ بڑا تھا۔''

۲۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ ﷺ سے مروی ہے:

كان رسول الله ﷺ عظيم الهامة۔(۲)

''رسولِ اکرم ﷺ کا سرِ انور اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔''

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۲: ۲۰۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۳۷
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۸۹، ۹۶، ۱۰۱، ۱۲۷
۳۔ بخاری، الادب المفرد: ۴۴۵، باب الجفاء، رقم: ۱۳۱۵
۴۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۱: ۸
۵۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۶۲، رقم: ۴۱۹۴
۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۹۳، رقم: ۱۵۲
۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۴۹، رقم: ۱۴۱۴
۸۔ بزار، المسند، ۲: ۱۱۸، ۲۵۳، ۲۵۶
۹۔ طیالسی، المسند، ۱: ۲۴، رقم: ۱۷۱
۱۰۔ ضیاء مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۲: ۳۵۰، ۳۶۸، رقم: ۷۳۱، ۷۵۱
۱۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۱
۱۲۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۲۱

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۵، رقم: ۸
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۱۷، رقم: ۶۳۱۱
۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۸، رقم: ۳۱۸۰۷
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۱۶
۵۔ ابویعلی، المسند، ۱: ۱۸۷، ۳۰۳، رقم: ۲۱۷
۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۵۵، رقم: ۴۱۴
۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۴، رقم: ۱۴۳۰
۸۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۲
۹۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۵، رقم: ۲۴

سر کا غیر معمولی طور پر بڑا یا چھوٹا ہونا انسانی شخصیت کے ظاہری حسن کو عیب دار بنا دیتا ہے۔ جبکہ اعتدال و موزونیت کے ساتھ سر کا بڑا ہونا وقار و رعنائی، عقل و دانش اور فہم و بصیرت کی دلیل ہے۔ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ ابراہیم بیجوریؒ فرماتے ہیں:

عظم الرأس دليلٌ على كمال القوىٰ الدماغية، و هو آية النجابة۔(۱)

”سرِ (اقدس) کا بڑا ہونا دماغی قویٰ کے کامل ہونے کے ساتھ ساتھ سردارِ قوم ہونے کی بھی دلیل ہے۔“

اعتدال کے ساتھ سر کا بڑا ہونا قابلِ ستائش ہے جیسا کہ عبدالرؤف مناوِیؒ فرماتے ہیں:

و عظم الرأس ممدوّح لأنه أعون على الإدراكات و الكمالات۔(۲)

”سر کا بڑا ہونا قابلِ ستائش ہوتا ہے، کیونکہ یہ اَمر (حقائق کی) معرفت اور کمالات کے لئے معین و مددگار رہتا ہے۔“

۴۔ موئے مبارک

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے سرِ انور پر مبارک بال نہایت حسین اور جاذب نظر تھے، جیسے ریشم کے سیاہ گچھے، نہ بالکل سیدھے اور نہ پوری طرح گھنگھریالے بلکہ نیم خمدار جیسے ہلالِ عید، اور ان میں بھی اِعتدال، توازُن اور تناسب کا حسین امتزاج پایا جاتا تھا۔

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی سیاہ زلفوں کی قسم کھاتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

وَ الَّيْلِ اِذَا سَجٰى ○ (۳)

---

(۱) بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ: ۱۳

(۲) مناوی، حاشیہ برجمع الوسائل، ۱: ۴۲

(۳) القرآن، الضحیٰ، ۹۳: ۲

’’(اے حبیبِ مکرم!) قسم ہے سیاہ رات کی (طرح آپ کی زلفِ عنبریں کی) جب وہ (آپ کے رُخِ زیبا یا شانوں پر) چھا جائے۔‘‘

یہاں تشبیہ کے پیرائے میں آپ ﷺ کے گیسوئے عنبریں کا ذکر قسم کھا کر کیا گیا جو دراصل محبوب ﷺ کے حسن و جمال کی قسم ہے۔ روایات میں مذکور ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور علیہ السلام سے اس قدر والہانہ محبت تھی کہ ان کی نگاہیں ہمہ وقت آپ ﷺ کے چہرۂ انور کا طواف کرتی رہتیں۔ وہ آپ ﷺ کی خمدار زلفوں کے اسیر تھے اور اکثر اپنی محفلوں میں آپ ﷺ کی زلفِ عنبریں کا تذکرہ والہانہ انداز سے کیا کرتے تھے۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان شعر النبی ﷺ رجلا، لا جعْدَ و لا سبط۔(۱)

’’رسولِ اکرم ﷺ کی زلفیں نہ تو مکمل طور پر خمدار تھیں اور نہ بالکل سیدھی اکڑی ہوئی بلکہ درمیانی نوعیت کی تھیں۔‘‘

۲۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے گیسوئے عنبریں کی مختلف کیفیتوں کو اُن کی لمبائی کے پیمائش کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بڑے اچھوتے اور دل نشیں انداز سے بیان کیا ہے۔ اگر زلفانِ مقدس چھوٹی ہوتیں اور آپ ﷺ کے کانوں کی لوؤں کو چھونے لگتیں تو وہ پیار سے آپ ﷺ کو ’’ذی لمۃ (چھوٹی زلفوں والا)‘‘ کہہ کر پکارتے، جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما رأیت من ذی لمۃ أحسن فی حلۃ حمراء من رسول اللہ ﷺ، شعرہ یضرب منکبہ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۱۲، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۶۶
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۹، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۸
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۲
۴۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۲۰

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۸، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۷
۲۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۱۱، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۶۱

←

’’میں نے کانوں کی لو سے نیچے لٹکتی زلفوں والا سرخ جبہ پہنے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں دیکھا۔‘‘

۳۔ کتبِ حدیث میں درج ہے کہ ایک دفعہ ابو رمثہ تمیمی رضی اللہ عنہ اپنے والدِ گرامی کے ہمراہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، بعد میں اُنہوں نے اپنے ہم نشینوں سے ان حسین لمحات کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے آپ ﷺ کی زلفِ عنبرین کا تذکرہ یوں کیا:

وله لمة بهما ردع من حناء۔(۱)

’’آپ ﷺ کی مبارک زلفیں آپ ﷺ کے کانوں کی لو سے نیچے تھیں جن کو مہندی سے رنگا گیا تھا۔‘‘

۴۔ صحیح بخاری کی روایت میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی زلفِ سیاہ کے حسن و جمال کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

له شعر يبلغ شحمة اليسرى، رأيتهٗ فى حلة حمرآء لم أر شيئًا قط

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۱۹، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۲۴

۴۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۹۸، ابواب الفضائل، رقم: ۳۶۳۵

۵۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۸۱، کتاب الترجل، رقم: ۴۱۸۳

۶۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۱، رقم: ۴

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۰۰

۸۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۲۳

۹۔ ابن حبان اصبہانی، اخلاق النبی ﷺ، ۴: ۲۷۷، رقم: ۴

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۶۳

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۳: ۳۳۷، رقم: ۵۹۹۵

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵: ۴۱۲، رقم: ۹۳۲۸

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۲۷۹، رقم: ۷۱۶

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۳۸

أحسن منه۔(۱)

’’آپ ﷺ کی زلفیں کانوں کی لو تک نیچے لٹکتی رہتیں، میں نے سرخ جبہ میں حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں دیکھا۔‘‘

۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

و کان له شعر فوق الجُمّة و دون الوفرة۔(۲)

آپ ﷺ کی زلفیں کانوں اور شانوں کے درمیان ہوا کرتی تھیں۔

ابوداؤد کی عبارت میں **فوق الوفرة و دون الجمة** کے الفاظ ہیں۔

۶۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ ﷺ کی معنبر زلفیں قدرے بڑھ جاتیں اور کانوں کی لوؤں سے تجاوز کرنے لگتیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کو ’’ذی وفرة (لٹکتی ہوئی زلفوں والا)‘‘ کہنے لگتے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کا حسین تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی زلفِ مشکبار کا تذکرہ یوں کیا:

کان نبی اللہ ﷺ ذو وفرة۔(۳)

’’حضور نبیِ اکرم ﷺ لٹکتی ہوئی زلفوں والے تھے۔‘‘

۷۔ اگر شبانہ روز مصروفیات کے باعث بال مبارک نہ ترشوانے کی وجہ سے آپ ﷺ کی زلفیں بڑھ کر مبارک شانوں کو چھونے لگتیں تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرطِ محبت سے آپ ﷺ کو ’’ذی جمة (کاندھوں سے چھوتی ہوئی زلفوں والا)‘‘ کہہ کر پکارتے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ مربوعاً بعید ما بین المنکبین، و کانت جمته تضرب شحمة أذنیه۔(۴)

(۱) بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۰۳، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۵۸

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۳۳، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۵۵

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۸۲، کتاب الترجل، رقم: ۴۱۸۷

(۳) ابن عساکر، السیرة النبویہ، ۳:۱۴۹

(۴) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۴۸، رقم: ۲۶

’’حضور ﷺ میانہ قد تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ آپ ﷺ کی زلفیں آپ ﷺ کے مبارک کانوں کی لو کو چھوتی تھیں۔‘‘

۸۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یضرب شعرہ منکبیہ۔ (۱)

’’حضور ﷺ کی زلفیں کاندھوں کو چوم رہی ہوتی تھیں۔‘‘

۹۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے سراپائے مبارک کا ذکر محبت بھرے انداز میں کمالِ وارفتگی کے ساتھ کرتے رہتے تھے۔ آپ ﷺ کی عنبر بار زلفوں کا ذکر کرتے ہوئے مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن الشعر۔ (۲)

’’رسولِ اکرم ﷺ کے موئے مبارک نہایت حسین و جمیل تھے۔‘‘

۱۰۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

رجل الشعر إن انفرقت عقیقته‘ فرقها و إلا فلا یجاوز شعرہ شحمة أذنیه إذا هو و فرہ۔ (۳)

’’آپ ﷺ کے بال مبارک خمیدہ تھے، اگر سر اقدس کے بالوں کی مانگ

۲۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱:۱۷۷

۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۶:۵۷۲

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۱۹، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۸

۲۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۰۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۵۸

۳۔ ابو داؤد، السنن، ۴:۱۹، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۷۲

۴۔ نسائی، السنن، ۸:۱۳۴، کتاب الزینہ، رقم: ۵۲۳۳

(۲) ۱۔ ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱:۳۱۷

۲۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۲۱۷

(۳) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۶، رقم: ۸

۲۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۴۳۵

←

بسہولت نکل آتی تو نکال لیتے تھے ورنہ نہیں۔ آپ ﷺ کے سرِ اقدس کے بال مبارک جب لمبے ہوتے تھے تو کانوں کی لو سے ذرا نیچے ہوتے تھے۔‘‘

۱۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ شديد سواد الرأس واللحية۔(۱)

’’حضور ﷺ کی ریش مبارک اور سرِ انور کے بال گہرے سیاہ رنگ کے تھے۔‘‘

۱۲۔ آپ ﷺ کے آرائشِ گیسو کے مبارک معمول کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يسدل ناصيته سدل أهل الكتاب، ثم فرق بعد ذلك فرق العرب۔(۲)

’’حضور نبی اکرم ﷺ پیشانی اُقدس کے اوپر سامنے والے بال بغیر مانگ نکالے پیچھے ہٹا دیتے تھے جیسا کہ اہلِ کتاب کرتے ہیں، لیکن بعد میں آپ ﷺ اس طرح مانگ نکالتے جیسے اہلِ عرب نکالا کرتے۔‘‘

۵۔ جبینِ پُرنور

تاجدارِ کائنات حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی مبارک پیشانی فراخ، کشادہ، روشن اور چمکدار تھی جس پر ہر وقت خوشی و اطمینان اور سرور و مسرت کی کیفیت آشکارا رہتی۔ جو کوئی آقائے دو عالم ﷺ کی مبارک پیشانی پر نظر ڈالتا تو اُس پر موجود خاص چمک دمک اور تابانی دیکھ کر مسرور ہو جاتا، اُس کا دل یک گونہ سکون اور اطمینان کی دولت سے مالا مال ہو جاتا۔

۳۔ ابن حبان البستی، الثقات، ۲: ۱۴۵

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۵، رقم: ۴۱۴

(۱) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۱۷

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۸

(۲) ۱۔ ابن حبان البستی، الثقات، ۷: ۳۴، رقم: ۸۸۷۹

۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۸: ۴۳۷، رقم: ۴۵۴۵

آپ ﷺ کی کشادہ اور پرنور پیشانی مبارک ہر قسم کی ظاہری و باطنی آلائشوں اور کثافتوں سے پاک تھی۔ صحابۂ کرام ﷺ میں سے کسی نے آپ ﷺ کی پیشانیٔ انور پر کبھی بھی اُکتاہٹ اور بیزاری کی کیفیت نہیں دیکھی۔ آپ ﷺ کی مبارک پیشانی پھولوں کی طرح تر و تازہ اور ماہِ تاباں کی طرح روشن و آبدار تھی، جس پر کبھی شکن نظر نہ آئی۔ آپ ﷺ ملاقات کے لئے آنے والوں سے اِس قدر خندہ پیشانی سے پیش آتے کہ آپ ﷺ کی شخصیت کے نقوش مخاطبین کے دلوں پر نقش ہو جاتے اور وہ آپ ﷺ کی مجلس سے موانست، چاہت اور اپنائیت کا اِحساس لے کر لوٹتے۔

۱۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ ﷺ سے روایت ہے:

کان رسول اللہ ﷺ واسع الجبین۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ کشادہ پیشانی والے تھے۔‘‘

۲۔ حضرت سعید بن میسب ﷺ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ ﷺ اوصافِ مصطفیٰ ﷺ بیان کرتے تو کہتے:

کان مفاض الجبین۔(۲)

’’حضور ﷺ کی جبینِ اقدس کشادہ تھی۔‘‘

۳۔ کتب سیر و تاریخ میں ہے کہ اللہ رب العزت نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کے

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۶، رقم:۸
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲:۱۵۵، رقم:۴۱۴
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۷۳
۴۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۵، رقم:۲۴
۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۴، ۱۵۵، رقم:۱۴۳۰
۶۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۲۱۴

(۲) ۱۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۲۱۴
۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۱۷
۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۲۵

ذریعہ نبیِ آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثتِ مبارکہ کی خبر دی اور آقائے دو جہاں ﷺ کا حُلیہ مبارک بیان فرماتے ہوئے خصوصاً سرکار دوعالم ﷺ کی جبینِ اقدس کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:

الصلت الجبين۔(۱)

''(وہ نبی) کشادہ پیشانی والے ہیں۔''

۴۔ حافظ ابن ابی خیثمہ بیان کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ أجلى الجبين، إذا طلع جبينه من بين الشعر أو طلع من فلق الشعر أو عند الليل أو طلع بوجهه على الناس، تراءى جبينه كأنه السراج المتوقد يتلألأ، كانوا يقولون هو ﷺ۔(۲)

''حضور نبیِ اکرم ﷺ کی مبارک پیشانی روشن تھی۔ جب موئے مبارک سے پیشانی ظاہر ہوتی، یا دن کے وقت ظاہر ہوتی، یا رات کے وقت دکھائی دیتی یا آپ ﷺ لوگوں کے سامنے تشریف لاتے تو اُس وقت جبینِ انور یوں نظر آتی جیسے روشن چراغ ہو جو چمک رہا ہو۔ یہ حسین اور دلکش منظر دیکھ کر لوگ بے ساختہ پکار اُٹھتے کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔''

۵۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک دن چرخہ کات رہی تھیں اور آقائے دو جہاں ﷺ اپنے پاپوش مبارک کو پیوند لگا رہے تھے۔ اس حسین منظر کے حوالے سے آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

---

(۱) ۱۔ ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱:۳۴۵

۲۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۳۷۸

۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۲:۷۸

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۶۲

(۲) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۲۱

۲۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳:۲۰۲

فجعل جبينه يعرق، و جعل عرقه يتولد نوراً، فبهت، فنظر إليّ رسول الله ﷺ، فقال: ما لک يا عائشة بهت؟ قلت: جعل جبين يعرق، وجعل عرقک يتولد نوراً، و لو رأک أبو كبير الهذلي لعلم أنک أحق بشعر۔(۱)

''پس آپ ﷺ کی مبارک پیشانی پر پسینہ آیا، اُس پسینہ کے قطروں سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھی، میں اُس حسین منظر کو دیکھ کر مبہوت ہوگئی۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: عائشہ! تجھے کیا ہوگیا؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے ہیں جن سے نور پھوٹ رہا ہے۔ اگر ابوکبیر ھذلی آپ ﷺ کی اِس کیفیت کا مشاہدہ کرلیتا تو وہ جان لیتا کہ اس کے شعر کا مصداق آپ ہی ہیں۔''

حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو سنی تو از رہِ استفسار فرمایا کہ ابوکبیر ھذلی نے کونسا شعر کہا ہے؟ اس پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر پڑھا:

فإذا نظرتُ إلى أسرة وجهه
برقت كبرق العارض المتهلل(۲)

(جب میں نے اُس کے رخِ روشن کو دیکھا تو اُس کے رخساروں کی روشنی یوں چمکی جیسے برستے بادل میں بجلی کوند جائے۔)

شاعرِ رسول حضرت حسان بن ثابت ﷺ نے آپ ﷺ کی روشن پیشانی کا لفظی مرقع اپنے ایک شعر میں یوں پیش کیا ہے:

متى يبد في الداجي البهيم جبينه
يلح مثل مصباح الدجى المتوقد(۳)

(۱) ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳:۱۷۴

(۲) ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳:۱۷۴

(۳) ا۔ حسان بن ثابت، دیوان: ۶۷

←

(رات کی تاریکی میں حضور ﷺ کی جبینِ اقدس اس طرح چمکتی دکھائی دیتی ہے جیسے سیاہ اندھیرے میں روشن چراغ۔)

۶۔ اَبرو مبارک

حضور تاجدارِ کائنات ﷺ کے اَبرو مبارک گھرے سیاہ، گنجان اور کمان کی طرح خمیدہ و باریک تھے۔ دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ چھپی رہتی لیکن جب کبھی آپ ﷺ غیظ اور جلال کی کیفیت میں ہوتے تو وہ رگ اُبھر کر نمایاں ہو جاتی جسے دیکھ کر صحابۂ کرام ﷺ جان لیتے کہ آقائے دو جہاں ﷺ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آنے کی وجہ سے کبیدہ خاطر ہیں۔

۱۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ ﷺ فرماتے ہیں:

کان رسول الله ﷺ أزج الحواجب سوابغ فی غیر قرن، بینهما عرق یدره الغضب۔(۱)

''رسولِ اکرم ﷺ کے اَبرو مبارک (کمان کی طرح) خمدار، باریک اور گنجان تھے۔ ابرو مبارک جدا جدا تھے اور دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو حالتِ غصہ میں ابھر آتی۔''

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۴۲۲، رقم: ۱۵۲۰۴

۳۔ مقریزی، امتاع الاسماع، ۲: ۱۴۹

۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۲۱

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۲، رقم: ۸

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۲۲

۳۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۲۱۴، ۲۱۵

۴۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۵:۲۴

۵۔ ابن جوزی، الوفا: ۳۹۲

۲۔ باریک ابروؤں کے بارے میں ایک اور روایت یوں ہے:

کان رسول اللہ ﷺ دقیق الحاجبین۔(۱)

''رسولِ اکرم ﷺ کے اَبرو مبارک نہایت باریک تھے۔''

حضور ﷺ کے دونوں ابروؤں کے درمیان فاصلہ بہت کم تھا، اس کا اندازہ روئے منور کو بغور دیکھنے سے ہی ہوتا تھا ورنہ عام حالت میں یوں لگتا تھا کہ اُن کے درمیان سرے سے کوئی فاصلہ ہی نہیں۔ جیسا کہ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ مقرون الحاجبین۔(۲)

''رسولِ اکرم ﷺ کے ابرو مقدس آپس میں متصل تھے۔''

بادیٔ النظر میں مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں تعارض محسوس ہوتا ہے۔ پہلی روایت ہے کہ ابرو مبارک ملے ہوئے نہ تھے جبکہ دوسری روایت میں یہ مذکور ہے کہ ابرو مبارک ملے ہوئے تھے۔ ائمہ نے ان دونوں روایات کے درمیان تطبیق یوں کی ہے:

الفرجة التی کانت بین حاجبیه یسیرة، لا تبین إلا لمن دقق النظر۔(۳)

''دونوں ابروؤں کے درمیان اتنا کم فاصلہ تھا جو صرف بغور دیکھنے سے محسوس ہوتا تھا۔''

---

(۱) ۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۴

۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۲۱

(۲) ۱۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۱: ۲۴۵

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۲

۳۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۳۹۱، رقم: ۵۴۸۴

۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۲۲

(۳) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۳۲۳

۷۔ چشمانِ مقدسہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو انتہائی وجیہ، خوبصورت اور روشن چہرۂ اقدس عطا فرمایا تھا۔ اس چہرۂ انور کی رعنائی و زیبائی کو آپ ﷺ کی خوبصورت اور فراخ آنکھیں چار چاند لگا رہی تھیں۔ آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں پُرکشش جاذبِ نظر اور حسن و زیبائی کا بے مثال مرقع تھیں۔ صحابۂ کرام ﷺ بیان کرتے ہیں کہ آقائے دو جہاں ﷺ کی مبارک آنکھیں خوب سیاہ، کشادہ، خوب صورت اور پُرکشش تھیں۔

۱۔ حضرت علی ﷺ سے مروی ہے:

كان أدعج العينين۔(۱)

''رسولِ اکرم ﷺ کی آنکھیں کشادہ اور سیاہ تھیں۔''

۲۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی پلکیں گھری سیاہ، دراز اور گھنی تھیں۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ سے مروی ہے:

كان أهدب أشفار العينين۔(۲)

''آپ ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی پلکیں نہایت دراز تھیں۔''

۳۔ قافلۂ ہجرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کے پڑاؤ پر پہنچا تو وہ حسنِ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ کر تصویرِ حیرت بن گئیں، حسنِ مصطفیٰ کی منظر کشی کرتے ہوئے وہ فرماتی ہیں:

في أشفاره وطف۔(۳)

''حضور ﷺ کی پلکیں دراز ہیں۔''

---

(۱) ۱۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۱۳

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۰

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۲

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۴

۲۔ مناوی، فیض القدیر، ۵: ۷۴

(۳) ۱۔ حسان بن ثابت، دیوان: ۵۸

←

۴۔ آپ ﷺ کی آنکھوں کے اندر پتلی مبارک نہایت سیاہ تھی، اُن میں کسی اور رنگ کی جھلک نہ تھی۔ حضرت علی ؓ روایت کرتے ہیں:

وکان أسود الحدقة۔(۱)

''رسول اکرم ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی پتلی نہایت ہی سیاہ تھی۔''

۵۔ پتلی کے علاوہ آنکھوں کا بقیہ حصہ سفید تھا مگر اُس میں سرخی ہم آمیز یعنی گھلی ہوئی نظر آتی تھی، یوں لگتا تھا کہ اس میں ہلکا سا سرخ رنگ کسی نے گھول کر ملا دیا ہے اور دیکھنے والے کو وہ سرخ ڈورے دکھائی دیتے تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ ؓ روایت کرتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ أشکل العینین۔(۲)

''حضور ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کے سفید حصے میں سرخ رنگ کے ڈورے دکھائی دیتے تھے۔''

۲۔ حاکم، المستدرک، ۳:۱۰، رقم: ۴۲۷۴

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۲۳۱

۴۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۲۷۹

۵۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳:۱۷۹

۶۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۷۹

۷۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۲۳

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۲

۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۱۶

۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۲

۴۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۲۵

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۰۳، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۴۷

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲:۲۵۸، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۹

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۱۹۹، رقم: ۶۲۸۸

۶۔ آقائے دوجہاں ﷺ کی آنکھیں قدرتی طور پر سرگیں تھیں اور جو ان چشمانِ مقدسہ کو دیکھتا وہ یہ سمجھتا کہ آپ ﷺ ابھی ابھی سرمے کی سلائی ڈال کر آئے ہیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كنتُ إذا نظرتُ إليه، قلتُ: أكحل العينين وليس بأكحل۔(۱)

''میں جب بھی آقا ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کا نظارہ کرتا تو اُن میں سرمہ لگا ہونے کا گمان ہوتا حالانکہ حضور ﷺ نے اس وقت سرمہ نہ لگایا ہوتا۔''

۷۔ حضور ﷺ بچپن میں بھی جب نیند سے بیدار ہوتے تو سر کے بال اُلجھے ہوئے ہوتے نہ آنکھیں بوجھل ہوتیں بلکہ آپ ﷺ خندہ بہ لب اور شگفتہ گلاب کی طرح تروتازہ ہوتے اور قدرتی طور پر آنکھیں سرگیں ہوتیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابو طالب نے فرمایا:

كان الصبيان يصبحون رُمصاً شعثا، و يصبح رسول الله ﷺ، دهيناً كحيلاً۔(۲)

''عام طور پر بچے جب نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو ان کی آنکھیں بوجھل اور سر کے بال الجھے ہوئے ہوتے ہیں، لیکن جب حضور ﷺ بیدار ہوتے تو آپ ﷺ کے سرِ انور میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوتا۔''

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۰۳، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۴۵
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۸۶
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۹۷
۴۔ ابن جوزی، الوفا: ۳۹۳

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۱۲۰
۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۲: ۲۸۳
۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۴۱
۴۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۱۸۹
۵۔ ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱: ۳۱

۸۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی خوبصورت آنکھیں بڑی حیادار تھیں۔ صحابہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم نے کبھی بھی حضور ﷺ کو کسی کی طرف آنکھ بھر کر تکتے ہوئے نہ دیکھا بلکہ آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں غایت درجہ شرم و حیاء کی وجہ سے زمین کی طرف جھکی رہتی تھیں۔ حضور ﷺ کو اکثر گوشۂ چشم سے دیکھنے کی عادت تھی، جب کبھی کسی طرف دیکھتے تو تھوڑی اوپر آنکھ اٹھاتے اور اسی سے دیکھ لیتے۔ آپ ﷺ کی اس ادائے محبوبانہ کا ذکر روایات میں یوں مذکور ہے:

خافض الطرف، نظره إلى الأرض أكثر من نظره إلى السماء۔(۱)

''آپ ﷺ کی نظر پاک اکثر جھکی رہتی اور آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتی۔''

گوشۂ چشم سے دیکھنا کمال شفقت و الفت کا انداز لئے ہوئے تھا جبکہ جھکی ہوئی نظریں بغایت درجہ شرم و حیاء پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ ﷺ سے بڑھ کر کون عفت مآب اور حیا دار ہوسکتا تھا مگر جب کبھی اللہ رب العزت کا پیغام آتا اور نزولِ وحی کا وقت ہوتا تو آپ ﷺ کی مبارک نظریں آسمان کی طرف اُٹھتیں اور آپ ﷺ پلٹ پلٹ کر آسمان کی طرف نگاہ کرتے جیسے تبدیلیٔ قبلہ کا حکم نازل ہوا تو اس وقت بھی آپ ﷺ چہرۂ انور کو بار بار اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس کیفیت کو قرآن حکیم میں یوں بیان کیا گیا:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِی السَّمَآءِ۔(۲)

''(اے حبیب!) ہم بار بار آپ کے رُخِ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں۔''

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۸، رقم: ۸

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۲۲

۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۳۲

۴۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۳۰

(۲) القرآن، البقرہ، ۲:۱۴۴

۸۔ بصارتِ مصطفیٰ ﷺ کا غیر معمولی کمال

اللہ رب العزت نے انسان کو کائناتِ خارجی کے مشاہدے کے لئے بصارت اور کائناتِ داخلی کے مشاہدے کے لئے بصیرت عطا فرمائی۔ مؤخر الذکر کو حضور نبیِ اکرم ﷺ نے مومن کی بصیرت کہہ کر نورِ خدا قرار دیا، آپ ﷺ کا فرمان ہے:

إتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله۔(۱)

’’مردِ مومن کی فراست (اور بصیرت) سے ڈرا کرو کیونکہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔‘‘

جب ایک مردِ مومن کی بصیرت کا یہ عالم ہے تو آقائے دو جہاں ﷺ جو اللہ رب العزت کے محبوب و مقرب بندے اور رسول ہیں ان کی بصیرت کی ہمہ گیر وسعتوں اور رفعتوں کا عالم کیا ہوگا اس کا اندازہ کرنا کسی بھی فردِ بشر کے بس کی بات نہیں۔ حضور نبیِ اکرم ﷺ کو باطنی بصیرت اور ظاہری بصارت دونوں خوبیاں بڑی فیاضی اور فراخدلی سے عطا کی گئیں۔ عام انسانوں کے برعکس حضور ﷺ اپنے پیچھے بھی دیکھنے پر قدرت رکھتے تھے اور رات کی تاریکی میں دیکھنا بھی آپ کے لئے ممکن تھا۔

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۲۹۸، ابواب التفسیر، رقم: ۳۱۲۷
۲۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۷: ۳۵۴، رقم: ۱۵۲۹
۳۔ قضاعی، مسند الشھاب، ۱: ۳۸۷، رقم: ۶۶۳
۴۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۳: ۳۱۲، رقم: ۳۲۵۴
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۲۶۸
۶۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۱۴: ۴۶
۷۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ۱۰: ۴۳
۸۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۳۲۶
۹۔ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ۶: ۱۱۸
۱۰۔ صیداوی، معجم الشیوخ، ۱: ۲۳۳

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

هل ترون قبلتی هاهنا؟ فو الله! ما يخفی علیّ خشو عکم و لا رکوعکم، إنی لأرا کم من وراء ظهری۔(۱)

''تم میرا چہرہ قبلہ کی طرف دیکھتے ہو؟ خدا کی قسم! تمہارے خشوع (وخضوع) اور رکوع مجھ سے پوشیدہ نہیں، میں تم کو اپنے پیٹھ پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔''

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أيها الناس! إنی إمامکم فلا تسبقونی بالرکوع و لا بالسجود، ولا بالقيام ولا بالا نصراف فإنی أراکم أمامی و من خلفی۔(۲)

''اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں، تم رکوع، سجود، قیام اور نماز ختم کرنے میں مجھ سے سبقت نہ کیا کرو، میں تمہیں اپنے سامنے اور پچھلی طرف (یکساں) دیکھتا ہوں۔''

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

کان رسول الله ﷺ يری باليل فی الظلمة کما يری بالنهار من الضوء۔(۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۱۶۱، کتاب المساجد، رقم: ۴۰۸

۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۱۹، کتاب الصلوۃ، رقم: ۴۲۴

۳۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۶: ۷۳

۴۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۳۸۶

۵۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۰۴

۶۔ ابن جوزی، الوفاء:۳۴۹، رقم:۵۰۸

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱:۱۸۰، کتاب الصلوۃ، رقم: ۴۲۶

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۲۵

۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۳:۱۰۷، رقم: ۱۷۱۶

(۳) ۱۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۶: ۷۵

←

''رسول اللہ ﷺ جس طرح دن کے اُجالے میں دیکھتے تھے اُسی طرح رات کی تاریکی میں بھی دیکھتے تھے۔''

۴۔ حضرت ابوذر غفاری ﷺ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

أني أرَى ما لا ترون۔(۱)

''میں وہ سب کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔''

۵۔ حضرت ثوبان ﷺ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن اللہ زوی لِیَ الأرض، فرأیتُ مشارقھا و مغاربھا۔(۲)

''بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا تو میں نے اس کے شرق و غرب کو دیکھا''

۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۴: ۲۷۲

۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۰۴

۴۔ حلبی، انسان العیون، ۳: ۳۸۶

۵۔ ابن جوزی، الوفا: ۳۴۹، رقم: ۵۱۰

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۵۵۶، ابواب الزہد، رقم: ۲۳۱۲

۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۵۱۰

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۷۳

۴۔ بزار، المسند، ۹: ۳۵۸

۵۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۹: ۵۸، رقم:

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۵۲، رقم: ۱۳۱۱۵

۷۔ شعب الایمان، ۱: ۴۸۴، رقم: ۷۸۳

۸۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ۹، ۱: ۴۲

۹۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۱۳

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۲۱۵، کتاب الفتن و اشراط الساعۃ، رقم: ۲۸۸۹

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۴۷۲، ابواب الفتن، رقم: ۲۱۷۶

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۹۷، کتاب الفتن والملاحم، رقم: ۴۲۵۲

←

۶۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن اللہ قد رفع لی الدنیا، فأنا أنظر إلیها و إلی ما هو کائن فیها إلی یوم القیامة، کأنما أنظر إلی کفی هذه۔(۱)

''بیشک اللہ نے میرے لئے دنیا اٹھا کر میرے سامنے کردی۔ پس میں دنیا میں جو واقع ہو رہا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اُسے یوں دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔''

۷۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن موعدکم الحوض، و إنی لأنظر إلیه من مقامی هذا۔(۲)

''بیشک (میرے ساتھ) تمہاری ملاقات کی جگہ حوضِ کوثر ہے اور میں اُسے یہاں اِس مقام سے دیکھ رہا ہوں۔''

۸۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما من شئی کنت لم أره إلا قد رأیته فی مقامی هذا، حتی الجنة والنار۔(۳)

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۷۸، رقم: ۲۲۴۴۸

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۶: ۲۲۱، رقم: ۷۲۳۸

۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱۱: ۴۵۸، رقم: ۱۱۷۴۰

(۱) ۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۸۷

۲۔ نعیم بن حماد، السنن، ۱: ۲۷

۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۱۸۵

۴۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۷: ۲۰۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۴۸۶، کتاب المغازی، رقم: ۳۸۱۶

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۵۴

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸: ۲۷۹

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۷۹، کتاب الوضوء، رقم: ۱۸۲

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۶۲۴، کتاب الکسوف، رقم: ۹۰۵

←

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

”کوئی ایسی شے نہیں جو میں نے نہیں دیکھی مگر اس مقام پر دیکھ لی یہاں تک کہ جنت و دوزخ (کو بھی)۔“

۹۔ حضور نبیِ اکرم ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی بصارت کی گہرائی اور گیرائی کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ ﷺ چاہتے تو عرشِ معلی سے تحت الثریٰ تک ساری کائنات بے حجاب ہو کر نظر کے سامنے آجاتی۔ قرآن اس بات پر شاہد عادل ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدارِ الٰہی کے لئے عرض کی کہ ”رَبِّ أَرِنِي (اے رب! مجھے (اپنا جلوہ) دکھا)“ تو باری تعالیٰ نے اپنی صفاتی تجلی کوہِ طور پر پھینکی جس کے نتیجے میں کوہِ طور جل کر خاکستر ہوگیا اور آپ علیہ السلام غش کھا کر گر گئے۔ یہ بے ہوشی کا عالم سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ۴۰ دن تک طاری رہا اور جب چالیس دن کی بیہوشی سے افاقہ ہوا تو اُس صفاتی تجلی کے انعکاس کی وجہ سے اُن کی بصارت کی دور بینی کا عالم یہ تھا کہ آپ تیس تیس میل کے فاصلے پر سے کالے رنگ کے پتھر میں سیاہ رات کے اندر چیونٹی کو آنکھوں سے چلتا ہوا دیکھ لیتے تھے۔(۱)

جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو اللہ تعالیٰ کی صفاتی تجلی کے اِنعکاس سے اتنی بصارت مل سکتی ہے تو وہ ہستی جس نے تجلیاتِ الٰہیہ کا براہِ راست مشاہدہ کیا اُن کی چشمانِ مقدس کی بصارت کا کیا عالم ہوگا! شبِ معراج چشمانِ مصطفوی ﷺ کی تجلیات کو نہ صرف دیکھتی رہیں بلکہ انہیں اپنے اندر جذب بھی کرتی رہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰیO(۲)

نہ نگاہ جھپکی نہ حد سے بڑھیO

حضور علیہ السلام نے خود فرمایا:

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۷:۳۸۳، رقم: ۳۱۱۴

۴۔ ابوعوانہ، المسند، ۱:۱۵۱

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۳۳۸، رقم: ۶۱۵۳

(۱) قاضی عیاض، الشفاء، ۱:۴۳

(۲) القرآن، النجم، ۵۳:۱۷

رأيتُ ربي في أحسن صورة ...... فوضع يده بين كتفي فوجدتُ بردها بين يدي، فتجلّى لي كل شيء، و عَرَفْتُ۔ (۱)

''میں نے اللہ رب العزت کو (اس کی شان کے مطابق) خوبصورت شکل میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے (اللہ کے دستِ قدرت کا فیض) ٹھنڈک (کی صورت میں) اپنے سینے کے اندر محسوس کیا جس کے بعد ہر شے میرے سامنے عیاں ہوگئی۔''

۱۰۔ سیدنا ابن عباس ﷺ سے مروی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں:

فعلمت مَا في السمٰوٰت والارضِ۔ (۲)

''پس میں نے آسمانوں اور زمین کی ہر شے کو جان لیا۔''

۹۔ ناک مبارک

تاجدارِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ کی ناک مبارک کمال درجہ قوتِ شامہ کی حامل اور نکہتوں کی امین تھی۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی بینی مبارک زیادہ بلند نہ تھی لیکن دیکھنے والوں کو اعتدال اور تناسب کے ساتھ قدرے اُونچی دکھائی دیتی تھی۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ مائل بہ بلندی تھی۔ وہ درمیان میں قدرے بلند اور باریک تھی، موٹی اور بھدی نہ تھی، طوالت میں اِعتدال پسندی کی مثال تھی، موزونیت اور تناسب کے سانچے میں ڈھلی ہوئی صناعِ ازل کا شاہکار دکھائی دیتی تھی۔

۱۔ حضرت علی ﷺ سے مروی ہے:

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۳۶۷، ابواب التفسیر، رقم: ۳۲۳۴

(۲) ۱۔ جامع الترمذی، ۵:۳۶۶، رقم: ۳۲۳۳

۲۔ دارمی، السنن، ۲:۵۱، رقم: ۲۱۵۵

۳۔ ابویعلی، المسند، ۴:۴۷۵، رقم: ۲۶۰۸

۴۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۲۴:۳۲۳، رقم: ۹۱۸

۵۔ خطیب بغدادی، مشکوۃ المصابیح، ۶۹۔۷۰

كان رسول اللہ ﷺ دقيق العرنين۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ کی بینی مبارک حسن اور تناسب کے ساتھ باریک تھی۔''

۲۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی ناک مبارک کو اللہ تعالیٰ نے ایسی چمک دمک اور آب و تاب سے نوازا تھا کہ اُس سے ہر وقت نور پھوٹتا تھا۔ اُسی چمک کا نتیجہ تھا کہ ناک مبارک بلند دکھائی دیتی تھی لیکن جو شخص غور سے دیکھتا تو وہ کہتا کہ مائل بہ بلندی ہے۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ ﷺ فرماتے ہیں:

كان رسول اللہ ﷺ أقنى العرنين، له نورٌ يعلوه، يحسبه من لم يتأمله أشم۔(۲)

''حضور ﷺ کی ناک مبارک اونچی تھی جس سے نور کی شعاعیں پھوٹتی رہتی تھیں، جو شخص بینی مبارک کو غور سے نہ دیکھتا وہ حضور ﷺ کو بلند بینی والا خیال کرتا (حالانکہ ایسا نہیں تھا)۔''

۱۰۔ رُخسارِ روشن

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے مبارک رخسار نہ زیادہ اُبھرے ہوئے تھے اور نہ اندر کی طرف دھنسے ہوئے، بلکہ اِعتدال و توازن کا دلکش نمونہ تھے۔ سرخی مائل سفید کہ گلاب کے پھولوں کو بھی دیکھ کر پسینہ آ جائے، چمک ایسی کہ چاند بھی شرما جائے، گداز ایسا کہ شبنم بھی پانی بھرتی دکھائی دے، نرماہٹ ایسی کہ کلیوں کو بھی حجاب آئے۔ رخسار مبارک دیکھنے

(۱) ۱۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۲۸

۲۔ صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، ۲: ۲۹

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۶، رقم: ۸

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۲

۳۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۱۴، ۲۱۵

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶: ۱۷، ۳۱

۵۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۳۰

والے کو ہموار نظر آتے تھے مگر غیر موزوں اِرتفاع کا کہیں نشان تک نہ تھا۔

۱۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سھل الخدین۔(۱)

''حضور ﷺ کے رخسار مبارک ہموار تھے۔''

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں 'الخد الأسیل' (۲) کے الفاظ آئے ہیں، 'سھل' اور 'أسیل' کے فرق کے حوالے سے شیخ محمد بن یوسف صالحیؒ بیان کرتے ہیں:

لیس فی خدیہ نتوء و إرتفاع، و قیل: أراد أن خدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أسیلان قلیل اللحم رقیق الجلد۔ (۳)

''آپ ﷺ کے رخسار مبارک میں غیر موزوں ارتفاع نہ تھا، اور کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے رُخسار مبارک 'اسیلان' تھے یعنی اُن پر گوشت کم اور اُن کی جلد نرم تھی۔

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۶، رقم:۸
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۹۰
۳۔ طبری، الکامل فی التاریخ، ۲:۲۲۱
۴۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۲۱۴، ۲۱۵
۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۱۷
۶۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۲۸
۷۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۴۳۶

(۲) ۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۱۹
۲۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۲۷

(۳) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۲۹
۲۔ ابن کثیر، شمائل الرسول: ۴۲

كان رسول الله أبيض الخد۔(۱)

''حضور ﷺ کے رخسار مبارک نہایت ہی چمکدار تھے۔''

۳۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے:

كان رسول الله ﷺ أبيض الخدين۔(۲)

''حضور ﷺ کے رخسار مبارک سفید رنگ کے تھے۔''

۱۱۔ لبِ اقدس

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے لب مبارک سرخی مائل تھے، لطافت و نزاکت اور رعنائی و دلکشی میں اپنی مثال آپ تھے۔

۱۔ آپ ﷺ کے مقدس لب کی لطافت و شگفتگی کے حوالے سے روایت ہے:

كان رسول الله ﷺ أحسن عباد الله شفتين وألطفهم ختم فم۔(۳)

''آپ ﷺ کے مقدس لب اللہ کے تمام بندوں سے بڑھ کر خوبصورت تھے اور بوقتِ سکوت نہایت ہی شگفتہ ولطیف محسوس ہوتے۔''

۲۔ لب مبارک وا ہوتے تو دہن پھول برساتا، حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے:

كان في كلام رسول الله ﷺ ترتيل أو ترسيل۔(۴)

''آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی گفتگو میں ایک نظم اور ٹھہراؤ ہوتا۔''

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۲۹

(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۲۹

(۳) ۱۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ: ۲۰۰

۲۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۳۰۳

۳۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳:۲۰۳

(۴) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۲۸۱، کتاب الادب، رقم: ۴۸۳۸

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵:۳۰۰، رقم: ۲۶۲۹۴

←

۳۔ آقائے محتشم ﷺ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے، کلام بڑا واضح ہوتا جس میں کوئی اِبہام اور اُلجھاؤ نہ ہوتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أن النبی ﷺ کان یحدث حدیثا، لو عدّہ العاد لأحصاہ۔(۱)

’’رسولِ اکرم ﷺ اِس قدر ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے کہ اگر کوئی شمار کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا۔‘‘

حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

(کلامہ) فصلٌ لا نزر و لا ھذر۔(۲)

’’گفتگو نہایت فصیح و بلیغ ہوتی، اس میں کمی بیشی نہ ہوتی۔‘‘

۱۲۔ دہن مبارک

حضور ﷺ کا دہن مبارک فراخ، موزوں اور اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے:

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۲۰۷، رقم: ۵۵۵۰

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۳۷۵

۵۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۳۷۵

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۰۷، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۷۴

۲۔ مسلم، الصحیح، ۴:۲۲۹۸، رقم: ۲۴۹۳

۳۔ حمیدی، المسند، ۱:۱۲۰، رقم: ۲۴۷

۴۔ ابن جوزی، الوفا، ۲:۴۵۴

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۲۳۱

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۶:۴۹، رقم: ۳۶۰۵

۳۔ حاکم، المستدرک، ۳:۱۰، رقم: ۴۲۷۴

۴۔ ابن کثیر، شمائل الرسول: ۴۶

۵۔ صیبۃ اللہ، اعتقاد اہل السنۃ، ۴:۷۷۹

كان رسول الله ﷺ ضليع الفم۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ کا دہنِ مبارک فراخ تھا۔''

دہنِ اقدس چہرۂ انور کے حسن و جمال کو دوبالا کرتا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا آپ ﷺ کے دہنِ مبارک سے جو کلمہ ادا ہوتا حق ہوتا، حق کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ یہ علم و حکمت کا چشمۂ آبِ رواں تھا جس کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا:

وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى○(۲)

''اور وہ اپنی (یعنی نفس کی) خواہش سے بات ہی نہیں کرتے○ وہ تو وہی فرماتے ہیں جو (اللہ کی طرف سے) اُن پر وحی ہوتی ہے○''

غصہ کی حالت میں بھی دہنِ اقدس سے کلمۂ حق ہی ادا ہوتا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آقا ﷺ کی ہر بات کو حیطۂ تحریر میں لے آیا کرتے تھے کیونکہ حضور رحمتِ عالم ﷺ نے خود اُن سے فرمایا تھا:

أكتب، فوالذى نفسى بيده! ما يخرج منه إلا حق۔(۳)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۶: ۳۳، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۴۷

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۶: ۳۳، ابواب لمناقب، رقم: ۳۶۴۶

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۹۷، رقم: ۲۰۹۵۲

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۱۹۹، رقم: ۶۲۸۸

۵۔ طیالسی، المسند، ۱: ۱۰۴، رقم: ۷۶۵

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۲۲۰، رقم: ۱۹۰۴

۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۶

۸۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶: ۲۲

۹۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۵، رقم: ۲۴

(۲) القرآن، النجم، ۵۳: ۳، ۴

(۳) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۱۵، کتاب العلم، رقم: ۳۶۴۶

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۳۱۳، رقم: ۲۶۴۲۸

←

’’لکھو (جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے)، اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اس منہ سے صرف حق بات ہی نکلتی ہے۔‘‘

حضور ﷺ کا فرمان، اللہ کا فرمان، حضور ﷺ کا نطق، نطقِ اِلٰہی، جس میں خواہشِ نفس کا قطعاً کوئی دخل نہ تھا۔ آقائے دوجہاں ﷺ اپنے صحابۂ کرام ﷺ سے کبھی کبھی دل لگی بھی فرما لیا کرتے تھے۔ خوش کلامی، مزاح اور خوش مزاجی کے جواہر سے بھی آپ ﷺ کی گفتگو مزین ہوتی لیکن اُس خوش طبعی، خوش مزاجی یا خوش کلامی میں بھی شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا، مزاح اور دل لگی میں بھی جو فرماتے حق فرماتے۔

۱۳۔ دندانِ اقدس

تاجدارِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ کے دندان مبارک باریک اور چمکدار تھے، سامنے کے دندان مبارک کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ تبسم فرماتے تو یوں لگتا کہ دندان مبارک سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ صحابہ کرام ﷺ فرماتے ہیں کہ جب آپ ا مسکراتے تو دانتوں کی باریک ریخوں سے اس طرح نور کی شعاعیں نکلتیں کہ در و دیوار چمک اُٹھتے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

كان رسول الله ﷺ أفلج الثنيتين، إذا تكلم رئى كالنور يخرج من بين ثناياه۔(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے کے دانتوں کے درمیان موزوں فاصلہ تھا جب گفتگو فرماتے تو ان ریخوں سے نور کی شعاعیں پھوٹتی دکھائی دیتیں۔‘‘

۳۔ بیہقی، المدخل الی السنن الکبریٰ، ۱: ۴۱۵، رقم: ۷۵۶

۴۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱: ۲۰۷

۵۔ حسن رامھرمزی، المحدث الفاصل، ۱: ۳۶۶

(۱) ۱۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۴، باب فی حسن النبی ﷺ، رقم: ۵۸

۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۲۳۵، رقم: ۷۶۷ ←

۲۔ مسکراتے تو جیسے موتیوں کی لڑیاں فضا میں بکھر جاتیں، چہرۂ انور گلاب کے پھول کی طرح کھل اُٹھتا:

إذا افترّ ضاحکاً إفترّ عن مثلَ سَنَا البرق و عن مثل حبّ الغمام،

إذا تکلّم رئی کالنور یخرج من ثنایاه۔(۱)

''جب حضور ﷺ تبسم فرماتے تو دندان مبارک بجلی اور بارش کے اولوں کی طرح چمکتے، جب گفتگو فرماتے تو ایسے دکھائی دیتا جیسے دندان مبارک سے نور نکل رہا ہے۔''

۳۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے دندان مبارک کی خوبصورتی اور چمک کا نقشہ اِن الفاظ میں کھینچا ہے:

کان رسول اللہ ﷺ یَفْتِرُ عن مثل حب الغمام۔(۲)

''حضور ﷺ کے دانت تبسم کی حالت میں اولوں کے دانوں کی طرح محسوس ہوتے تھے۔''

۴۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مبلّج الثنایا و فی روایةٍ عنه بَرّاق الثنایا۔(۳)

۳۔ بیہقی، دلائل النبوه، ۱:۲۱۵

۴۔ حلبی، انسان العیون، ۳:۴۳۶

۵۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ: ۱۹۹

(۱) ۱۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱:۳۹

۲۔ سیوطی، الخصائص الکبری، ۱:۱۳۱

۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۸۵، رقم: ۲۲۶

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۲۳

۲۔ ابن جوزی، الوفا: ۳۹۵

۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، (السیرۃ)، ۶:۳۲

(۳) ۱۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ: ۱۹۹

←

’’حضور نبی اکرم ﷺ کے دانت مبارک بہت چمکدار تھے۔‘‘

۵۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے دندان مبارک کا مسوڑھوں میں جڑاؤ اور جماؤ نہایت حسین تھا، جیسے انگوٹھی میں کوئی ہیرا ایک خاص تناسب کے ساتھ جڑ دیا گیا ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ ﷺ حسن الثغر۔(۱)

’’رسولِ اکرم ﷺ کے تمام دانت مبارک نہایت خوبصورت تھے۔‘‘

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے دندان مبارک کو چمکدار موتی سے تشبیہ دی ہے:

کأنّما اللّؤلؤ المکنون فی صدفٍ
من معدنی منطق منه و مبتسم

(حضور ﷺ کے دانت مبارک اس خوبصورت چمکدار موتی کی طرح ہیں جو ابھی سیپ سے باہر نہیں نکلا۔)

۱۴۔ زبان مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک زبان حق و صداقت کی آئینہ دار تھی۔ آپ ﷺ کی زبان حق ترجمان کا اللہ رب العزت نے قرآنِ مجید میں ذکر فرمایا۔ جب نزولِ وحی ہوتا تو حضور ﷺ اُسے جلدی جلدی محفوظ کرنے کے آرزو مند ہوتے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد

۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۱۸

۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۲۹

(۱) ۱۔ بخاری، الادب المفرد، ۱: ۳۹۵، رقم: ۱۱۵۵

۲۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۲۵

۳۔ حلبی، انسان العیون، ۳: ۴۳۶

۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۳۰

فرمایا:

لَا تُحَرِّکۡ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعۡجَلَ بِہٖ○(۱)

(اے حبیب ﷺ!) آپ اُسے جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے (نزولِ وحی کے ساتھ) اپنی زبان کو حرکت نہ دیں○‘‘

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی مبارک زبان فضول اور لایعنی باتوں سے پاک تھی، اس لئے کہ زبانِ اقدس سے نکلا ہوا ہر لفظ وحیِ الٰہی تھا جس میں سرے سے غلطی اور خطا کا کوئی اِمکان ہی نہیں تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی○ اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی○(۲)

’’اور وہ اپنی (یعنی نفس کی) خواہش سے بات ہی نہیں کرتے○ وہ تو وہی فرماتے ہیں جو (اللہ کی طرف سے) اُن پر وحی ہوتی ہے○‘‘

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ ﷺ یخزن لسانه إلا فیما یعنیه۔(۳)

’’نبیٔ اکرم ﷺ زبانِ اقدس کو لایعنی باتوں سے محفوظ رکھتے تھے۔‘‘

۱۵۔ آواز مبارک

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی مبارک آواز دلآویزی اور حلاوت کی چاشنی لئے ہوئے حسنِ صوت کا کامل نمونہ تھی۔ لہجہ انتہائی دلکش، باوقار اور بارعب تھا۔ آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر

(۱) القرآن، القیامہ، ۷۵:۱۶

(۲) القرآن، النجم، ۵۳:۳،۴

(۳) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۲۷۷، باب ما جاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ، رقم: ۳۳۷

۲۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۵۸

۳۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۸۲

یوں گفتگو فرماتے کہ بات دل میں اتر جاتی اور مخاطب دوبارہ سننے کی خواہش کرتا۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ما بعث الله نبياً قط إلا بعثه حسن الوجه، حسن الصوت، حتى بعث نبيكم ﷺ، فبعثه حسن الوجه حسن الصوت۔(۱)

''اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس بھی نبی کو مبعوث فرمایا خوبصورت چہرہ اور خوبصورت آواز دے کر مبعوث فرمایا حتیٰ کہ تمہارے نبی مکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا تو انہیں بھی خوبصورت چہرے اور خوبصورت آواز کے ساتھ مبعوث فرمایا۔''

۲۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نمازِ عشا میں حضور نبی اکرم ﷺ کی تلاوت کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں:

سمعتُ النبي ﷺ يقرأ ﴿وَالتِّيۡنِ وَ الزَّيۡتُوۡنِ﴾ في العشاء، و ما سمعتُ أحداً أحسن صوتاً منه أو قراء ةً۔(۲)

''میں نے حضور ﷺ کو نمازِ عشاء میں سورۃ التین کی تلاوت فرماتے ہوئے سنا، اور میں نے کسی کو آپ ﷺ سے زیادہ خوش الحان اور اچھی قرآۃ والا نہیں پایا۔''

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۷۶
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۶۱، رقم: ۳۲۱
۳۔ ابن کثیر، البدیہ والنہایہ، ۶: ۲۸۶
۴۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۲۴
۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۳۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۲۶۶، کتاب الاذان، رقم: ۷۳۵
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۳۹، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۴۶۴
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۲۷۳، کتاب إقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا، رقم: ۸۳۵
۴۔ احمد بن حنبل، مسند، ۴: ۳۰۲
۵۔ ابوعوانہ، مسند، ۱: ۴۷۷، رقم: ۱۷۷۱

←

۳۔ سفرِ ہجرت میں حضور ﷺ نے اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام فرمایا۔ آپ ﷺ کی آواز کے بارے میں اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے:

فی صوتہ ﷺ صَحَلٌ۔(۱)

''آپ ﷺ کی آواز میں دبدبہ تھا۔''

۴۔ حضور ﷺ کی آواز نغمگی اور حسنِ صوت سے کمال درجہ مزین تھی۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ حسن النغمۃ۔(۲)

''حضور ﷺ کا لب ولہجہ نہایت حسین تھا۔''

۵۔ مبداء فیض نے حضور سید المرسلین ﷺ کو اس منفرد وصفِ جمیل سے نواز رکھا تھا کہ آپ ﷺ کی آواز دور دور تک پہنچ جاتی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خطبنا رسول اللہ ﷺ حتی أسمع العواتق فی خدورهن۔(۳)

''حضور رحمتِ عالم ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا تو پردہ نشین خواتین کو بھی آپ

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۱۹۴، رقم: ۲۸۸۸

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۵۰، رقم: ۳۶۰۵
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۰، رقم: ۴۲۷۴
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۳۱
۴۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۴۷۱
۵۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۵: ۴۴۶

(۲) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۹۱
۲۔ زرقانی، شرح المواہب، ۵: ۴۴۶

(۳) ۱۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۱۳
۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۴: ۱۲۵، رقم: ۳۷۷۸
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۱۸۶، رقم: ۱۱۴۴۴

←

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

ﷺ نے پردوں کے اندر (یہ خطبہ) سنایا۔‘‘

۶۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں سے بیٹھنے کو کہا:

فسمعه عبد الله بن رواحة و هو فی بنی غنم فجلس فی مکانه۔(۱)

’’اس وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ محلّہ بنی غنم میں تھے، انہوں نے آپ ﷺ کی آواز مبارک سنی اور وہیں بیٹھ گئے۔‘‘

۷۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد سوا لاکھ کے قریب تھی، اس اجتماعِ عظیم سے آپ ﷺ نے خطاب فرمایا تو اِجتماع میں شریک ہر شخص نے خطبہ سنا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ تمیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کنا نسمع ما یقول و نحن فی منازلنا، فطفق یعلمهم مناسکهم۔(۲)

’’ہم اپنی اپنی جگہ پر حضور ﷺ کا خطبہ سن رہے تھے جس میں حضور ﷺ لوگوں کو مناسکِ حج کی تعلیم دے رہے تھے۔‘‘

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۹۴

۵۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ: ۲۰۷

(۱) ۱۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ، ۲۰۷

۲۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۱۳

۳۔ مقریزی، امتاع الاسماع، ۲: ۱۶۰

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۱۹۸، کتاب الحج، رقم: ۱۹۵۷

۲۔ نسائی، السنن، ۵: ۲۴۹، کتاب مناسک الحج، رقم: ۲۹۹۶

۳۔ بیہقی، سنن الکبریٰ، ۵: ۱۳۸، رقم: ۹۳۹۰

۴۔ مقریزی، امتاع الاسماع، ۲: ۱۶۰

۱۶۔ ریشِ اقدس

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی ریش مبارک گھنی اور گنجان ہوتے ہوئے بھی باریک اور خوبصورت تھی، ایسی بھری ہوئی نہ تھی کہ پورے چہرے کو ڈھانپ لے اور نیچے گردن تک چلی جائے۔ بالوں کا رنگ سیاہ تھا، سرخ و سفید چہرے کی خوبصورتی میں ریشِ مبارک مزید اِضافہ کرتی۔ عمر مبارک کے آخری حصہ میں کل سترہ یا بیس سفید بال ریش مبارک میں آگئے تھے لیکن یہ سفید بال عموماً سیاہ بالوں کے ہالے میں چھپے رہتے تھے۔ آپ ﷺ ریش مبارک کے بالوں کو طول و عرض سے برابر کٹوا دیا کرتے تھے تاکہ بالوں کی بے ترتیبی سے شخصی وقار اور مردانہ وجاہت پر حرف نہ آئے۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ ﷺ ضخم الرأس و اللحیۃ۔(۱)

''حضور ﷺ اِعتدال کے ساتھ بڑے سر اور بڑی داڑھی والے تھے۔''

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ ﷺ أسود اللحیۃ۔(۲)

''حضور ﷺ کی ریش مبارک سیاہ رنگ کی تھی۔''

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۲۶، رقم: ۴۱۹۴

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۹۶

۳۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۱۶

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۱

۵۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۲۱

۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶: ۱۷

(۲) ۱۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۱۷

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۳۳

۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۲۵، رقم: ۴۱۹۴

۳۔ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا جنہیں سفرِ ہجرت میں والیٔ کونین ﷺ کی میزبانی کا شرفِ لازوال حاصل ہوا، اپنے تاثرات اِن الفاظ میں بیان کرتی ہیں:

كان رسول الله ﷺ كثيف اللحية۔(۱)

''رسولِ اکرم ﷺ کی ریشِ اقدس گھنی تھی۔''

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ كث اللحية۔(۲)

''حضور ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔''

۵۔ حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی تعریف میں یوں گویا ہوئے:

كان ...... أسود اللحية حسن الشعر ...... مفاض اللحيين۔(۳)

---

(۱) ا۔ ابن جوزی، الوفا: ۳۹۷
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۰
۳۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۸۴
۴۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۸
۵۔ مناوی، فیض القدیر، ۵: ۷۷

(۲) ا۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۸۳، کتاب الزینہ، رقم: ۵۲۳۲
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۶، رقم: ۸
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۰۱، رقم: ۷۹۶
۴۔ بزار، المسند، ۲: ۲۵۳، ۶۶۰
۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۲

(۳) ا۔ ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱: ۳۲۰
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۸۰

(حضور نبی اکرم ﷺ کی) ریش مبارک سیاہ، بال مبارک خوبصورت، (اور ریش مبارک) دونوں طرف سے برابر تھی۔

۶۔ عمر مبارک میں اضافے کے ساتھ ریش مبارک کے بالوں میں کچھ سفیدی آ گئی تھی۔ حضرت وہب بن ابوجحیفہ ؓ بیان کرتے ہیں:

رأيتُ النبی ﷺ، و رأيتُ بياضاً من تحت شفته السفلٰى العنفقة۔(۱)

میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی اور میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے لبِ اقدس کے نیچے کچھ بال سفید تھے۔

۷۔ صحابہ کرام ؓ اپنے آقا ﷺ کی ہر ادا پر قربان ہو ہو جاتے تھے، حیاتِ مقدسہ کی جزئیات تک کا ریکارڈ رکھا جا رہا تھا۔ حضرت انس ؓ سے روایت ہے:

و ليس فی رأسه و لحيته عشرون شعرةً بيضاءَ۔(۲)

”حضور ﷺ کی ریش مبارک اور سر مبارک میں سفید بالوں کی تعداد بیس سے زائد نہ تھی۔“

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۲، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۵۲
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۱۶
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۳۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۲، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۵۴
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۲۴، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۴۷
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۹۲، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۲۳
۴۔ امام مالک، الموطا، ۲: ۹۱۹، رقم: ۱۶۳۹
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۳۰
۶۔ عبدالرزاق، المصنف، ۳: ۵۹۹، رقم: ۶۸۸۶
۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۹۸، رقم: ۶۳۷۸

←

۸۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ریش مبارک میں لب اقدس کے نیچے اور گوش مبارک کے ساتھ گنتی کے چند بال سفید تھے جنہیں خضاب لگانے کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ آقائے دوجہاں ﷺ نے خضاب وغیرہ استعمال نہیں کیا اس حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

و لم یختضب رسول اللہ ﷺ، إنما کان البیاض فی عنفقته و فی الصّدغین وفی الرأس نبذ۔(۱)

''حضور ﷺ نے کبھی خضاب نہیں لگایا، کیونکہ آپ ﷺ کے نچلے ہونٹ کے نیچے، کنپٹیوں اور سر مبارک میں چند بال سفید تھے۔''

۹۔ ریشِ اقدس طویل تھی نہ چھوٹی، بلکہ اِعتدال، توازُن اور تناسب کا اِنتہائی دلکش نمونہ اور موزونیت لئے ہوئے تھی۔

کان النبی ﷺ کان یأخذ من لحیته من عرضها وطولها۔(۲)

''حضور ﷺ ریش مبارک کے طول وعرض کو برابر طور پر تراشا کرتے تھے۔''

۸۔ ابویعلی، المعجم، ۱: ۵۵، رقم: ۲۵
۹۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۲۰۵، رقم: ۳۲۸
۱۰۔ شعب الایمان، ۲: ۱۴۸، رقم: ۱۴۱۲
۱۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۳۰۸

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۲۱، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۴۱
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۳۱۰، رقم: ۱۴۵۹۳
۳۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۳۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۲: ۱۰۰، ابواب الادب، رقم: ۲۷۶۲
۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۰: ۳۵۰
۳۔ زرقانی، شرح المؤطا، ۴: ۴۲۶
۴۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۶۳

←

۱۷۔ گوشِ اقدس

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے گوشِ اقدس خوبصورتی اور دلکشی میں بے مثال اور اِعتدال و توازُن کا حسین اِمتزاج تھے۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

تخرج الأذنان ببیاضھما من تحت تلک الغدائر، کأنما توقد الکواکب الدریة بین ذالک السواد۔(۱)

’’آپ ﷺ کی سیاہ زلفوں کے درمیان دو سفید کان یوں لگتے جیسے تاریکی میں دو چمکدار ستارے چمک رہے ہوں۔‘‘

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے قاضی بنا کر یمن بھیجا گیا تو ایک یہودی عالم نے مجھے نبیٔ آخر الزماں ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرنے کے لئے کہا۔ جب میں سرکارِ دوعالم ﷺ کا سراپا مبارک بیان کر چکا تو اُس یہودی عالم نے کچھ مزید بیان کرنے کی استدعا کی۔ میں نے کہا کہ اس وقت مجھے یہی کچھ یاد ہے۔ اُس یہودی عالم نے کہا: اگر مجھے اجازت ہو تو مزید حلیہ مبارک میں بیان کروں۔ اُس کے بعد وہ یوں گویا ہوا:

فی عینیه حمرةٌ، حسن اللحیة، حسن الفم، تام الأذنین۔(۲)

۵۔ محمد بن عبدالرحمٰن مبارکفوری، تحفۃ الاحوذی، ۸: ۳۸

۶۔ قرطبی، تفسیر، الجامع لأحکام القرآن، ۲: ۱۰۵

۷۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۰۹

۸۔ مقریزی، امتاع الاسماع، ۲: ۱۶۱

۹۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ: ۲۱۴

۱۰۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۱: ۱۴۲

(۱) ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱: ۳۳۵

(۲) ۱۔ ابن کثیر، شمائل الرسول: ۱۶

←

’’حضور ﷺ کی چشمانِ اقدس میں سرخ ڈورے ہیں، ریش مبارک نہایت خوبصورت، دہنِ اقدس حسین وجمیل اور دونوں کان مبارک (حسن میں) مکمل ہیں۔‘‘

مختصر یہ کہ حضور نبیِ اکرم ﷺ کے ہر ہر عضو کو اللہ تعالیٰ نے عمومی افعال کی انجام دہی کے علاوہ ایک معجزہ بھی بنایا تھا۔ عام انسانوں کے کان مخصوص فاصلے تک سننے کی استطاعت رکھتے ہیں، مگر جدید آلات کی مدد سے دُور کی باتیں بھی سنتے ہیں لیکن آقائے کائنات ﷺ کے گوش مبارک کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت سماعت عطا فرمائی تھی کہ آپ ﷺ صحابہ کرام ﷺ کے جھرمٹ میں بیٹھے ہوتے، اوپر کسی آسمان کا دروازہ کھلتا تو خبر دیتے کہ فلاں آسمان کا دروازہ کھلا ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے گوشِ اقدس کی بے مثل سماعت پر حدیثِ مبارکہ میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إنی أریٰ ما لا ترون، وأسمع ما لا تَسمعون۔(۱)

’’میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔‘‘

حضور نبیِ اکرم ﷺ کا یہ خطاب صرف صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے ادوار تک ہی مخصوص و محدود نہ تھا بلکہ سائنس وٹیکنالوجی کے موجودہ ترقی یافتہ دور کے لئے بھی ایک چیلنج ہے۔

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۵

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۵۵۶، ابواب الزہد، رقم: ۲۳۱۲

۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۵۵۴، رقم: ۳۸۸۳

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۷۳

۴۔ بزار، مسند، ۹: ۳۵۸، رقم؛ ۳۹۲۵

۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۱: ۴۸۴ رقم: ۷۸۳

آج ساری کائنات میں سائنس و ٹیکنالوجی پر عبور رکھنے والے ماہرین اپنی تمام تر ترقی اور اپنی بے پناہ ایجادات کے باوجود کائنات کی ان پوشیدہ حقیقتوں اور رازوں کو جان سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں جنہیں چشمانِ مصطفیٰ ﷺ نے بے پردہ دیکھ لیا اور اُن کی حقیقت کو جان لیا تھا۔ حضور ﷺ کے دائرہ سماعت سے کوئی آواز باہر نہ تھی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بارگاہِ نبوت میں حاضر تھیں۔ اسی دوران حضور رحمتِ عالم ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے کسی کے سلام کا جواب دیا پھر حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

هذا جعفر بن أبی طالب مع جبريل و ميكائيل و إسرافيل، سلموا علينا فردی عليهم السلام۔(۱)

''یہ جعفر بن ابی طالب ہیں، جو حضرت جبریل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام کے ساتھ گزر رہے تھے۔ پس انہوں نے ہمیں سلام کیا، تم بھی ان کے سلام کا جواب دو۔''

۵۔ حضرت انس ﷺ اور بعض دیگر صحابہ کرام ﷺ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ سرکارِ دوعالم ﷺ بنونجّار کے قبرستان سے گزر رہے تھے:

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۲۳۲، رقم: ۴۹۳۷

۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۷: ۸۸، رقم: ۶۹۳۶

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۲۷۲

۴۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۱: ۴۸۷

۵۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱: ۲۱۱

فسمع أصوات قوم يعذبون في قبورهم۔(۱)

''حضور ﷺ نے (قبور میں) ان مُردوں کی آوازوں کو سماعت فرمایا جن پر عذابِ قبر ہو رہا تھا۔''

۱۸۔ گردنِ اقدس

حضور ﷺ کی گردنِ اقدس دستِ قدرت کا تراشا ہوا حسین شاہکار تھی، چاندی کی طرح صاف و شفاف، پتلی اور قدرے لمبی تھی۔ صحابۂ کرام ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مبارک گردن اِس طرح تھی جیسے کوئی صورت یا مورتی چاندی سے تراشی گئی ہو اور اُس میں اُجلاپن، خوش نمائی، صفائی اور چمک دمک اپنے نقطۂ کمال تک بھر دی گئی ہو۔ حضور ﷺ کی گردنِ اقدس کی خوبصورتی اس ندرت سے کہیں زیادہ تھی۔

۱۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ ﷺ سے روایت ہے:

كأن عنقه جيدٌ دمية في صفاء الفضة۔(۲)

''حضور ﷺ کی گردن مبارک کسی مورتی کی طرح تراشی ہوئی اور چاندی کی

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۷۵

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۱۲۰، رقم: ۳۷۵۷

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۵: ۱۰۳، رقم: ۲۶۸

۴۔ عبداللہ بن احمد، السنہ، ۲: ۶۰۸، رقم: ۱۴۴۵

۵۔ ازدی، مسند الربیع، ۱: ۱۹۷، رقم: ۴۸۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۶، باب فی خلق رسول اللہ ﷺ، رقم: ۸

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۵۵، رقم: ۴۱۴

۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۴۳۰

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۲

۵۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۵۶

طرح صاف تھی۔‘‘

۲۔ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

وفی عنقه سطع۔(۱)

’’رسول اکرم ﷺ کی گردنِ اقدس قدرے لمبی تھی۔‘‘

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

وكان أحسن عباد الله عنقاً، لا ينسب إلى الطول و لا إلى القصر۔(۲)

’’اور اللہ کے بندوں میں سے آپ ﷺ کی گردن سب سے بڑھ کر حسین و جمیل تھی، نہ زیادہ طویل اور نہ زیادہ چھوٹی۔‘‘

۴۔ رسول اللہ ﷺ کی گردن مبارک سونے اور چاندی کے رنگوں کا حسین اِمتزاج معلوم ہوتی تھی۔ گردنِ اقدس کو چاندی کی صراحی سے بھی تشبیہ دی گئی۔ حضرت حافظ ابوبکر بن ابی خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۰، رقم: ۴۲۷۴
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۴۹، رقم: ۳۶۰۵
۳۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۴: ۱۹۵۹
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۳۱
۵۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۴۷۱
۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ) ۳: ۱۹۲
۷۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۳۱۰
۸۔ حلبی، انسان العیون، ۲: ۲۲۷

(۲) ۱۔ ابنِ عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱: ۳۳۶
۲۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۳۰۴

کان رسول اللہ ﷺ أحسن الناس عنقاً، ما ظھر من عنقه للشمس و الرياح فکأنّه إبريق فضة مشرب ذهباً يتلألأ في بياض الفضة وحمرة الذهب، و ما غيبت الثياب من عنقه فما تحتها فکأنّه القمر ليلة البدر۔(۱)

''حضور ﷺ کی گردنِ مبارک تمام لوگوں سے بڑھ کر خوبصورت تھی۔ دھوپ یا ہوا میں گردن کا نظر آنے والا حصہ چاندی کی صراحی کے مانند تھا، جس میں سونے کا رنگ اس طرح بھرا گیا ہو کہ چاندی کی سفیدی اور سونے کی سُرخی کی جھلک نظر آتی ہو اور گردن کا جو حصہ کپڑوں میں چھپ جاتا وہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن اور منور ہوتا۔''

۱۹۔ دوشِ مبارک

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے مبارک کندھے مضبوط اور قدرے فربہی لئے ہوئے تھے، بالکل پتلے شانے نہ تھے بلکہ خاص گولائی میں تھے۔ دونوں شانوں کی ہڈیوں کے درمیان مناسب فاصلہ تھا، جس نے سینۂ اقدس کو فراخ اور دراز کر دیا تھا۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے مضبوط کندھوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ ...... عظيم مشاش المنکبين۔(۲)

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۴۳

(۲) ۱۔ ابنِ عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱:۳۲۰

۲۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۲۴۱

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۵

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۱۹

۵۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۲۶

’’حضور ﷺ کے کندھوں کے جوڑ توانا اور بڑے تھے۔‘‘

۲۔ حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات کوئی دیہاتی آکر حضور ﷺ کی قمیص کھینچ لیتا تو:

فکأنما أنظر حین بدا منکبه إلی شقة القمر من بیاضه ﷺ۔(۱)

’’دوشِ اقدس سفیدی اور چمک کے باعث یوں نظر آتے جیسے ہم چاند کا ٹکڑا ملاحظہ کر رہے ہوں۔‘‘

۳۔ کتب سیر و احادیث میں جلیل القدر صحابہ کرام حضرت علی المرتضیٰ، حضرت ابوہریرہ، حضرت ہند بن ابی ہالہ اور حضرت براء بن عازب ﷺ سے حضور ﷺ کے مبارک کندھوں کے فاصلے کے حوالے سے یہ روایت ملتی ہے:

کان النبی ﷺ مربوعاً بعید ما بین المنکبین۔(۲)

’’حضور نبی اکرم ﷺ میانہ قد کے تھے، دونوں کاندھوں کے درمیان فاصلہ تھا۔‘‘

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی اس صفتِ عالیہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

کان إذا جلس یکون کتفه أعلیٰ من الجالس۔(۳)

---

(۱) صالحی، سُبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۴۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۰۳، کتاب المناقب، رقم:۳۳۵۸

۲۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۱۸، کتاب الفضائل، رقم:۲۳۳۷

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۹۸، ابواب المناقب، رقم:۳۶۳۵

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ) ۶:۱۱

۵۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۲۸

(۳) ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱:۱۳

’’آپ ﷺ جب (کسی مجلس میں) تشریف فرما ہوتے تو آپ ﷺ کے کندھے تمام اہلِ مجلس سے بلند نظر آتے۔‘‘

۲۰۔ بازوئے مقدّس

حضور ﷺ کے بازوئے اقدس خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھے، طوالت کے اِعتبار سے اِعتدال کا خوبصورت اور دلکش نمونہ تھے، کلائیوں پر بال مبارک تھے، بازو اور کلائیاں سفید اور چمکدار تھیں اور حسن و جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا آئینہ دار تھیں۔

اس حوالے سے امام بیہقی بیان کرتے ہیں:

وکان عبل العضدین والذراعین، طویل الزندین۔(۱)

’’حضور ﷺ کی مچھلیاں سفید اور چمکدار اور کلائیاں لمبی تھیں۔‘‘

۲۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ ﷺ سے روایت ہے:

کان رسول اللہ ﷺ ...... أشعر الذراعین۔(۲)

’’حضور ﷺ کی مبارک کلائیوں پر بال موجود تھے۔‘‘

۳۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ ﷺ عظیم الساعدین۔(۳)

---

(۱) بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۳۰۵

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ:۲، باب فی خلق رسول اللہ ﷺ

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۲۲

۳۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۱۵۶

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۳۲

(۳) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۵

۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ) ۶:۱۹

''حضور ﷺ کے بازو (اعتدال کے ساتھ) بڑے تھے۔''

۴۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ سبط القصب۔(۱)

''حضور ﷺ کے بازو مبارک اور پنڈلیاں موزوں ساخت کی تھیں۔''

۲۱۔ دستِ اقدس

آقا دو جہاں ﷺ کے دستِ اقدس اِنتہائی نرم اور ملائم تھے، شبنم کے قطروں سے بھی نازک، پھولوں کا گداز بھی اس کے آگے پانی پانی ہو جائے، دستِ اقدس سے ہمہ وقت خوشبوئیں لپٹی رہتیں، مصافحہ کرنے والا ٹھنڈک محسوس کرتا، اَنگشت مبارک قدرے لمبی تھیں، چاند کی طرف اُٹھتیں تو وہ بھی دولخت ہو جاتا۔

۶ھ میں حدیبیہ کے مقام پر حضور ﷺ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں، کفار و مشرکینِ مکہ آمادۂ فتنہ و شر ہیں۔ سفراء کا تبادلہ جاری ہے اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سفیرِ مصطفیٰ ﷺ کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوتے ہیں۔ دوسری طرف بیعتِ رضوان کا موقع آتا تو اللہ رب العزت اپنے محبوب ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَکَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللهَ ط يَدُ اللهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ج فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا يَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهِ وَ مَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ○(۲)

''(اے رسول!) بلاشبہ جو لوگ آپ سے (آپ کے ہاتھ پر) بیعت کرتے

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۲
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۴۳۰
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۵۶، رقم: ۴۱۴

(۲) القرآن، الفتح، ۴۸: ۱۰

ہیں فی الحقیقت وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، (گویا) اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے، پھر جو کوئی عہد کو توڑے تو عہد کے توڑنے کا نقصان اُسی کو ہوگا اور جو اللہ سے اپنا اِقرار پورا کرے (اور مرتے دم تک قائم رہے) تو اللہ تعالیٰ عنقریب اُسے بڑا اجر دے گا (اپنے دیدار سے سرفراز فرمائے گا)o‘‘

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ خُداوندی ہے:

وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔(۱)

’’اور (اے حبیبِ محتشم) جب آپ نے (اُن پر سنگریزے) مارے تھے (وہ) آپ نے نہیں مارے تھے بلکہ (وہ تو) اللہ تعالیٰ نے مارے تھے۔‘‘

نبیٔ اکرم ﷺ کے دستِ اقدس نہایت نرم و گداز تھے۔ حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ اپنے والدِ گرامی کے حوالے سے فرماتے ہیں:

أتيتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخذتُ بيده فإذا هي ألين من الحرير وأبرد من الثلج۔(۲)

’’میں رسولِ اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، پس میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ تھام لیا، آپ ﷺ کے دستِ اقدس ریشم سے زیادہ نرم و گداز اور برف سے زیادہ ٹھنڈے تھے۔‘‘

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

---

(۱) القرآن، الانفال، ۸: ۱۷

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۷: ۲۷۲، رقم: ۷۱۱۰
۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۹: ۹۷، رقم: ۹۲۳۷
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۸۲
۴۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۳: ۳۲۳، رقم: ۳۸۵۹
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۷۴

مَا مَسستُ حریراً و لا دیباجاً ألین من کف النبی ﷺ۔(۱)

’’میں نے کسی ایسے ریشم یا دیباج کو نہیں چھوا جو نرمی میں رسولِ اکرم ﷺ کے ہاتھ مبارک سے بڑھ کر ہو۔‘‘

خوشبوئے دستِ اقدس

۱۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے مقدس ہاتھوں سے ہر وقت بھینی بھینی خوشبو پھوٹتی تھی۔ حضرت جابر بن سُمرہ رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آقائے محتشم ﷺ مسجد سے باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے باری باری سب بچوں کے رُخساروں پر ہاتھ پھیرا۔ آپ ﷺ نے میرے رُخسار پر بھی ہاتھ پھیرا۔

فوجدتُ لیده برداً أو ریحاً کأنما أخرجها من جؤنةِ عطّار۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۶، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۶۸
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۵، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۰
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۶۸، ابواب البر والصلۃ، رقم: ۲۰۱۵
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۱۱، رقم: ۶۳۰۳
۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۱۵، رقم: ۳۱۷۱۸
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۰۰، رقم: ۱۳۰۹۶
۷۔ ابو یعلی، المسند، ۶: ۴۰۵، رقم: ۳۷۶۲
۸۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۴۰۲، رقم: ۱۳۱۶۳
۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۳
۱۰۔ مقریزی، امتاع الاسماع، ۲: ۱۷۰

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۴، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۲۹
۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۳، رقم: ۳۱۷۶۵
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۲۲۸، رقم: ۱۹۴۴
۴۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۵۷۳

’’پس میں نے آپ ﷺ کے دستِ اقدس کی ٹھنڈک اور خوشبو یوں محسوس کی جیسے آپ ﷺ نے اُسے ابھی عطار کی ڈبیہ سے نکالا ہو۔‘‘

۲۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ کے دستِ اقدس ہمیشہ معطر رہتے، جو لوگ حضور ﷺ سے مصافحہ کرتے وہ کئی کئی دن دستِ اقدس کی خوشبو کی سرشاری کو مشامِ جان میں محسوس کرتے رہتے:

وکأن کفه کف عطار طيب مسها بطيب أو لا مسها، فإذا صافحه المصافح يظل يومه يجد ريحاً و يضعها علی رأس الصبی فيعرف من بين الصبيان من ريحها علی رأسه۔(۱)

’’اور آپ ﷺ کے مبارک ہاتھ عطار کے ہاتھوں کی طرح معطر رہتے، خواہ خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں۔ آپ ﷺ سے مصافحہ کرنے والا شخص سارا دن اپنے ہاتھوں پر خوشبو پاتا اور جب کسی بچے کے سر پر دستِ شفقت پھیر دیتے تو وہ (بچہ) خوشبوئے دستِ اقدس کے باعث دوسرے بچوں سے ممتاز ٹھہرتا۔‘‘

دستِ مبارک کی ٹھنڈک

۱۔ خوشبو کے علاوہ سردارِ دوجہاں ﷺ کے مبارک ہاتھوں کا لمس انتہائی خوشگوار ٹھنڈک کا کیف انگیز احساس بخشتا تھا۔ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نماز ادا فرمائی، اس کے بعد:

و قام الناس، فجعلوا يأخذون يديه فيمسحون بهما وجوههم، قال: فأخذت بيده فوضعُتها علی وجهی، فإذا هی أبرد من الثلج، و أطيب رائحة من المسک۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱: ۳۳۷

۲۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۳۰۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۶۰

←

’’لوگ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کا دستِ اقدس پکڑ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے، میں نے بھی آپ ﷺ کا دستِ انور اپنے چہرے پر پھیرا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔‘‘

۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے، آپ ﷺ نے محبت سے میرے سر اور سینے پر اپنا دستِ اقدس پھیرا۔ اس سے یہ کیفیت پیدا ہوئی:

فما زلتُ أجد برده علی کبدی فما یخال إلی حتی الساعة۔(۱)

’’میں ہمیشہ اپنے جگر میں آپ ﷺ کے دستِ اقدس کی ٹھنڈک اور خنکی پاتا رہا، مجھے خیال ہے کہ اس (موجودہ) گھڑی تک وہ ٹھنڈک پاتا ہوں۔‘‘

۲۲۔ دستِ اقدس کی برکتیں

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے مبارک ہاتھ ہزاروں باطنی اور روحانی فیوض و برکات کے حامل تھے۔ جس کسی کو آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے مَس کیا اُس کی حالت ہی بدل گئی۔ وہ ہاتھ کسی بیمار کو لگا تو نہ صرف یہ کہ وہ تندرست و شفایاب ہوگیا بلکہ اس خیر و

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۰۹

۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۳: ۶۷، رقم: ۱۶۳۸

۴۔ دارمی، السنن، ۱: ۳۶۶، رقم: ۱۳۶۷

۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۱۵، رقم: ۲۹۴

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۴۲، کتاب المرضیٰ، رقم: ۵۳۳۵

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۶۷، رقم: ۶۳۱۸

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۷۱

۴۔ بخاری، الادب المفرد، ۱: ۱۷۶، رقم: ۴۹۹

۵۔ مقدسی، الأحادیث المختارہ، ۳: ۲۱۲، رقم: ۱۰۱۳

برکت کی تاثیر تادمِ آخر وہ اپنے قلب و روح میں محسوس کرتا رہا۔ کسی کے سینے کو یہ ہاتھ لگا تو اُسے علم و حکمت کے خزانوں سے مالا مال کر دیا۔ بکری کے خشک تھنوں میں اُس دستِ اقدس کی برکت اُتری تو وہ عمر بھر دودھ دیتی رہی۔ توشہ دان میں موجود گنتی کی چند کھجوروں کو اُن ہاتھوں نے مَس کیا تو اُس سے سالوں تک منوں کے حساب سے کھانے والوں نے کھجوریں کھائیں مگر پھر بھی اُس ذخیرہ میں کمی نہ آئی۔ بقول اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ:

ہاتھ جس سمت اُٹھایا غنی کر دیا

اُن ہاتھوں کی فیض رسانی سے تہی دست بے نوا گدا، دوجہاں کی نعمتوں سے مالا مال ہوگئے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی زندگیوں میں بارہا ان مبارک ہاتھوں کی خیر و برکت کا مشاہدہ کیا۔ وہ خود بھی اُن سے فیض حاصل کرتے رہے اور دوسروں کو بھی فیض یاب کرتے رہے، اس حوالے سے متعدد روایات مروی ہیں:

(۱) دستِ مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ دوسروں کو فیض یاب کرتے رہے

حضرت ذیال بن عبید رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ ان کے والد نے رسول اللہ ﷺ سے ان کے حق میں دعائے خیر کے لئے عرض کیا:

فقال: ادن یا غلام، فدنا منه فوضع یده علی رأسه، وقال: بارک الله فیک!

''آپ ﷺ نے فرمایا بیٹا! میرے پاس آؤ، حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے قریب آ گئے، آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اُن کے سر پر رکھا اور فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے۔''

حضرت ذیال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فرأيتُ حنظلة يؤتى بالرجل الوارم وجهه وبالشاة الوارم ضرعها فيتفل في كفه، ثم يضعها على صُلعته، ثم يقول: بسم الله على أثر يد رسول الله ﷺ، ثم يمسح الورم فيذهب۔(۱)

میں نے دیکھا کہ جب کسی شخص کے چہرے پر یا بکری کے تھنوں پر ورم ہو جاتا تو لوگ اسے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آتے اور وہ اپنے ہاتھ پر اپنا لعابِ دہن ڈال کر اپنے سر پر ملتے اور فرماتے بسم اللہ علی اثرید رسول اللہ ﷺ اور پھر وہ ہاتھ ورم کی جگہ پر مل دیتے تو ورم فوراً اُتر جاتا۔''

(۲) دستِ مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ کے بال عمر بھر سیاہ رہے

حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ کے سر اور داڑھی پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو اُس کی برکت سے ۱۰۰ سال سے زائد عمر پانے کے باوجود اُن کے سر اور داڑھی کا ایک بال بھی سفید نہ ہوا۔ اس آپ بیتی کے وہ خود راوی ہیں:

قال لي رسول الله ﷺ: ادن مني، قال: فمسح بيده على رأسه ولحيته، قال، ثم قال: اللهم جمله و ادم جماله، قال: فلقد بلغ بضعا ومائة سنة، وما في رأسه ولحيته بياض الانبذ يسير، ولقد

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷:۷۲

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۶۸

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴:۶، رقم: ۳۴۷۷

۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳:۱۹۱، رقم: ۲۸۹۶

۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴:۲۱۱

۶۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۳:۳۷، رقم: ۱۵۲

۷۔ ابن حجر، الاصابہ، ۲:۱۳۳

كان منبسط الوجه ولم ينقبض وجهه حتى مات۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ میرے قریب ہو جاؤ۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میرے سر اور داڑھی پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور دعا کی: الٰہی! اسے زینت بخش اور ان کے حسن و جمال کو گندم گوں کر دے۔ راوی کہتے ہیں کہ اُنہوں نے ۱۰۰ سال سے زیادہ عمر پائی، لیکن ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید نہیں ہوئے، سیاہ رہے، ان کا چہرہ صاف اور روشن رہا اور تادم آخر ایک ذرہ بھر شکن بھی چہرہ پر نمودار نہ ہوئی۔‘‘

(۳) دستِ مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے خشک تھنوں میں دودھ اُتر آیا

سفرِ ہجرت کے دوران جب حضور نبیٔ اکرم ﷺ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اُم معبد رضی اللہ عنہا کے ہاں پہنچے اور اُن سے کھانے کے لئے گوشت یا کچھ کھجوریں خریدنا چاہیں تو ان کے پاس یہ دونوں چیزیں نہ تھیں۔ حضور علیہ السلام کی نگاہ اُن کے خیمے میں کھڑی ایک کمزور دُبلی سوکھی ہوئی بکری پر پڑی آپ ﷺ نے دریافت فرمایا یہ بکری یہاں کیوں ہے؟ حضرت اُمِ معبد نے جواب دیا: لاغر اور کمزور ہونے کی وجہ سے یہ ریوڑ سے پیچھے رہ گئی ہے اور یہ چل پھر بھی نہیں سکتی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا یہ دودھ دیتی ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اجازت ہو تو دودھ دوہ لوں؟ عرض کیا: دودھ تو یہ دیتی نہیں، اگر آپ دوہ سکتے ہیں تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ پس آپ ﷺ نے اسے دوھا، آگے روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

فدعا بها رسول الله ﷺ فمسح بيده ضرعها و سمى الله تعالىٰ ودعا لها في شاتها، فتفاجت عليه ودرّت فاجتبرت، فدعا بإناءٍ

---

(۱) ا۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۷۷

۲۔ عسقلانی، الاصابہ، ۴:۵۹۹، رقم: ۵۷۶۳

۳۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۱:۵۴۲، رقم: ۴۳۲۶

يربض الرهط فحلب فيه ثجاً حتى علاه البهاء، ثم سقاها حتىٰ رويت وسقىٰ أصحابه حتى رووا و شرب آخرهم حتى أراضوا ثم حلب فيه الثانية على هدة حتىٰ ملأ الإناء، ثم غادرهٗ عندها ثم بايعها و ارتحلوا عنها۔(۱)

''آپ ﷺ نے اُسے منگوا کر بسم اللہ کہ کر اُس کے تھنوں پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور اُم معبد کے لئے ان کی بکریوں میں برکت کی دعا دی۔ اس بکری نے آپ ﷺ کے لئے اپنی دونوں ٹانگیں پھیلا دیں، کثرت سے دودھ دیا اور تابع فرمان ہوگئی۔ آپ ﷺ نے ایسا برتن طلب فرمایا جو سب لوگوں کو سیراب کر دے اور اُس میں دودھ دوہ کر بھر دیا، یہاں تک کہ اُس میں جھاگ آ گئی۔ پھر اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کو پلایا، وہ سیر ہوگئیں تو اپنے ساتھیوں کو پلایا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔ سب کے بعد آپ ﷺ نے نوش فرمایا، پھر دوسری بار دودھ دوہا۔ یہاں تک کہ وہی برتن پھر بھر دیا اور اُسے بطورِ نشان اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کے پاس چھوڑا اور اُسے اِسلام میں بیعت کیا، پھر سب وہاں سے چل دیئے۔''

تھوڑی دیر بعد حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کا خاوند آیا، اُس نے دودھ دیکھا تو

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳:۱۰، رقم:۴۲۷۴
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۶:۵۶
۳۔ شیبانی، الآحاد والمثانی، ۶:۲۵۲، رقم:۳۴۸۵
۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴:۴۹، رقم: ۳۶۰۵
۵۔ ہبۃ اللہ، اعتقاد اہل السنۃ، ۴:۷۷۸
۶۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۴:۱۹۵۹
۷۔ عسقلانی، الاصابہ، ۸:۳۰۶
۸۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۲۳۰
۹۔ ابونعیم، دلائل النبوہ، ۱:۶۰
۱۰۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱:۴۷۱

حیران ہوکر کہنے لگا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا نے جواباً آقائے دوجہاں ﷺ کا حلیہ شریف اور سارا واقعہ بیان کیا، جس کا ذکر ہم متعلقہ مقام پر کر آئے ہیں۔ وہ بولا وہی تو قریش کے سردار ہیں جن کا چرچا ہو رہا ہے۔ میں نے بھی قصد کرلیا ہے کہ اُن کی صحبت میں رہوں چنانچہ وہ دونوں میاں بیوی مدینہ منورہ پہنچ کر مسلمان ہوگئے۔

حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا قسم کھا کر بیان کرتی ہیں کہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں حضور ﷺ نے حیاتِ مبارکہ کے دس برس گزارے، پھر اڑھائی سالہ خلافتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دور گزرا اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا۔ ان کے دورِ خلافت کے اواخر میں شدید قحط پڑا، یہاں تک کہ جانوروں کے لئے گھاس پھوس کا ایک تنکا بھی میسر نہ آتا۔ وہ فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم! آقائے دوجہاں ﷺ کے دستِ اقدس کے لمس کی برکت سے میری بکری اُس قحط سالی کے زمانے میں بھی صبح و شام اُسی طرح دودھ دیتی رہی۔

(۴) دستِ مصطفیٰ ﷺ کے لمس سے لکڑی تلوار بن گئی

غزوۂ بدر میں جب حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے اُنہیں ایک سوکھی لکڑی عطا کی جو اُن کے ہاتھوں میں آکر شمشیرِ آبدار بن گئی۔

فعاد سيفا فى يده طويل القامة، شديد المتن أبيض الحديدة فقاتل به حتى فتح الله تعالٰى على المسلمين وكان ذلك السيف يُسمّى العون۔(۱)

---

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۳:۱۸۵

۲۔ بیہقی، الاعتقاد، ۱:۲۹۵

۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۱:۴۱۱

۴۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۱:۳۰۸

۵۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۳: ۱۰۸۰، رقم: ۱۸۳۷

←

’’جب وہ لکڑی اُن کے ہاتھ میں گئی تو وہ نہایت شاندار لمبی، چمکدار مضبوط تلوار بن گئی، تو اُنہوں نے اُسی کے ساتھ جہاد کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور وہ تلوار عون (یعنی مددگار) کے نام سے موسوم ہوئی۔‘‘

جنگِ اُحد میں حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی تو آپ ﷺ نے اُنہیں کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی۔

فرجع في يد عبدالله سيفاً۔(۱)

’’جب وہ حضرت عبداللہ ﷺ کے ہاتھ میں گئی تو وہ (نہایت عمدہ) تلوار بن گئی۔‘‘

۵۔ دستِ اقدس کے لمس سے کھجور کی شاخ روشن ہوگئی

آقائے دوجہاں ﷺ کے دستِ اقدس کے لمس کی برکت سے کھجور کی شاخ میں روشنی آ گئی جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری ﷺ فرماتے ہیں: حضرت قتادہ بن نعمان ﷺ ایک اندھیری رات میں طوفانِ باد و باراں کے دوران دیر تک حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے رہے۔ جاتے ہوئے آپ ﷺ نے اُنہیں کھجور کی ایکشاخ عطا فرمائی اور فرمایا:

إنطلق به فإنه سيضئ لک مِن بين يديک عشرا، و مِن خلفک عشراً، فإذا دخلت بيتک فستری سواداً فأضربه حتی يخرج، فإنه الشيطان۔(۱)

۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۱۸۸

۷۔ نووی، تہذیب الاسماء، ۱:۳۱۰، رقم: ۳۱۸

(۱) ۱۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۳۵۹

۲۔ أزدی، الجامع، ۱۱:۲۷۹

۳۔ ابن حجر، الاصابہ، ۴:۳۶، رقم: ۴۵۸۶

”اسے لے جاؤ! یہ تمہارے لئے دس ہاتھ تمہارے آگے اور دس ہاتھ تمہارے پیچھے روشنی کرے گی اور جب تم اپنے گھر میں داخل ہو گے تو تمہیں ایک سیاہ چیز نظر آئے گی پس تم اُسے اتنا مارنا کہ وہ نکل جائے کیونکہ وہ شیطان ہے۔“

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے تو وہ شاخ ان کے لئے روشن ہوگئی یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہوگئے اور اندر جاتے ہی اُنہوں نے اُس سیاہ چیز کو پالیا اور اتنا مارا کہ وہ نکل گئی۔

(٦) توشہ دان میں کھجوروں کا ذخیرہ

بیہقی، ابونعیم، ابن سعد، ابن عساکر اور زرقانی نے یہ واقعہ ابو منصور سے بطریق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ ایک جنگ میں سینکڑوں کی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے جن کے کھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُس موقع پر میرے ہاتھ ایک توشہ دان (ڈبہ) لگا، جس میں کچھ کھجوریں تھیں۔ آقائے دوجہاں ﷺ کے استفسار پر میں نے عرض کیا کہ میرے پاس کچھ کھجوریں ہیں۔ فرمایا: لے آؤ۔ میں وہ توشہ دان لے کر حاضر خدمت ہوگیا اور کھجوریں گنیں تو وہ کل اکیس نکلیں۔ حضور ﷺ نے اپنا دستِ اقدس اُس توشہ دان پر رکھا اور پھر فرمایا:

أدع عشرة، فدعوت عشرةً فأكلوا حتىٰ شبعوا ثم كذالک حتىٰ أكل الجيش كله و بقي من التمر معي في المزود۔ قال: يا

---

(۱) ۱۔ قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، ۱: ۲۱۹

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۶۵، رقم: ۱۱۶۴۲

۳۔ ابن خزیمہ، صحیح، ۳: ۸۱، رقم: ۱۶۶۰

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹: ۱۳، رقم: ۱۹

۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۲: ۱۶۷

۶۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۹

۷۔ مناوی، فیض القدیر، ۵: ۷۳

أباهريرة! إذا أردت أن تأخذ منه شيئًا فادخل يدک فيه ولا تكفه۔ فأكلتُ منه حياة النبي ﷺ وأكلت منه حياة أبي بكر كلها و أكلت منه حياة عمر كلها و أكلت منه حياة عثمان كلها، فلما قُتل عثمان إنتهب ما في يدي وانتهب المزود۔ ألا أخبركم كم أكلتُ منه؟ أكثر من مأتي وسق ۔(۱)

''دس آدمیوں کو بلاؤ! میں نے بلایا۔ وہ آئے اور خوب سیر ہو کر چلے گئے۔ اسی طرح دس دس آدمی آتے اور سیر ہو کر اٹھ جاتے یہاں تک کہ تمام لشکر نے کھجوریں کھائیں اور کچھ کھجوریں میرے پاس توشہ دان میں باقی رہ گئیں آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! جب تم اس توشہ دان سے کھجوریں نکالنا چاہو ہاتھ ڈال کر ان میں سے نکال لیا کرو، لیکن توشہ دان نہ انڈیلنا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے زمانے میں اس سے کھجوریں کھاتا رہا اور پھر حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پورے عہد خلافت تک اس میں سے کھجوریں کھاتا رہا اور خرچ کرتا رہا۔ اور جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو جو کچھ میرے پاس تھا وہ چوری ہوگیا اور وہ توشہ دان بھی میرے گھر سے چوری ہوگیا۔ کیا تمہیں بتاؤں کہ میں نے اس میں سے کتنی کھجوریں کھائیں ہوں گی؟ تخمیناً دو سو وسق سے زیادہ میں نے کھائیں۔''

یہ سب کچھ حضور ﷺ کے دستِ اقدس کی برکتوں کا نتیجہ تھا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

(۱) ۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ) ۶:۱۱۷

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۸۵، ابواب المناقب، رقم: ۳۸۳۹

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۵۲

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۴۶۷، رقم: ۶۵۳۲

۵۔ اسحاق بن راھویہ، المسند، ۱:۷۵، رقم: ۳

۶۔ بیہقی، الخصائص الکبریٰ، ۲:۸۵

۷۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۲:۶۳۱

نے اُس توشہ دان سے منوں کے حساب سے کھجوریں نکالیں مگر پھر بھی تادمِ آخر وہ ختم نہ ہوئیں۔

(۷) دستِ شفا سے ٹوٹی ہوئی پنڈلی جڑ گئی

حضرت براء بن عازب ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عتیک دشمنِ رسول ابو رافع یہودی کو جہنم رسید کر کے واپس آرہے تھے کہ اُس کے مکان کے زینے سے گر گئے اور اُن کی پنڈلی ٹوٹ گئی۔ وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ٹانگ کھولو۔ وہ بیان کرتے ہیں:

فبسطتُ رجلی، فمسحها، فکأنّما لم أشتکها قط۔(۱)

’’میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا۔ حضور ﷺ نے اس پر اپنا دستِ شفا پھیرا، آپ ﷺ کے دستِ کرم کے پھیرتے ہی میرے پنڈلی ایسی درست ہوگئی کہ گویا کبھی وہ ٹوٹی ہی نہ تھی۔‘‘

(۸) دستِ اقدس کی فیض رسانی

حضرت علی المرتضٰی ﷺ کو آقائے دوجہاں ﷺ نے یمن کا گورنر تعینات کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ مقدمات کے فیصلے میں میری ناتجربہ کاری آڑے آئے گی۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنا دستِ مبارک اُن کے سینے پر پھیرا جس کی برکت سے انہیں کبھی کوئی

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح ۴: ۱۴۸۳، کتاب المغازی، رقم: ۳۸۱۳
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۸۰
۳۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۵۶
۴۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۳: ۹۴۶
۵۔ ابونعیم، دلائل النبوہ، ۱: ۱۲۵، رقم: ۱۳۴
۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۴: ۱۳۹
۷۔ ابن تیمیہ، الصارم المسلول، ۲: ۲۹۴

فیصلہ کرنے میں دشواری نہ ہوئی۔ حضور ﷺ کے دستِ اقدس کی فیض رسانی کا حال آپ ﷺ یوں بیان کرتے ہیں:

فضرب بيده في صدري، و قال: اللهم اهد قلبه و ثبت لسانه۔ قال فما شككتُ في قضاء بين اثنين۔(۱)

’’حضور ﷺ نے اپنا دستِ کرم میرے سینے پر مارا اور دعا کی: اے اللہ! اس کے دل کو ہدایت پر قائم رکھ اور اس کی زبان کو حق پر ثابت رکھ۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ (خدا کی قسم) اُس کے بعد کبھی بھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلے کرنے میں ذرہ بھر غلطی کا شائبہ بھی مجھے نہیں ہوا۔‘‘

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی قوت حافظہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قلتُ: يا رسول الله، إني أسمع منك حديثاً كثيراً فأنساه؟ قال: أبسط، رداءك، فبسطتُه، قال: فغرف بيديه فيه، ثم قال: ضمه فضممته، فما نسيتُ شيئاً بعده۔ (۲)

’’میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیک وسلم سے بہت کچھ سنتا

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۷۷۴، کتاب الاحکام، رقم: ۲۳۱۰
۲۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۶۱، رقم: ۹۴
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲:۳۳۷
۴۔ احمد بن ابی بکر، مصباح الزجاجہ، ۳:۴۲، رقم: ۸۱۸
۵۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲:۱۲۲

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۵۶، کتاب العلم، رقم: ۱۱۹
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۹۴۰، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۴۹۱
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۸۴، ابواب المناقب، رقم: ۳۸۳۵
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۶:۱۰۵، رقم: ۷۱۵۳

←

ہوں مگر بھول جاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی چادر پھیلا؟ میں نے پھیلا دی، تو آپ ﷺ نے لپ بھر بھر کر اس میں ڈال دیئے اور فرمایا: اسے سینے سے لگا لے۔ میں نے ایسا ہی کیا، پس اس کے بعد میں کبھی کچھ نہیں بھولا۔‘‘

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے دستِ اقدس کی خیر و برکت کی تاثیر کے حوالے سے یہ چند واقعات ہم نے محض بطورِ نمونہ درج کئے ورنہ دستِ شفا کی معجز طرازیوں سے کتبِ احادیث و سیر بھری پڑی ہیں۔

۲۳۔ انگشتانِ مبارک

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے ہاتھ مبارک کی انگلیاں خوبصورت، سیدھی اور دراز تھیں۔

۱۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ ﷺ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ ﷺ ...... سائل الأطراف۔(۱)

’’حضور ﷺ کی انگشتانِ مبارک لمبی اور خوبصورت تھیں۔‘‘

۲۔ ایک روایت میں آپ ﷺ کی خوبصورت انگلیوں کو چاندی کی ڈلیوں سے تشبیہ

۵۔ ابویعلی، المسند، ۱۱: ۸۸، رقم: ۶۲۱۹

۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۳۲۹

۷۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۴: ۱۷۷۱

۸۔ عسقلانی، الاصابہ، ۷: ۴۳۶

۹۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۲: ۴۹۶

۱۰۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۱۲: ۱۷۴

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۵۶، رقم: ۴۱۴

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۴۳۰

۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۵

دی گئی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

كأن أصابعه قضبان فضة۔(۱)

’’حضور ﷺ کی انگلیاں مبارک چاندی کی ڈلیوں کی طرح تھیں۔‘‘

انہی مقدس انگلیوں کے اشارے پر چاند وجد میں آجایا کرتا تھا، شق القمر کا معجزہ انہی مقدس انگلیوں کے اُٹھ جانے سے ظہور میں آیا، انہی مقدس انگلیوں سے پانی کے چشمے رواں ہوگئے۔

۳۔ حضرت میمونہ بنت کردم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

خرجت فی حجة حجها رسول اللهﷺ، فرأيتُ رسول الله ﷺ وطول اصبعه التی تلی الابهام أطول علی سائر أصابعه، و قال: فی موضع آخر روی عن أصابع رسول اللهﷺ، أن المشيرة كانت أطول من الوسطی، ثم الوسطیٰ أقصر منها، ثم البنصر من الوسطی۔ (۲)

’’میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر باہر نکلی تو میں نے حضور ﷺ کے انگوٹھے کے ساتھ شہادت والی انگلی کی لمبائی کو دیکھا کہ وہ باقی سب انگلیوں سے دراز ہے۔ اور حضور ﷺ کے انگلیوں کے بارے میں دوسری جگہ روایت ہے کہ اشارے کرنے والی انگلی (شہادت والی انگلی) درمیانی انگلی سے

(۱) ۱۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۳۰۵
۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۴۰
۳۔ مناوی، فیض القدیر، ۵:۷۸

(۲) ۱۔ مناوی، فیض القدیر، ۵:۱۹۵
۲۔ حکیم ترمذی، نوادر الاصول فی أحادیث الرسول، ۱:۱۶۷، ۱۶۸
۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۶۸، رقم: ۴۷۱
۴۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ۲:۱۵

لمبی تھی، درمیانی انگلی شہادت والی سے چھوٹی اور انگوٹھی والی انگلی درمیانی انگلی سے چھوٹی تھی۔

۲۴۔ ہتھیلیاں مبارک

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی مقدس اور نورانی ہتھیلیاں کشادہ اور پرگوشت تھیں۔ اس بارے میں متعدد روایات ہیں:

۱۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم...... رحب الراحۃ۔(۱)

''حضور ﷺ کی ہتھیلیاں فراخ تھیں۔''

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

وکان بسط الکفین۔(۲)

''حضور ﷺ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔''

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲:۱۵۶
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۵، رقم: ۱۴۳۰
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۷۳
۴۔ ابن حبان، الثقات، ۲:۱۴۶
۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۵
۶۔ مناوی، فیض القدیر، ۵:۷۸
۷۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۱۵۶
۸۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱:۴۲۲
۹۔ نووی، تہذیب الاسماء، ۱:۵۲

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۲۱۲، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۶۷
۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۰:۳۵۹

آقائے دوجہاں ﷺ کی مبارک ہتھیلیوں میں نرماہٹ، خنکی اور ٹھنڈک کا احساس آپ ﷺ کا ایک منفرد وصف تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مبارک ہتھیلیوں سے بڑھ کر کوئی شے نرم اور ملائم نہ تھی۔ رسول اکرم ﷺ جب کسی سے مصافحہ فرماتے یا سر پر دستِ شفقت پھیرتے تو اُس سے ٹھنڈک اور سکون کا یوں اِحساس ہوتا جیسے برف جسم کو مَس کر رہی ہو۔

حضرت عبداللہ بن ہلال انصاری رضی اللہ عنہ کو جب اُن کے والدِ گرامی دعا کے لئے حضور سرورِ کونین ﷺ کی خدمت میں لے کر گئے تو اُس موقع پر آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور اُن کے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔ وہ اپنے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں:

فما أنسیٰ وضع رسول اللہ ﷺ یدہ علی رأسی حتی وجدت بردھا۔(۱)

''حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دستِ شفقت کی ٹھنڈک اور حلاوت کو میں کبھی نہیں بھولا، جب آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک میرے سر پر رکھا۔''

۲۵۔ بغل مبارک

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی مبارک بغلیں سفید، صاف و شفاف اور نہایت خوشبودار تھیں، جس کے بارے میں کتب احادیث و سیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعدد احادیث مروی ہیں:

۱۔ ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے لئے وضو کا پانی پیش کیا، آپ ﷺ نے خوش ہو کر اُنہیں دُعا دی اور اپنے مبارک ہاتھوں کو بلند فرمایا۔ وہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ:

---

(۱) ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹:۳۹۹

و رأيتُ بياض إبطيه۔(۱)

’’میں نے حضور ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔‘‘

۲۔ آپ ﷺ کی مبارک بغلوں کی خوشبودار ہونے کے حوالے سے بنی حریش کا ایک شخص اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں اپنے والدِ گرامی کے ساتھ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا، اُس وقت حضرت ماعز بن مالک ﷺ کو اُن کے اقرارِ جرم پر سنگسار کیا جارہا تھا۔ مجھ پر خوف سا طاری ہوگیا، ممکن تھا کہ میں بے ہوش ہوکر گر پڑتا:

فضمني إليه رسول اللہ ﷺ، فسال عليّ مِن عرقِ إبطه مثل ريحِ المسکِ۔(۲)

’’پس رسولِ اکرم ﷺ نے مجھے اپنے ساتھ لگالیا (گویا گرتے دیکھ کر مجھے تھام لیا) اس وقت آپ ﷺ کی مبارک بغلوں کا پسینہ مجھ پر گرا جو کستوری کی خوشبو کی مانند تھا۔‘‘

انسانی جسم کا وہ حصہ جس سے عموماً پسینہ کی وجہ سے ناپسندیدہ بو آتی ہے، حضور ختمی مرتبت ﷺ کے جسمِ اطہر کے حسن و جمال میں اضافے کا موجب بنا اور وہ خوش

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۴۵، کتاب المناقب، رقم: ۶۰۲۰
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۴۴، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۴۹۸
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۴۰، رقم: ۸۱۸۷
۴۔ زرقانی، شرح المواھب اللدنیہ، ۵: ۴۶۰

(۲) ۱۔ دارمی، السنن، ۱: ۳۴، رقم: ۶۴
۲۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۱۶
۳۔ زرقانی، شرح المواھب اللدنیہ، ۵: ۴۶۱
۴۔ عسقلانی، الاصابہ، ۲: ۵۷
۵۔ عسقلانی، لسان المیزان، ۲: ۱۷۰
۶۔ ذہبی، میزان الاعتدال، ۲: ۱۹۳

نصیب صحابۂ کرام ﷺ جنہیں حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک و مقدس بغلوں کے پسینے کی خوشبو سے مشامِ جاں کو معطر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، وہ عمر بھر اُس سعادت پر نازاں رہے۔

۲۶۔ سینۂ اقدس

آقائے دوجہاں ﷺ کا سینۂ اقدس فراخ، کشادہ اور ہموار تھا۔ جسمِ اطہر کے دوسرے حصوں کی طرح حسنِ تناسب اور اعتدال و توازن کا نادر نمونہ تھا۔ سینۂ انور سے ناف مبارک تک بالوں کی ایک خوشنما لکیر تھی، اس کے علاوہ آپ ﷺ کا سینۂ اقدس بالوں سے خالی تھا۔ حضور ﷺ کا سینۂ انور قدرے ابھرا ہوا تھا، یہی وہ سینۂ انور تھا جسے بعض حکمتوں کے پیش نظر آپ ﷺ کی حیاتِ مقدسہ کے مختلف مرحلوں میں کئی بار چاک کر کے انوار و تجلیات کا خزینہ بنایا گیا اور اسے پاکیزگی اور لطافت و طہارت کا گہوارہ بنا دیا گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا سینہ فراخی، کشادگی، وسعت اور حسن تناسب میں اپنی مثال آپ تھا۔

۱۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ ﷺ سینۂ اقدس کے فراخ اور کشادہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ ...... عريض الصدر۔ (۱)

''رسول اللہ ﷺ کا سینۂ انور فراخی (کشادگی) کا حامل تھا۔''

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۲، باب فی خلق رسول اللہ ﷺ
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۴۳۰
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۵۵، رقم: ۴۱۴
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۳
۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۵
۶۔ ابن حبان، الثقات: ۲: ۱۴۶
۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۲
۸۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۵۶

۲۔ اس حوالے سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے:

و كان عريض الصدر ممسوحه كأنه المرايا في شدتها و إستوائها، لا يعدو بعض لحمه بعضاً، على بياض القمر ليلة البدر۔(۱)

''حضور ﷺ کا سینۂ اقدس فراخ اور کشادہ، آئینہ کی طرح سخت اور ہموار تھا، کوئی ایک حصہ بھی دوسرے سے بڑھا ہوا نہ تھا اور سفیدی اور آب و تاب میں چودھویں کے چاند کی طرح تھا۔''

۳۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

كان رسول الله ﷺ فسيح الصدر۔ (۲)

''اللہ کے رسول ﷺ کے مقدس سینے میں وسعت پائی جاتی تھی۔''

۲۷۔ قلبِ اطہر

نبی آخر الزماں ﷺ کا قلبِ اطہر علوم و معارف کا گنجینہ اور انوار و تجلیاتِ الٰہیہ کا خزینہ تھا۔ چونکہ اس بے مثال قلبِ انور پر قرآنِ حکیم کا نزول ہونا تھا، اسے شرحِ صدر کے بعد منبعِ رُشد و ہدایت بنا دیا گیا تاکہ تمام کائناتِ جن و انس ابدالآباد تک اُس سے ایمان و اِیقان کی روشنی کشید کرتی رہے۔

خود قرآنِ مجید کی بعض آیات اور الفاظ آقائے دوجہاں حضور رحمتِ عالم ﷺ کے قلبِ اطہر سے منسوب ہیں اور مفسرین نے ایسے مقامات کی نشاندہی بھی کی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ○ (۳)

''قسم ہے ستارے (یعنی نورِ مبین) کی جب وہ (معراج سے) اُترا ○''

(۱) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۳۰۴

(۲) ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۱:۳۳۰

(۳) القرآن، النجم، ۵۳:۱

قاضی عیاض حضرت جعفر بن محمد سے وَالنَّجْمِ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

النجم: هو قلب محمد ﷺ۔ (۱)

نجم سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا قلبِ انور ہے۔

دوسرے مقام پر قرآن مجید نے قلبِ مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○ (۲)

''جو (رسول ﷺ نے) دیکھا قلب نے اُسے جھوٹ نہ جانا (سمجھ لیا کہ یہ حق ہے)○''

اللہ ربُ العزت نے قرآن حکیم میں اپنے محبوب ﷺ کے قلبِ اطہر اور سینۂ اقدس کا ایک ہی مقام پر تمثیلی پیرائے اور استعاراتی انداز میں یوں ذکر فرمایا:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ۔ (۳)

''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اُس کے نور کی مثال (جو نورِ محمدی ﷺ کی شکل میں دُنیا میں روشن ہوا) اُس طاق (نما سینۂ اقدس) جیسی ہے جس میں چراغِ (نبوت روشن) ہے، (وہ) چراغ فانوسِ (قلبِ محمدی) میں رکھا ہے۔''

امام خازن رحمۃ اللہ علیہ اِس آیتِ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا:

أخبرني عن قوله تعالیٰ: مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ۔

''مجھے باری تعالیٰ کے ارشاد ...... اس کے نور کی مثال (جو نورِ محمدی ﷺ کی شکل میں دنیا میں روشن ہوا) اس طاق (نما سینہ اقدس) جیسی ہے ...... کے بارے میں بتائیں کہ اس سے کیا مراد ہے؟''

حضرت کعب ﷺ نے جواب دیا:

---

(۱) قاضی عیاض، الشفا، ۱:۲۳

(۲) القرآن، النجم، ۵۳:۱۱

(۳) القرآن، النور، ۲۴:۳۵

هذا مثل ضربه الله لنبيهﷺ، فالمشکوة صدره، والزجاجة قلبه، والمصباح فيه النبوة توقد من شجر مبارکة هي شجرة النبوة۔(۱)

''(آیتِ مذکورہ میں) باری تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کے متعلق ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ مشکوۃ سے آپ ﷺ کا سینۂ اقدس مراد ہے، زجاجۃ سے مراد آپ ﷺ کا قلبِ اطہر ہے، جبکہ مصباح سے مراد وہ صفتِ نبوت ہے جو شجرۂ نبوت سے روشن ہے۔''

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کے مبارک سینے کو انوار و معارفِ الٰہیہ کا خزینہ بنایا۔

حضور ﷺ کا قلبِ منور سوز و گداز اور محبت و شفقت کا مخزن تھا۔ انسان تو انسان آپ ﷺ کسی جانور پر بھی تشدد برداشت نہ کر سکتے تھے۔ حضور رحمتِ عالم ﷺ انتہائی رقیق القلب تھے، دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہوتے، اُن کا غم بانٹتے اور اُن کے زخموں پر شفا کا مرہم رکھتے، ہر وقت دوسروں کی مدد کے لئے تیار رہتے، بیماروں کی عیادت فرماتے، حرفِ تسلی سے اُن کا حوصلہ بڑھاتے اور اُنہیں اِعتماد کی دولت سے نوازتے۔ قرآنِ مجید کا فرمان ہے کہ اگر حضور ﷺ نرم دل اور رقیق القلب نہ ہوتے تو پروانوں کا ہجوم شمعِ رسالت کے گرد اِس طرح جمع نہ ہوتا۔

ارشادِ ربانی ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔(۲)

''(اے حبیبِ والا صفات!) پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ اُن کے لئے نرم طبع ہیں اور اگر آپ تُندخُو (اور) سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے۔''

اقبالؒ نے حضور ﷺ کی خوئے دل نوازی اور بندہ پروری کا ذکر اس شعر میں کس

(۱) خازن، لباب التاویل فی معانی التنزیل، ۵:۵۶

(۲) القرآن، آل عمران، ۳:۱۵۹

حسن وخوبی سے کیا ہے:

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق

اللہ ربّ العزت نے رسول اکرم ﷺ کو قلبِ بیدار عطا کیا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إن عيني تنامان و لا ينام قلبي۔ (۱)

''بیشک میری آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔''

۲۸۔ بطنِ اقدس

حضور رحمتِ عالم ﷺ کا شکمِ اطہر سینۂ انور کے برابر تھا، ریشم کی طرح نرم اور ملائم، چاندی کی طرح سفید، چودھویں کے چاند کی طرح حسین اور چمکدار، حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا جنہیں دورانِ ہجرت آپ ﷺ کی میزبانی کا شرفِ لازوال حاصل ہوا، فرماتی

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۳۸۵، ابواب التہجد، رقم: ۱۰۹۶
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۵۰۹، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها، رقم: ۷۳۸
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۱: ۳۰۲، ۴۳۸، ابواب الصلوۃ، رقم: ۴۳۹
۴۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۴۰، کتاب الصلوۃ، رقم: ۱۳۴۱
۵۔ نسائی، السنن، ۳: ۲۳۴، کتاب قیام الیل وتطوع النهار، رقم: ۱۶۹۷
۶۔ مالک، الموطأ، ۱: ۱۲۰، رقم: ۲۶۳
۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۱۰۴
۸۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۱۸۶، رقم: ۲۴۳۰
۹۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱: ۳۰، رقم: ۴۹
۱۰۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۱۲۲، رقم: ۵۹۷
۱۱۔ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ۱۰: ۳۸۴

ہیں کہ حضور ﷺ کا شکم مبارک نہ تو بہت بڑھا ہوا تھا اور نہ بالکل ہی پتلا۔ اُن سے مروی روایت کے الفاظ ہیں:

ا۔ لم تعبه ثُجلة۔(۱)

’’حضور ﷺ پیٹ کے بڑا ہونے کے (جسمانی) عیب سے پاک تھے۔‘‘

۲۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ ﷺ روایت کرتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ ...... سواء البطن والصدر۔ (۲)

’’اللہ کے رسول ﷺ کا شکم مبارک اور سینۂ انور برابر تھے۔‘‘

۳۔ حضرت اُمِ ہلال رضی اللہ عنہا تاجدارِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ کے شکمِ اطہر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

ما رأيتُ بطن رسول اللہ ﷺ قط إلا ذكرت القراطيس المثنية

---

(۱) ا۔ حاکم، المستدرک، ۳:۰ا۶، رقم:۴۲۷۴
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴:۴۹، رقم: ۳۶۰۵
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ا:۲۳۱
۴۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۴:۱۹۵۹
۵۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ا:۱۳۹

(۲) ا۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ا:۳۶، رقم: ۸
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۵
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲:۱۵۵، رقم:۴۱۴
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۷۳
۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ا:۳۵
۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ا:۴۲۲
۷۔ ابن حبان، الثقات، ۲:۱۴۶
۸۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، ا:۱۵۶
۹۔ نووی، تہذیب الاسماء، ا:۵۲

بعضها علی بعض۔(۱)

''میں نے حضور ﷺ کے بطنِ اقدس کو ہمیشہ اِسی حالت میں دیکھا کہ وہ یوں محسوس ہوتا جیسے کاغذ تہہ در تہہ رکھے ہوں۔''

۴۔ حضور ﷺ کے شکمِ اقدس پر بال نہ تھے، ہاں بالوں کی ایک لکیر سینۂ انور سے شروع ہوکر ناف پر ختم ہوجاتی تھی:

لیس فی بطنه و لا صدره شعر غیره۔(۲)

''اُس لکیر کے علاوہ سینۂ انور اور بطنِ اقدس پر بال نہ تھے۔''

۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان رسول الله ﷺ أبیض الکشحین۔(۳)

''رسولِ اکرم ﷺ کے دونوں پہلو سفید تھے۔''

ایک ایمان افروز واقعہ

حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بہت زندہ دل تھے، محفل میں تہذیب و شائستگی کے

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۹
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴:۴۱۳، رقم:۱۰۰۶
۳۔ طیالسی، المسند، ۱:۲۲۵، رقم:۱۶۱۹
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۸۰
۵۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۲:۶۴، رقم:۶۴۵۷
۶۔ صیداوی، معجم الشیوخ، ۳:۳۹۷، رقم:۳۵۵

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۰
۲۔ طبری، تاریخ، ۲:۲۲۱
۳۔ ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱:۳۱۸

(۳) ۱۔ بخاری الادب المفرد، ۱:۹۹، رقم: ۲۵۵
۲۔ ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱:۳۲۰
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۴، ۴۱۵

دائرے میں رہتے ہوئے ایسی مزاحیہ گفتگو کرتے کہ اہلِ محفل کشتِ زعفران کی طرح کھل اُٹھتے اور اُن کے لبوں پر مسکراہٹیں بکھر جاتیں۔ ایک دن وہ حضور ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں کسی بات پر خوش طبعی کا مظاہرہ کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے تفنن طبع کے طور پر اُن کے پہلو پر ہاتھ سے ہلکی سے چپت لگائی۔ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ عرض پیرا ہوئے: ''یا رسول اللہ! آپ ﷺ کے مارنے سے مجھے تکلیف پہنچی ہے''۔ والیِ کونین ﷺ نے اپنے صحابی کی یہ بات سنی تو فرمایا: ''اگر ایسا ہے تو تم مجھ سے اس کا بدلہ لے لو''۔ وہ صحابی جو محبتِ رسول ﷺ میں بے خود اور وارفتہ ہو رہے تھے، عرض گزار ہوئے: ''یا رسول اللہ ﷺ! جب آپ نے مجھے ہاتھ مارا تھا اُس وقت میرا جسم ننگا تھا''۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے اپنی پشت اقدس پر سے قمیص مبارک اُٹھا دی اور فرمایا: لو اپنا بدلہ لے لو۔ اس پر وہ جان نثارِ رسول ﷺ وجد میں آ کر جھوم اُٹھا:

فاحتضنه، فجعل يقبل كشحه، فقال: بأبی أنت و أمی يا رسول الله! أردتُ هذا۔(۱)

''پس اُس صحابی نے آپ ﷺ کے ساتھ لپٹ کر آپ ﷺ کے پہلوئے اطہر کے بوسے لینا شروع کر دیئے، اور عرض کی: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میرا مقصد صرف یہی تھا۔''

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳:۳۲۸، رقم:۵۲۶۲

۲۔ ابو داؤد، السنن، ۴:۳۵۶، کتاب الأدب، رقم:۵۲۲۴

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸:۴۹

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱:۲۰۶، رقم:۵۵۷

۵۔ مقدسی، الاحادیث المختارۃ، ۴:۲۷۶

۶۔ زیلعی، نصب الرایۃ، ۴:۲۵۹

۷۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱:۳۴۲

۸۔ عسقلانی، الدرایۃ فی تخریج أحادیث الھدایۃ، ۲:۲۳۲

۹۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۲:۵۳

شکمِ اطہر پر ایک کی بجائے دو پتھر

والیٔ کونین ﷺ کا فقر اختیاری تھا، آپ ﷺ نے فقر و فاقہ کی زندگی بسر کی۔ غزوہ احزاب میں خندق کی کُھدائی کے دوران صحابہ کرام ﷺ میں سے کسی نے فاقہ کی شکایت کی اور عرض کیا کہ میں نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا ہے تو آپ ﷺ نے اپنے بطنِ اقدس سے کپڑا ہٹایا جہاں دو پتھر بندھے تھے۔ حدیثِ مبارکہ میں اِس کا ذکر اس طرح ہوا ہے:

فرفع رسول اللہ ﷺ عن بطنه عن حجرين۔(۱)

’’آپ ﷺ نے شکمِ اطہر سے کپڑا اُٹھایا تو اُس پر دو پتھر بندھے تھے۔‘‘

حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فقر کو غنا پر ترجیح دی، ورنہ آپ ﷺ تو ارض وسماوات بلکہ کل جہاں کے تمام خزانوں کے مالک تھے اور آپ ﷺ کو رب کریم نے قاسم بنایا تھا۔ آپ ﷺ کی شانِ فقر کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کے اہل وعیال نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہ کھایا، اکثر جَو کی روٹی آپ ﷺ کی غذا ہوتی۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

وكان أكثر خبزهم خبز الشعير۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۵۸۵، ابواب الزہد، رقم: ۲۳۷۱
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۲۷، باب ماجاء فی عیش النبی ﷺ
۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶: ۵۳
۴۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۴: ۱۵۶
۵۔ ابن ابی عاصم، کتاب الزہد، ۱: ۱۷۵
۶۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۴: ۹۶، رقم: ۴۹۶۴
۷۔ مبارکپوری، تحفۃ الأحوذی، ۷: ۳۳
۸۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۲: ۱۷۰

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۵۸۰، ابواب الزہد، رقم: ۲۳۶۰
۲۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۴: ۹۱

←

’’آلِ محمد ﷺ کی غذا اکثر و بیشتر جو کی روٹی ہوتی تھی۔‘‘

۲۔ حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں:

و ما أكل خبزاً مرققاً حتى مات۔(۱)

’’آپ ﷺ نے آخری دم تک پتلی روٹی نہیں کھائی۔‘‘

۳۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما شبع رسول الله ﷺ من خبز شعير يومين متتابعين حتى قبض۔(۲)

’’حضور نبیِ اکرم ﷺ نے مسلسل دو دن جو کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا، یہاں تک کہ آپ ﷺ وصال فرما گئے۔‘‘

۴۔ سیدنا ابوہریرہ ﷺ کی ایک دفعہ بعض لوگوں نے دعوت کی، اور اُنہیں کھانے کو بکری کا بُھنا ہوا گوشت پیش کیا، اس پر حضور ﷺ کے اُس عاشقِ زار کو آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا زمانہ یاد آگیا اور وہ معذرت کرتے ہوئے فرمانے لگے:

خرج رسول الله ﷺ من الدنيا ولم يشبع من خبز الشعير۔(۳)

۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۷۵

۴۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۳:۳۴۲

۵۔ مناوی، فیض القدیر، ۳:۱۹۹

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۳۶۹، کتاب الرقاق، رقم: ۶۰۸۵

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۵۸۱، ابواب الزہد، رقم: ۲۳۶۳

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴:۱۵۰، رقم: ۶۶۳۸

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۵۷۹، رقم: ۲۳۵۷

۲۔ طیالسی، المسند، ۱:۱۹۸، رقم: ۱۳۸۹

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۰۶۶، کتاب الأطعمۃ، رقم: ۵۰۹۸

۲۔ ابویعلی، المسند، ۸:۳۵، رقم: ۵۵۴۱

۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۳۰، رقم: ۴۶۵۸

۴۔ ازدی، مسند الربیع، ۱:۳۵۲، رقم: ۹۰۰

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ اس حال میں وصال فرما گئے کہ آپ نے تادم وصال جَو کی روٹی بھی کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔‘‘

۲۹۔ ناف مبارک

آپ ﷺ اِس عالمِ رنگ و بو میں تشریف لائے تو آپ ﷺ پیدائش کے وقت ہی کئی حوالوں سے ممتاز اور منفرد اوصاف کے حامل تھے۔ عام انسانوں کے برعکس آپ ﷺ کی پیدائش اِس حال میں ہوئی کہ آپ ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ تھے۔

۱۔ قاضی عیاضؒ نے ’الشفاء (۴۲:۱)‘ میں ایک روایت نقل کی ہے:

کان النبی ﷺ قد وُلِد مختوناً، مقطوع السرة۔

’’بیشک حضور ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بُریدہ پیدا ہوئے۔‘‘

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے والدِ گرامی سے روایت فرماتے ہیں:

وُلد رسولُ اللہ مختوناً مسرورًا یعنی مقطوع السرة، فأعجب بذلک جده عبدالمطلب، وقال: لیکونن لبنی هذا شأن عظیم۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب اس پر متعجب ہوئے اور فرمایا میرا یہ بیٹا یقیناً عظیم شان کا مالک ہوگا۔‘‘

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ان رسول ﷺ وُلد مختوناً مسروراً یعنی مقطوع السرة۔(۲)

’’نبیٔ اکرم ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ابن عبد البر، الاستیعاب، ۱:۵۱

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۱۰۳

(۲) ۱۔ ابن حبان، الثقات، ۱:۴۲

۲۔ حاکم، المستدرک، ۲:۶۵۷، رقم: ۴۱۷۷

←

۳۰۔ پشتِ اقدس

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی پشتِ اقدس کشادہ اور خوبصورتی و دلکشی میں اپنی مثال آپ تھی، دونوں مقدس کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔ حضور ﷺ کی پشتِ اقدس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ وَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ ○ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَکَ ○ (۱)

’’اور ہم نے آپ کا (غمِ اُمت کا وہ) بار آپ سے اُتار دیا o جو آپ کی پشتِ (مبارک) پر گراں ہو رہا تھا o‘‘

۱۔ حضرت محرش بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے آقائے نامدار ﷺ کو عمرہ کا اِحرام باندھتے ہوئے دیکھا:

فنظرتُ إلی ظهره کأنها سبیکة فضة۔ (۲)

’’میں نے آپ ﷺ کی کمرِ مبارک کی جانب نظر اٹھائی تو اُسے چاندی کے

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۱۰۳

۴۔ نووی، تہذیب الأسماء، ۱:۵۰

۵۔ صیداوی، معجم الشیوخ، ۱:۳۳۶، رقم: ۳۱۴

(۱) القرآن، الم نشرح، ۹۴:۲،۳

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۳۸۰، رقم: ۲۳۲۷۳

۲۔ نسائی، السنن، ۵:۲۲۰، کتاب مناسک الحج، رقم: ۲۸۶۴

۳۔ بیہقی، السنن الکبری، ۴:۲۷۴، رقم: ۴۲۳۴

۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۳:۲۳۱، رقم: ۱۳۲۳۰

۵۔ حمیدی، المسند، ۲:۳۸۰، رقم: ۸۶۳

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰:۳۲۷، رقم: ۷۷۲

۷۔ عسقلانی، فتح الباری، ۶:۵۷۰

۸۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۲

۹۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۷:۲۸۶

←

ٹکڑے کی طرح پایا۔‘‘

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

و کان واسع الظهر۔(۱)

’’حضور ﷺ کی پشت مبارک کشادہ تھی۔‘‘

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے ایک دوسری روایت بھی مذکور ہے:

و کان طویلَ مسرُبة الظهر۔(۲)

’’رسول اللہ ﷺ کی ریڑھ کی ہڈی لمبی تھی۔‘‘

۳۱۔ مہرِ نبوت

خالقِ کائنات نے اپنے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کو امتیازاتِ نبوت عطا کر کے انہیں عام انسانوں سے ممتاز پیدا کیا جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ کو اللہ ربّ العزت نے عظمت و رِفعت کا وہ بلند مقام عطا کیا کہ جس تک کسی فردِ بشر کی رسائی ممکن نہیں۔ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی جو اس حکمِ ایزدی کی تصدیق کرتی تھی کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری رسول ﷺ ہیں، ان کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کیلئے مقفل کر دیا گیا ہے۔ یہ مہرِ نبوت دونوں کندھوں کے درمیان ذرا بائیں جانب تھی۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن سرجیس ﷺ فرماتے ہیں:

فنظرتُ إلی خاتمِ النبوة بین کتفیه عند ناغض کتفه الیسریٰ۔(۳)

’’میں نے مہرِ نبوت دونوں کندھوں کے درمیان بائیں کندھے کی ہڈی کے

۱۰۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۲:۳۲۴

۱۱۔ مناوی، فیض القدیر، ۵:۶۹

۱۲۔ عبدالباقی، معجم الصحابہ، ۳:۹۰

(۱) بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۳۰۴

(۲) بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۳۰۴

(۳) مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۲۳، کتاب الفضائل، رقم:۲۳۴۶

قریب دیکھی۔‘‘

۲۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت ابراہیم بن محمد کہتے ہیں:

كان علي إذا وصف رسول الله ﷺ، فذكر الحديث بطوله، وقال: بين كتفيه خاتم النبوة وهو خاتم النبيين ﷺ۔(۱)

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کی صفات گنواتے تو طویل حدیث بیان فرماتے اور کہتے کہ دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی اور آپ ﷺ خاتم النبیّین تھے۔‘‘

۳۔ مہرِ نبوت خوشبوؤں کا مرکز تھی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فالتقمتُ خاتم النبوة بفيّ، فكان ينمّ عليّ مسكاً۔(۲)

’’پس میں نے مہرِ نبوت اپنے منہ کے قریب کی تو اُس کی دلنواز مہک مجھ پر غالب آ رہی تھی۔‘‘

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کی مہرِ نبوت کی ہیئت اور شکل وصورت کا ذکر مختلف تشبیہات سے کیا ہے: کسی نے کبوتر کے انڈے سے، کسی نے گوشت کے ٹکڑے سے اور کسی نے بالوں کے گچھے سے مہرِ نبوت کو تشبیہ دی ہے۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ تشبیہ ہر شخص کے اپنے ذوق کی آئینہ دار ہوتی ہے۔

۱۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كان خاتم رسول الله ﷺ يعني الذى بين كتفيه غدّة حمراء مثل

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۹۹، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۳۸

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۲۸، رقم: ۳۱۸۰۵

۳۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۳:۳۰

۴۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲:۲۴۸

(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۵۳

بيضة الحمامة۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی، جو کبوتر کے انڈے کی مقدار سرخ ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔‘‘

۲۔ حضرت ابو زید عمرو بن اخطب انصاری ﷺ نے اس مہرِ نبوت کو بالوں کے گچھے جیسا کہا۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں اپنے پشتِ مبارک پر مالش کرنے کی سعادت بخشی تو اُس موقع پر اُنہوں نے مہرِ اقدس کا مشاہدہ کیا۔ حضرت علیاء (راوی) نے عمرو بن اخطب سے اُس مہرِ نبوت کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے کہا:

شعر مجتمع علی کتفه۔(۲)

’’آپ ﷺ کے مبارک کندھوں کے درمیان چند بالوں کا مجموعہ تھا۔‘‘

۳۔ حضرت ابونضرۃ عوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سألتُ أبا سعيد الخدری عن خاتم رسول الله ﷺ يعنی خاتم النبوة، فقال: كان فی ظهره بضعة ناشزة۔(۳)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۰۲، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۴۴
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۰۴، رقم: ۲۱۰۳۶
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۰۹، رقم: ۶۳۰۱
۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۸، رقم: ۳۱۸۰۸
۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۲۲۰، رقم: ۱۹۰۸
۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۵

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۴۱، رقم: ۲۲۹۴۰
۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۶۳، رقم: ۴۱۹۸
۳۔ ابویعلی، المسند، ۱۲: ۲۴۰، رقم: ۶۸۴۶
۴۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۵۱۴، رقم: ۲۰۹۶
۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۶

(۳) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۴۶، رقم: ۲۲
۲۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۴: ۴۴، رقم: ۱۹۱۰
۳۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۲۲

’’میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی مہر یعنی مہرِ نبوت کے متعلق دریافت کیا تو اُنہوں نے جواب دیا: وہ (مہرِ نبوت) رسول اللہ ﷺ کی پشتِ اقدس میں ایک اُبھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔‘‘

مہرِ نبوت آخری نبی ﷺ کی علامت ہے

مہرِ نبوت حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کی علامت ہے، سابقہ الہامی کتب میں مذکور تھا کہ نبیٔ آخر الزماں ﷺ کی ایک علامت اُن کی پشتِ اقدس پر مہرِ نبوت کا موجود ہونا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ کتاب جنہوں نے اپنی کتابوں میں پڑھ رکھا تھا اس نشانی کو دیکھ کر آپ ﷺ پر ایمان لاتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کی پشتِ اقدس پر مہرِ نبوت ہونے کی تصدیق کر لینے کے بعد ہی ایمان لائے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ کتبِ تاریخ و سیر میں تفصیل سے درج ہے۔(۱)

۳۲۔ مبارک رانیں

حضور سرورِ کونین ﷺ کی مبارک رانیں بھی جسم کے دوسرے حصوں کی طرح سفید، چمکدار اور متناسب تھیں۔

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ غزوہ خیبر کے لیے گئے تو ہم نے صبح کی نماز، خیبر کے نزدیک اندھیرے میں ادا کی۔ پھر حضور ﷺ سوار

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۶۹۸، رقم: ۶۵۴۴

۲۔ بزار، المسند، ۶: ۴۶۳۔۴۶۵، رقم: ۲۵۰۰

۳۔ طبرانی، معجم الکبیر، ۶: ۲۲۲۔۲۲۴، رقم: ۶۰۶۵

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۴: ۷۵۔۸۰

۵۔ ابو نعیم اصبہانی، دلائل النبوۃ، ۱: ۴۰

✿ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قبولِ اِسلام کا واقعہ باب سوم ’اسیرانِ حسن مصطفیٰ ﷺ‘ صفحہ ۲۷۳۔۲۷۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

ہوئے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھے اور میں اُن کے پیچھے بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ خیبر کی گلیوں میں جا رہے تھے اور میرا گھٹنا آپ ﷺ کی ران سے لگتا تھا۔

ثم حسر الإزار عن فخذه حتى إنّي أنظر الى بياض فخذ نبي الله ﷺ۔(۱)

''پھر آپ ﷺ نے اپنی ران مبارک سے تہبند ہٹائی تو میں نے آپ ﷺ کی ران مبارک کی سفیدی دیکھی۔''

محدّثین کرام نے بیان کیا ہے کہ جب تاجدارِ کائنات ﷺ محفل میں جلوہ افروز ہوتے تو بعض کے اقوال کے مطابق رانیں شکمِ اطہر کے ساتھ لگی ہوتیں لیکن بعض محدثین کا کہنا ہے کہ کبھی حضور ﷺ گھٹنوں پر زور دے کر بھی تشریف فرما ہوتے۔

حضرت ابوامامہ حارثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يجلس القرفصاء۔(۲)

''رسول اللہ ﷺ جب کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو رانیں شکمِ اطہر کے ساتھ لگی ہوتیں۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۱۴۵، ابواب الصلوۃ فی الثیاب، رقم: ۳۶۴

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲:۱۰۴۴، کتاب النکاح، رقم: ۱۳۶۵

۳۔ نسائی، السنن، ۶:۱۳۲، کتاب النکاح، رقم: ۳۳۸۰

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲:۲۲۹، رقم: ۳۰۵۵

۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۷۸

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱:۲۷۳، رقم: ۷۹۴

۲۔ ترمذی نے الشمائل المحمدیہ (۱:۱۱۵، رقم: ۱۲۸) میں قیلہ بنت مخرمہ سے روایت لی ہے۔

۳۔ بیہقی نے السنن الکبریٰ (۳:۲۳۵، رقم: ۵۷۰۷) میں قیلہ بنت مخرمہ سے روایت لی ہے۔

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶:۴۰

۵۔ ابن قیم نے زاد المعاد، ۱:۱۷۰ میں قیلہ بنت مخرمہ سے روایت لی ہے۔

۳۳۔ زانوئے مبارک

آقائے کائنات ﷺ کے جوڑوں کی ہڈیاں بھی موزونیت، اِعتدال اور وجاہت کی آئینہ دار تھیں۔ کتبِ احادیث وسیر میں جا بجا اُن کی جلالت اور عظمت کا ذکر ملتا ہے۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ...... ضخم الكراديس۔(۱)

''حضور ﷺ کے گھٹنے پُر گوشت تھے۔''

۲۔ ایک روایت میں مذکور ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ...... جليل المشاش۔(۲)

''حضور ﷺ کے جوڑوں کی ہڈیاں موٹی تھیں۔''

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۱، رقم: ۵
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۹۶
۳۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۴۴
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶: ۱۶
۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۳۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۳، رقم: ۷
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۱
۳۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۲۴۸
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶: ۲۹
۵۔ ابن جوزی، الوفا: ۴۰۶
۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۸، رقم: ۳۱۸۰۵
۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۴۹، رقم: ۱۴۱۵

۳۴۔ مبارک پنڈلیاں

حضور ﷺ کی مبارک پنڈلیاں نرم و گداز، چمکدار اور خوبصورت تھیں، باریک تھیں، موٹی نہ تھیں۔ صحابۂ کرام ﷺ حصولِ برکت اور اظہارِ محبت کے لئے آقا ﷺ کی مبارک پنڈلیوں کو مس کرتے اور اُن کا بوسہ لینے کا اعزاز حاصل کرتے۔

۱۔ حضرت ابوجحیفہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آقائے محتشم ﷺ اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے تو مجھے حضور ﷺ کی مبارک پنڈلیاں کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ چشمِ تصور میں آج بھی اس منظر کی یاد اسی طرح تازہ ہے:

كأني أنظر إلى وبيص ساقيه۔(۱)

''گویا میں آپ ﷺ کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔''

۲۔ حضرت جابر بن سمرہ ﷺ روایت کرتے ہیں:

كان في ساقي رسول الله ﷺ حموشة۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۷، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۷۳
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۶۰، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۵۰۳
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۱: ۳۷۶، ابواب الصلوٰۃ، رقم: ۱۹۷
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۰۸
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۱۵۳، رقم: ۲۳۹۴
۶۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴: ۳۲۶، رقم: ۲۹۹۵
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۱۵۶، رقم: ۵۲۸۵
۸۔ عبدالرزاق، المصنف، ۱: ۴۶۷، رقم: ۱۸۰۶
۹۔ ابوعوانہ، المسند، ۲: ۵۰
۱۰۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۰۲، رقم: ۲۴۹
۱۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۵۰، ۴۵۱

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۰۳، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۴۵ ←

’’حضور ﷺ کی مبارک پنڈلیاں پتلی تھیں۔‘‘

۳۔ سَو اونٹوں کے لالچ نے سراقہ کو کاروانِ ہجرت کے تعاقب پر اُکسایا۔ اس تعاقب کے دوران اُنہیں تاجدارِ کائنات ﷺ کی مبارک پنڈلیوں کی زیارت ہوئی۔ وہ اپنے احساسات یوں بیان کرتے ہیں:

فلما دنوتُ منه و هو علی ناقته، جعلتُ أنظر إلی ساقه كأنها جمارة۔(۱)

’’پس جب میں حضور ﷺ کے قریب پہنچا، اُس وقت آپ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے، تو مجھے آپ ﷺ کی پنڈلی کی زیارت ہوئی، یوں لگا جیسے کھجور کا خوشہ پردے سے باہر نکل آیا ہو۔‘‘

۳۵۔ قدمین شریفین

حضور رحمتِ عالم ﷺ کے قدمین شریفین نرم و گداز، پُرگوشت، دلکش و خوبصورت اور مرقع جمال و زیبائی تھے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ ﷺ سے روایت ہے:

ان رسول اللہ ﷺ كان أحسن البشر قدماً۔(۲)

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۹۷

۳۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۶۲، رقم: ۴۱۹۶

۴۔ ابویعلی، المسند، ۱۳: ۴۵۳، رقم: ۷۴۵۸

۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۲۴۴، رقم: ۲۰۲۴

(۱) ۱۔ ابن کثیر، شمائل الرسول: ۱۲

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۷: ۱۳۴، رقم: ۶۶۰۲

۳۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۷

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶: ۲۲

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۹

’’حضور ﷺ کے قدمین شریفین تمام انسانوں سے بڑھ کر خوبصورت تھے۔‘‘

۲۔ حضرت انس، حضرت ابوہریرہ، حضرت ہند بن ابی ہالہ اور دیگر متعدد صحابہ کرام ﷺ روایت کرتے ہیں:

کان النبی ﷺ شثن القدمین و الکفین۔(۱)

’’حضور ﷺ کی ہتھلیاں اور دونوں پاؤں مبارک پُرگوشت تھے۔‘‘

۳۔ حضرت انس ﷺ اور حضرت ابوہریرہ ﷺ روایت کرتے ہیں:

کان النبی ﷺ ضخم القدمین۔(۲)

’’نبی اکرم ﷺ کے قدمینِ مقدسہ اعتدال کے ساتھ بڑے تھے۔‘‘

۴۔ صحابہ کرام ﷺ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کے قدمین شریفین دیکھنے میں ہموار دکھائی دیتے تھے:

۲۔ ابن اسحاق، السیرۃ، ۲:۱۲۲

۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۵، رقم: ۷

۴۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۲۸

۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۷۹

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۲۱۲، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۶۸

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۹۸، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۳۷

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۱۲۷

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۲۱۷، رقم: ۶۳۱۱

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۱:۴۱۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۲۱۲، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۶۸

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۲۵

۳۔ رویانی، المسند، ۲:۲۸۳، رقم: ۱۳۶۲

۴۔ ابویعلی، المسند، ۵:۲۵۶، رقم: ۲۸۷۵

۵۔ ابن سعد نے ’الطبقات الکبریٰ (۱:۴۱۴)‘ میں حضرت انس ﷺ کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔

كان رسول الله ﷺ ...... مسيح القدمين۔(۱)

’’حضور ﷺ کے قدمین شریفین ہموار اور نرم تھے۔‘‘

۳۶۔ اُنگشتانِ پا مبارک

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے مبارک پاؤں کی اُنگلیاں حسن اعتدال اور حسن تناسب کے ساتھ قدرے لمبی تھیں۔ حضرت میمونہ بنت کردم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مجھے اپنے والد گرامی کی معیت میں حضور رحمتِ عالم ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور دستِ اقدس میں چھڑی تھی۔ میرے والدِ گرامی نے آپ ﷺ کے مبارک پاؤں کو تھام لیا اور آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔ اُس وقت مجھے حضور ﷺ کے قدمین شریفین کی انگلیوں کی زیارت نصیب ہوئی:

فما نسيتُ فيما نسيتُ طول أصبع قدمه السبابة على سائر أصابعه۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۷

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲:۱۵۶، رقم:۴۱۴

۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۵، رقم:۱۴۳۰

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۷۳

۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۵، رقم:۲۴

۶۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۲۸۷

۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۲۲

۸۔ ابن کثیر البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۳۲

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶:۳۶۶

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۱۴۵، رقم:۱۳۶۰۲

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸:۳۰۴

۴۔ عسقلانی، الاصابہ، ۸:۱۳۳، رقم:۱۱۷۸۶

’’پس میں آج تک حضور ﷺ کے پاؤں مبارک کی سبابہ (انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی) کا دوسری انگلیوں کے مقابلہ میں حسنِ طوالت نہیں بھولی۔‘‘

۳۷۔ مبارک تلوے

آقائے دوجہاں ﷺ کے مبارک تلوے قدرے گہرے تھے، زمین پر نہ لگتے تھے۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان رسول الله ﷺ ...... شثن القدمين ...... خمصان الأخمصين۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ کے قدمینِ مقدسہ پُر گوشت تھے اور تلوے قدرے گہرے تھے۔‘‘

ایک دوسری روایت میں تلووں کے برابر ہونے کا ذکر بھی ہے:

كان ...... يطأ بقدمه جميعاً ليس لها أخمص۔(۲)

’’حضور ﷺ چلتے وقت پورا پاؤں زمین پر لگاتے، کوئی حصہ ایسا نہ ہوتا جو زمین پر نہ لگتا۔‘‘

ان روایات کی محدثین نے جو تطبیق کی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ تلووں

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۷، رقم: ۸
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۵، رقم: ۱۴۳۰
۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۵، رقم: ۲۴
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۲۲
۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۳۲

(۲) ۱۔ بخاری، الأدب المفرد، ۱:۳۹۵، رقم: ۱۱۵۵
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۸۰
۳۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۲۴۵
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶:۱۹،۲۲

کی گہرائی معمولی سی تھی اس لئے حضور ﷺ خرامِ ناز سے آہستہ قدم اُٹھاتے تو پاؤں کے تلوے زمین پر نہ لگتے، لیکن جب زور سے قدم اُٹھاتے اور قدرے سختی سے پاؤں زمین پر رکھتے تو تلوے بھی نقوشِ پا میں شامل ہو جاتے۔

۳۸۔ مبارک ایڑیاں

حضور ﷺ کے قدمین شریفین کی ایڑیاں بھی مرقعِ حسن و جمال تھیں، ایڑیوں پر گوشت کم تھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...... منهوس العقبین۔(۱)

"رسولِ اکرم ﷺ کی مبارک ایڑیوں پر گوشت کم تھا۔"

۳۹۔ قدمین شریفین کی برکات

جس پتھر پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنا قدمِ مبارک رکھ کر تعمیر کعبہ کرتے رہے وہ آج بھی صحنِ کعبہ میں مقامِ ابراہیم کے اندر محفوظ ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے لگنے سے وہ پتھر گداز ہوا اور اُن قدموں کے نقوش اُس پر ثبت ہو گئے۔ اللہ ربُ العزت

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۲۰، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۹
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۸، ۳۹، رقم: ۹
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۸۶
۴۔ طیالسی، المسند، ۱:۱۰۴، رقم: ۷۶۵
۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲:۲۲۰، رقم: ۱۹۰۴
۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۶
۷۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶:۱۷، ۲۲
۸۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۲۴

نے اپنے حبیب ﷺ کے مبارک قدموں کو بھی یہ معجزہ عطا فرمایا کہ اُن کی وجہ سے پتھر نرم ہو جاتے۔ آپ ﷺ کے قدومِ مبارک کے نشان بعض پتھروں پر آج تک محفوظ ہیں۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أنّ النبی ﷺ کان إذا مشی علی الصخر غاصت قدماه فیه و أثرت۔(۱)

''جب حضور نبیٔ اکرم ﷺ پتھروں پر چلتے تو آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کے نیچے وہ نرم ہو جاتے اور قدم مبارک کے نشان اُن پر لگ جاتے۔''

۲۔ حضور ﷺ کے قدمین شریفین بڑے ہی بابرکت اور منبعِ فیوضات و برکات تھے۔ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ اپنے چچا حضرت ابوطالب کے ساتھ عرفہ سے تین میل دور مقام ذی المجاز میں تھے کہ اُنہوں نے آپ ﷺ سے پانی طلب کرتے ہوئے کہا:

عطشتُ و لیس عندی ماءٌ، فنزل النبی ﷺ و ضرب بقدمه الأرض، فخرج الماء، فقال: اشرب۔ (۲)

''مجھے پیاس لگی ہے اور اس وقت میرے پاس پانی نہیں، پس حضور ﷺ اپنی سواری سے اُترے اور اپنا پاؤں مبارک زمین پر مارا تو زمین سے پانی نکلنے لگا، آپ ﷺ نے فرمایا: (اے چچا جان!) پی لیں۔''

جب اُنہوں نے پانی پی لیا تو آپ ﷺ نے دوبارہ اپنا قدمِ مبارک اُسی جگہ رکھا

---

(۱) ۱۔ زرقانی، شرح المواهب اللدنیہ، ۵:۴۸۲
۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۷، رقم: ۹

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۱۵۲، ۱۵۳
۲۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۷۶
۳۔ زرقانی، شرح المواهب اللدنیہ، ۵:۱۷۰
۴۔ خفاجی، نسیم الریاض، ۳:۵۰۷

تو وہ جگہ باہم مل گئی اور پانی کا اِخراج بند ہو گیا۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ سخت بیمار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی عیادت فرمائی اور اپنے مبارک پاؤں سے ٹھوکر ماری جس سے وہ مکمل صحت یاب ہو گئے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

فضر بنی برجله، و قال: "اللهم اشفه، اللهم عافه" فما اشتكيت وجعي ذالک بعد۔(۱)

''پس حضور نبیٔ اکرم ﷺ اپنا مبارک پاؤں مجھے مارا اور دعا فرمائی: اے اللہ! اسے شفا دے اور صحت عطا کر۔ (اس کی برکت سے مجھے اسی وقت شفا ہو گئی اور) اس کے بعد میں کبھی بھی اس بیماری میں مبتلا نہ ہوا۔''

۴۔ آپ ﷺ کے قدمِ مبارک اگر کسی سست رفتار کمزور جانور کو لگ جاتے تو وہ تیز رفتار ہو جاتا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر اپنی اُونٹنی کی سست رفتاری کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اپنے پائے مبارک سے اُسے ٹھوکر لگائی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

والذی نفسی بیده لقد رأيتها تسبق القائد۔(۲)

قسم اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اس کے بعد وہ

---

(۱) ۱۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶:۲۶۱، رقم: ۱۰۸۹۷

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۶۰، ابواب الدعوات، رقم: ۳۵۶۴

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۸۳، ۱۰۷

۴۔ طیالسی، المسند، ۱:۲۱، رقم: ۱۴۳

۵۔ ابویعلی، المسند، ۱:۳۲۸، رقم: ۴۰۹

۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۷:۳۵۷

(۲) ۱۔ ابوعوانہ، المسند، ۳:۴۵، رقم: ۴۱۴۵

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۲۳۵، رقم: ۱۴۱۳۲

۳۔ حاکم، المستدرک، ۲:۱۹۳، رقم: ۲۷۲۹

ایسی تیز ہوگئی کہ کسی کو آگے بڑھنے نہ دیتی۔‘‘

۵۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اُونٹ کو بھی آپ ﷺ نے غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر اپنے مبارک قدموں سے ٹھوکر لگائی تھی، جس کی برکت سے وہ تیز رفتار ہوگیا تھا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

فضربه برجله و دعا له، فسار سيراً لم يسر مثله۔(۱)

’’تو آپ ﷺ نے اپنے پائے مبارک سے اُسے ٹھوکر لگائی اور ساتھ ہی دُعا فرمائی، پس وہ اتنا تیز رفتار ہوا کہ پہلے کبھی نہ تھا۔‘‘

جب حضور ﷺ نے دوبارہ اُن سے دریافت کیا کہ اب تیرے اُونٹ کا کیا حال ہے تو اُنہوں نے عرض کیا:

بخير قد أصابته بركتك۔(۲)

’’بالکل ٹھیک ہے، اُسے آپ صلی اللہ علیک وسلم کی برکت حاصل ہوگئی ہے۔‘‘

۴۰۔ قدِ زیبائے محمد ﷺ

حضور ﷺ کا قد و قامت بھی حسنِ تناسب کا اعلیٰ ترین نمونہ تھا۔ عالمِ تنہائی میں ہوتے تو دیکھنے والے کو محسوس ہوتا کہ سرورِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ میانہ قد کے مالک

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۹۹
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۲۲۱، کتاب المساقاۃ، رقم: ۷۱۵
۳۔ نسائی، السنن، ۷: ۲۹۷، کتاب البیوع، رقم: ۴۶۳۷
۴۔ ابن حبان، ۱۴: ۴۵۰، رقم: ۶۵۱۹
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵: ۳۳۷، رقم: ۱۰۶۱۷

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۰۸۳، کتاب الجہاد والسیر، رقم: ۲۸۰۵
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۲۲۱، کتاب المساقاۃ، رقم: ۷۱۵
۳۔ ابوعوانہ، المسند، ۳: ۲۴۹، رقم: ۴۸۴۳

ہیں اور اگر اپنے جاں نثاروں کے جھرمٹ میں ہوتے تو حضور ﷺ سب سے بلند اور نمایاں دکھائی دیتے۔ ظاہری حسن میں بھی کوئی آپ ﷺ کی مثل نہ تھا، قامت و دلکشی اور رعنائی و زیبائی میں بھی سب سے ممتاز نظر آتے تھے۔

۱۔ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا اپنے تأثرات یوں بیان کرتی ہیں:

كان رسول الله ﷺ ربعة لا تشنؤه عين من طول، و لا تقتحمه عين من قصر، غصن بين غصنين، فهو أنضر الثلاثة منظراً، و أحسنهم قداً۔(۱)

''حضور ﷺ کا قدِ انور نہایت خوبصورت میانہ تھا، نہ ایسا طویل کہ دیکھنے والے کو پسند نہ آئے اور نہ ایسا پست کہ حقیر دکھائی دے۔ (قدِ انور) دو شاخوں کے درمیان تروتازہ (شگفتہ) شاخ کے مانند تھا اور آپ ﷺ دیکھنے میں تینوں (حضور ﷺ، یارِ غار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ) میں سب سے زیادہ بارونق اور قد کے اعتبار سے حسین دکھائی دے رہے تھے۔''

۲۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وما مشى مع أحد إلا طاله۔(۲)

''آپ ﷺ ساتھ چلنے والے سے بلند قامت نظر آتے تھے۔''

---

(۱) ۱۔ ابن کثیر، شمائل الرسول: ۴۶
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳:۱۱، رقم: ۴۲۷۴
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۲۳۱
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۳:۱۹۲
۵۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۳:۵۶

(۲) ۱۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳:۱۵۴
۲۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۱۶
۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۴۳۴
۴۔ انصاری، غایۃ السول فی خصائص الرسول ا، ۱:۳۰۶

۳۔ حضرت انس ﷺ حضور ﷺ کے قدِ زیبا کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ أحسن الناس قواماً، و أحسن الناس وجهاً۔(۱)

’’حضور ﷺ قامت زیبائی اور چہرۂ اقدس کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔‘‘

احادیث میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ ہجوم میں ہوتے تو سب سے نمایاں دکھائی دیتے، مجلس میں جلوہ فرما ہوتے تو بھی اہلِ محفل میں سربلند نظر آتے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

كان إذا جلس يكون كتفه أعلى من الجالس۔(۲)

’’جب حضور ﷺ (کسی مجلس میں) بیٹھتے تو حضور ﷺ کے شانے مبارک دوسرے بیٹھنے والوں سے بلند ہوتے۔‘‘

نمایاں قد کی حکمتیں

۱۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و لعل السر في ذلک أنه لا يتطاول عليه أحد صورة كما لا يتطاول عليه معنى۔(۳)

’’حکمت اس میں یہ ہے کہ جس طرح باطنی محامد و محاسن میں حضور ﷺ سے کوئی بلند نہیں، اسی طرح ظاہری قد و قامت میں بھی کوئی آپ ﷺ سے بڑھ نہیں سکتا۔‘‘

سب سے نمایاں اور سربلند ہونے کی دوسری حکمت یہ ہے:

---

(۱) ابنِ عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳:۱۵۷

(۲) ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱:۱۳

(۳) ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱:۱۳

فی الطول مزیة خص بها تلویحاً بأنه لم یکن أحد عند ربه أفضل منه لا صورةً و لا معنیً۔(۱)

''یہ بلندی اس لئے تھی کہ ہر ایک پر یہ بات آشکار ہو جائے کہ اللہ ربُ العزت کے ہاں ظاہری و باطنی اَحوال میں اُس ذاتِ اقدس (رسولِ کائنات ﷺ) سے بڑھ کر کوئی افضل نہیں۔''

۲۔ امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَ لم یخلق أطول من غیره لخروجه عن الإعتدال الأکمل المحمود، و لکن جعل الله له هذا فی رأی العین معجزة خصّه الله تعالیٰ بها، لئلا یری تفوّق أحد علیه بحسبِ الصورةِ، و لیظهر من بین أصحابه تعظیماً له بما لم یسمع لغیره، فإذا فارق تلک الحالة زال المحذور و علم التعظیم فظهر کما له الخلقی۔(۲)

''حضور ﷺ کا قدِ انور زیادہ طویل پیدا نہیں کیا گیا کیونکہ حد سے زیادہ طویل ہونا اِعتدال کے منافی ہے اور قابلِ تعریف نہیں۔ ہاں اس کے باوجود اللہ ربُ العزت نے دیکھنے والی آنکھوں میں یہ بات پیدا کر دی تھی کہ حضور ﷺ بلند نظر آتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت اِس لئے عطا کی تھی کہ کوئی صورت کے لحاظ سے بھی حضور ﷺ سے بلند دکھائی نہ دے اور آپ ﷺ کی تعظیم میں اضافہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ ضرورت نہ رہتی تو حضور ﷺ اس کمال پر دکھائی دیتے جس پر آپ ﷺ کی تخلیق ہوئی تھی۔''

۳۔ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو حضور ﷺ کے قدِ انور کو طویل پیدا فرما دیتا، لیکن ربِ قادر نے حضور ﷺ کو میانہ قد ہی عطا فرمایا، البتہ یہ آپ ﷺ کا اعجاز تھا کہ دیکھنے والے محسوس کرتے کہ آپ ﷺ سب سے سربلند ہیں اور کوئی آپ ﷺ کی نظیر نہیں۔

---

(۱) ملا علی قاری، شرح الشفا، ۱:۱۵۳

(۲) خفاجی، نسیم الریاض، ۱:۵۲۱

أن ذلک یری فی أعین الناظرین فقط، وجسده باق علی أصل خلقته، علی حد ...... فمثل ارتفاعه المعنوی فی عین الناظر، فرآه رفعةً حسيةً۔(۱)

''حضور ﷺ صرف لوگوں کی نظروں میں بلند دکھائی دیتے لیکن حضور ﷺ کا جسمِ اطہر اس حال میں بھی اصل خلقت پر (میانہ) ہی رہتا۔ ...... پس حضور ﷺ کی رفعتِ معنوی کو ہی اللہ ربُ العزت نے دیکھنے والے کی آنکھ میں رفعتِ حسی بنا دیا تھا۔''

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ مزید رقمطراز ہیں:

وَ ذلک کی لا یتطاول علیه أحد صورةً، کما لا یتطاول معنًی۔(۲)

''اور ایسا اس لئے تھا تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ جس طرح معنوی اور باطنی لحاظ سے آپ ﷺ سے زیادہ کوئی بلند نہیں اسی طرح ظاہر میں بھی آپ ﷺ سے کوئی بڑھ نہیں سکتا۔''

(۱) زرقانی، شرح المواهب اللدنیہ، ۵:۴۸۵

(۲) شرح زرقانی المواهب اللدنیہ، ۵:۴۸۵

بابِ سوُم

اَسیرانِ حسنِ مصطفیٰ ﷺ

کائنات کا تمام تر حسن و جمال ابد الآباد تک آفتابِ رسالت کے جلووں کی خیرات ہے۔ صحابہ کرام ﷺ دنیا کے خوش قسمت ترین انسان تھے کہ انہوں نے حالتِ ایمان میں آقائے محتشم ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ اُنہیں ان فضاؤں میں جو تاجدارِ کائنات ﷺ کے انفاسِ پاک سے معطر تھیں، سانس لینے کی سعادت حاصل ہوئی۔

صحابہ کرام ﷺ کو حضور نبئ اکرم ﷺ کی زیارت سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہ تھی، دیدارِ مصطفیٰ ﷺ اُنہیں دنیا و مافیہا کی ہر نعمت سے بڑھ کر عزیز تھا۔ وہ ہر وقت محبوب ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے ماہئ بے آب کی طرح تڑپتے رہتے تھے۔ اس حسنِ بے مثال کی جدائی کا تصور بھی ان کے لئے سوہانِ روح بن جاتا۔ وہ چاہے کتنے ہی مغموم و رنجیدہ ہوتے آقائے دوجہاں ﷺ کی بارگاہ میں آتے ہی ان کے دل و جاں کو راحت اور سکون کی دولت مل جاتی، پھر وہ عالمِ وارفتگی میں آقائے دوجہاں ﷺ کی دائمی رفاقت کی آرزو اور تمنا کی فضائے دلکش میں گم ہو جاتے۔ انہیں یہ اندیشہ بے تاب رکھتا کہ کہیں اُن سے صحبتِ مصطفیٰ ﷺ کی گراں بہا نعمت چھن نہ جائے، اُن کے قلوبِ مضطر کو اس وقت قرار آیا جب اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے حسن و جمال پر مر مٹنے والے عشاق کو اخروی زندگی میں ابدی رفاقتِ مصطفیٰ ﷺ کا مژدۂ جانفزا سنایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

وَ مَنْ يُّطِعِ اللهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ج وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِيْقًا○ ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللهِ ط وَ کَفٰی بِاللهِ عَلِيْمًا○ (۱)

’’اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت)

---

(۱) القرآن، النساء، ۴:۶۹،۷۰

اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں○ یہ فضل (خاص) اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ جاننے والا کافی ہے○‘‘

اِس مقام پر مفسرینِ کرام نے آیتِ مذکورہ کی شانِ نزول بیان کرتے ہوئے صحابہ کرام ﷺ کے محبوبِ حجازی ﷺ سے محبت و وارفتگی کے احوال و واقعات کا تذکرہ بڑے پیارے اور دلآویز انداز سے کیا ہے۔ ذیل میں حوالے کے طور پر چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

جاء رجل إلى النبی ﷺ فقال: یا رسول اللہ! إنک لأحب إلی من نفسی، و إنک لأحب إلی من والدی، و إنی لأکون فی البیت، فاذکرک فما أصبر حتی آتی فانظر إلیک، و إذا ذکرت موتی و موتک عرفت انک إذا دخلت الجنة رفعت مع النبیین، و أنی إذا دخلت الجنة خشیت أن لا أراک، فلم یزد علیه النبی ﷺ شیئا حتی نزل جبریل بهذه الآیة: ﴿وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ......﴾۔ (۱)

’’ایک صحابی حضور نبیِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! آپ مجھے میری جان اور میرے والدین سے بھی زیادہ محبوب

(۱) ۱۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲:۱۸۲
۲۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱:۵۲۳
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷:۷
۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱:۱۵۳
۵۔ سیوطی، المعجم الصغیر، ۱:۵۳
۶۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۴: ۲۴۰
۷۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۸: ۱۲۵

ہیں۔ جب میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں تو آپ کو ہی یاد کرتا رہتا ہوں اور اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کر لوں۔ لیکن جب مجھے اپنی موت اور آپ کے وصال مبارک کا خیال آتا ہے تو سوچتا ہوں کہ آپ تو جنت میں انبیاء کرام کے ساتھ بلند ترین مقام پر جلوہ افروز ہوں گے اور جب میں جنت میں داخل ہوں گا تو خدشہ ہے کہ کہیں آپ کی زیارت سے محروم نہ ہو جاؤں۔ حضور ﷺ نے اس صحابی کے جواب میں سکوت فرمایا، اس اثناء میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ آیت نازل ہوئی: ''اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے......۔''

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک اور روایت اسی موضوع پر اس طرح ہے:

ان رجلا أتى النبی ﷺ، فقال: یا رسول اللہ! إنی أحبک حتی إنی أذکرک فلولا أنی أجئ فانظر إلیک ظننت أن نفسی تخرج، و أذکر انی ان دخلت الجنة صرت دونک فی المنزلة، فیشق علی وأحب أن أکون معک فی الدرجة۔ فلم یرد علیه شیئا۔ فأنزل اللہ ﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللہَ وَ الرَّسُوْلَ﴾ فدعاہ رسول اللہ ﷺ فتلاہ علیه۔(۱)

''ایک صحابی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ سے اس قدر محبت کرتا ہوں کہ (ہر وقت) آپ کو ہی یاد کرتا رہتا ہوں۔ پس جب تک میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کر لوں تو یوں محسوس کرتا ہوں کہ میری جان نکل جائے گی۔ اور جب میں یہ خیال

(۱) ۱۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۸۲
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۸۶، رقم: ۱۲۵۵۹
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۶، ۷
۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۲۳

کرتا ہوں کہ اگر میں جنت میں چلا گیا تو آپ سے نچلے درجے میں ہوں گا، یہ خیال میرے لئے انتہائی تکلیف دہ ہوتا ہے کیونکہ میں جنت میں آپ کی دائمی معیت چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اُسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ...... اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اِطاعت کرے ...... نازل فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے اُسے بلا کر اس پر یہ آیت تلاوت فرمائی۔‘‘

۳۔ حضرت شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إن رجلا مِن الأنصار أتی رسول اللہ ﷺ، فقال: یا رسول اللہ! واللہ! لأنت أحب إلي من نفسي و ولدی و أهلي و مالي، و لو لا انی آتیک فأراک لظننت إني سأموت۔ و بکی الأنصاری، فقال له النبي ﷺ: ما أبکاک؟ فقال: ذکرت إنک ستموت و نموت فترفع مع النبیین، و نحن إذا دخلنا الجنة کنا دونک فلم یخبره النبي ﷺ بشيء، فأنزل اللہ علی رسوله: ﴿وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُوْلٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ...... عَلِیْماً﴾ فقال: ابشر یا أبا فلان۔ (۱)

’’ایک انصاری صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے اپنی جان، والدین، اہل وعیال اور مال سے زیادہ محبوب ہیں۔ اور جب تک میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کر لوں تو محسوس کرتا ہوں کہ میں اپنی جاں سے گزر جاؤں گا، اور (یہ بیان کرتے ہوئے) وہ انصاری صحابی زار و قطار رو پڑے۔ اس پر حضور نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ نالۂ غم کس لئے؟ تو وہ عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! جب میں خیال

(۱) ۱۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۸۲

۲۔ ہناد، الزہد، ۱: ۱۱۸، باب منازل الانبیاء

۳۔ سعید بن منصور، السنن، ۴: ۱۳۰۷، رقم: ۶۶۱

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۳۱، رقم: ۱۳۸۰

کرتا ہوں کہ آپ وصال فرمائیں گے اور ہم بھی مر جائیں گے تو آپ انبیاء کرام کے ساتھ بلند درجات پر فائز ہوں گے، اور جب ہم جنت میں جائیں گے تو آپ سے نچلے درجات میں ہوں گے۔ آپ ﷺ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر (یہ آیت مبارکہ) نازل فرمائی: ’’اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اِطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے ......۔‘‘ اس پر آپ ﷺ نے (اس صحابی کو بلایا اور) فرمایا: اے فلاں! تجھے (میری ابدی رفاقت کی) خوش خبری مبارک ہو۔‘‘

۴۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ابن جریر نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

جاء رجل من الأنصار إلی النبی ﷺ، و هو محزون، فقال له النبی ﷺ: یا فلان! ما لی أراک محزونا؟ قال: یا نبی اللہ! شئ فکرت فیه۔ فقال: ما هو؟ قال: نحن نغدو علیک و نروح ننظر فی وجهک و نجالسک، غداً ترفع مع النبیین فلا نصل إلیک۔ فلم یرد النبی ﷺ شیئًا، فأتاه جبرئیل بهذه الآیة: وَ مَنْ یُّطِعِ اللهَ وَ الرَّسُوْلَ إلی قوله رَفِیْقًا، قال: فبعث إلیه النبی ﷺ فبشره۔ (۱)

’’ایک انصاری صحابی حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں غمزدہ حالت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے اُس سے دریافت فرمایا: اے فلاں! تم اتنے غمگین کیوں ہو؟ اس نے عرض کیا: یا نبی اللہ! مجھے آپ سے متعلق اپنی ایک فکر کھائے جا

(۱) ۱۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۸۲
۲۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ۷: ۹۷
۳۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۵: ۱۶۳
۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۲۳

رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ اُس نے عرض کیا: ہم صبح و شام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، آپ کے دیدارِ سے اپنے قلب و روح کو تسکین پہنچاتے ہیں، آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ کل (آخرت میں) آپ انبیاء کرام کے ساتھ بلند مقام پر فائز ہوں گے جبکہ ہماری آپ تک رسائی نہیں ہوگی۔ اس پر حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے صحابی کو کوئی جواب نہ دیا۔ جب جبرئیل علیہ السلام یہ آیتِ کریمہ لے کر حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے اس انصاری کو پیغام بھیجا اور اسے اس (دائمی رفاقت کی) بشارت دی۔‘‘

۵۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا:

قد علمنا أن النبی ﷺ له فضل علی مَن آمن به فی درجات الجنة ممن اتبعه و صدقه، فکیف لهم إذا اجتمعوا فی الجنة أن یری بعضهم بعضا؟ فأنزل الله فی ذلک، فقال له النبی ﷺ: ان الاعلین ینحدرون إلی من هم أسفل منهم، فیجتمعون فی ریاضها فیذکرون ما أنعم الله علیهم و یثنون علیه۔ (۱)

’’(یا رسول اللہ!) ہم جانتے ہیں کہ ہر نبی کو جنت کے درجات میں اپنے اس امتی پر فضیلت حاصل ہوگی جس نے ان کی اتباع اور تصدیق کی تو پھر جنت میں معیت و رفاقت کی کیا صورت ہوگی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے (مذکورہ) آیت مبارکہ نازل فرمائی۔ حضور ﷺ نے اس صحابی سے ارشاد فرمایا کہ اوپر کے درجے والے اپنے سے نیچے کے درجے والوں کے پاس آئیں گے، ان کے پاس بیٹھیں گے اور اپنے اوپر ہونے والی اللہ کی نعمتوں کا ذکر کریں گے اور اس کی حمد و ثنا بیان کریں۔‘‘

(۱) ۱۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۵: ۱۶۴
۲۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۸۲
۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۲۲

کتبِ احادیث و سیر میں اس قسم کے متعدد واقعات کا ذکر ہے جو انفرادی و اجتماعی طور پر صحابہ کرام ﷺ کو پیش آئے۔ وہ اِس اَمر کی غمازی کرتے ہیں کہ اسیرانِ جمالِ مصطفیٰ آپ ﷺ کے دیدار سے زندگی پاتے تھے اور انہیں محبوب ﷺ کی ایک لحہ کی جدائی بھی گوارا نہ تھی۔ وہ ایک دوسرے سے اقبال کی زبان میں یوں ہم نوا ہوتے تھے:

بیا اے ہمنشیں باھم بنالیم
من و تو کشتۂ شانِ جمالیم

(میرے ساتھی آ! مل کر روئیں، میں اور تُو ایک ہی شانِ حسن و جمال کے کشتہ ہیں۔)

ان مشتاقانِ دید کے دل میں ہر لحہ یہ تمنا دھڑکتی رہتی تھی کہ ان کا محبوب ﷺ کبھی بھی ان سے جدا نہ ہو اور وہ صبح و شام اس محبوب ﷺ کی زیارت سے اپنے قلوب و اذہان کو راحت و سکون بہم پہنچاتے رہیں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ ربِ کائنات نے اپنے محبوب ﷺ کو سیرت و صورت میں ایسا یکتا و تنہا اور بے مثال بنایا تھا کہ کائناتِ رنگ و بو میں کوئی دوسرا اس کا ہم سر نہ تھا۔ حضرت پیر مہر علی شاہؒ نے یوں ہی نہیں کہہ دیا تھا:

کوئی مثل نئیں ڈھولن دی
چپ کر مہر علی ایتھے جا نئیں بولن دی

صحابہ کرام ﷺ اول تا آخر محبوبِ خدا ﷺ سے والہانہ محبت کرتے تھے اور اسی محبت کا کرشمہ تھا کہ نہ انہیں اپنی جان کی پروا تھی، نہ مال و اولاد کی۔ وہ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کو عزیز جانتے تھے۔ انہوں نے جس والہانہ عشق و محبت کا مظاہرہ کیا انسانی تاریخ آج تک اس کی نظیر پیش کر سکی اور نہ قیامت تک اس بے مثال محبت کے مظاہر دیکھنے ممکن ہوں گے۔

ذیل میں اسی لازوال محبت کے چند مستند واقعات کا ذکر کیا جائے گا:

۱۔ صحابہ کرام کی نماز اور زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کا حسین منظر

حضور نبیِ اکرم ﷺ اپنے مرضِ وصال میں جب تین دن تک حجرۂ مبارک سے

باہر تشریف نہ لائے تو وہ نگاہیں جو روزانہ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کے شرفِ دلنواز سے مشرف ہوا کرتی تھیں آپ ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے کو ترس گئیں۔ جان نثارانِ مصطفیٰ سراپا انتظار تھے کہ کب ہمیں محبوب کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ بالآخر وہ مبارک و مسعود لمحہ ایک دن حالتِ نماز میں انہیں نصیب ہوگیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایامِ وصال میں جب نماز کی امامت کے فرائض سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد تھے، پیر کے روز تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں حسبِ معمول باجماعت نماز ادا کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے قدرے افاقہ محسوس کیا۔ آگے روایت کے الفاظ ہیں:

فكشف النبي صلى الله عليه وآله وسلم ستر الحجرة، ينظر إلينا و هو قائمٌ، كأن وجهه ورقة مصحف، ثم تبسم۔(۱)

”آپ نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اٹھا کر کھڑے ہمیں دیکھنا شروع فرمایا۔ گویا آپ ﷺ کا چہرۂ انور قرآن کا ورق ہو، پھر مسکرائے۔“

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۲۴۰، کتاب الجماعۃ والامامۃ، رقم: ۶۴۸
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۱۵، کتاب الصلوۃ، رقم: ۴۱۹
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۵۱۹، کتاب الجنائز، رقم: ۱۶۲۴
۴۔ احمد بن حنبل، ۳: ۱۶۳
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۷۵، رقم: ۴۸۲۵
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۲۹۶، رقم: ۶۸۷۵
۷۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۴۴۶، رقم: ۱۶۵۰
۸۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۲۶۱، رقم: ۷۱۰۷
۹۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵: ۴۳۳، رقم
۱۰۔ حمیدی، المسند، ۲: ۵۰۱، رقم: ۱۱۸۸
۱۱۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۵۲، رقم: ۱۱۶۳
۱۲۔ ابویعلی، المسند، ۶: ۲۵۰، رقم: ۳۵۴۸

حضرت انس ﷺ اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فهممنا أن نفتتن من الفرح برؤية النبي ﷺ، فنكص أبوبكر على عقبيه ليصل الصف، وظن أن النبي ﷺ خارج إلى الصلوٰة۔(۱)

''حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے دیدار کی خوشی میں قریب تھا کہ ہم لوگ نماز چھوڑ بیٹھتے۔ پھر حضرت ابوبکر ﷺ اپنی ایڑیوں پر پیچھے پلٹے تاکہ صف میں شامل ہوجائیں اور انہوں نے یہ سمجھا کہ حضور ﷺ نماز کے لیے باہر تشریف لانے والے ہیں۔''

ان پرکیف لمحات کی منظرکشی روایت میں یوں کی گئی ہے:

فلما وضح وجه النبي ﷺ ما نظرنا منظرا كان أعجب إلينا من وجه النبي ﷺ حين وضح لنا۔(۲)

''جب (پردہ ہٹا اور) آپ ﷺ کا چہرۂ انور سامنے آیا تو یہ اتنا حسین اور دلکش منظر تھا کہ ہم نے پہلے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔''

مسلم شریف میں **فهممنا أن نفتتن** کی جگہ یہ الفاظ منقول ہیں:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۲۴۰، کتاب الجماعۃ والامامۃ، رقم:۶۴۸
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۷۵، رقم:۴۸۲۵
۳۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵:۴۳۳
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۹۴
۵۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۰۲، رقم:۱۱۶۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۲۴۱، کتاب الجماعۃ والامامۃ، رقم:۶۴۹
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱:۳۱۵، کتاب الصلاۃ، رقم:۴۱۹
۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲:۳۷۲، رقم: ۱۴۸۸
۴۔ ابوعوانہ، المسند، ۱:۴۴۶، رقم: ۱۶۵۲
۵۔ بیہقی، سنن الکبریٰ، ۳:۷۴، رقم:۴۸۲۴
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۱۱
۷۔ ابویعلی، المسند، ۷:۲۵، رقم: ۲۴۳۹

فبهتنا و نحن فى الصلوة، من فرح بخروج النبى ﷺ۔(۱)

’’ہم دورانِ نماز آپ ﷺ کے باہر تشریف لانے کی خوشی میں حیرت زدہ ہو گئے (یعنی نماز کی طرف توجہ نہ رہی)۔‘‘

علامہ اقبال نے حالتِ نماز میں حضور ﷺ کے عاشقِ زار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے سے دیدارِ محبوب ﷺ کے منظر کی کیا خوبصورت لفظی تصویر کشی کی ہے:

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

کم و بیش یہی حالت حضور ﷺ کے ہر صحابی رضی اللہ عنہ کی تھی۔ شارحینِ حدیث نے فهممنا أن نفتتن من الفرح برؤية النبى ﷺ کا معنی اپنے اپنے ذوق کے مطابق کیا ہے۔

۱۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فهممنا أى قصدنا أن نفتتن بأن نخرج من الصلوة۔(۱)

(۱) قسطلانی، ارشاد الساری، ۲:۴۴

’’پس قریب تھا یعنی ہم نے ارادہ کرلیا کہ (دیدار کی خاطر) نماز چھوڑ دیں۔‘‘

۲۔ لامع الدراری میں ہے:

و كانوا مترصدين إلى حجرته، فلما أحسوا برفع الستر التفتوا إليه بوجوههم۔(۲)

’’تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توجہ آپ ﷺ کے حجرہ مبارک کی طرف مرکوز تھی، جب انہوں نے پردے کا سرکنا محسوس کیا تو تمام نے اپنے چہرے حجرۂ انور کی طرف کر لئے۔‘‘

۳۔ مولانا وحید الزماں حیدر آبادی ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(۱) مسلم، الصحیح، ۱:۳۱۵، کتاب الصلوۃ، رقم:۴۱۹

(۲) گنگوہی، لامع الدراری علی الجامع البخاری، ۳:۱۵۰

فهممنا أن نفتتن من الفرح برؤية النبی ﷺ۔(۱)

’’آنحضرت ﷺ کے دیدار سے ہم کو اتنی خوشی ہوئی کہ ہم خوشی کے مارے نماز توڑنے ہی کو تھے کہ آپ ﷺ نے پردہ نیچے ڈال دیا۔‘‘

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

فكاد الناس ان يضطربوا فأشار الناس ان اثبتوا۔(۲)

’’قریب تھا کہ لوگوں میں اضطراب پیدا ہو جاتا، آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ کھڑے رہو۔‘‘

شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اضطراب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فقرب الناس أن يتحركوا من كمال فرحهم لظنهم شفاءه ﷺ حتى أرادوا أن يقطعوا الصلوة لإعتقادهم خروجه ﷺ ليصلی بهم، و أرادوا أن يخلوا له الطريق إلى المحراب و هاج بعضهم فی بعض من شدة الفرح۔(۳)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے شفایاب ہونے کی خوشی کے خیال سے متحرک ہونے کے قریب تھے حتیٰ کہ انہوں نے نماز توڑنے کا ارادہ کر لیا اور سمجھے کہ شاید ہمارے آقا ﷺ ہمیں نماز پڑھانے کے لیے باہر تشریف لا رہے ہیں، لہٰذا انہوں نے محراب تک کا راستہ خالی کرنے کا ارادہ کیا جبکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوشی کی وجہ سے کودنے لگے۔

امام بخاری نے باب الإلتفات فی الصلوة کے تحت اور دیگر محدثین کرام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ والہانہ کیفیت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں بیان کی ہے:

و هَمَّ المسلمون أن يفتتنوا فی صلوتهم، فأشار إليهم: أتموا

(۱) وحید الزماں، ترجمۃ البخاری، ۱: ۳۴۹

(۲) ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۲۷، رقم: ۳۸۶

(۳) بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ: ۱۹۴

صلاتکم۔(۱)

''مسلمانوں نے نماز ترک کرنے کا ارادہ کر لیا تھا مگر آپ ﷺ نے انہیں نماز کو پورا کرنے کا حکم دیا۔''

۲۔ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ سے بھوک کا مداوا

اربابِ تاریخ و سیر لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں قحط سالی کے دور میں حکومت کے جمع شدہ ذخیرے سے قحط زدہ عوام میں غلے کی تقسیم کا نظام قائم فرمایا۔ ابھی آئندہ فصل کے آنے میں تین ماہ باقی تھے کہ غلے کا سٹاک ختم ہو گیا۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ فکر لاحق ہوگئی کہ افلاس زدہ لوگوں کو غلے کی فراہمی کیسے ہوگی۔ وہ اس فکر میں غلطاں تھے کہ اللہ رب العزت نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بذریعہ جبرئیل علیہ السلام یہ پیغام دیا کہ اپنے چہرے کو بے نقاب کر دیجئے، اس طرح بھوکے لوگوں کی بھوک کا مداوا ہو جائے گا۔ روایات میں ہے کہ جو بھوکا شخص حضرت یوسف علیہ السلام کا دیدار کر لیتا اس کی بھوک مٹ جاتی۔(۲)

قرآنِ حکیم نے زنانِ مصر کا ذکر کیا ہے کہ وہ کس طرح حسنِ یوسف علیہ السلام کی دید میں اتنا محو اور بے خود ہو گئیں کہ انہیں اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کٹ جانے کا احساس بھی نہ رہا۔

یہ تو حسنِ یوسفی کی بات ہے۔ حضور ﷺ تو تمام انبیاء علیہم السلام کی صفات و کمالات کے جامع ہیں۔ اس لئے حسن و جمال کی بے خود کر دینے والی کیفیت آپ ﷺ کی ذات

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۲۶۲، کتاب صفۃ الصلاۃ، رقم: ۷۲۱
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۵۸۷، رقم: ۶۶۲۰
۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۳: ۷۵، رقم: ۱۶۵۰
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۲۱۷
۵۔ طبری، التاریخ، ۲: ۲۳۱

(۲) شمائل الترمذی: ۲۷، حاشیہ: ۳

اقدس میں اس درجہ موجود تھی کہ اسے حیطۂ بیان میں نہیں لایا جا سکتا۔

حضور ﷺ کی زیارت بھوکوں کی بھوک رفع کرنے کا ذریعہ بنتی تھی، چہرۂ اقدس کے دیدار کے بعد بھوک اور پیاس کا احساس کہاں رہتا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضور رحمتِ عالم ﷺ ایسے وقت کا شانۂ نبوت سے باہر تشریف لائے کہ:

لا يخرج فيها و لا يلقاه فيها أحد۔

''آپ ﷺ پہلے کبھی اس وقت باہر تشریف نہ لاتے تھے اور نہ ہی کوئی آپ سے ملاقات کرتا۔''

پھر یوں ہوا کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی بھوک سے مغلوب باہر تشریف لے آئے۔ حضور ﷺ نے اپنے رفیقِ غار سے پوچھا:

ما جاء بک يا أبا بکر؟

اے ابوبکر! تم اس وقت کیسے آئے ہو؟

اس وفا شعار عجز و نیاز کے پیکر نے ازراہِ مروّت عرض کیا:

خرجت ألقى رسول الله ﷺ وأنظر فی وجهه و التسليم عليه۔

''یا رسول اللہ ﷺ صرف آپ کی ملاقات، چہرہ انور کی زیارت اور سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔''

تھوڑی دیر بعد ہی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی اسی راستے پر چلتے ہوئے اپنے آقا ﷺ کے پاس حاضر ہوگئے۔ نبی رحمت ﷺ نے دریافت فرمایا:

ما جاء بک يا عمر؟

''اے عمر! تمہیں کون سی ضرورت اس وقت یہاں لائی؟''

شمعِ رسالت ﷺ کے پروانے نے عرض کی:

الجوع، يا رسول الله!

''یا رسول اللہ! بھوک کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔''

والیٔ کون و مکان رحمتِ کل جہاں ﷺ نے فرمایا:

و أنا قد وجدت بعض ذلک۔(۱)

’’اور مجھے بھی کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔‘‘

تو ہادیٔ برحق نبیٔ مکرم حضور رحمتِ عالم ﷺ اپنے دونوں جاں نثاروں کے ہمراہ اپنے ایک صحابی حضرت ابوالہیثم بن تیہان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ ابوالہیثم رضی اللہ عنہ کا شمار متمول انصار میں ہوتا تھا۔ آپ کھجوروں کے ایک باغ کے مالک تھے۔ حضور ﷺ کی آمد کے وقت صاحبِ خانہ گھر پر موجود نہ تھے، اُن کی اہلیہ محترمہ نے بتایا کہ وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابوالہیثم رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ جب دیکھا کہ آج سرکار ﷺ نے ان کے غریب خانے کو اعزاز بخشا ہے تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، وہ حضور ﷺ کو اپنے دو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اپنے گھر میں دیکھ کر پھولے نہیں سما رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی خوشی کا اظہار کیسے کریں، کیسے بارگاہِ خداوندی میں سجدۂ شکر بجا لائیں؟ ایک عجیب سی کیف و سرور اور انبساط کی لہر نے اہلِ خانہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور گھر کے در و دیوار بھی خوشی سے جھوم اٹھے تھے۔ حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ پر جو کیفیت طاری ہوئی اس کے بارے میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

یلتزم النبی ﷺ و یفدیه بأبیه و أمه۔(۲)

’’(حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ آتے ہی) حضور ﷺ سے لپٹ گئے اور کہتے جاتے میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیک وسلم پر قرباں ہوں۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۵۸۳، ابواب الزہد، رقم: ۲۳۶۹
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۱۲، رقم: ۳۷۳
۳۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۴۵، ۷۱۷۸
۴۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۳۴۰

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۵۸۳، ابواب الزہد، رقم: ۲۳۶۹
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۱۲، رقم: ۳۷۳
۳۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۴۵، رقم: ۷۱۷۸
۴۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۳۴۰

بعد ازاں حضرت ابو الہیثم ﷺ حضور ﷺ اور آپ کے ان دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کو اپنے باغ میں لے گئے، تازہ کھجوریں پیش کیں اور کھانا کھلایا۔

شمائلِ ترمذی کے حاشیہ پر مذکورہ حدیث کے حوالے سے یہ عبارت درج ہے:

لعل عمر ﷺ جاء ليتسلى بالنظر في وجه رسول الله ﷺ كما كان يصنع أهل مصر في زمن يوسف عليه السلام، و لعل هذا المعنى كان مقصود أبي بكر ﷺ و قد أدى بالطف وجه كأنه خرج رسول الله ﷺ لما ظهر عليه بنور النبوة أن أبابكر طالب ملاقاته، و خرج أبوبكر لما ظهر عليه بنور الولاية أنه ﷺ خرج في هذا الوقت لانجاح مطلوبه۔(۱)

''حضرت عمر فاروق ﷺ اس لئے تشریف لائے تھے کہ وہ حضور ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت سے اپنی بھوک مٹانا چاہتے تھے، جس طرح مصر والے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن سے اپنی بھوک کو مٹا لیا کرتے تھے اور سیدنا ابوبکر صدیق ﷺ کے عمل میں بھی یہی راز مضمر تھا۔ مگر رفیقِ سفر نے اپنا مدعا نہایت ہی لطیف انداز میں بیان کیا اور یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضور ﷺ پر نورِ نبوت کی وجہ سے آشکار ہو چکا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ طالبِ ملاقات ہیں اور سیدنا ابوبکر صدیق ﷺ پر نورِ ولایت کی وجہ سے واضح ہو چکا تھا کہ اس گھڑی آقائے مکرم ﷺ کا دیدار انہیں ضرور نصیب ہوگا۔''

ایک صحابی کا حضور ﷺ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا

کائنات کا سارا حسن و جمال نبی آخر الزماں حضور رحمتِ عالم ﷺ کے چہرۂ انور میں سمٹ آیا تھا۔ آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت سے مشرف ہونے والا ہر شخص جمالِ مصطفےٰ ﷺ میں اس طرح کھو جاتا کہ کسی کو آنکھ جھپکنے کا یارا بھی نہ ہوتا اور نگاہیں اٹھی کی اٹھی رہ جاتیں۔

(۱) شمائل الترمذی: ۲۷، حاشیہ: ۳

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

كان رجل عند النبي ﷺ ينظر إليه لا يطرف.

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں ایک شخص آپ ﷺ (کے چہرۂ انور) کو (اِس طرح ٹکٹکی باندھ کر) دیکھتا رہتا کہ (وہ اپنی آنکھ تک نہ جھپکتا۔''

حضور رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے اس جاں نثار صحابی کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا:

ما بالك؟

''اِس (طرح دیکھنے) کا سبب کیا ہے؟''

اس عاشقِ رسول صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

بأبي و أمي! أتمتع من النظر إليك۔ (۱)

''میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کے چہرۂ انور کی زیارت سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔''

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جاں نثارانِ مصطفیٰ ﷺ پر خودسپردگی کی ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی اور وہ آپ ﷺ کے حسن و جمال میں اس طرح کھو جاتے کہ دنیا کی ہر شے سے بھی بے نیاز ہو جاتے۔

۳۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا شوقِ دیدار

مکہ معظّمہ میں اسلام کا پہلا تعلیمی اور تبلیغی مرکز کوہِ صفا کے دامن میں واقع دارِ ارقم تھا، اسی میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس فرماتے۔ ابھی مسلمانوں کی تعداد ۳۹ تک پہنچی تھی کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ کفار کے سامنے دعوتِ اسلام اعلانیہ پیش کروں۔ آپ ﷺ کے منع فرمانے کے باوجود انہوں نے اصرار کیا تو آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرما دی۔

و قام أبو بكر في الناس خطيباً و رسول الله ﷺ جالس، فكان

(۱) ۱۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲:۵۶۶

۲۔ قسطلانی، المواھب اللدنیہ، ۲:۹۴

أول خطيب دعا إلى الله ﷻ وإلى رسوله ﷺ۔(۱)

’’سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہوکر خطبہ دینا شروع کیا جبکہ رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ پس آپ ہی وہ پہلے خطیب (داعی) تھے جنہوں نے (سب سے پہلے) اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف لوگوں کو بلایا۔‘‘

اسی بنا پر آپ کو اسلام کا ’’خطیب اوّل‘‘ کہا جاتا ہے۔ نتیجتًا کفار نے آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور آپ کو اس قدر زد وکوب کیا کہ آپ خون میں لت پت ہو گئے، انہوں نے اپنی طرف سے آپ کو جان سے مار دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی، جب انہوں نے محسوس کیا کہ شاید آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی ہے تو اسی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے۔ آپ کے خاندان کے لوگوں کو پتہ چلا تو وہ آپ کو اٹھا کر گھر لے گئے اور آپس میں مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ ہم اس ظلم و تعدی کا ضرور بدلہ لیں گے لیکن ابھی آپ کے سانس اور جسم کا رشتہ برقرار تھا۔

آپ کے والدِ گرامی ابوقحافہ، والدہ اور آپ کا خاندان آپ کے ہوش میں آنے کے انتظار میں تھا، مگر جب ہوش آیا اور آنکھ کھولی تو آپ رضی اللہ عنہ کی زبانِ اقدس پر جاری ہونے والا پہلا جملہ یہ تھا:

ما فعل برسول الله ﷺ؟

’’رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟‘‘

تمام خاندان اس بات پر ناراض ہو کر چلا گیا کہ ہم تو اس کی فکر میں ہیں اور اسے کسی اور کی فکر لگی ہوئی ہے۔ آپ کی والدہ آپ کو کوئی شے کھانے یا پینے کے لئے اصرار سے کہتیں، لیکن اس عاشقِ رسول ﷺ کا ہر مرتبہ یہی جواب ہوتا، کہ اس وقت تک

(۱) ۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۳: ۳۰
۲۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۷۵
۳۔ دیار بکری، تاریخ الخمیس، ۱: ۲۹۴
۴۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۳۹۷

کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک مجھے اپنے محبوب ﷺ کی خبر نہیں مل جاتی کہ وہ کس حال میں ہیں۔ لختِ جگر کی یہ حالتِ زار دیکھ کر آپ کی والدہ کہنے لگیں:

واللہ! ما لی علم بصاحبک۔

’’خدا کی قسم! مجھے آپ کے دوست کی خبر نہیں کہ وہ کیسے ہیں؟‘‘

آپ رضی اللہ عنہ نے والدہ سے کہا کہ حضرت اُمِ جمیل رضی اللہ عنہا بنت خطاب سے حضور ﷺ کے بارے پوچھ کر آؤ۔ آپ کی والدہ امِ جمیل رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ماجرا بیان کیا۔ چونکہ انہیں ابھی اپنا اسلام خفیہ رکھنے کا حکم تھا اس لئے انہوں نے کہا کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے دوست محمد بن عبداللہ کو نہیں جانتی۔ ہاں اگر تو چاہتی ہے تو میں تیرے ساتھ تیرے بیٹے کے پاس چلتی ہوں۔ حضرت اُمِ جمیل رضی اللہ عنہا آپ کی والدہ کے ہمراہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں تو ان کی حالت دیکھ کر اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں اور کہنے لگیں:

إنی لأرجو أن ینتقم اللہ لک۔

’’مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور اُن سے تمہارا بدلہ لے گا۔‘‘

آپ نے فرمایا! ان باتوں کو چھوڑو مجھے صرف یہ بتاؤ:

ما فعل برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟

’’رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟‘‘

انہوں نے اشارہ کیا کہ آپ کی والدہ سن رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: فکر نہ کرو بلکہ بیان کرو۔ انہوں نے عرض کیا:

سالم صالح۔

’’(آپ ﷺ) محفوظ اور خیریت سے ہیں۔‘‘

پوچھا:

فأین ھو؟

’’آپ ﷺ (اس وقت) کہاں ہیں؟‘‘

انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ دارِ ارقم میں ہی تشریف فرما ہیں۔ آپ نے یہ

سن کر فرمایا:

ان لا أذوق طعاما أو شرابا أو آتی رسول اللهﷺ۔(۱)

''میں اس وقت تک کھاؤں گا نہ کچھ پیوں گا جب تک کہ میں اپنے محبوب ﷺ کو ان آنکھوں سے بخیریت نہ دیکھ لوں۔''

شمعِ مصطفوی ﷺ کے اس پروانے کو سہارا دے کر دارِ ارقم لایا گیا، جب حضور ﷺ نے اس عاشقِ زار کو اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا تو آگے بڑھ کر تھام لیا اور اپنے عاشقِ زار پر جھک کر اس کے بوسے لینا شروع کر دیئے۔ تمام مسلمان بھی آپ کی طرف لپکے۔ اپنے یارِ غمگسار کو زخمی حالت میں دیکھ کر حضور ﷺ پر عجیب رقت طاری ہوگئی۔

اُنہوں نے عرض کیا کہ میری والدہ حاضر خدمت ہیں، ان کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دولتِ ایمان سے نوازے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور وہ دولتِ ایمان سے شرف یاب ہوگئیں۔

۴۔ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی والہانہ محبت و وارفتگی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح چہرۂ نبوت کے دیدارِ فرحت آثار سے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان کیا کرتے تھے اور ان کے نزدیک پسند و دلبستگی کا کیا معیار تھا، اس کا اندازہ آپ ﷺ کے یارِ غار سے متعلق درج ذیل روایت سے بخوبی ہو جائے گا:

ایک مرتبہ حضور رسالتمآب ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تمہاری دنیا میں تین چیزیں پسند ہیں: خوشبو، نیک خاتون اور نماز جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بھی تین ہی

(۱) ۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، (السیرۃ)، ۳: ۳۰
۲۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۷۶
۳۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۳۹۸
۴۔ دیار بکری، تاریخ الخمیس، ۱: ۲۹۴

چیزیں پسند ہیں:

النظر إلی وجه رسول اللهﷺ، و إنفاق مالي علی رسول اللهﷺ، وأن يكون ابنتي تحت رسول الله۔(۱)

’’آپ صلی اللہ علیک وسلم کے چہرۂ اقدس کو تکتے رہنا، اللہ کا عطا کردہ مال آپ صلی اللہ علیک وسلم کے قدموں پر نچھاور کرنا اور میری بیٹی کا آپ صلی اللہ علیک وسلم کے عقد میں آنا۔‘‘

جب انسان خلوصِ نیت سے اللہ تعالیٰ سے نیک خواہش کا اظہار کرتا ہے تو وہ ذات اپنی شانِ کریمانہ کے مطابق اُسے ضرور نوازتی ہے۔ اس اصول کے تحت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی تینوں خواہشیں اللہ تعالیٰ نے پوری فرما دیں۔

آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضور رسالت مآب ﷺ نے اپنے نکاح میں قبول فرما لیا۔ آپ کو سفر و حضر میں رفاقتِ مصطفوی ﷺ نصیب رہی یہاں تک کہ غارِ ثور کی تنہائی میں آپ کے سوا کوئی اور زیارت سے مشرف ہونے والا نہ تھا، اور مزار میں بھی أوصلوا الحبيب إلی الحبيب کے ذریعے اپنی دائمی رفاقت عطا فرما دی۔ اسی طرح مالی قربانی اس طرح فراوانی کے ساتھ نصیب ہوئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ما نفعني مال أحد قط ما نفعني مال أبي بكر۔(۲)

---

(۱) ابن حجر، منبھات: ۲۱، ۲۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۰۹، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۶۱

۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۳۶، مقدمہ، باب فضائل الصحابہ، رقم: ۹۴

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۵۳

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۲۷۳، رقم: ۶۸۵۸

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۴۸، رقم: ۳۱۹۲۷

۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۱۵۸

۷۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۵۳۲، رقم: ۲۶۲۱

۸۔ قرطبی، تفسیر الجامع لاحکام القرآن، ۳: ۴۱۸ ←

’’مجھے جس قدر نفع ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے دیا ہے اتنا کسی اور کے مال نے نہیں دیا۔‘‘

دوسرے مقام پر مال کے ساتھ آپ ﷺ نے صحبت کا ذکر بھی فرمایا:

إن (مِن) أَمَنّ الناس عليّ في صحبتهِ و ماله أبو بكر۔(۱)

’’لوگوں میں سے مجھے اپنی رفاقت دینے اور اپنا مال خرچ کرنے کے لحاظ سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔‘‘

حضور ﷺ کے ساتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی والہانہ محبت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد گرامی سارا دن آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہتے، جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر گھر آتے تو جدائی کے یہ چند لمحے کاٹنا بھی اُن کے لئے دشوار ہو جاتا۔ وہ ساری ساری رات ماہیٔ بے آب کی طرح بیتاب رہتے، ہجر و فراق کی وجہ سے ان کے جگرِ سوختہ سے اس طرح آہ نکلتی جیسے کوئی چیز

۹۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۰: ۳۶۳، رقم: ۵۵۲۵

۱۰۔ طبری، الریاض النضرہ، ۲: ۱۶، رقم: ۱۱۶۴۱۲

۱۱۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، ۱: ۶۵، رقم: ۲۵

۱۲۔ سیوطی، تاریخ الخلفاء: ۳۰

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۱۷۷، کتاب المساجد، رقم: ۴۵۴

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۰۸، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۶۰

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۳۵، رقم: ۸۱۰۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۸

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۵۵۸، رقم: ۶۵۹۴

۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۴۸، رقم: ۳۱۹۲۶

۷۔ نسائی، فضائل الصحابہ، ۱: ۳، رقم: ۲

۸۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، ۱: ۶۱، رقم: ۲۱

۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۲۲۷

۱۰۔ طبری، الریاض النضرہ، ۲: ۱۲، رقم: ۱۰۹۴۰۵

جل رہی ہو اور یہ کیفیت اس وقت تک رہتی جب تک وہ حضور ﷺ کے چہرۂ اقدس کو دیکھ نہ لیتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کا سبب بھی ہجر وفراقِ رسول ہی بنا۔ آپ کا جسم حضور ﷺ کے وصال کے صدمے سے نہایت ہی لاغر ہوگیا تھا، حتی کہ اسی صدمے سے آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوگیا۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی محبوبیت اور آپ ﷺ کے ہجر کے سوز وگداز کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قوتِ قلب و جگر گردد نبی
از خدا محبوب تر گردد نبی
ذرۂ عشقِ نبی از حق طلب
سوزِ صدیق و علی از حق طلب

(حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی دل وجگر کی تقویت کا باعث بنتی ہے اور شدت اختیار کرکے خدا سے بھی زیادہ محبوب بن جاتی ہے۔ تو بھی آپ ﷺ کے عشق کا ذرہ حق تعالیٰ سے طلب کر اور وہ تڑپ مانگ جو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ میں تھی۔)

۵۔ ہجرِ رسول اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی گریہ وزاری

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے: ایک رات آپ عوام کی خدمت کے لیے رات کو نکلے تو آپ نے ایک گھر میں دیکھا کہ چراغ جل رہا ہے اور ایک بوڑھی خاتون اُون کاتتے ہوئے ہجر و فراق میں ڈوبے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہی ہے:

على محمد صلاة الأبرار صلى عليه الطيبون الأخيار
قد كنتَ قواماً بكا بالأسحار يا ليت شعرى والمنايا أطوار

هل تجمعني و حبيبي الدار(۱)

’’محمد ﷺ پر اللہ کے تمام ماننے والوں کی طرف سے سلام ہو اور تمام متقین کی طرف سے بھی۔ آپ راتوں کو اللہ کی یاد میں کثیر قیام کرنے والے اور سحری کے وقت آنسو بہانے والے تھے۔ ہائے افسوس! اسبابِ موت متعدد ہیں، کاش مجھے یقین ہوجائے کہ روزِ قیامت مجھے آقا ﷺ کا قرب نصیب ہوسکے گا۔‘‘

یہ اشعار سن کر حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو بے اختیار اپنے آقا ﷺ کی یاد آ گئی اور وہ زار و قطار رو پڑے۔ اہل سیر آگے لکھتے ہیں:

طرق عليها الباب، فقالت: من هذا؟ فقال: عمر بن الخطاب، فقالت: ما لي ولعمر في هذه الساعة؟ فقال: افتحي، يرحمك الله فلا بأس عليك، ففتحت له، فدخل عليها، وقال: ردي الكلمات التي قلتيها آنفا، فردتها، فقال: ادخليني معكما و قولي و عمر فاغفرله يا غفار۔(۲)

’’انہوں نے دروازے پر دستک دی۔ خاتون نے پوچھا: کون؟ آپ نے کہا: عمر بن الخطاب۔ خاتون نے کہا: رات کے ان اوقات میں عمر کو یہاں کیا کام؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تجھ پر رحم فرمائے، تو دروازہ کھول تجھے کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ اس نے دروازہ کھولا: آپ اندر داخل ہوگئے اور کہا کہ جو اشعار تو ابھی پڑھ رہی تھی انہیں دوبارہ پڑھ۔ اس نے جب دوبارہ اشعار پڑھے تو آپ کہنے لگے کہ اس مسعود و مبارک اجتماع میں مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کرلے اور یہ کہہ کہ ہم دونوں کو آخرت میں حضور ﷺ کا ساتھ نصیب ہو اور اے معاف کرنے والے عمر کو معاف کر دے۔‘‘

بقول قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے بعد چند

(۱) ا۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲:۵۶۹

۲۔ ابن مبارک، الزہد، ۱:۳۶۳

(۲) خفاجی، نسیم الریاض، ۳:۳۵۵

دن تک صاحبِ فراش رہے اور صحابہ کرام ﷺ آپ کی عیادت کے لئے آتے رہے۔

صحابہ کرام ﷺ کے نزدیک یہی ایمان تھا اور یہی دین کہ وہ کسی بھی شئے سے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی نسبت کے بغیر اپنا تعلق قائم نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق ﷺ حج پر آئے، طواف کیا اور حجرِ اسود کے سامنے آ کر کھڑے ہوگئے۔ اس سے فرمانے لگے:

إني أعلم أنک حجر لا تضر و لا تنفع، ولو لا أني رأيت النبي ﷺ يقبلک ما قبلتک۔ (۱)

''میں جانتا ہوں بیشک تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۵۷۹، کتاب الحج، رقم: ۱۵۲۰

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۹۲۵، کتاب الحج، رقم: ۱۲۷۰

۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۹۸۱، کتاب المناسک، رقم: ۲۹۴۳

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۲: ۴۰۰، رقم: ۳۹۱۸

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۶

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵: ۸۲، رقم: ۹۰۵۹

۷۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۳: ۳۴۲، رقم: ۱۴۷۵۳

۸۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵: ۷۲، رقم: ۹۰۳۵

۹۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳: ۲۴۳، رقم: ۳۰۴۲

۱۰۔ بزار، المسند، ۱: ۴۷۸، رقم: ۳۴۱

۱۱۔ حمیدی، المسند، ۱: ۷، رقم: ۹

۱۲۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲: ۳۹۵، رقم: ۱۵۶۷

۱۳۔ ابویعلی، المسند، ۱: ۱۶۹، رقم: ۱۸۹

۱۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۴۵۰، رقم: ۴۰۳۸

۱۵۔ ابن عبد البر، التمہید، ۲۲: ۲۵۶

۱۶۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲: ۵۵۸

۱۷۔ زرقانی، شرح علی الموطا، ۲: ۴۰۸

میں نے نبیٔ اکرم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔‘‘

یہ کلمات ادا کرنے کے بعد آپ ﷺ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔(۱)

سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما کا دیدارِ محبوب ﷺ کا منفرد اعزاز

صدیقِ باوفا رضی اللہ عنہ کو سفرِ ہجرت میں رفاقتِ سرورِ کونین ﷺ کا اعزاز حاصل ہوا، جبکہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ مرادِ رسول ہونے کے شرفِ لازوال سے مشرف ہوئے۔ ان جلیل القدر صحابہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظیم جماعت میں کئی دیگر حوالوں سے بھی خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أن رسول اللہ ﷺ کان یخرج علی أصحابه من المهاجرین و الأنصار، و هم جلوس و فیهم أبوبکر و عمر، فلا یرفع إلیه أحد منهم بصره إلا أبوبکر و عمر، فإنهما کانا ینظران إلیه و ینظر إلیهما و یتبسمان إلیه و یتبسم إلیهما۔(۲)

’’حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنے مہاجر اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں تشریف فرما ہوتے اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ان میں ہوتے تو کوئی صحابی بھی حضور ﷺ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتا، البتہ ابوبکر صدیق اور فاروق

---

(۱) حاکم، المستدرک، ۱:۶۲۸، رقم: ۱۶۸۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۱۲، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۶۸

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۵۰

۳۔ طیالسی، المسند، ۱:۲۷۵، رقم: ۲۰۶۴

۴۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۸۸، رقم: ۱۲۹۸

۵۔ ابویعلی، المسند، ۱:۱۱۶، رقم: ۳۳۷۸

۶۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، ۱:۲۱۲، رقم: ۳۳۹

۷۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۳۳۸، رقم: ۲۰۹

اعظم رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے چہرۂ انور کو مسلسل دیکھتے رہتے اور سرکار ان کو دیکھتے، یہ دونوں حضرات رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر مسکراتے اور خود حضور ﷺ ان دونوں کو دیکھ کر تبسم فرماتے۔''

۶۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ...... اسیرِ حسنِ مصطفیٰ ﷺ

عشاقِ مصطفیٰ ﷺ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نسبتِ رسول ﷺ کا جو منفرد اعزاز عطا ہوا اس کا مظاہرہ صلحِ حدیبیہ کے موقع پر دیکھنے میں آیا۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے انہیں اپنا سفیر بنا کر مکہ معظّمہ بھیجا کہ کفار و مشرکین سے مذاکرات کریں۔ کفار نے پابندی لگا دی تھی کہ اس سال حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سفیرِ رسول بن کر مذاکرات کے لئے حرمِ کعبہ پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ اس سال آپ لوگ حج نہیں کر سکتے، تاہم کفارِ مکہ نے بزعم خویش رواداری برتتے ہوئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ چونکہ تم آ گئے ہو، اس لئے حاضری کے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اگر چاہو تو ہم تمہیں طواف کی اجازت دیتے ہیں لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے کفار کی اس پیشکش کو بڑی شان بے نیازی سے ٹھکرا دیا۔ حضور ﷺ کے بغیر طواف کرنا انہیں گوارا نہ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بغیر لگی لپٹی رکھے کہا:

ما كنتُ لأطوف به حتي يطوف به رسول الله ﷺ۔(۱)

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبری، ۹:۲۲۱

۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴:۲۸۲

۳۔ طبری، التاریخ، ۲:۱۲۱

۴۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲:۵۹۴

۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۴:۱۶۷

۶۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲:۷۰۱

۷۔ ابن حبان، الثقات، ۱:۲۹۹

۸۔ طبری، تفسیر، ۲۶:۸۶

۹۔ ابن کثیر، تفسیر، ۴:۱۸۷

''میں اس وقت تک طوافِ کعبہ نہیں کروں گا جب تک حضور ﷺ طواف نہ کرلیں۔''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے اس عمل سے دشمنانِ اسلام کو جتلا دیا کہ ہم کعبہ کو حضور ﷺ کے کہنے پر کعبہ مانتے ہیں اور اس کا طواف بھی اس لئے کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اس کا طواف کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کعبے سے اپنی جذباتی وابستگی اور عقیدت کو اہمیت نہ دی حالانکہ اس کے دیدار کے لئے وہ مدت سے ترس رہے تھے اور ہجرت کے چھ سات سال بعد انہیں یہ پہلا موقع مل رہا تھا۔ اگر وہ طواف کر بھی لیتے تو حضور ﷺ نے انہیں اس سے منع نہیں کیا تھا لیکن ان کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت نسبتِ رسول ﷺ کی تھی جس کے بغیر وہ کسی عمل کو کوئی وقعت دینے کے لئے تیار نہ تھے اور حضور ﷺ کے ساتھ یہی نسبت ان کے ایمان کی بنیاد تھی۔

حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا آقائے دوجہاں ﷺ کے ساتھ تعلقِ عشقی خودسپردگی اور وارفتگی کی حدتک پہنچا ہوا تھا۔ کتبِ احادیث میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ مسجد کے دروازے پر بیٹھ کر گوشت کا لقمہ تناول کرنے لگے۔ لوگوں نے پوچھا: حضرت! یہ دروازہ گزرگاہِ عام ہے، یہاں بیٹھ کر کھانا چہ معنی دارد؟ دیکھنے والے کیا سمجھیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جواب میں فرمانے لگے: مجھے اور تو کچھ خبر نہیں، بس اتنا پتہ ہے کہ ایک بار میرے آقا و مولا ﷺ نے یہاں بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا تھا، میں تو اس سنت پر عمل کر رہا ہوں اور اس وقت حضورِ نبی کریم علیہ السلام کی یہی ادا میرے پیشِ نظر ہے۔

ایک دفعہ وضو کے بعد بغیر کسی وجہ کے مسکرانے لگے۔ کسی نے پوچھا: آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں جبکہ کسی سے گفتگو اور مکالمہ بھی نہیں۔ فرمانے لگے: مجھے کسی سے کیا غرض! میں نے تو ایک بار حضور ﷺ کو اسی طرح وضو کرنے کے بعد مسکراتے دیکھا تھا، میں تو محبوب ﷺ کی اسی ادا کو دہرا رہا ہوں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

مجھے کیا خبر تھی رکوع کی، مجھے ہوش کب تھا سجود کا
ترے نقشِ پا کی تلاش تھی کہ میں جھک رہا تھا نماز میں

اس تعلقِ عشقی کا اظہار تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں جھلکتا تھا۔

۷۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ سے تعلقِ عشق

حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کی تربیت براہِ راست آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمائی تھی۔ بچوں میں سب سے پہلے دامنِ اسلام سے وابستہ ہونا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقدر میں لکھا گیا تھا۔ اس مقام پر سیدنا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے اس قول کا ذکر ضروری ہے جس میں آپ نے حضور ﷺ کی زیارت کی لذت آفرین کیفیت کو بیان کر کے ثابت کر دیا کہ عظمتِ رسول ﷺ کا پرچم سربلند کرنا اور اطاعتِ مصطفےٰ ﷺ کی قندیل دل میں روشن رکھنا ہی ایمان کی اساس ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا:

كيف كان حبكم لرسول الله صلى الله عليه وسلم؟(۱)

آپ (صحابہ کرام) کو پیغمبر اسلام ﷺ سے کس قدر محبت تھی؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كان و الله! أحب إلينا من أموالنا وأولادنا و آباء نا و أمهاتنا و من الماء البارد على الظمأ۔(۲)

”اللہ کی قسم! حضور ﷺ ہمیں اپنے اموال، اولاد، آباء و اجداد اور امہات سے بھی زیادہ محبوب تھے اور کسی پیاسے کو ٹھنڈے پانی سے جو محبت ہوتی ہے ہمیں اپنے آقا و مولا ﷺ اس سے بھی بڑھ کر محبوب تھے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ وہ زیارتِ مصطفےٰ ﷺ کے مواقع تلاش کیا کرتے تھے، آپ ﷺ کے جسمِ اقدس کی خوشبو انہیں بتا دیتی کہ آقا ﷺ اس طرف گئے ہیں۔ وہ آسانی سے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا سراغ لگا لیتے اور آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی تابانیوں میں اپنی روح و جان کے ساتھ بھیگ جاتے۔ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی حضور ﷺ سے وابستگی اور تقرب کا حال جاننے کے لئے یہ روایت ملاحظہ فرمایئے:

---

(۱) قاضی عیاض، الشفا، ۲: ۵۶۸

(۲) قاضی عیاض، الشفاء، ۲: ۵۶۸

سورج کا پلٹنا اور نمازِ عصر کی ادائیگی

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ غزوۂ خیبر کے دوران قلعہ صہباء کے مقام پر حضور نبیِ اکرم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سرِ انور رکھ کر اِستراحت فرما رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابھی نمازِ عصر ادا نہیں کی تھی۔ اس وقت چاہتے تو عرض کر دیتے کہ حضور صلی اللہ علیک وسلم! تھوڑی دیر توقف فرمایئے کہ میں عصر کی نماز پڑھ لوں، پھر حاضرِ خدمت ہوجاتا ہوں۔ عقل کا تقاضا بھی یہی تھا لیکن عقل کا کام تو بقولِ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بہانے تلاش کرنا اور تنقید کرنا ہے۔ فرماتے ہیں:

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اَعمال کی بنیاد رکھ

عقل کا تو شیوہ ہی تنقید ہے، جبکہ عشق آنکھیں بند کر کے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

عقل سود و زیاں کے چکر میں اُلجھی رہتی ہے جب کہ عشق بے خطر آگ میں کود کر اُسے گل وگلزار میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عشق منزل کو پالیتا ہے اور عقل گردِ سفر میں گم ہوکر رہ جاتی ہے۔

بو علی اندر غبارِ ناقہ گم
دستِ رومی پردۂ محمل گرفت

(بوعلی (جو کہ عقل کی علامت ہے محبوب کی) اونٹنی کے غبار میں گم ہو گیا (جبکہ عشق کے نمائندے) رومی نے ہاتھ آگے بڑھا کر (محبوب کے) کجاوے کو تھام لیا۔)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ''عقل قرباں کن بہ پیشِ مصطفیٰ'' کا مظہر بنتے ہوئے اپنی نماز محبوب کے آرام پر قربان کر دی، جس کے نتیجے میں اس کشتۂ آتشِ عشق اور پیکرِ وفا کو وہ نماز نصیب ہوئی جو کائناتِ انسانیت میں کسی دوسرے کا مقدر نہ بن سکی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تو کب سے موقع کے متلاشی تھے کہ انہیں آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت اور قرب نصیب ہو۔ وہ ایسا نادر موقع کیونکر ہاتھوں سے جانے دیتے، وہ تو زبان حال سے کہہ رہے ہوں گے:

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

چنانچہ انہوں نے موقع غنیمت جانا اور حضور ﷺ کے سرِ انور کے لئے اپنی گود بچھا دی، جس پر آپ ﷺ نے اپنا مبارک سر رکھا اور اِستراحت فرمانے لگے۔ اب نہ جیسا کہ ہم ابھی بتاچکے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اور نہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے پوچھا کہ نماز عصر ادا ہوئی کہ نہیں؟

اِدھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی خوش بختی کے کیف میں آفتابِ نبوت کو تکے جا رہے تھے اور اُدھر آفتابِ جہاں تاب اپنی منزلیں طے کرتا ہوا غروب ہوتا جارہا تھا۔ جب ان کی نظر ڈوبتے سورج پر پڑی تو چہرۂ اقدس کا رنگ متغیر ہونے لگا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی۔ کبھی نگاہ سورج پر ڈالتے اور کبھی محبوب ﷺ کے رخِ زیبا پر۔ کبھی مائل بہ غروب سورج کو تکتے تو کبھی آفتابِ رسالت کے طلوع کا منظر دیکھتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ سورج ڈوب چلا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے، حضور ﷺ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ علی المرتضی رضی اللہ عنہ پریشانی کے عالم میں محوِ گریہ ہیں۔ پوچھا: کیا بات ہوئی؟ عرض کیا: آقا! میری نمازِ عصر رہ گئی ہے۔ فرمایا: قضا پڑھ لو۔ انہوں نے حضور رحمتِ عالم ﷺ کے چہرۂ اقدس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا، جو زبانِ حال سے یہ کہہ رہی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیک وسلم کی غلامی میں نماز جائے اور قضا پڑھوں؟ اگر اس طرح نماز قضا پڑھوں تو پھر ادا کب پڑھوں گا؟

جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ قضا نہیں بلکہ نماز ادا ہی کرنا چاہتا ہے تو سرکارِ دوعالم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے، اللہ جل مجدہ کی بارگاہ میں دستِ اقدس دعا کے لئے بلند کر دیئے اور عرض کیا:

اللّٰھم! إنّ علیا فی طاعتک و طاعة رسولک، فاردد علیه

الشمس۔(۱)

’’اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا (کہ اس کی نماز قضا ہوگئی)، پس اس پر سورج کو پلٹا دے (تاکہ اس کی نماز ادا ہو)۔‘‘

نماز وقت پر ادا کرنا اللہ کی اطاعت ہے لیکن یہاں تو نماز قضا ہوگئی تھی اس کے باوجود حضور ﷺ اس قضا کو اللہ کی اطاعت قرار دے رہے تھے۔ کیا معاذ اللہ آرام اللہ پاک فرما رہا تھا؟ نہیں، وہ تو آرام سے پاک ہے۔ کیا نیند اللہ کی تھی؟ نہیں، وہ تو نیند سے بھی پاک ہے۔ آرام حضور ﷺ کا تھا، نیند حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی تھی، علی رضی اللہ عنہ کی نماز حضور ﷺ کی نیند پر قربان ہوگئی۔ اب چاہئے تو یہ تھا کہ حضور ﷺ فرماتے کہ ’’اے اللہ! علی تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا‘‘، لیکن آپ ﷺ کے اس فرمان سے اطاعت کا مفہوم بھی واضح ہوگیا کہ آپ ﷺ کی خدمت گری جیسی بھی ہو رب کی اطاعت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ آپ ﷺ کی خدمت میں مصروف تھے اس لئے ان کی قضا بھی اطاعتِ الٰہی قرار پائی۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اُس تاجور کی ہے

حدیثِ مبارک میں مذکور ہے کہ جب آقائے دو جہاں ﷺ نے دستِ اقدس دعا کے لئے بلند فرمائے تو ڈوبا ہوا سورج اس طرح واپس پلٹ آیا جیسے ڈوبا ہی نہ ہو۔ یہ تو ایسے تھا جیسے حضور ﷺ کے ہاتھوں میں ڈوریاں ہوں جنہیں کھینچنے سے سورج آپ ﷺ کی جانب کھنچا آ رہا ہو۔ یہاں تک کہ سورج عصر کے وقت پر آ گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴: ۱۵۱، رقم: ۳۹۰
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۹۷
۳۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱: ۴۰۰
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶: ۸۳
۵۔ سیوطی، الخصائص الکبری، ۲: ۱۳۷
۶۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۱۰۳

عصر ادا کی۔(۱)

۸۔ وارفتگیٔ عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور اذانِ بلالی رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کے وصال کے بعد سیدنا بلال رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے کہ لوگو تم نے کہیں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے تو مجھے بھی دکھا دو، پھر کہنے لگے کہ اب مدینے میں میرا رہنا دشوار ہے، اور شام کے شہر حلب میں چلے گئے۔ تقریباً چھ ماہ بعد آپ ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی تو آپ ﷺ فرما رہے تھے:

ما هذه الجفوة، يا بلال! ما آن لک أن تزورنا؟(۲)

’’اے بلال! یہ کیا بے وفائی ہے؟ (تو نے ہمیں ملنا چھوڑ دیا)، کیا ہماری ملاقات کا وقت نہیں آیا؟‘‘

خواب سے بیدار ہوتے ہی اونٹنی پر سوار ہو کر لبیک! یا سیدی یا رسول اللہ! کہتے ہوئے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے مسجدِ نبوی پہنچ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نگاہوں نے عالمِ وارفتگی میں آپ ﷺ کو ڈھونڈنا شروع کیا۔ کبھی مسجد میں تلاش کرتے اور کبھی حجروں میں، جب کہیں نہ پایا تو آپ ﷺ کی قبر انور پر سر رکھ کر رونا شروع کر دیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا کہ آکر مل جاؤ، غلام حلب سے بہرِ ملاقات حاضر ہوا ہے۔ یہ کہا اور بے ہوش ہو کر مزارِ پُر انوار کے پاس گر پڑے، کافی دیر بعد ہوش آیا۔ اتنے میں سارے مدینے میں یہ خبر پھیل گئی کہ مؤذنِ رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ آگئے ہیں۔ مدینہ طیبہ کے بوڑھے، جوان، مرد، عورتیں اور بچے اکٹھے ہو کر عرض کرنے لگے کہ بلال! ایک دفعہ وہ اذان سنا دو جو محبوبِ خدا ﷺ کے زمانے میں سناتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں معذرت خواہ ہوں کیونکہ میں جب اذان پڑھتا تھا تو أشهد أن محمداً رسول الله کہتے وقت آپ ﷺ کی زیارت سے

---

(۱) ردِ شمس کے معجزۂ مصطفیٰ ﷺ کے تفصیلی مطالعہ کیلئے راقم کی کتاب سیرت الرسول ﷺ (جلد نہم، معجزات) ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۳۰۸

مشرف ہوتا اور آپ ﷺ کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا تھا۔ اب یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے کیسے دیکھوں گا؟

بعض صحابہ کرام ﷺ نے مشورہ دیا کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے سفارش کروائی جائے، جب وہ حضرت بلال ﷺ کو اذان کے لیے کہیں گے تو وہ انکار نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ امام حسین ﷺ نے حضرت بلال ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

یا بلال! نشتهي نسمع أذانک الذی کنت تؤذن لرسول اللہ ﷺ في المسجد۔(۱)

’’اے بلال! ہم آج آپ سے وہی اذان سننا چاہتے ہیں جو آپ (ہمارے ناناجان) اللہ کے رسول ﷺ کو اس مسجد میں سناتے تھے۔‘‘

اب حضرت بلال ﷺ کو انکار کا یارا نہ تھا، لہٰذا اسی مقام پر کھڑے ہوکر اذان دی جہاں حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں دیا کرتے تھے۔ بعد کی کیفیات کا حال کتبِ سیر میں یوں بیان ہوا ہے:

فلما قال: اللہ أکبر، اللہ أکبر، ارتجّت المدینة، فلما أن قال: أشهد أن لا إله إلا اللہ، ازداد رجّتها، فلما قال: أشهد أنّ محمداً رسول اللہ، خرجت العواتق من خدورهن، و قالوا: بعث رسول اللہ ﷺ، فما رُئي یوم أکثر باکیا ولا باکیة بالمدینة بعد رسول اللہ ﷺ، من ذالک الیوم۔(۲)

’’جب آپ ﷺ نے (بآوازِ بلند) اللہ اکبر اللہ اکبر کہا، مدینہ منورہ گونج اٹھا (آپ جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے جذبات میں اضافہ ہوتا چلا گیا)، جب

(۱) ۱۔ سبکی، شفاء السقام: ۳۹
۲۔ ہیتمی، الجوہر المنظم: ۲۷

(۲) ۱۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱: ۳۵۸
۲۔ سبکی، شفاء السقام: ۴۰
۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۳۰۸

أشهد أن لا إله إلا الله کے کلمات ادا کئے گونج میں مزید اضافہ ہو گیا، جب أشهد أن محمدا رسول الله کے کلمات پر پہنچے تو تمام لوگ حتی کہ پردہ نشین خواتین بھی گھروں سے باہر نکل آئیں (رقت و گریہ زاری کا عجیب منظر تھا) لوگوں نے کہا رسول خدا ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد مدینہ منورہ میں اس دن سے زیادہ رونے والے مرد و زن نہیں دیکھے گئے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اذانِ بلال ﷺ کو ترانۂ عشق قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اُس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

۹۔ اسیرِ حسنِ مصطفیٰ ﷺ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا تھے، ابو عمارہ ان کی کنیت تھی اور وہ عمر میں حضور ﷺ سے دو چار سال بڑے تھے۔ ابو لہب کی لونڈی ثویبہ نے انہیں بھی دودھ پلایا تھا، اس حوالے سے یہ حضور علیہ السلام کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہوئے تو تحریکِ اسلامی کے اراکین کو ایک ولولۂ تازہ عطا ہوا۔ آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے کا واقعہ بڑا ہی ایمان افروز ہے جس سے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی حق گوئی، جرأت اور بے باکی کا پتہ چلتا ہے۔

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو داعیٔ اعظم کی حیثیت سے فریضۂ تبلیغ سرانجام دیتے ہوئے چھ سال ہو گئے تھے لیکن کفار و مشرکینِ مکہ کی اکثریت نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ کی دعوتِ حق پر کان نہیں دھرتی تھی بلکہ انہوں نے شہر مکہ کو قریۂ جبر بنا رکھا تھا اور مسلمانوں پر جو اقلیت میں تھے عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا تھا اور خود حضور ﷺ کو نہ صرف دشنام طرازیوں اور طعن و تشنیع کا ہدف بنایا جاتا بلکہ آپ ﷺ کے قتل کے منصوبے تک بنائے جا رہے تھے۔ پورے مکہ کی فضا آپ ﷺ کے خون کی پیاسی تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ابھی شرفِ اسلام سے محروم تھے۔ وہ شمشیر زنی، تیر اندازی اور شکار و تفریح کے مشاغل میں اس قدر مشغول تھے کہ

دعوتِ اسلام پر غور کرنے کی فرصت ہی نہ مل سکی تھی۔

ایک دن حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا کوہِ صفا (یا ایک روایت کے مطابق حجون) کے مقام سے گزر ہوا۔ آپ ﷺ لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلا رہے تھے کہ ابوجہل بھی ادھر آنکلا۔ حضور ﷺ کو دیکھا تو آپے سے باہر ہوگیا۔ وہ بدبخت اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں ہذیان بکنے لگا، لیکن حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی جبینِ اقدس پر ایک بھی شکن نمودار نہ ہوئی۔ ابوجہل گالیاں بکتا رہا، حروفِ ناروا اُس کی گندی زبان سے کانٹوں کی طرح گرتے رہے۔ اس بدبخت نے آپ ﷺ کو جسمانی اذیت کا نشانہ بھی بنایا لیکن تاجدارِ کائنات ﷺ کے لبِ اقدس پر حرفِ شکوہ تک نہ آیا۔ آپ ﷺ خاموش رہے اور اس کی ہرزہ سرائی و اذیت رسانی پر کمال صبر وتحمل سے کام لیا۔ ایک عورت اپنے گھر میں بیٹھی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شکار سے لوٹے تو اس خاتون سے نہ رہا گیا اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی: کاش آپ تھوڑی دیر پہلے یہاں ہوتے اور اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ ابوجہل نے آپ کے بھتیجے سے کتنا برا سلوک کیا ہے، انہیں گالیاں دی ہیں اور اُن پر ہاتھ بھی اٹھایا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر طیش میں آ گئے، چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا اور کہنے لگے: ابوجہل کی یہ جرأت کہ اس نے میرے بھتیجے محمد (ﷺ) پر ہاتھ اٹھایا ہے، تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے خانہ کعبہ میں پہنچے، ابوجہل کو دیکھا کہ کفار و مشرکین کی ایک مجلس میں بیٹھا لاف زنی کر رہا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے دشمن ابوجہل کو دیکھ کر آگ بگولہ ہو گئے اور اس کی دریدہ دہنی اور شرارت کی سزا دینے کے لئے اپنی کمان اس کے سر پر دے ماری، جس سے اُس بدبخت شاتمِ رسول کا سر پھٹ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے آڑے ہاتھوں لیا اور کہا: ابوجہل! تیری یہ ہمت کہ میرے بھتیجے محمد (ﷺ) کو گالی دے اور ان سے بدسلوکی کرے۔ اس کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا باطن نورِ ایمان سے روشن ہوگیا اور ان کے مقدر کا ستارا اوجِ ثریا پر چمکنے لگا، اور محبتِ رسول ﷺ آنکھوں میں غیرتِ ایمانی کا چراغ بن کر جل اٹھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ابوجہل سے کہنے لگے:

أتشتمه وأنا علی دينه أقول ما يقول؟ فرد ذلک علی إن

استطعت۔(۱)

”کیا تو (میرے بھتیجے) محمد (ﷺ) کو گالیاں دیتا ہے؟ میں (بھی اُن کے دین پر ہوں اور) وہی کہتا ہوں جو وہ فرماتے ہیں، میرا راستہ روک سکتے ہو تو روک کر دیکھو۔“

اور پھر چشمِ فلک نے وہ منظر بھی دیکھا کہ عمر بن خطاب ﷺ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہونے کے لئے آ رہے تھے تو اصحابِ رسول کو تردد ہوا لیکن جان نثارِ مصطفے ﷺ سیدنا حمزہ ﷺ پورے اعتماد سے گویا ہوئے کوئی بات نہیں، عمر آتا ہے تو اُسے آنے دو، اگر نیک ارادے سے آیا ہے تو ٹھیک اور اگر برے ارادے سے آیا ہے تو اس کی تلوار ہی سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔

۱۰۔ سیدنا ابوہریرہ اور دیگر صحابہؓ کی کیفیتِ اضطراب

یوں تو دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کی آرزو اور تمنا ہر صحابیِ رسول کے دل میں اس طرح بسی ہوئی تھی کہ اُن کی زندگی کا کوئی لمحہ اس سے خالی نہیں تھا۔ آپ ﷺ کی زیارت سے صحابہ کرام ﷺ کو سکون کی دولت نصیب ہوتی اور معرفتِ الٰہی کے دریچے ان پر روشن ہو جاتے۔ اُن کے دل کی دھڑکن میں زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کی خواہش اس درجہ سما گئی تھی کہ اگر کچھ عرصہ کے لئے آپ ﷺ کا دیدار میسر نہ آتا تو وہ بے قرار ہو جاتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ پر جو کیفیت گزرتی تھی اس کے بارے میں وہ خود روایت کرتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ نبوی میں عرض گزاری:

إني إذا رأيتک طابت نفسي و قرت عيني، فأنبئني عن کل شيء،

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲:۱۲۹
۲۔ طبری، التاریخ، ۱:۵۴۹
۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱:۴۷۷
۴۔ طبری، ذخائر العقبیٰ، ۱:۱۷۳

قال ﷺ: کل خلق اللہ من الماء۔(۱)

’’جب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں (تو تمام غم بھول جاتا ہوں اور) دل خوشی سے جھوم اٹھتا ہے اور آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں، پس مجھے تمام اشیاء (کائنات کی تخلیق) کے بارے میں آگاہ فرمایئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر شے کی تخلیق پانی سے کی ہے۔‘‘

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو بھی آقا و مولا کی ایک لمحہ کی جدائی گوارا نہ تھی، اگر حضور ﷺ تھوڑی دیر کے لئے نظروں سے اوجھل ہوتے تو بے چین ہو جاتے اور آپ ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے۔

ایک دن حضور رحمتِ عالم ﷺ اپنے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی محفل میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ان کے درمیان سے اٹھ کر کہیں تشریف لے گئے، واپسی میں ذرا تاخیر ہوگئی تو غلامانِ مصطفیٰ کے چہرے مرجھا گئے، وہ پریشان ہوئے کہ کسی نے حضور ﷺ کو نقصان نہ پہنچا دیا ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دوسروں کی نسبت زیادہ مضطرب تھے۔ جب انتظار کی گھڑیاں طویل ہوگئیں تو وہ سب تلاشِ مصطفیٰ ﷺ میں نکل پڑے۔ چلتے چلتے ایک باغ تک جا پہنچے، کوشش کے باوجود باغ کا دروازہ کہیں نظر نہ آیا، ایک چھوٹی سی نالی باغ میں داخل ہو رہی تھی۔ باقی تو باہر ٹھہر گئے لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سمٹتے سمٹاتے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے، وہاں حضور سرورِ کونین ﷺ کو دیکھ کر جان میں جان آئی۔ حضور ﷺ نے

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۲۳

۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۷۶، رقم: ۷۲۷۸

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۲۹۹، رقم: ۲۵۵۹

۴۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۱۶۸، رقم: ۶۴۱

۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵: ۱۶

۶۔ ابن راہویہ، المسند، ۱: ۸۴، رقم: ۱۳۳

۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۳: ۶۳، رقم: ۲۶۷۶

۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۲۵۲، رقم: ۸۰۵۱

انہیں اچانک اپنے درمیان پا کر پوچھا: ''ابوہریرہ! تم ...... یہاں؟'' جی آقا! غلام حاضر ہے۔ ''کیا بات ہے؟'' حضور ﷺ نے حیران ہو کر پوچھا۔ وہ عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ ہمارے درمیان سے اٹھ آئے تھے، واپسی میں دیر ہوگئی تو ہمیں اضطراب نے آ گھیرا، چنانچہ ہم آپ ﷺ کی تلاش میں نکل پڑے اور چونکہ باغ میں داخل ہونے کا کوئی دروازہ نہ تھا اس لئے میں ایک نالی کے ذریعہ سمٹ سمٹا کر باغ کے اندر آیا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ، حضرت عمر فاروق ﷺ اور دوسرے جاں نثار بھی میرے پیچھے تھے اور وہ باہر کھڑے ہیں۔(۱)

۱۱۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا ایک ایمان افروز واقعہ

غزوۂ تبوک حضور نبیِ اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا آخری معرکہ تھا جس میں آپ ﷺ نے بنفسِ نفیس شرکت فرمائی۔ حضور نبیِ اکرم ﷺ بعض جنگی حکمتِ عملیوں اور مصلحتوں کے پیشِ نظر کسی غزوۂ پر روانہ ہونے سے پہلے اپنے عزائم عام لوگوں سے خفیہ رکھا کرتے تھے لیکن غزوہ تبوک ایسا پہلا موقع تھا جب آپ ﷺ نے اعلانیہ طور پر مسلمانوں کو بھرپور جنگی تیاریوں کا حکم دیا حتی کہ نومسلموں کے لئے بھی اس مہم میں حصہ لینا لازمی قرار دے دیا۔

جب جہاد کے لئے لشکرِ اسلام کی تیاری کا اعلانِ عام ہوا۔ اُن دنوں جزیرہ نمائے عرب شدید گرمی کی لپیٹ میں آیا ہوا تھا۔ فصلِ خرما پک چکی تھی، تمازتِ آفتاب کا وہ عالم تھا کہ ہر ذی روح کو سائے کی تلاش تھی۔ اس سے قبل کافی عرصے سے قحط سالی

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۶۰، کتاب الایمان، رقم: ۳۱
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۰: ۴۰۹، رقم: ۴۵۴۳
۳۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۲۱، رقم: ۱۷
۴۔ ابن مندہ، الایمان، ۱: ۲۲۶، رقم: ۸۸
۵۔ ابونعیم، المسند المخرج علی صحیح الامام مسلم، ۱: ۱۲۵، رقم: ۱۴۱

کے باعث مسلمان انتہائی عسرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ باربرداری اور سواری کے جانوروں کی شدید قلت تھی، سفر طویل تھا اور وسائل کا فقدان ایک پریشان کن مسئلہ تھا۔ اس پر مستزاد اسلام دشمن منافقین نے اس نازک صورتحال سے فائدہ اٹھانے کے لئے لشکرِ اسلام میں وسوسے اور پھوٹ ڈالنے کی کوششیں تیز کر دی تھیں۔ کبھی وہ مسلمانوں کو موسم کی شدت سے ڈراتے، کبھی بے آب و گیاہ صحرائی سفر کی صعوبتوں کا ذکر کر کے ان کے پائے استقلال کو ڈگمگانے کی سعی کرتے اور کبھی رومیوں کی فوجی قوت کو بڑھا چڑھا کر اُن کے حربی اسلحہ اور ساز و سامان سے مسلمانوں کے حوصلے (morale) پست کرنے کا جتن کرتے، الغرض مختلف نفسیاتی حربے بروئے کار لائے جا رہے تھے۔ اس عالم میں جہاد کا اعلان مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑا امتحان اور چیلنج تھا مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اپنے محبوب ﷺ کی اطاعت و اتباع میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کے جذبے سے سرشار تھے وہ کب ان سازشیوں کو خاطر میں لاتے۔ انہوں نے کسی مصلحت اور اندیشۂ دور و دراز کو اپنے پاؤں کی زنجیر نہیں بننے دیا اور بغیر کسی تاخیر کے اپنے آقا و مولا ﷺ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ ﷺ کی قیادت میں ہر پیر و جوان سر پر کفن باندھ کر تبوک کے طویل سفر پر روانہ ہو گیا۔ لیکن تین مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محض سستی اور غفلت کی وجہ سے پیچھے رہ گئے، اس واقعہ کی تفصیلات اہلِ سیر اور ائمہ تفسیر نے خود حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی زبانی بیان کی ہیں۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے دوسرے دو ساتھی جو غزوۂ تبوک میں اسلامی لشکر کے ساتھ نہ جا سکے حضرت مرارۃ بن الربیع اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہما تھے۔

حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کا شمار صاحبِ ثروت لوگوں میں ہوتا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ سواری کے لئے ایک اونٹ خریدوں گا اور حضور ﷺ کے ساتھ لشکر میں شامل ہو جاؤں گا۔ مرارہ بن الربیع رضی اللہ عنہ کا بھی یہی ارادہ تھا۔ وہ بھی اونٹ خرید کر لشکرِ اسلام میں شامل ہونا چاہتے تھے۔ دونوں حضرات اسی شش و پنج میں تھے کہ آج چلتے ہیں کل چلتے ہیں، جب زیادہ دن گزر گئے تو یہ سوچ غالب آ گئی کہ اب تو روانگی میں غیر معمولی تاخیر ہو چکی ہے، ممکن ہے وہ اسلامی لشکر میں شامل ہی نہ ہو سکیں، اسی ادھیڑ بن میں سفرِ جہاد پر روانہ نہ

ہوسکے۔ جب مدینہ میں گھر سے باہر نکلتے تو سوائے ضعیفوں اور منافقین کے انہیں کوئی نظر نہ آتا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہوا اور وہ لشکرِ اسلام میں شمولیت کی سعادت سے محروم رہ گئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب تبوک سے حضور ﷺ کی واپسی کی خبر ملی تو ندامت و شرمندگی کے مارے ہم میں سے ہر ایک کو یہی خیال ہر وقت دامن گیر رہنے لگا کہ حضور ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ وہ کبھی اپنے اہلِ خانہ سے مشورہ طلب کرتے کہ سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائیں تو مجھے کیا کرنا چاہئے، کبھی ذہن میں یہ خیال ابھرتا کہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنالوں گا۔ پھر ہم میں سے ہر ایک نے یہ فیصلہ کرلیا کہ نتائج خواہ کچھ بھی ہوں حضور ﷺ کی بارگاہ میں سچ کے سوا کچھ نہیں کہیں گے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ دلوں کے پوشیدہ اَحوال نورِ نبوت سے جان لیتے ہیں، ان سے کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔

تبوک سے واپسی پر جب حضور نبیٔ اکرم ﷺ مسجد میں ٹھہرے تو وہاں پیچھے رہ جانے والے لوگ بھی اکٹھے ہوگئے، جن کی تعداد راویانِ حدیث نے اسّی پچاسی کے لگ بھگ بیان کی ہے۔ ان میں ہر کوئی قسمیں کھا کھا کر کوئی نہ کوئی عذر پیش کر رہا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کی ظاہری قسموں پر اعتبار کر کے درگزر سے کام لیا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میری باری آئی تو حضور ﷺ نے معنی خیز تبسم فرمایا، جس سے ناگواری اور ناراضگی جھلک رہی تھی۔ سید المرسلین ﷺ نے پوچھا: تمہیں کس بات نے پیچھے رکھا، کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میرا معاملہ کسی دنیا دار سے ہوتا تو میں بھی کوئی بہانہ بنا کر چھوٹ جاتا لیکن میرا معاملہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہے لہٰذا سچ سچ بیان کروں گا۔ آقا! سچی بات یہ ہے کہ میں آسودہ حال تھا کوئی عذر اور بہانہ نہیں بس غفلت کا شکار ہوگیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تو نے سچ کہا، اس لئے اب انتظار کر یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں کوئی فیصلہ کردے۔ فرماتے ہیں: میں محفل سے اٹھا تو بنی مسلمہ کے چند آدمی اٹھ کر میرے ساتھ باہر آئے اور مجھے ملامت

کرنے لگے، حتیٰ کہ میں نے سوچا کہ واپس جا کر اپنا بیان بدل دوں کہ مجھے حضرت معاذ بن سہیل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نظر آئے۔ انہوں نے میری ہمت بندھائی کہ سچ پر قائم رہو، اللہ تمہارے لئے کشادگی کی کوئی نہ کوئی راہ پیدا کر دے گا۔ اِسی طرح حضرت ہلال بن اُمیہ رضی اللہ عنہ اور مرارہ بن الربیع رضی اللہ عنہ کا یہی معاملہ رہا۔

یہ تینوں مخلصین کڑی آزمائش میں ڈالے گئے۔ حضور ﷺ نے اُن کے سماجی مقاطعہ (social boycott) کا حکم صادر فرمایا تو نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ لوگوں نے ان سے بات چیت تک کرنا چھوڑ دی۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''سماجی مقاطعہ کے نتیجہ میں لوگ ہم سے اجتناب کرنے لگے۔ دوسرے دو ساتھی تو شرم کے مارے گھروں سے باہر نہ نکلے۔ میں ہمت کر کے بازار میں جاتا، مسجد میں نماز پڑھتا، لوگوں کو سلام کہتا لیکن کوئی جواب نہ دیتا۔ حضور ﷺ کو سلام کرتا تو وہ منہ پھیر لیتے۔ جب میں نماز میں متوجہ ہو جاتا تو حضور ﷺ مجھے دیکھتے لیکن جب میں دیکھتا تو اعراض فرماتے۔ ایک دن میں اپنے چچازاد اور بچپن کے دوست ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی دیوار پر چڑھ کر بڑے رنج اور کرب سے کہنے لگا کہ تم میرے سلام کا جواب کیوں نہیں دیتے، تم تو مجھے بچپن سے جانتے ہو، میں منافق نہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ میں نے یہ جملہ تین بار دہرایا تو اُس نے صرف اتنا کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ یہ جواب سن کر میری آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور بوجھل دل کے ساتھ واپس لوٹ آیا۔

یہ تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم توفیقِ ایزدی سے اس کڑی آزمائش اور امتحان کے کڑے مرحلے سے گزرے لیکن زبان سے اُف تک نہ کی۔ جب اس سوشل بائیکاٹ کے پہاڑ جیسے چالیس دن گزر گئے تو بارگاہِ نبوی سے حکم صادر ہوا کہ اپنی بیویوں سے بھی علیٰحدہ ہو جاؤ۔ یہ بڑا نازک مرحلہ تھا۔ جذباتی سطح پر ایک طوفان کھڑا ہو سکتا تھا لیکن ایک لمحہ کا توقف کئے بغیر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: کیا طلاق دے دوں؟ بتایا گیا کہ نہیں صرف وقتی طور پر علیحدگی اختیار کر لو۔ یہ حکم ملتے ہی میں

نے اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیج دیا۔ ادھر حضرت ہلال بن امیہ ﷺ نے رو رو کر اپنا برا حال کر رکھا تھا۔ ان کی زوجہ محترمہ حضور ﷺ کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہوئیں، عرض کیا: یا رسول اللہ! ہلال ﷺ بڑی عمر کے ہیں، رو رو کر ہلکان ہوئے جا رہے ہیں، جب سے سماجی مقاطعہ ہوا ہے فرطِ غم سے کھانا پینا بھی چھوڑ دیا ہے، کسی وقت چند لقمے لے لیتے ہیں، دن کو روزہ رکھتے ہیں، ساری ساری رات نوافل ادا کرتے اور توبہ و استغفار کرتے گزارتے ہیں، ڈر ہے کہیں وہ ہلاک نہ ہو جائیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کوئی خادم بھی نہیں کہ ان کی دیکھ بھال کر سکے، اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں حسبِ سابق ان کی خدمت بجا لاتی رہوں؟ کتبِ سیر و احادیث میں ہے کہ حضرت کعب ﷺ کو بھی کسی نے مشورہ دیا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بیوی کو اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت لے لیں۔ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی بارگاہ میں یہ عرض کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ نجانے حضور ﷺ کیا جواب ارشاد فرمائیں، میں یہ سوال کرنے کی جرات نہیں رکھتا۔ اسی کشمکش میں پچاس دن گزر گئے۔

ان صبر آزما لمحات میں حضرت کعب بن مالک ﷺ پر ایک ایسی مصیبت اور آزمائش کا مرحلہ آیا جس نے ان کے دن کے سکون اور رات کے آرام کو غارت کر دیا۔ وہ فرماتے ہیں: ''میں ایک روز مدینہ کے بازار میں گھوم رہا تھا کہ ایک شامی کسان جو مدینہ میں غلہ فروخت کرنے آیا کرتا تھا، وہ میرے بارے میں لوگوں سے پوچھتا پھر رہا تھا کسی نے اشارے سے میرا پتہ بتا دیا تو وہ میرے پاس آ گیا۔ اس نے مجھے شاہِ غسان کا ریشمی غلاف میں ملفوف ایک خط دیا۔ اس میں جو کچھ لکھا تھا وہ اس طرح تھا:

أما بعد! فإنه قد بلغني أن صاحبک قد جفاک ولم يجعلک الله بدار هوان ولا مضيعة، فالحق بنا نواسک۔(۱)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۶۰۶، کتاب المغازی، رقم: ۴۱۵۶
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۱۲۵، کتاب التوبۃ، رقم: ۲۷۶۹
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۵۸

←

''اما بعد! مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ تیرا صاحب (مراد حضور نبی اکرم ﷺ) تجھ سے ناراض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلت و رسوائی اور ضائع ہونے کے لئے پیدا نہیں کیا۔ ہمارے پاس چلے آؤ ہم تم سے بہتر سلوک کریں گے۔''

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شاہی مکتوب پڑھنے کے بعد میں نے اپنے آپ سے کہا: یہ پہلے سے بھی زیادہ کڑی آزمائش ہے، (افسوس کہ) میرے ایمان پر حملہ کرنے کے لئے ایک مشرک بادشاہ بھی مجھ پر ڈورے ڈالنے لگا ہے۔ میں نے اس کا خط پھاڑ کر تنور میں پھینک دیا (اور اس کی مذموم پیشکش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا)۔

ان مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آزمائش کا مرحلہ پچاس دنوں کے بعد مکمل ہوا، اللہ رب العزت نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور اس کا اعلان بذریعہ وحی فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بشارت دی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں مبارک باد دینے کے لیے ان کے گرد جمع ہوگئے کہ وہ ہر کڑے امتحان میں سرخرو نکلے تھے۔ اللہ رب العزت نے قرآن

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۱۶۰، رقم: ۳۳۷۰

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۳۵

۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۴۲۴، رقم: ۳۷۰۰۷

۷۔ عبد الرزاق، المصنف، ۵: ۴۰۳، رقم: ۹۷۴۴

۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹: ۴۵، رقم: ۹۰

۹۔ طبری، تفسیر، ۱۱: ۶۰

۱۰۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۵: ۲۱۸

۱۱۔ ابن کثیر، السیرۃ النبویہ، ۳: ۴۵

۱۲۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۳: ۵۵۴

۱۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۱۲۵

۱۴۔ ابن عبد البر، الدرر، ۱: ۲۴۵

۱۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵: ۲۵

میں اِرشاد فرمایا:

لَقَدْ تَّابَ اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝(۱)

’’یقیناً اللہ نے نبی (معظم) پر رحمت سے توجہ فرمائی اور ان مہاجرین اور انصار پر (بھی) جنہوں نے (غزوہ تبوک کی) مشکل گھڑی میں (بھی) آپ کی پیروی کی اس (صورت حال) کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل پھر جاتے، پھر وہ ان پر لطف و رحمت سے متوجہ ہوا، بیشک وہ ان پر نہایت شفیق، نہایت مہربان ہے۝ اور ان تین شخصوں پر (بھی نظر رحمت فرمادی) جن (کے فیصلہ) کو موخر کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود کشادگی کے ان پر تنگ ہوگئی اور (خود) ان کی جانیں (بھی) ان پر دوبھر ہوگئیں اور انہیں یقین ہوگیا کہ اللہ (کے عذاب) سے پناہ کا کوئی ٹھکانہ نہیں بجز اس کی طرف (رجوع کے) تب اللہ ان پر لطف و کرم سے مائل ہوا تاکہ وہ (بھی) توبہ و رجوع پر قائم رہیں، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول فرمانے والا، نہایت مہربان ہے۝‘‘

ایمان کی پختگی اور استقامت کا یہ واقعہ دراصل ان عاشقانِ زار صحابہ کرام ﷺ کا تھا جو حقیقتاً حسنِ مصطفیٰ ﷺ کے اسیر تھے، وہ تو اپنے آقا و مولا کو چھوڑ کر کسی اور کے در کی دریوزہ گری کا تصور بھی نہ کرسکتے تھے۔ انہوں نے اپنے محبوب اور اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی طرف سے دی گئی ہر کڑی سے کڑی آزمائش کو نہ صرف خندہ پیشانی سے قبول کیا

(۱) القرآن، التوبہ، ۹: ۱۱۷، ۱۱۸

بلکہ امتحان کی بھٹی سے کندن بن کر نکلے۔ اسلام دشمن صاحبانِ اقتدار و اختیار نے تو ایسے موقعوں پر بھی اُن کے قصرِ ایمان میں نقب لگانے کی اپنی سی کوشش کی مگر وہ کسی لالچ اور دُنیوی مفاد کو خاطر میں نہ لائے، اس لئے کہ وہ تو حسنِ مصطفیٰ کے اسیر تھے اور دنیا کی کوئی طاقت کسی قیمت پر ان کی وفاداری کا سودا نہیں کر سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بڑی سے بڑی پیشکش کو بھی انہوں نے پائے اِستحقار سے ٹھکرا دیا اور اپنے محبوب ﷺ کی ناراضی پر کسی پرکشش مادی منفعت کو بھی ترجیح نہ دی اور ہر نئی بلا اور مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔

۱۲۔ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کا فقید المثال جذبۂ حبّ رسول ﷺ

غزوۂ تبوک کے موقع پر مسلمان اپنے محبوب نبی ﷺ کے اعلانِ جہاد کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اطاعت و اتباع اور ایثار و بے نفسی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ وہ اپنی جان کی پروا کر رہے تھے اور نہ انہیں مال و دولت اور اہل و عیال کی محبت مرغوب تھی۔ ایسے میں بعض مخلص اور سچے اہلِ ایمان بھی بوجوہ پیچھے رہ گئے لیکن جب انہیں محبوبِ خدا ﷺ یاد آئے اور ان کی چشمِ تصور میں اللہ کے پیارے نبی ﷺ کا حسنِ بے مثال منور و تاباں ہوا تو وہ دنیا کی تمام آسائشوں اور مرغوبات کو ٹھکراتے ہوئے سیدھے آقا ﷺ کے قدموں میں آ گرے۔ ایسے عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ میں سے ایک جاں نثار صحابی حضرت ابوخیثمہ مالک بن قیس رضی اللہ عنہ کا نام بھی آتا ہے۔ وہ بھی بوجوہ بروقت لشکرِ اسلام کے ساتھ روانہ نہ ہوسکے تھے لیکن احساسِ ندامت نے انہیں جلدی رختِ سفر باندھنے پر مجبور کر دیا اور وہ سیدھے جا کر حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں قدم بوسی کے لئے حاضر ہوگئے۔ ان کی روانگی کا واقعہ بڑا ہی ایمان افروز اور حبِ رسول ﷺ کا آئینہ دار ہے۔ اہلِ سیر لکھتے ہیں کہ ان کی دو بیویاں تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بڑے حسن و جمال سے نوازا تھا۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے غزوۂ تبوک کے موقع پر خطۂ عرب شدید قحط کی زد میں تھا اور اوپر سے سورج بھی آگ برسا رہا تھا۔ انہی ایام میں جب مجاہدینِ اسلام تبوک کی طرف روانہ ہونے کو تھے حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ اپنے کھجوروں کے باغ میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کی دونوں بیویوں نے باغ کے اندر اپنے سائبانوں کو خوب اچھی طرح

آراستہ پیراستہ کر کے اور پانی کے چھڑکاؤ سے خوب ٹھنڈا کر رکھا تھا۔ شدید گرمی کے اس موسم میں جب ہر ذی روح العطش العطش پکار رہا تھا ٹھنڈے پانی کا بھی وافر بندوبست تھا۔

علاوہ ازیں دونوں بیگمات خوب بن سنور کر ان کے لئے سراپا انتظار تھیں۔ انہوں نے اپنے شوہر نامدار کے لئے کھانا بھی تیار کر رکھا تھا اور دونوں کی یہی خواہش تھی کہ وہ پہلے اس کے خیمے میں آئیں۔ جب حضرت ابو خیثمہ ﷜ باغ کے اندر آئے تو دروازے پر کھڑے ہوکر دونوں بیویوں کے بناؤ سنگھار کو دیکھا، ان کے خیموں کا خوب جائزہ لیا جنہیں انہوں نے بلا کی گرمی میں بے حد آرام دہ اور ٹھنڈا بنا رکھا تھا۔ اس موقع پر حضرت ابوخیثمہ ﷜ کے عشق کا امتحان ہوا، لیکن انہوں نے اس ظاہری اور عارضی آرام اور عیش وعشرت پر اس دائمی و ابدی آرام کو ترجیح دی جو بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں ان کا منتظر تھا۔ اہلِ سیر لکھتے ہیں کہ اس موقع پر انہوں نے فرمایا:

رسول الله ﷺ فی الضح والرّیح والحر، وأبو حیثمة فی ظل بارد و طعام مهیّا، و امرأة حسناء فی ماله مقیم، ما هذا بالنصف! ثم قال: والله! لا أدخل عریس واحدة منکما حتی الحق برسول الله ﷺ فهیّأ لی زاداً، ففعلتا۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ تو دھوپ، آندھی اور گرمی میں سفر پر ہوں اور ابوخیثمہ یہاں ٹھنڈے سائے، تیار کھانے اور خوبرو حسین وجمیل بیویوں کے ہمراہ اپنے مال و

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۵: ۲۰۰
۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵: ۷
۳۔ ابن کثیر، السیرۃ النبویہ، ۴: ۱۳
۴۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۳: ۵۳۰
۵۔ ابن عبد البر، الاستیعاب، ۴: ۱۶۴۲
۶۔ ابوعبداللہ الدورقی، مسند سعد بن ابی وقاص، ۱: ۱۴۰، رقم: ۸۰

متاع میں محوِ استراحت ہو، یہ قرینِ انصاف نہیں۔ پھر (اپنی بیویوں کو مخاطب کر کے) فرمایا: خدا کی قسم! میں تم دونوں میں سے کسی ایک کے بھی سائبان میں داخل نہیں ہوں گا یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جاملوں، لہٰذا تم دونوں فوراً میرے لئے زادِراہ کا انتظام کرو، چنانچہ دونوں بیویوں نے ان کے لئے زادِ راہ تیار کیا۔''

لشکرِ اسلام سوئے تبوک روانہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ بلاتاخیر حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ بلاتاخیر رسول اللہ ﷺ کی تلاش و جستجو میں روانہ ہوگئے، یہاں تک کہ تبوک پہنچ کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کو اپنا سارا ماجرا کہہ سنایا، جسے سن کر حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور ان کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ یوں یہ عاشقِ صادق اور اسیرِ حسنِ مصطفیٰ ﷺ اپنے محبوب ﷺ کے جلووں سے فیض یاب ہوا۔

۱۳۔ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کشتۂ عشق رسول ﷺ

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کا شمار سابقین اولین میں ہوتا ہے۔ آپ مشرک اور اسلام دشمن عورت اُم اَنمار بنت سباع الخزعیہ کے غلام تھے۔ جب اسے پتہ چلا کہ شمعِ ایمان آپ کے سینے میں روشن ہو چکی ہے اور وہ چوری چھپے حضور نبیٔ اکرم ﷺ سے ملتے رہتے ہیں تو اس نے اس نور کو بجھانے کے لئے ظلم و بربریت کی حد کر دی۔ وہ آپ کے سر کو لوہا تپا کر داغتی لیکن اسے کیا خبر تھی کہ جو ایک دفعہ محبوب کی زلفوں کا اسیر ہو جائے وہ ایسی سزاؤں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ کسی نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی حالتِ زار کی خبر حضور ﷺ کو کر دی تو آپ ﷺ نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ان کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا:

اللهم! انصر خباباً۔(۱)

''اے اللہ! خباب کی مدد فرما!''

(۱) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۸۲

ہمہ وقت مستجاب الدعوات نبی ﷺ کی اس دعا کا فوری اثر یہ ہوا کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی مالکہ اُم انمار کو سر میں شدید درد کے دورے پڑنے شروع ہوگئے اور اس کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ شدت درد سے کتے کی طرح بھونکتی تھی۔ کسی نے اسے مشورہ دیا کہ اس میں کمی کے لیے سر کو داغنا کارگر ہوگا۔ اس مشورہ پر عمل کرنے کے لئے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو اس کام پر مامور کیا گیا اور وہ اس کو لوہے کی گرم سلاخ سے داغتے رہے۔

اس کشتۂ وفا کو دامنِ مصطفٰے ﷺ سے وابستہ ہونے سے روکنے کے لئے طرح طرح کے حربے آزمائے جاتے رہے لیکن ان کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ انہیں شدت کی گرمی میں لوہے کی ذرہ پہنا کر دھوپ میں پھینک دیا جاتا اور کبھی برہنہ بدن جھلتی ہوئی ریت پر چت لٹا دیا جاتا، جس سے ان کی کمر کا گوشت تمازتِ آفتاب سے جھلس کر رہ جاتا مگر ایمان کی قندیل جو حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے دل میں فروزاں تھی اس کی لو ذرا مدھم نہ ہوئی۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ پیشہ کے اعتبار سے لوہار تھے۔ ایک دفعہ عاص بن وائل نامی مشرک نے ان سے لوہے کا کام عاریتاً کرایا لیکن جب انہوں نے طے شدہ رقم ادا کرنے کا مطالبہ کیا تو عاص بن وائل نے نہایت ڈھٹائی سے یہ کہہ کر کچھ رقم کرنے سے انکار کر دیا کہ میں اس وقت تک واجب الادا رقم نہیں دوں گا جب تک تم محمد (ﷺ) پر ایمان لانے سے انکار نہیں کر دیتے۔ اگر تم منحرف ہوگئے تو تمہیں تمہارا واجب الادا قرض لوٹا دوں گا ورنہ نہیں۔ اس پر اس پیکرِ وفا نے یہ کہہ کر اس کافر کا منہ بند کر دیا:

إني لن أكفر بمحمدٍ ﷺ حتى تموت ثم تبعث۔(۱)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۷۶۱، کتاب التفسیر، رقم: ۴۴۵۵

۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۱۵۳، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، رقم: ۲۷۹۵

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۳۱۸، ابواب التفسیر، رقم: ۳۱۶۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۱۰

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۱: ۲۲۳، رقم: ۴۸۸۵

←

’’میں ہرگز ہرگز حبیبِ خدا حضرت محمد ﷺ کا انکار نہیں کروں گا حتی کہ تو مر کر دوبارہ زندہ کیا جائے۔‘‘

اس پر وہ لعین بولا کہ جب میں دوبارہ اپنے مال و اولاد کے ساتھ زندہ ہو کر آؤں گا تو تجھے تیرا ادھار ادا کردوں گا۔ اس کی کفر آمیز گفتگو کی مذمت میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں:

اَفَرَاَیۡتَ الَّذِیۡ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوۡتَیَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا○ اَطَّلَعَ الۡغَیۡبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا○ کَلَّا ؕ سَنَکۡتُبُ مَا یَقُوۡلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الۡعَذَابِ مَدًّا○ وَّ نَرِثُهٗ مَا یَقُوۡلُ وَ یَاۡتِیۡنَا فَرۡدًا○ (۱)

’’کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہنے لگا کہ مجھے (قیامت کے روز بھی اسی طرح) مال و اولاد ضرور دیئے جائیں گے○ وہ غیب پر مطلع ہے یا اُس نے (خدائے) رحمٰن سے (کوئی) عہد لے رکھا ہے○ ہرگز ہرگز نہیں! اب ہم وہ سب کچھ لکھتے رہیں گے جو وہ کہتا ہے اور

۶۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳: ۳۶۴، رقم: ۱۱۳۲۲

۷۔ شاشی، المسند، ۲: ۴۰۹، رقم: ۱۰۰۶

۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۶۹، رقم: ۳۶۶۵

۹۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۲۳۸، رقم: ۱۶۲۵

۱۰۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۱: ۱۴۵

۱۱۔ طبری، جامع البیان، ۱۶: ۱۲۰

۱۲۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۱۳۶

۱۳۔ بغوی، معالم التنزیل، ۳: ۲۰۸

۱۴۔ آلوسی، روح المعانی، ۱۶: ۱۲۹

۱۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۱۶۴

۱۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳: ۵۹

(۱) القرآن، مریم، ۱۹: ۷۷۔۸۰

اس کے لئے عذاب (پر عذاب) خوب بڑھاتے چلے جائیں گےo اور (مرنے کے بعد) جو یہ کہہ رہا ہے اس کے ہم ہی وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا (اس کے مال و اولاد ساتھ نہ ہوں گے)o‘‘

ائمہ حدیث اور مفسرین نے ان آیات قرآنیہ کے شان نزول میں محولہ بالا واقعہ درج کیا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی اس وفاداری بشرطِ اُستواری کے باعث ان سے بہ دل و جاں محبت کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے آپ کو اپنی مسند پر بٹھانے کا اعزاز بخشا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کفار کے ہاتھوں پہنچنے والی اذیت کی تفصیل دریافت کی تو انہوں نے اپنی کمر سے قمیص ہٹا کر امیر المؤمنین کو وہ داغ اور نشانات دکھائے جو اس ظلم و تشدد کا نتیجہ تھے۔ خلیفۃ المسلمین نے ان کی کمر دیکھ کر فرمایا:

ما رأیت کالیوم ظهر رجل۔

’’میں نے تو آج تک کسی کی ایسی کمر نہیں دیکھی۔‘‘

اس کے جواب میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے یہ تفصیل آپ رضی اللہ عنہ کے گوش گذار کی:

لقد أوقدت ناراً و سحبت علیها، فما أطفأها إلا ودک ظهری۔(۱)

’’مجھے آگ کے انگاروں پر ڈال کر گھسیٹا جاتا تھا حتی کہ میری کمر کی چربی (اور

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۱۶۴، ۱۶۵

۲۔ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ۱: ۱۴۴

۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۸۳

۴۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۲: ۴۳۹، رقم: ۴۲۸

۵۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۲: ۱۴۷۔ ۱۴۹

خون) سے وہ آگ بجھتی تھی۔‘‘

یہ حسنِ مصطفیٰ ﷺ کی کشش اور دلآویزی تھی کہ جو ایک دفعہ آپ ﷺ کی زلفِ گرہ گیر کا اسیر ہو جاتا پھر خواہ اس کا جسم پرزے پرزے کیوں نہ کر دیا جاتا تو اسے کوئی پروانہ ہوتی، عشق کا نشہ ایسا نہیں تھا کہ جسے کوئی ترشی اتار سکتی۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے ۳۷ھ میں وفات پائی اور کوفہ میں دفن ہوئے۔ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان کی قبر سے گزر ہوا تو انہوں نے اس عاشقِ زار کی شان میں ارشاد فرمایا:

رحم الله خباباً، أسلم راغباً، و هاجر طائعاً، و عاش مجاهداً، و ابتلي في جسمه۔(۱)

’’اللہ تعالیٰ حضرت خباب پر رحم فرمائے، اپنی خوشی سے اسلام لائے اور خوشی سے ہجرت کی اور جہاد میں زندگی گزار دی اور (رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے پر کفار و مشرکین کی طرف سے) جسمانی اذیتیں برداشت کیں۔‘‘

۱۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا جذبۂ عشقِ رسول ﷺ

اسیرانِ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ میں خادمِ رسالت مآب حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی صفِ اوّل میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آنکھ کھولی تو گھر کی فضا کو اللہ اور اُس کے محبوب رسول ﷺ کے تذکارِ جمیل سے معمور پایا، گھر کا ہر فرد جاں نثارِ مصطفیٰ ﷺ تھا۔ حبِّ

(۱) ۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۲۹۹،

۲۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۲: ۲۵۸، رقم: ۲۲۱۲

۳۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۳: ۱۰۸

۴۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۲: ۱۴۹

۵۔ عبد الرحمن مبارکپوری، تحفۃ الأحوذی، ۴: ۳۹

رسول ﷺ اُنہیں وراثت میں ملی تھی، دس سال تک حضور ﷺ کی خدمت پر بھی مامور رہے، پیغمبرِ انسانیت ﷺ کی سیرت و کردار سے اتنے متاثر ہوئے کہ ہر وقت عشقِ رسول ﷺ کی فضائے کیف و سرور میں گم رہتے۔ جب تاجدارِ کائنات ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ پر بھی قیامت ٹوٹ پڑی۔ جس شفیق ہستی کا ایک لمحہ کے لئے بھی آنکھوں سے اوجھل ہونا دل پر شاق گزرتا تھا، اس عظیم ہستی کی یاد میں آنکھیں اشکبار رہتیں۔ حضور ﷺ کے تبرکات کی زیارت کرتے تو دل کو اطمینان ہوتا۔ ذکرِ نبی ﷺ کی محفل سجاتے، خود بھی تڑپتے اور دوسروں کو بھی تڑپاتے۔

ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تاجدارِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ کا حلیہ مبارک بیان فرما رہے تھے، حضور ﷺ کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمانے لگے:

ولا مَسِسْتُ خزّة ولا حريرَة ألين من كف رسول الله ﷺ، و لا شَمِمْتُ مسكة و لا عبيرة أطيب رائحة من رائحة رسول الله ﷺ۔(۱)

’’اور میں نے آج تک کسی دیبا اور ریشم کو مَس نہیں کیا جو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور نہ کہیں ایسی خوشبو سونگھی جو رسول اللہ ﷺ کے جسمِ اَطہر کی خوشبو سے بڑھ کر ہو۔‘‘

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اکثر خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوتی۔ مثنی بن سعید روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۹۶، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۷۲

۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۴، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۰

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۰۷

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۱۱، رقم: ۶۳۰۳

۵۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۵، رقم: ۶۱

ما من ليلةٍ إلاّ وأنا أرى فيها حبيبي، ثم يبكي۔(۱)

’’(آپ ﷺ کے وصال کے بعد) کوئی ایک رات بھی ایسی نہیں گذری جس میں میں اپنے حبیب ﷺ کی زیارت نہ کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ زار و قطار رونے لگے۔‘‘

۱۵۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی محبتِ رسول ﷺ

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق ﷺ کے فرزندِ ارجمند سیدنا عبداللہ بن عمر ﷺ کا اسمِ گرامی اسیرانِ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ میں بڑے ادب سے لیا جاتا ہے، آپ بھی اپنے عظیم باپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے محبتِ رسول کا پیکرِ اتم بن گئے تھے:

وكان ابن عمر يتحفظ ما سمع من رسول الله ﷺ و يسأل من حضر إذا غاب عن قوله وفعله وكان يتبع آثاره في كل مسجد صلى فيه وكان يعترض براحلته في طريق رأى رسول الله ﷺ عرض ناقته وكان لا يترك الحج وكان إذا وقف بعرفة يقف في الموقف الذي وقف فيه رسول الله ﷺ۔(۲)

’’حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتے اُسے یاد کرلیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی غیر موجودگی میں آپ ﷺ کے بارے میں پوچھتے رہتے اور آپ ﷺ کے اقوال و افعال کا پورا ریکارڈ رکھتے۔ اتباعِ سنت میں جس جس جگہ آپ ﷺ نے نمازیں پڑھی ہوتیں وہیں پہ سجدہ ریز ہوتے۔ سفر کیلئے وہ راستے اختیار کرتے جن پر آپ ﷺ نے سفر کیا ہوتا اور ہر سال حج ادا کرتے اور وقوفِ عرفہ کے وقت اس جگہ ٹھہرتے جس جگہ رسول اللہ ﷺ نے

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷: ۲۰

۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۳: ۴۰۳

(۲) عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۱۸۶

قیام فرمایا ہوتا۔‘‘

کتب احادیث و سیر میں ان کے حوالے سے ایک روایت ہے:

ما ذکر ابن عمر رسول اللہ ﷺ إلا بکی، و لا مرّ علی ربعھم إلا غمض عینیہ۔(۱)

’’عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے رو پڑتے، اور جب بھی آپ ﷺ کے ٹھکانوں پر گذرتے آنکھیں بند کر لیتے۔‘‘

حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ ان کا پاؤں سُن ہوگیا، میں نے تجویز پیش کی:

أذکر أحب الناس إلیک، فقال: یا محمداہ، فانتشرت۔(۲)

’’جو ہستی آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اُس کا نام لیجئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (آقا علیہ السلام کو پکارتے ہوئے) کہا: اے محمد، صلی اللہ علیک وسلم! مدد فرمایئے۔ دوسرے ہی لمحے ان کا پاؤں ٹھیک ہو چکا تھا۔‘‘

۱۶۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی غلامیٔ رسول ﷺ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے خادم تھے۔ وہ ایک قافلے کے ساتھ

(۱) ۱۔ بیہقی، المدخل الی السنن الکبریٰ، ۱: ۱۴۸، رقم: ۱۱۳
۲۔ عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۱۸۷
۳۔ ابن قیسرانی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۳۸

(۲) ۱۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲: ۱۸
۲۔ بخاری، الأدب المفرد، ۱: ۳۳۵، رقم حدیث: ۹۶۴
۳۔ ابن جعد، المسند، ۱: ۳۶۹، رقم: ۲۵۳۹
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۴: ۱۵۴
۵۔ مناوی، فیض القدیر، ۱: ۳۹۹
۶۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۷: ۱۴۲

اپنے ننھیال جا رہے تھے کہ ایک ناگہانی مصیبت کا شکار ہو گئے۔ بنو قیس نے اُن کے قافلے کو لوٹ لیا۔ حکیم بن حزام نے کمسن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنو قیس سے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی خدمت کے لئے خرید لیا۔ جب انہیں حضور ﷺ سے نکاح کا اعزاز حاصل ہوا تو انہوں نے زید کو حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا، یوں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو غلامی رسول ﷺ کا اعزاز حاصل ہوا۔

قافلے کے لوٹے جانے کی خبر سے قیامت ٹوٹ پڑی اور زید کے والدین کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ زید زندہ بھی ہے یا نہیں۔ وہ بیٹے کی جدائی سے بہت پریشان تھے اُنہوں نے اس کی تلاش جاری رکھی۔ حج پر آئے ہوئے لوگوں نے زید کو پہچان لیا اور انہیں ان کے والد کی حالتِ زار سے آگاہ کیا۔ زید کے والد کو جب بیٹے کا سراغ ملا تو وہ مکہ پہنچے اور حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوکر عرض پیرا ہوئے کہ زید کو فدیہ لے کر آزاد کر دیں، ہم زندگی بھر آپ کے ممنونِ احسان رہیں گے۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر زید تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہے تو میں کسی قسم کا فدیہ لئے بغیر ہی اسے تمہارے ساتھ بھیجنے کے لئے تیار ہوں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا گیا: کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟ وہ بولے: کیوں نہیں! یہ میرے والدِ گرامی ہیں اور یہ میرے چچا ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم اگر اپنے والد کے ساتھ جانا چاہو تو بخوشی جا سکتے ہو اور اگر میرے پاس رہنا چاہو تو بھی رہ سکتے ہو۔ یہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا امتحان تھا، ایک طرف وہ باپ تھا جو مدت سے اس کی تلاش میں تھا، اور زید کے دل میں بھی باپ کی محبت کا سمندر موجزن تھا لیکن اسے دوسری طرف نبیٔ آخرالزماں ﷺ کی غلامی کا شرفِ عظیم بھی حاصل تھا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ فیصلہ کرتے ہوئے ایک لمحہ کے لئے بھی کسی تذبذب کا شکار نہیں ہوئے، اور کہا کہ میں حضور ﷺ کے قدموں سے جدا نہیں ہوں گا۔ فرمایا:

ما أنا بالذی أختار علیک أحداً! أنت منی بمکان الأب والأم فقالا: ویحک یا زید! أتختار العبودیة علی الحریة، و علی أبیک و عمک و أهل بیتک؟ قال: نعم، إنی قد رأیت من هٰذا

الرجل شيئاً ما أنا بالذی أختار عليه أحداً أبداً۔ فلما رأی رسول الله ﷺ ذالک، أخرجه إلی الحجر، فقال: يا من حَضَرَ اشهدوا أن زيداً ابنی أرثه و يرثنی، فلما رأی ذالک أبوه و عمه طابت أنفسها و انصرفا۔(۱)

''(یارسول اللہ!) میں آپ کے مقابلے میں بھلا کسی اور کو ترجیح دے سکتا ہوں! آپ میرے لئے ماں باپ کے مقام پر ہیں۔ اس بات پر ان دونوں (آپ کے والد اور چچا) نے کہا ارے زید! تو ہلاک ہو، غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو؟ اور اپنے والد، چچا اور سب گھر والوں کو چھوڑ رہے ہو؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں بے شک میں نے اس شخص (حضور نبی اکرم ﷺ) میں ایسی بات دیکھی ہے جس کے مقابلے میں کسی اور چیز کو پسند نہیں کر سکتا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سنی تو خوش ہو کر اُنہیں اپنی آغوش میں لیا اور حاضرین کو گواہ بنا کر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے، ہم ایک دوسرے کے وارث ہیں۔ جب ان کے باپ اور چچا نے یہ منظر دیکھا تو نہایت خوش ہوئے اور انہیں (حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس) چھوڑ کر رخصت ہو گئے۔''

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ اُنہوں نے قسم کھا کر کہا:

والله! العبودية عند محمد ﷺ أحب الی من أن اکون عندکم۔(۲)

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۴۲

۲۔ قرطبی، تفسیر، ۱۴: ۱۱۸

۳۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۲: ۳۵۱

۶۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۳۹

۵۔ عسقلانی، الاصابہ، ۲: ۵۹۹

۴۔ ابن الجوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۳۸۱

(۲) قرطبی، تفسیر، ۱۴: ۱۹۳

’’خدا کی قسم: محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی مجھے تمہارے پاس رہنے سے زیادہ مرغوب ہے۔‘‘

۱۷۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی آتشِ شوق

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ کتبِ تاریخ و سیر میں تفصیل سے درج ہے۔ آتش پرستی سے توبہ کر کے عیسائیت کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ پادریوں اور راہبوں سے حصولِ علم کا سلسلہ بھی جاری رہا، لیکن کہیں بھی دل کو اطمینان حاصل نہ ہوا۔ اسی سلسلے میں اُنہوں نے کچھ عرصہ عموریا کے پادری کے ہاں بھی اس کی خدمت میں گزارا۔ عموریا کا پادری الہامی کتب کا ایک جید عالم تھا۔ اس کا آخری وقت آیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اب میں کس کے پاس جاؤں؟ اُس عالم نے بتایا کہ نبی آخرالزماں (ﷺ) کا زمانہ قریب ہے۔ یہ نبی دینِ ابراہیمی کے داعی ہوں گے۔ اور پھر عموریا کے اُس پادری نے مدینہ منورہ کی تمام نشانیاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بتا دیں کہ نبی آخرالزماں (ﷺ) مکہ سے ہجرت کر کے کھجوروں کے جھنڈ والے اس شہرِ دلنواز میں سکونت پذیر ہوں گے۔ عیسائی پادری نے اللہ کے اس نبی کے بارے میں بتایا کہ وہ صدقہ نہیں کھائیں گے البتہ ہدیہ قبول کر لیں گے اور یہ کہ ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہو گی۔ پادری اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا، تلاشِ حق کے مسافر نے عموریا کو خداحافظ کہا اور سلمان فارسی شہرِ نبی کی تلاش میں نکل پڑے۔ سفر کے دوران حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چند تاجروں کے ہتھے چڑھ گئے لیکن تلاشِ حق کے مسافر کے دل میں نبیٔ آخر الزماں ﷺ کے دیدار کی تڑپ ذرا بھی کم نہ ہوئی بلکہ آتشِ شوق اور بھی تیز ہو گئی۔ یہ تاجر اُنہیں مکہ لے آئے، جس کی سرزمین نبی آخرالزماں ﷺ کا مولد پاک ہونے کا اِعزاز حاصل کر چکی تھی۔ تاجروں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنا غلام ظاہر کیا اور اُنہیں مدینہ (جو اُس وقت یثرب تھا) کے بنی قریظہ کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اُنہوں نے یہودی کی غلامی قبول کر لی ...... یہودی آقا کے ساتھ جب وہ یثرب (مدینہ منورہ) پہنچ گئے تو گویا اپنی منزل کو پا لیا۔

عموریا کے پادری نے یثرب کے بارے میں انہیں جو نشانیاں بتائی تھیں وہ تمام نشانیاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیں، وہ ہر ایک سے نبی آخرالزماں ﷺ کے ظہور کے بارے میں پوچھتے رہتے لیکن ابھی تک قسمت کا ستارا اَوجِ ثریا پر نہ چمک پایا تھا اور وہ بے خبر تھے کہ نبی آخرالزماں ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے اس شہرِ خنک میں تشریف لانے والے ہیں۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے یہودی مالک کے کھجوروں کے باغ میں کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے تھے کہ انہوں نے اپنے یہودی مالک کو کسی سے باتیں کرتے ہوئے سنا کہ مکہ سے ہجرت کر کے قبا میں آنے والی ہستی نبی آخرالزماں ﷺ ہونے کی داعی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا دل مچل اٹھا، اور تلاشِ حق کے مسافر کی صعوبتیں لمحۂ مسرت میں تبدیل ہو رہی تھیں۔ وہ ایک طشتری میں تازہ کھجوریں سجا کر والی کونین ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ صدقے کی کھجوریں ہیں۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے وہ کھجوریں یہ فرما کر واپس کر دیں کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔ عموریا کے پادری کی بتائی ہوئی ایک نشانی سچ ثابت ہو چکی تھی۔ دوسرے دن پھر ایک خوان میں تازہ کھجوریں سجائیں اور کھجوروں کا خوان لے کر رسولِ ذی حشم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یہ ہدیہ ہے، قبول فرما لیجئے۔ حضور ﷺ نے یہ تحفہ قبول فرما لیا اور کھجوریں اپنے صحابہ میں تقسیم فرما دیں۔

دو نشانیوں کی تصدیق ہو چکی تھی۔ اب مُہرِ نبوت کی زیارت باقی رہ گئی تھی۔ تاجدارِ کائنات ﷺ جنت البقیع میں ایک جنازے میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور ایک جگہ جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آقائے دوجہاں ﷺ کی پشت کی طرف بے تابانہ نگاہیں لگائے بیٹھے تھے۔ آقائے کائنات ﷺ نے نورِ نبوت سے دیکھ لیا کہ سلمان کیوں بے قراری کا مظاہرہ کر رہا ہے، مخبرِ صادق ﷺ نے ازرہِ محبت اپنی پشت انور سے پردہ ہٹا لیا تاکہ مہرِ نبوت کے دیدار کا طالب اپنے من کی مراد پا لے۔ پھر کیا تھا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی کیفیت ہی بدل گئی، تصویرِ حیرت بن کے آگے بڑھے، فرطِ محبت سے مہرِ نبوت کو چوم لیا اور آپ ﷺ پر ایمان لا کر ہمیشہ کیلئے دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہو

گئے۔(۱)

۱۸۔ حضرت زید بن دثِنہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے رفقاء کا کمالِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ

رئیسِ قریش سفیان بن خالد نے ایک سازش کے تحت چند آدمی مدینہ منورہ بھیجے کہ اپنے مسلمان ہونے کا ڈھونگ رچائیں اور محمد (ﷺ) سے درخواست کر کے چند مبلغین اپنے ہمراہ لائیں تا کہ اُنہیں مقتولینِ اُحد کا انتقام لینے کے لئے قتل کر دیا جائے۔ اس کام کے لئے انہیں سو اونٹوں کا لالچ دیا گیا۔ یہ سازشی عناصر مدینہ منورہ سے جن مسلمانوں کو اپنے ساتھ لائے ان میں حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ راستے میں اُنہوں نے اپنے مزید آدمیوں کو بلا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گھیرا تنگ کر دیا، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمت نہ ہاری اور جرأت و بہادری سے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ یہ مٹھی بھر مجاہد آخر دم تک لڑتے رہے اور سوائے دو افراد کے سب کے سب شہید ہو گئے، ان دو کو مکہ لے جا کر فروخت کر دیا گیا۔ ان میں ایک حضرت زید رضی اللہ عنہ تھے، جنہیں صفوان بن اُمیہ نے پچاس اونٹوں کے عوض خریدا تا کہ باپ کے بدلے میں انہیں قتل کر کے اپنی آتشِ انتقام کو ٹھنڈا کر سکے۔

کفار و مشرکین کے سازشی گروہ میں ایک عورت سُلافہ بنت سعد بھی شامل تھی جس کے دو بیٹے غزوۂ اُحد میں واصلِ جہنم ہوئے تھے۔ اس نے نذر مانی تھی کہ اگر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا سر اُسے مل جائے تو وہ اُس کی کھوپڑی میں شراب پیئے گی۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئے، تو اس سے قبل اُنہوں نے بارگاہِ خُداوندی میں دعا کی: یا

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۶۹۸، رقم: ۶۵۴۴

۲۔ بزار، المسند، ۶: ۴۶۳۔۴۶۵، رقم: ۲۵۰۰

۳۔ طبرانی، معجم الکبیر، ۶: ۲۲۲۔۲۲۴، رقم: ۶۰۶۵

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۴: ۷۵۔۸۰

۵۔ ابونعیم، دلائل النبوہ، ۱: ۴۰

اللہ! میرے آقا و مولا ﷺ کو میری شہادت سے آگاہ فرما دے۔ اے پروردگارِ عالم! میرا سر تیری راہ میں کاٹا جا رہا ہے تو اس کی حفاظت فرما۔

جب کفار حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا سر کاٹنے لگے تو کہیں سے شہد کی مکھیوں کا ایک غول نمودار ہوا، جس نے شہید کے بدن کو اپنے حصار میں لے لیا۔ کفار نے سر کاٹنے کا کام یہ سوچ کر رات پر ملتوی کر دیا کہ رات کو تو شہد کی مکھیاں غائب ہو جائیں گی، لیکن رات شدید بارش ہوئی اور شہید کی لاش کو طوفانی موج بہا لے گئی۔ دوسری طرف حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کیا جانے لگا تو کفار و مشرکینِ مکہ کا ایک ہجوم جمع ہو گیا، جس میں ابوسفیان بھی شامل تھے۔ ابوسفیان نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

أنشدک اللہ یا زید! أتحب أن محمداً الآن عندنا مکانک یضرب عنقه وانک فی أھلک؟

''اے زید! تجھے اللہ رب العزت کی قسم، (سچ سچ بتا) کیا تو پسند کرتا ہے کہ اس وقت تمہارے بجائے محمد (ﷺ) ہمارے پاس ہوتے کہ ہم (نعوذ باللہ) اُنہیں قتل کرتے اور تم اپنے اہل و عیال کے پاس ہوتے؟''

اسیرِ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں اپنے محبوب آقا ﷺ کا چہرہ گھوم گیا، فرمایا:

واللہ! ما أحبّ أنّ محمداً الآن فی مکانه الذی ھو فیه تصیبه شوکة تؤذیه وأنی جالسٌ فی أھلی۔

''خدا کی قسم! میں تو یہ بھی نہیں گوارا کرتا، کہ میرے آقا و مولا محمد ﷺ کو اس وقت جہاں بھی رونق افروز ہوں، کانٹا بھی چبھے، کہ جس سے اُنہیں تکلیف پہنچے اور میں آرام سے اپنے اہل و عیال کے ساتھ بیٹھا رہوں۔''

ابوسفیان نے غلامِ مصطفیٰ ﷺ کی جاں نثاری کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

ما رأیتُ من الناس أحدا یحب أحداً کحبِ أصحاب محمد

محمداً۔

''میں نے کسی ایسے شخص کونہیں دیکھا کہ دوسروں سے ایسی محبت کرتا ہو جیسی محبت محمد (ﷺ) کے اصحاب محمد (ﷺ) سے کرتے ہیں۔''(۱)

حضرت خبیب ﷺ کوبھی قیدی بنا لیا گیا تھا اور کچھ عرصے بعد اُنہیں بھی تختہ دار پر لٹکا دیا گیا لیکن شہادت سے قبل آپ نے مہلت مانگی کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں، اجازت ملنے پر وہ اطمینان سے بارگاہِ خُداوندی میں سجدہ ریز ہو گئے۔ تختہ دار پر اپنے پروردگار کی بارگاہ میں التجاء کی کہ مولا! میرا سلام میرے آقا ﷺ تک پہنچا دے۔ حضرت اُسامہ ﷺ کا بیان ہے کہ اس وقت میں مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضور ﷺ پر وحی نازل ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا: **وعلیکم السلام۔** اس کے ساتھ ہی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ قریشِ مکہ نے آپ ﷺ کو شہید کرنے کے لئے ایسے چالیس افراد بلائے جن کے آباء و اجداد جنگِ بدر میں واصلِ جہنم ہوئے تھے۔ اُنہوں نے آپ ﷺ کو شہید کیا، آپ ﷺ کی میت تختہ دار پر لٹکی رہی، جس کی نگرانی کے لئے کفار نے چالیس افراد کا ایک ٹولہ مقرر کیا۔ حضور ﷺ کو بذریعہ وحی اُس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أيّكم ينزل خبيبًا عن خشبته وله الجنة۔(۲)

''تم میں سے جو شخص بھی حضرت خبیب ﷺ کو تختہ دار سے اُتارے گا اُس کے

---

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴:۱۲۶

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲:۵۵، ۵۶

۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۴:۶۵

۴۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲:۷۹

۵۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۲:۱۰۸، ۱۵۵، ۳۵۸

۶۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲:۱۹

۷۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۶۴۹

(۲) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۱۶۰۔۱۶۱

لئے جنت ہے۔‘‘

چنانچہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر اس حکم کو قبول کیا اور اُنہیں تختہ دار سے اُتار کر لائے۔

۱۹۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا جذبۂ جان نثاری

غزوۂ اُحد میں حضور رحمتِ عالم ﷺ زخمی ہو گئے، خود (لوہے کی ٹوپی جو دورانِ جنگ پہنی جاتی تھی) کی کڑیوں نے رخسار مبارک زخمی کر دیئے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح دوڑتے ہوئے خدمتِ اقدس میں پہنچے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح نے آگے بڑھ کر رخسارِ اقدس سے خود کی کڑیوں کو نکالا۔ پہلی کڑی نکالنے لگے تو زور سے پیچھے گر پڑے اور ان کا ایک دانت ٹوٹ گیا۔ لیکن شمع رسالت کے پروانے نے اپنے زخمی ہونے کی پروانہ کی اور آپ ﷺ کے رخسارِ اقدس سے خود کی دوسری کڑی کو بھی نکال لیا لیکن ایسا کرتے ہوئے ایک بار پھر گر گئے اور دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا۔(۱)

وہ زبانِ حال سے گویا ہوئے: یا رسول اللہ! یہ تو محض دو دانت ہیں آپ کے قدموں پر گر کر جان بھی چلی جائے تو میرے لئے اس سے بڑا اعزاز اور کیا ہوگا۔

۲۰۔ حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کا خوبصورت ’’قصاص‘‘

جاں نثارانِ مصطفیٰ ﷺ نے جذبۂ عشق کو ایک تحریک بنادیا تھا۔ جنگ بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ جب صفیں درست فرما رہے تھے تو سواد بن غزیہ کے پیٹ میں جو صف سے ذرا آگے بڑھے ہوئے تھے، تیر چبھو کر فرمایا:

استو یا سواد۔

’’سواد! برابر ہو جا۔‘‘

---

(۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴:۲۹

اس پر انہوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! أوجعتني، و قد بعثک اللہ بالحق، فأقدني، فکشف رسول اللہ ﷺ عن بطنه وقال: إستقِد۔ فاعتنقه، وقبل بطنه۔ و قال: ما حملک علی ھٰذا یا سواد؟ فقال: یا رسول اللہ! حضر ما تری و لم آمن القتل، فإني أحب أن أکون آخر العھد بک أن یمسّ جلدي جلدک، فدعا له رسول اللہ ﷺ بخیر۔(۱)

’’یا رسول اللہ! آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی جبکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، سو مجھے بدلہ دیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے بطن مبارک سے کپڑا ہٹا لیا اور فرمایا: بدلہ لے لو۔ وہ (تو بہانہ ڈھونڈ رہے تھے) حضور ﷺ سے لپٹ گئے اور بطنِ اقدس کو بوسہ دینے لگے۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: اے سواد! تجھے کس چیز نے اس عمل کی ترغیب دی؟ اُنہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں ممکن ہے میں جنگ میں زندہ نہ بچ سکوں اس پر میں نے چاہا کہ میرا آخری عمل آپ کے ساتھ یہ ہو کہ میرا جسم آپ کے جسمِ اطہر سے مس ہو جائے، پس رسول اللہ (ﷺ) نے ان کے لئے دُعائے خیر فرمائی۔

۲۱۔ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے الوداعیہ کلمات

حضرت سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بن ربیع غزوۂ اُحد میں شدید زخمی ہوگئے۔ بارہ نیزے ان کے جسم کے آر پار ہوئے، تلوار اور تیر کے زخم جو اس کے علاوہ تھے سَتر (۷۰) کے لگ

(۱) ۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳:۲۷۱

۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۳:۱۷۴

۳۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲:۳۲

۴۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۲:۵۹۰ رقم: ۲۳۳۳

۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲:۴۰۲

بھگ تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے جاں نثاروں سے فرمایا کہ سعد بن ربیع کی خبر کون لائے گا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے انہیں شہیدوں کے درمیان شدید زخمی حالت میں پایا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اُنہیں بتایا کہ مجھے حضور ﷺ نے تمہارا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اس پر اُنہوں نے اپنا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فاذهب إليه فأقرئه منّي السلام، وأخبره أني قد طعنت اثنتي عشرة طعنة، وأني قد أنفذت مَقاتلي، و أخبر قومک أنّه لا عذر لهم عند الله، إنْ قتل رسول الله ﷺ، و واحد منهم حيّ۔(۱)

’’میرے آقا ﷺ کے حضور میرا سلام پیش کرنا اور کہنا کہ مجھے نیزے کے بارہ زخم لگے ہیں اور میں نے اپنے مقابل کے جسم سے نیزہ آر پار کر دیا ہے۔ اپنے لوگوں سے کہنا کہ اگر حضور ﷺ کو کچھ ہوا اور تم میں سے ایک فرد بھی زندہ بچا تو قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں ان کا کوئی بھی عذر قابلِ قبول نہ ہوگا۔‘‘

یہ ان کا جذبۂ جاں نثاری تھا کہ بدن زخموں سے چور ہے اور زندہ بچ جانے کی کوئی اُمید نہیں مگر پھر بھی تصورِ محبوب ﷺ ہی میں کھوئے ہوئے ہیں اور اُن کے بارے میں نہ صرف فکر مند ہیں بلکہ اپنی قوم کو یہ پیغام بھی دے رہے ہیں کہ خبردار! اسی محبوب ﷺ کے دامن سے وابستہ رہنا۔

---

(۱) ۱۔ مالک بن انس، موطا، ۲: ۴۶۵۔۴۶۶

۲۔ ابن عبد البر، الاستیعاب، ۲: ۵۹۰

۳۔ ابن عبد البر، التمہید، ۲۴: ۹۴

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۵۲۴

۵۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۴۸۱

۶۔ عسقلانی، الاصابہ، ۳: ۵۹

۷۔ زرقانی، شرح علی موطا، ۳: ۵۹

۲۲۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا جذبۂ ایثار و محبت

سفرِ ہجرت کے آخری مرحلے میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ قبا میں قیام پذیر تھے۔ مسجد قبا کی تعمیر کے بعد حضور ﷺ یثرب ...... جسے بعد میں مدینۃ النبی ﷺ بننے کا اعزاز حاصل ہونا تھا ...... کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض روایات کے مطابق یہ ۱۲ ربیع الاول کا دن تھا، یثرب کے شہری جوق در جوق حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی ناقہ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ بنونجار کی خوش بخت بچیاں دف کے ساتھ استقبالیہ اشعار پڑھ رہی تھیں۔ عورتیں، مرد، بچے تمام مہمانِ مکرم ﷺ کے لئے دیدہ و دل فرشِ راہ کئے ہوئے تھے۔ ہر قبیلے کے سردار کی خواہش تھی کہ اُسے والیٔ کونین ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل ہو لیکن یہ شرفِ عظیم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مقدر میں لکھا جاچکا تھا۔ آپ ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر نچلی منزل میں قیام پذیر ہوئے جبکہ وہ میاں بیوی بالا خانے پر رہنے لگے تاکہ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کو بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہونے میں آسانی رہے۔ ایک دن بالائی منزل میں پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا۔ میاں بیوی کو خدشہ ہوا کہ کہیں چھت نہ ٹپکنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے پانی جذب کرنے کے لئے اس پر لحاف ڈال دیا اور خود ساری رات دونوں میاں بیوی سردی سے ٹھٹھرتے رہے۔ وہ فرماتے ہیں:

فلقد انکسر حب لنا فیه ماء، فقمت أنا و أم أیوب بقطیفة لنا ما لنا لحاف غیرها ننشف بها الماء تخوفاً أن یقطر علی رسول اللہ ﷺ منه شیٔ فیؤذیه۔(۱)

”ہمارا پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا اور پانی بہہ گیا، پس میں اور (میری اہلیہ) اُم

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۱۱۹، رقم: ۳۸۵۵
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۵۲۱، رقم: ۵۹۳۹
۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳: ۲۰۱
۴۔ سمہودی، وفاء الوفاء، ۱: ۲۶۴
۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۲۷۶

ایوب اپنے واحد لحاف سے پانی صاف کرتے رہے اس خوف سے کہ کہیں پانی حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے اوپر ٹپک جائے اور انہیں تکلیف پہنچے۔‘‘

۲۳۔ حضرت امیر معاویہ ﷛ اور تبرکاتِ رسول ﷺ

حضرت امیر معاویہ ﷛ کے پاس حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے تبرکاتِ مقدسہ محفوظ تھے۔ جب حضرت امیر معاویہ ﷛ کا آخری وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی:

ان یکفن في قمیص کان رسول اللہ ﷺ قد کساہ إیاہ۔ و أن یجعل مما یلی جسدہ۔ وکان عندہ قلامۃ أظفار رسول اللہ، فأوصی أن تُسحق و تجعل في عینیہ و فمہ، وقال: افعلوا ذالک، و خلّوا بیني و بین أرحم الراحمین۔(۱)

’’مجھے اس قمیص میں کفنایا جائے جسے رسول اللہ ﷺ نے انہیں پہنایا تھا اور اسے ان کے جسم پر (اس طرح) ڈال دیا جائے (کہ درمیان میں کوئی اور کپڑا حائل نہ ہو)۔‘‘

علاوہ ازیں ان کے پاس حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے تراشے ہوئے مبارک ناخن تھے۔ انہوں نے وصیت کی کہ ان مبارک ناخنوں کو باریک پیس کر ان کی آنکھوں اور منہ میں ڈال دیا جائے پھر فرمایا میں جیسا کہتا ہوں ایسا ہی کرنا اور باقی معاملہ میرے اور ارحم الرحمین کے درمیان چھوڑ دینا۔

۲۴۔ حضرت عمیر بن ابی وقاص ﷛ کی تمنائے شہادت

غزوۂ بدر کے موقع پر ایک کم سن نوجوان مجاہدینِ اسلام کی صفوں میں چھپتا پھر

(۱) ۱۔ ابن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ۵: ۲۰۳

۲۔ نووی، تہذیب الاسماء، ۲: ۱۰۳

۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۴

رہا تھا۔ حضور ﷺ نے صف بندی کے دوران اس نوجوان کو دیکھ کر فرمایا: بیٹا! ابھی تمہاری عمر لڑنے کی نہیں ہے، اس لئے تم واپس چلے جاؤ۔ رسولِ خدا ﷺ کا یہ حکم سن کر وہ نوجوان جو کم عمری کے باوجود دل میں شہادت کی شدید آرزو رکھتا تھا آبدیدہ ہوگیا، اور عرض پرداز ہوا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں جنگ میں شریک ہونے کی اجازت کا طلب گار ہوں، شاید میرا لہو اللہ کی راہ میں کام آجائے۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے اس نوجوان کا جذبۂ ایمان دیکھ کر اُسے اجازت مرحمت فرمادی اور اسے تلوار بھی عطا کی۔ تاریخ اس نوجوان کو حضرت عمیر بن ابی وقاص ﷺ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ وہ حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ کے چھوٹے بھائی تھے۔ جنگ کا آغاز ہوا تو حضرت عمیر بن ابی وقاص ﷺ دشمن پر ٹوٹ پڑے، آخر دادِ شجاعت دیتے ہوئے فقط سولہ سال کی عمر میں شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے اور اپنا نام اسیرانِ مصطفیٰ کی فہرست میں لکھوانے کی سعادت حاصل کی۔(۱)

۲۵۔ حضرت ابو جندل ﷺ کا پاسِ عہد

حضرت ابو جندل ﷺ عشقِ رسول کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہوئے اور اپنا سب کچھ حضور ﷺ کے قدموں پر نثار کردینے کا عہد کر

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳:۱۴۹
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۲۰۸، رقم: ۴۸۶۴
۳۔ سہیلی، الروض الانف، ۳: ۱۶۴
۴۔ ابن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ۴: ۲۸۷
۵۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱: ۹۷
۶۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۳۹۴
۷۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۶: ۶۹
۸۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۷۲۵
۹۔ مروزی، السنۃ، ۱: ۴۷
۱۰۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۳۸۰

لیا۔ اس کی پاداش میں ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، کفار و مشرکین مکہ نے اس جاں نثارِ پیغمبر ﷺ کو زنجیروں میں جکڑ دیا لیکن ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ صلح حدیبیہ کی دستاویز حیطۂ تحریر میں لائی جا چکی تھی کہ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کفار و مشرکین کی قید سے بھاگ کر پناہ کے لئے حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ ابوجندل رضی اللہ عنہ سے تمام تر ہمدردی کے باوجود آپ ﷺ کو معاہدے کی خلاف ورزی ہرگز گوارا نہ تھی۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ نے دل پر پتھر رکھ کر ابوجندل رضی اللہ عنہ کی واپسی کی تجویز سے اتفاق کیا۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے ابوجندل رضی اللہ عنہ کو مخاطب کیا:

یا أبا جندل! قد تم الصلح بیننا و بین القوم، فاصبر حتی یجعل اللہ لک فرجا و مخرجاً۔(۱)

’’اے ابوجندل! ہمارے اور اس قوم کے درمیان صلح مکمل ہو گئی ہے، اس لئے تم صبر کرو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشائش اور نکلنے کی راہ پیدا کر دے۔‘‘

ابوجندل رضی اللہ عنہ نے آقا ﷺ کے فرمان کی تعمیل کر کے اطاعت و اتباع کی ایک نئی داستان قلمبند کی اور اپنے عمل سے ایفائے عہد کے چراغ کو بجھنے نہ دیا۔

۲۶۔ رئیس المنافقین کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا لافانی کردار

عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین تھا، مدینہ منورہ میں حضور نبیِ اکرم ﷺ کی تشریف

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۹۷
۲۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۹۶۷، کتاب الشروط، رقم: ۲۵۶۴
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۲۲۷
۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰: ۱۶، رقم: ۱۵
۵۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۱۲۳
۶۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴: ۲۸۷

آوری سے قبل اسے یثرب کا بادشاہ بنانے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں، لیکن حضور نبیِّ اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے یہ منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا اور ریاستِ مدینہ کا قیام عمل میں آیا۔ عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقینِ مدینہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کا راستہ روکنے کے لئے در پردہ سازشوں کا جال بننے لگے اور مہاجرینِ مکہ کی راہ میں روڑے اٹکانے شروع کر دیئے۔ اسی طرح منافقینِ مدینہ طبقاتی کشمکش کو ہوا دے کر ریاستِ مدینہ کے امن کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

۱۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اسی عبداللہ بن اُبی کے بیٹے تھے لیکن منافق باپ کے سازشی ذہن سے انہیں دُور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ وہ حضور ﷺ کے جاں نثار صحابی تھے اور اپنے باپ کی حرکتوں پر اندر ہی اندر کھولتے رہتے تھے۔ وہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنے باپ کی جملہ منفی سرگرمیوں کے پس منظر میں عرض پرداز ہوئے۔ یا رسول اللہ! مجھے حکم دیجئے کہ میں اپنے باپ کا کانٹا راستے سے ہٹا دوں تاکہ دینِ مبین کی پیش رفت میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔

روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

أنه استأذن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أن یقتل أباہ، قال: لا تقتل أباک۔(۱)

”(حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن ابی) نے نبیِّ اکرم ﷺ سے اپنے باپ (عبداللہ بن ابی) کو قتل کرنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے باپ کو قتل نہ کر۔“

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۶۷۹، رقم: ۶۴۹۰
۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۳: ۵۳۸، رقم: ۶۶۲۷
۳۔ شیبانی، الاحاد والمثانی، ۴: ۲۳، رقم: ۱۹۶۷
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۳۱۸
۵۔ عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۱۵۵

۲۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت ابوہریرہ ﷺ بیان فرماتے ہیں:

مرّ رسول الله ﷺ بعبد الله بن أبی و هو فی ظل أطم، فقال: عبر علینا ابن أبی کبشة، فقال ابنه عبدالله بن عبدالله: یا رسول الله! والذی أکرمک لئن شئت لاتیتک برأسه، فقال: لا، ولکن بر أباک و أحسن صحبته۔ (۱)

''عبداللہ بن ابی ایک بلند ٹیلہ کے سایہ میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو عبداللہ بن ابی کہنے لگا: ابن ابی کبشہ کا یہاں سے گذر ہوا۔ اس پر اس کے بیٹے حضرت عبداللہ ﷺ بن عبد اللہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو مکرم ومحترم بنایا ہے، اگر آپ چاہیں تو میں (اپنے) اس (بدبخت باپ) کا سر (قلم کرکے) آپ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر کردوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اپنے والد کے ساتھ حسنِ سلوک اور حسنِ محبت سے پیش آؤ۔''

یہ بات حضرت عبداللہ ﷺ ایسا مخلص شخص ہی کہنے کی جرأت کرسکتا ہے جس نے محبتِ رسول ﷺ میں اپنی ذات کو گم کر دیا تھا۔ حضرت عبداللہ ﷺ کو جب اپنا حقیقی باپ ابن ابی، حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے راستے کی دیوار بنتا نظر آیا تو اُنہوں نے اس دیوار کو ہی گرانے کا فیصلہ کرلیا۔

۳۔ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر ایک مقام پر ابن ابی نے حضور تاجدارِ

---

(۱) ا۔ ہیثمی نے 'مجمع الزوائد (۹:۳۱۸)' میں کہا ہے کہ اُسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۱۷۰، ۱۷۱، رقم: ۴۲۸
۳۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۴۹۸، رقم: ۲۰۲۹
۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۸۰، رقم: ۲۲۹
۵۔ عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۱۵۵

کائنات ﷺ کی شان میں بعض گستاخانہ الفاظ کہے۔ اس پر اس کا حقیقی بیٹا حضرت عبداللہ ﷺ تلوار سونت کر اپنے باپ کے سر پر کھڑے ہو گئے اور اسے خوب ذلیل کیا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لما رجع رسول الله من بني المصطلق، قام ابن عبدالله بن أبي: فسَلّ على أبيه السيف، و قال: لله على ألا أغمده حتى تقول محمد الاعز وأنا الأذل، قال: ويلك! محمد الأعز و أنا الأذل، فبلغت رسول الله فأعجبه و شكرها له۔(۱)

''جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بنی المصطلق سے واپس لوٹے تو ابن عبداللہ بن ابی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے باپ پر تلوار سونتی اور فرمایا: بخدا! میں اس وقت تک اپنی تلوار میان میں نہیں رکھوں گا جب تک تو زبان سے یہ نہیں کہہ دیتا کہ محمد ﷺ معزز ہیں اور میں ذلیل ہوں۔ اس نے کہا: تو ہلاک ہو، محمد (ﷺ) معزز ہیں اور میں ذلیل ہوں۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کی جرأت کو پسند فرمایا اور سراہا۔

۲۷۔ حضرت سُمَیّہ رضی اللہ عنہا سے روحِ ایمانی کو جدا نہ کیا جا سکا

جس طرح سب سے پہلے اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہونے کا اعزاز ایک معزز خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا اُسی طرح سب سے پہلے حق کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت بھی ایک خاتون کو حاصل ہوئی۔ یہ خاتون حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ حضرت عمار ﷺ کی والدہ ماجدہ تھیں، جنہوں نے ناموسِ

(۱) ۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۳۱۷، ۳۱۸

۲۔ حمیدی، المسند، ۲: ۵۲۰، رقم: ۱۲۴۰

۳۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۸: ۱۲۹

۴۔ آلوسی، روح المعانی، ۲۸: ۱۱۶

رسالت کے تحفظ کے لئے اپنی جان کی قربانی پیش کی۔ اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی ان کے جذبۂ ایمانی کو طرح طرح سے آزمایا گیا لیکن جان کا خوف بھی ان کے جذبۂ ایمان کو شکست نہ دے سکا۔ روایات میں مذکور ہے کہ انہیں گرم کنکریوں پر لٹایا جاتا، لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا، لیکن تشنہ لبوں پر محبتِ رسول کے پھول کھلتے رہے اور پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ عورت تو نازک آبگینوں کا نام ہے جو ذرا سی ٹھیس سے ٹوٹ جاتے ہیں لیکن حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ایمان کا حصارِ آہنی بن گئیں۔

وروی أن ابا جهل طعنها في قبلها بحربة في يده، فقتلها، فهي أول شهيد في الإسلام، وكان قتلها قبل الهجرة، وكانت ممن أظهر الإسلام بمكة في أول الإسلام۔(۱)

’’روایت ہے کہ ابوجہل نے ان کے جسم کے نازک حصے پر برچھی کا وار کیا جس سے وہ شہید ہوگئیں، یہ اسلام کی پہلی شہید خاتون ہیں، جن کو ہجرت سے پہلے شہید کر دیا گیا اور یہ وہ خاتون ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام کے ابتدائی دور میں اپنے اسلام کا اعلانیہ اظہار کیا تھا۔‘‘

ابن اسحاق نے آل عمار بن یاسر کے کسی شخص سے روایت نقل کی ہے کہ:

أن سمية أم عمار عذبها هذا الحي من بني المغيرة على الاسلام، و هي تأبى حتى قتلوها، وكان رسول الله ﷺ يمر بعمار و أبيه و أمه و هم يعذبون بالأبطح في رمضاء مكة، فيقول: صبرًا، يا آل

---

(۱) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۱۳، رقم: ۳۳۸۶۹
۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۷: ۲۴، رقم: ۳۴۶۰
۵۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۱: ۲۱۶، رقم: ۴۱۷۴
۳۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱: ۱۵۰
۴۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۷: ۱۵۳

یاسر فإن موعدکم الجنة۔ (۱)

’’اُمِ عمار حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو بنی مغیرہ نے اسلام لانے کی پاداش میں تکلیفیں پہنچائیں مگر اس نے (اقرار اسلام کے سوا) ہر چیز کا انکار کیا حتی کہ اُنہوں نے اسے شہید کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کا جب حضرت عمار اور ان کے والد اور والدہ کے پاس سے گزر ہوتا جن کو کفار کی طرف سے مکہ کی شدید گرمی میں وادی أبطح میں عذاب دیا جا رہا ہوتا تو آپ ﷺ فرماتے اے آلِ یاسر! صبر کرو، جنت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔‘‘

۲۸۔ حضرت عداس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے قدموں میں

طائف کے بازاروں میں اوباش لڑکوں نے شقاوتِ قلبی کی انتہا کر دی تھی، جسمِ اطہر پر اتنے پتھر برسائے کہ آپ ﷺ کے مبارک ٹخنوں سے خون بہنے لگا۔ مضروبِ طائف حضور رحمتِ عالم ﷺ کچھ دیر کے لئے ایک باغ میں رکے، یہ باغ ربیعہ نامی شخص کا تھا جو اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کا بدترین دُشمن تھا۔ اس کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ اس وقت باغ میں موجود تھے۔ اُنہوں نے ایک طشتری میں انگور کا ایک خوشہ دے کر اپنے غلام عداس کے ذریعے حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ آقائے محتشم ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر انگور کے دانے توڑے تو عداس کی نظریں چہرۂ اقدس پر جم کر رہ گئیں۔ وہ جانتا تھا کہ یہاں کے لوگ بسم اللہ پڑھ کر کھانا نہیں کھاتے۔ حضور ﷺ نے غلام سے پوچھا: تم کس ملک کے رہنے والے ہو۔ اور تمہارا تعلق کس دین سے ہے؟ اُس نے بتایا کہ میں ایک عیسائی ہوں

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۲۳۹، رقم: ۱۶۳۱
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۴۳۲، رقم: ۵۶۴۶
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴: ۳۰۳، رقم: ۷۶۹
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۴۹
۵۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۱۶۲
۶۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۷: ۱۵۲

اور نینویٰ کا رہنے والا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ نینویٰ جو یونس بن متی کا شہر ہے؟ عداس تصویرِ حیرت بن گیا اور بولا: آپ یونس بن متی کو جانتے ہیں؟ ارشادِ گرامی ہوا کہ یونس بن متی میرے بھائی ہیں، وہ بھی ربِ ذوالجلال کے نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ عداس فرطِ عقیدت سے اُٹھ کھڑا ہوا، پہلے رحمۃ للعالمین ﷺ کے سرِ انور کو چوما اور پھر آقائے مکرم ﷺ کے پائے اقدس کے بوسے لینے لگا۔ واپس اپنے مالکان کی خدمت میں پہنچا تو اُنہوں نے اسے ڈانٹا لیکن غلامِ بےنوا کے لبوں پر یہ الفاظ مچل اُٹھے:

ما في الأرض خير من هذا۔(۱)

''روئے زمین پر آج ان سے بہتر کوئی نہیں۔''

۲۹۔ حضور ﷺ کی مبارک چادر سے کفن بنانے کی آرزو

کسی خاتون نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں ایک چادر پیش کی۔ آقائے محتشم ﷺ نے اسے زیبِ تن فرمایا اور اپنے صحابہ ﷺ کی محفل میں تشریف لائے۔ ایک صحابی عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! یہ چادر مجھے عنایت فرما دیجئے۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے یہ چادر اسے عطا فرما دی۔ صحابہ کرام ﷺ کو اس شخص کا یہ عمل پسند نہ آیا اور اسے کہا کہ جب تمہارے علم

---

(۱) ا۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۲۶۸، ۲۶۹

۲۔ ابن حبان، الثقات، ۱: ۷۸

۳۔ ابن عبد البر، الدرر، ۱: ۶۳

۴۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۶: ۲۱۱

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳: ۱۳۶

۵۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۱: ۵۵۴، ۵۵۵

۶۔ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ۲: ۹۲

۷۔ عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۴۶۷

۸۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۳۰۰

۹۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۳۵۵، ۳۵۶

میں تھا کہ حضور کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تو تم نے یہ چادر کیوں مانگ لی؟ وہ شخص جو ایک عاشقِ رسول تھا، جواب میں گویا ہوا۔

رجوتُ برکتها حین لبسها النبی ﷺ، لعلی أکفن فیها۔ (۱)

''جب نبیٔ اکرم ﷺ نے اس کو پہن لیا تو میں نے اس کی برکت کی آرزو کی کہ میں اس میں کفنایا جاؤں۔''

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسے اسی چادر میں دفنایا گیا۔

۳۰۔ حضرت ہند بنت حزام رضی اللہ عنہا کی داستانِ استقامت

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ معاذ اللہ شہید کردیئے گئے۔ اس خبر کا سننا تھا کہ مدینے میں ہر طرف کہرام مچ گیا۔ اہلِ مدینہ شہر سے باہر نکل آئے۔ ان میں قبیلہ انصار کی ایک خاتون حضرت ہند بنت حزام رضی اللہ عنہا بھی تھی جس کا باپ، بھائی اور خاوند حضور رسالت مآب ﷺ کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئے تھے، اور تمام کے تمام اس غزوہ میں شہید ہوگئے تھے۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۴۵، کتاب الأدب، رقم: ۵۶۸۹
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۴۲۹، کتاب الجنائز، رقم: ۱۲۱۸
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۴۸۰، رقم: ۹۶۵۹
۴۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۷۷، کتاب اللباس، رقم: ۳۵۵۵
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۳۳
۶۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۱۷۰، رقم: ۴۶۲
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۴۰۴، رقم: ۶۴۸۹
۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۱۷۰، رقم: ۶۲۳۴
۹۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۶: ۱۴۳، رقم: ۵۷۸۵
۱۰۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۵۴

جب اس خاتون سے کوئی صحابی ملتا تو وہ اطلاع دیتا کہ تیرا باپ وہاں شہید ہوگیا اور کوئی اس کے خاوند کی شہادت کا تذکرہ کرتا تو کوئی بھائی کی شہادت کی خبر دیتا۔ وہ عظیم خاتون سن کر کہتی کہ یہ بات نہ کرو بلکہ یہ بتلاؤ:

ما فعل برسول الله ﷺ؟(۱)

''رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟''

صحابہ ﷺ نے جواب دیا:

خير هو بحمد الله كما تحبّين۔

''الحمد للہ! آپ ﷺ اسی طرح خیریت سے ہیں جس طرح تو پسند کرتی ہے''۔

حضور ﷺ کی خیریت کی خبر سن کر وہ کہنے لگی:

أرونيه حتى أنظر إليه۔

''مجھے آپ ﷺ کی زیارت کراؤ، حتی کہ میں خود اُنہیں دیکھ لوں۔''

جب اس خاتون نے آپ ﷺ کو ایک نظر دیکھا تو پکار اٹھی:

يا رسول الله! كل مصيبة بعدك جلل۔(۲)

''یارسول اللہ! آپ کے ہوتے ہوئے ہر غم و پریشانی ہیچ ہے۔''

---

(۱) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۹۳

(۲) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴: ۵۰

۲۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۷۴

۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۵۴۲،۵۲۸

۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۴: ۴۷

۵۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۹۳

۳۱۔ غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا مقامِ عشق

ایک نوجوان صحابی حضرت حنظلہ بن ابو عامر رضی اللہ عنہ شادی کی پہلی رات اپنی بیوی کے ساتھ حجلۂ عروسی میں تھے کہ کسی پکارنے والے نے آقائے دوجہاں ﷺ کے حکم پر جہاد کے لئے پکارا۔ وہ صحابی اپنے بستر سے اُٹھے۔ دلہن نے کہا کہ آج رات ٹھہر جاؤ، صبح جہاد پر روانہ ہو جانا۔ مگر وہ صحابی جو صہبائے عشق سے مخمور تھے، کہنے لگے: اے میری رفیقۂ حیات! مجھے جانے سے کیوں روک رہی ہو؟ اگر جہاد سے صحیح سلامت واپس لوٹ آیا تو زندگی کے دن اکٹھے گزار لیں گے ورنہ کل قیامت کے دن ملاقات ہوگی۔''

اس صحابی رضی اللہ عنہ کے اندر عقل و عشق کے مابین مکالمہ ہوا ہوگا۔ عقل کہتی ہوگی: ابھی اتنی جلدی کیا ہے؟ جنگ تو کل ہوگی، ابھی تو محض اعلان ہی ہوا ہے۔ شبِ عروسی میں اپنی دلہن کو مایوس کر کے مت جا۔ مگر عشق کہتا ہوگا: دیکھ! محبوب کی طرف سے پیغام آیا ہے، جس میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی روا نہیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اسی جذبۂ حبِ رسول ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے اور مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اللہ رب العزت کے فرشتوں نے انہیں غسل دیا اور وہ 'غسیل الملائکہ' کے لقب سے ملقب ہوئے۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ جب جنگ کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ملائکہ کو انہیں غسل دیتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہوئے:

إنّ صاحبكم لتُغسّله الملائكة يعني حنظلة، فسألوا أهله: ماشأنه؟ فسئلت صاحبته فقالت: خرج و هو جنب حين سمع الهائعة، فقال رسول الله ﷺ: لذالک غسلته الملائكة، وكفى بهذا شرفاً و منزلة عندالله تعالىٰ۔ (۱)

---

(۱) ۱۔ ابن اثیر، اسد الغابۃ، ۲: ۸۶

۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۲۲۵، رقم: ۴۹۱۷

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۴۹۵، رقم: ۷۰۲۵

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۵، رقم: ۶۶۰۵

←

”تمہارے ساتھی حنظلہ کو فرشتوں نے غسل دیا ان کے اہلِ خانہ سے پوچھو کہ ایسی کیا بات ہے جس کی وجہ سے فرشتے اسے غسل دے رہے ہیں۔ ان کی اہلیہ محترمہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جنگ کی پکار پر حالتِ جنابت میں گھر سے روانہ ہوئے تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے اسے غسل دیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے مقام و مرتبے کے لئے یہی کافی ہے۔“

اسی جذبے کے احیاء کی آج پھر ضرورت ہے۔ اگر ہم جوان نسل میں کردار کی پاکیزگی، تقدس اور ایمان کی حلاوت نئے سرے سے پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان میں اس تعلقِ عشقی کو کوٹ کوٹ کر بھرنا ہوگا۔

۳۲۔ فراقِ رسول ﷺ میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی بینائی جاتی رہی

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب انہیں ان کے بیٹے نے حضور ﷺ کے وصال مبارک کی خبر دی وہ اس وقت اپنے کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر سن کر غمزدہ ہوگئے اور بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی:

اللّٰهم! اذهب بصري حتى لا أرى بعد حبيبي محمدا ﷺ

۵۔ ابن اسحاق، سیرۃ، ۳: ۳۱۲

۶۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴: ۲۳

۷۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۴: ۲۱

۸۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۵۲۵

۹۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۶۹

۱۰۔ ابو نعیم، دلائل النبوۃ، ۱: ۱۱۰

۱۱۔ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ۱: ۳۵۷

أحدا۔(۱)

’’اے میرے اللہ! میری آنکھوں کی بینائی اب ختم کر دے تاکہ میں اپنے محبوب محمد ﷺ کے بعد کسی دوسرے کو دیکھ ہی نہ سکوں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اُسی وقت اُن کی دعا قبول فرما لی۔

حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إن رجلا من أصحاب محمد ذهب بصره فعادوهٗ۔

’’حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہ میں سے ایک صحابی کی بینائی (فراقِ رسول ﷺ میں) جاتی رہی تو لوگ ان کی عیادت کے لئے گئے۔‘‘

جب ان کی بینائی ختم ہونے پر افسوس کا اظہار کیا گیا تو وہ کہنے لگے:

كنتُ أريدهما لأنظر إلى النبي ﷺ، فأما إذا قُبض النبي، فوالله ما يسّرني أن بهما بظبي من ظباء تبالة۔(۲)

’’میں ان آنکھوں کو فقط اس لئے پسند کرتا تھا کہ ان کے ذریعے مجھے نبیٔ اکرم ﷺ کا دیدار نصیب ہوتا تھا۔ اب چونکہ آپ ﷺ کا وصال ہوگیا ہے اس لئے اگر مجھے چشمِ غزال (ہرن کی آنکھیں) بھی مل جائیں تو کوئی خوشی نہ ہوگی۔‘‘

۳۳۔ سفیرِ قریش اور معیارِ ایمان

کتبِ حدیث و سیر میں درج ہے کہ قبل از اسلام کفار و مشرکین نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں بھیجا۔ حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر نگاہ پڑتے ہی ایمان کی روشنی دل میں اتر گئی اور وہ عرض گزار ہوئے: آقا! اب واپس جانے کو جی نہیں چاہتا، مجھے اپنے قدموں میں ہی رہنے دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، آدابِ

(۱) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۹۴

(۲) بخاری، الادب المفرد، ۱: ۱۸۸، رقم: ۵۳۳

سفارت کا تقاضا ہے کہ تم واپس جاؤ۔ تم ایک سفیر کی حیثیت سے میرے پاس آئے تھے اور سفیر کو روکنا مجھے گوارا نہیں، اس لئے واپس لوٹ جاؤ۔ چنانچہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے فرمان کی تعمیل میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ واپس لوٹ گئے، لیکن زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ واپس آ کر حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے دامنِ عاطفت میں پناہ لے لی۔

وہ فرماتے ہیں:

بعثتني قريش إلى رسول الله ﷺ، فلمّا رأيتُ رسول الله ﷺ ألقي في قلبي الإسلام، فقلت: يا رسولَ الله! إني، و الله! لا أرجع إليهم أبداً، فقال رسول الله: إني لا أخيس بالعهد، و لا أحبس البرد، و لكن ارجع، فإن كان في نفسک الذي في نفسک الآن، فارجع۔ (۱)

''مجھے قریش نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں بھیجا، آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو اِسلام نے میرے دل میں گھر کرلیا۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض گزاری: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اب لوٹ کر کفار کی طرف نہیں جاؤں گا (بلکہ ساری زِندگی آپ کے قرب میں گزاروں گا۔) آپ ﷺ نے فرمایا: میں عہد کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا اور نہ سفیر کو اپنے پاس روکے رکھنا میرے طریق

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۳:۸۲، کتاب الجہاد، رقم: ۲۷۵۸
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵:۲۰۵، رقم: ۸۶۷۴
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶:۸
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۱:۲۳۳، رقم: ۴۸۷۷
۵۔ حاکم، المستدرک، ۳:۶۹۱، رقم: ۶۵۳۸
۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۳:۳۱۸
۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱:۳۲۳، رقم: ۹۶۳
۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹:۱۴۵، رقم الباب: ۱۲۴
۹۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱:۳۹۳، رقم: ۱۶۳۰

میں سے ہے۔ اِس وقت لوٹ جاؤ، اگر محبت کا یہی عالم برقرار رہا تو پھر واپس چلے آنا۔‘‘

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ اپنی داستانِ وفا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حکمِ رسول ﷺ کے مطابق اُس وقت میں واپس لوٹ آیا لیکن کفار و مشرکین میں میرا جی نہ لگتا تھا، پھر میں حضورِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اِسلام لے آیا۔

۳۴۔ حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کے محبت آمیز جذبات

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا واقعہ کی مثل ایک اور روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب لشکرِ یمامہ کے سپہ سالار ثمامہ بن اُثال کو گرفتار کر کے تاجدارِ کائنات ﷺ کی بارگاہِ اَقدس میں پیش کیا گیا تو حضور ﷺ نے ثمامہ کو مسجدِ نبوی کے ستون سے باندھنے کا حکم دیا۔ تین دِن تک ثمامہ مسجدِ نبوی کے ستون سے بندھے رہے۔ تیسرے دن اُنہیں حضور نبیٔ اکرم ﷺ سے گفتگو کا اِعزاز حاصل ہوا، جس کے بعد آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ثمامہ کو رہا کر دیا جائے۔ جب ثمامہ کو رہا کر دیا گیا تو وہ مسجدِ نبوی کے قریب کھجوروں کے ایک باغ میں چلے گئے۔ وہاں جا کر اُنہوں نے غسل کیا اور دوبارہ رسولِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضرِ خدمت ہوئے، سرِ تسلیم خم کیا اور اِیمان کی دولت سے بہرہ ور ہونے کے لئے یہ تاریخی کلمات عرض کئے:

يَا محمد! و اللهِ ما كان على الأرضِ وجهٌ أبغض إليّ مِن وَجهِكَ، فقد أصبح وَجهُكَ أحبَّ الوُجوهِ كلّها إليّ، واللهِ! ما كان مِن دينٍ أبغض إليّ مِن دِينِكَ، فأصبح دِينُكَ أحبَّ الدينِ كلّه إليّ، و اللهِ! ما كان مِن بلدٍ أبغض إليّ مِن بَلَدِكَ، فأصبح بَلَدُكَ أحبَّ البلادِ كلّها إليّ۔ (۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۳۸۶، کتاب الجہاد والسیر، رقم: ۱۷۶۴

۲۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۵۸۹، کتاب المغازی، رقم: ۴۱۱۴

←

’’یا محمد صلی اللہ علیک وسلم! قسم ہے ربِ کائنات کی! رُوئے زمین پر مجھے آپ صلی اللہ علیک وسلم کے چہرے سے بڑھ کر کوئی چیز ناپسندیدہ نہ تھی، مگر (اَب رُوئے اَنور کی زیارت کے بعد) آپ صلی اللہ علیک وسلم کے چہرۂ اَنور سے بڑھ کر مجھے کوئی چیز محبوب نہیں۔ قسم ہے ربِ ذُوالجلال کی! آپ صلی اللہ علیک وسلم کا دِین میرے ہاں سب سے زیادہ ناپسندیدہ تھا، لیکن اَب یہ دین تمام اَدیان سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ قسم ہے خدائے رحیم وکریم کی! مجھے آپ صلی اللہ علیک وسلم کے شہر سے زیادہ کوئی شہر ناپسندیدہ نہ تھا، لیکن اَب آپ صلی اللہ علیک وسلم کا شہرِ دِلنواز مجھے تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔‘‘

۳۵۔ فراقِ رسول ﷺ میں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا نالۂ شوق

جب نبئ اکرم ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ہجر و فراق کے ان لمحات میں یہ کلمات عرض کیے:

السلام علیک یا رسول اللہ! بأبی أنت و أمی! لقد کنت تخطبنا علی جذع نخلة، فلما کثر الناس اتخذت منبراً لتسمعهم، فحنّ الجذع لفراقک، حتی جعلت یدک علیه فسکن، فأمتک أولیٰ بالحنین إلیک لما فارقتها، بأبی أنت و أمی، یا رسول اللہ! لقد

۳۔ نسائی، السنن، ۱: ۱۰۹، کتاب الطہارت، رقم: ۱۸۹

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۱: ۱۰۷، رقم: ۱۹۴

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۴: ۴۳، رقم: ۱۲۳۹

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶: ۳۱۹، رقم: ۱۲۶۱۴

۷۔ ابوعوانہ، المسند، ۴: ۲۵۸، رقم: ۶۶۹۷

۹۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۳: ۲۷۷

۱۰۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۱۷۲

۸۔ ابن عبد البر، الاستیعاب، ۱: ۲۱۵

بلغ مِن فضیلتک عنده أن جعل طاعتک طاعته، فقال ﷻ: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ۔(۱)

’’یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر سلام ہو، آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ آپ ہمیں کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہوکر خطبہ دیتے تھے، کثرتِ صحابہ کے پیش نظر منبر بنوایا گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیک وسلم اُس تنے کو چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو اس نے آپ صلی اللہ علیک وسلم کی جدائی میں سسکیاں لے کر رونا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیک وسلم نے اس پر دستِ شفقت رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔ جب اس بے جان کھجور کے تنے کا یہ حال ہے تو اِس اُمت کو آپ صلی اللہ علیک وسلم کے فراق پر نالۂ شوق کا زیادہ حق ہے۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیک وسلم کو کتنی فضیلت عطا فرمائی ہے کہ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دے دیا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔‘‘

دوسری روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

بأبی أنت و أمی، یا رسول اللہ! لقد بلغ من تواضعک أنک جالستنا، و تزوجتَ منّا، و أکلتَ معنا، ولبستَ الصوف، و رکبتَ الدواب، واردفت خلفه، و وضعت طعامک علی الأرض تواضعا منک۔(۲)

’’یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیک وسلم پر قربان ہوں، آپ کا یہ عالم ہے کہ (عرش کے مہمان ہوکر) ہم خاک نشینوں کے ساتھ رہے، ہم لوگوں

(۱) عبدالحلیم محمود، الرسول: ۲۲، ۲۳

(۲) عبدالحلیم محمود، الرسول: ۲۲، ۲۳

کے ساتھ نکاح کیا اور ہمارے ساتھ کھایا، صوف کا لباس پہنا، عام جانور پر سواری فرمائی بلکہ ہم جیسوں کو اپنے پیچھے بٹھایا اور اپنی تواضع کے پیش نظر زمین پر دستر خواں بچھایا۔"

۳۶۔ جبرئیلِ امین علیہ السلام کا شوقِ زیارت

سورۃ الضحیٰ کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بعض اہم حکمتوں کی بناء پر کچھ عرصہ کیلئے سلسلۂ وحی منقطع ہوگیا تو مخالفین نے یہ طعنہ دینا شروع کر دیا کہ محمد (ﷺ) کے رب نے (معاذ اللہ) اسے چھوڑ دیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ الضحیٰ نازل فرمائی۔ جب جبریل امین علیہ السلام اس سورۂ مبارکہ کی صورت میں ربِ کریم کا پیار بھرا پیغام لے کر آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ماجئت حتی أشتقت إلیک۔

"(اے جبرئیل!) تم نے آنے میں اتنی دیر کر دی کہ مجھے تمہاری ملاقات کا اشتیاق ہونے لگا۔"

اس پر جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا:

و أنا کنتُ أشد إلیک شوقاً، و لکنی عبد مأمور و ما نتنزل إلا بأمر ربک۔(۱)

"یا رسول اللہ! مجھے آپ کی زیارت و ملاقات کا شوق آپ سے بڑھ کر تھا مگر میں حکم کا غلام ہوں اور آپ کے رب کے حکم کے بغیر ہم نازل نہیں ہوسکتے۔"

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین را هم خبر نیست

---

(۱) ۱۔ خازن، تفسیر، ۴: ۴۸۵

۲۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۲۰: ۹۴

۳۔ بغوی، معالم التنزیل، ۴: ۹۸

(اللہ اور اس کے محبوب ﷺ میں راز و نیاز کا وہ معاملہ ہوتا ہے جس کی خبر کراماً کاتبین کو بھی نہیں ہوتی۔)

۳۷۔ آئینۂ محبوب ﷺ میں محبوب ﷺ کی صورت نظر آتی

امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ صحابہ کرام ﷺ کو جب محبوب کی یاد ستاتی تو وہ آپ ﷺ کے دیدارِ فرحت آثار کے لئے نکل کھڑے ہوتے اور آپ ﷺ کو مبارک حجروں میں تلاش کرتے۔ اُمہاتُ المومنین رضی اللہ عنہن سے عرض کرتے کہ ہمیں اپ دیدارِ محبوب کے بغیر چین نہیں آرہا۔ چنانچہ بعض اوقات حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے زیرِ استعمال رہنے والا آئینہ لاتیں۔ جب صحابہ ﷺ اس آئینے کو دیکھتے تو بجائے اپنے آپ کو دیکھنے کے محبوبِ خدا ﷺ کو جلوہ افروز پاتے۔ روایت کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

روی أن بعض الصحابة أحب أن یری رسول اللہ ﷺ، فجاء إلیٰ میمونة، فأخرجت له مرآته، فنظر فیها مرأی صورة رسول اللہ ﷺ، ولم یر صورة نفسه۔(۱)

”روایت ہے کہ (جب محبوبِ کریم ﷺ کی یاد) بعض صحابہ ﷺ (کو تڑپاتی اور وہ) رسول اللہ ﷺ کی زیارت چاہتے تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آجاتے۔ وہ آپ ﷺ کا ذاتی آئینہ اس صحابی کو دے دیتیں۔ جب وہ صحابی اس آئینہ مبارک کو دیکھتا تو بجائے اپنی صورت کے اُسے رسول اللہ ﷺ کی صورت مبارک نظر آتی۔“

۳۸۔ بعد از محبوب ﷺ آرزو جینے کی کیا کروں؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک خاتون آپ ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے آئی اور مجھ سے کہنے لگی:

---

(۱) آلوسی، روح المعانی، ۲۲:۳۹

إكشفي لي قبر رسول الله، فكشفته لها، فبكت حتى ماتت۔(۱)

’’مجھے حجرۂ انور کھول دیں (میں سرور دو عالم ﷺ کے مزارِ اقدس کی زیارت کرنا چاہتی ہوں۔) میں نے اسے کھول دیا۔ وہ عورت (ہجر رسول ﷺ کے صدمے سے) بہت روئی حتی کہ واصل بحق ہوگئی۔‘‘

۳۹۔ سالارِ کاروانِ عشق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا جذبِ دروں

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا نام ہونٹوں پر آتا ہے تو دیدۂ و دل میں خوشبو کے چراغ جھلملانے لگتے ہیں اور پلکیں اس عاشقِ رسول ﷺ کے احترام میں جھک جاتی ہیں۔ جنگِ اُحد میں جب نبیٔ اکرم ﷺ کے دندانِ مبارک شہید ہوئے اور اس سچے عاشقِ رسول تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے ایک ایک کر کے اپنے سارے دانت شہید کر ڈالے کہ معلوم نہیں میرے آقا ﷺ کا کون سا دانت شہید ہوا ہو گا۔ حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ کو بظاہر نبیٔ آخرالزماں ﷺ کی زیارت کی سعادت نصیب نہیں ہوئی، لیکن چشمِ تصور ہر لحہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کے طواف میں مصروف رہتی۔

حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ قرن کے رہنے والے تھے۔ وہ اپنی ضعیف والدہ کو تنہا چھوڑ کر طویل سفر اختیار نہیں کر سکتے تھے اور پھر یہ خیال بھی دامنگیر تھا کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ کر نبیٔ آخر الزماں ﷺ کے جلووں کی تاب بھی لاسکوں گا کہ نہیں۔ آقائے محتشم ﷺ کو بھی اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت تھی۔ آپ ﷺ کا فرمان تھا کہ قرن میں اویس نام کا ایک شخص ہے، جو روزِ محشر بنو ربیعہ اور بنو مضر کی بھیڑوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری اُمت کے لوگوں کی شفاعت کرے گا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ اپنے اس غلام سے کتنی محبت فرماتے ہوں گے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۱) ۱۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲: ۵۷۰

۲۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۲: ۲۰۴، رقم: ۲۰۳

إن خير التابعين رجلٌ يقال له أويس، وله والدة، وكان به بياض. فمروه فليستغفر لكم.(۱)

’’تابعین میں سب سے افضل شخص ایک آدمی ہے، جس کا نام اویس ہوگا، اور اُس کی والدہ (حیات) ہے، اُس کو برص کی بیماری ہے، پس اُس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے مغفرت کی دُعا کرے۔‘‘

تاجدارِ انبیاء ﷺ کے حکم کے مطابق سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس عاشقِ رسول کے پاس پہنچ گئے، اس وقت حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ بارگاہِ خُداوندی میں سجدہ ریز تھے۔ اصحابِ رسول ﷺ نے اُنہیں حضور ﷺ کا سلام پہنچایا اور حضور ﷺ کی اُمت کی خاطر دعا کے لئے عرض کیا۔(۲)

۴۰۔ ایک یہودی عالم اور حسرتِ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد کسی ایک جمعرات کی صبح کو ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اونٹ پر سوار ایک سفید ریش بوڑھا

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۶۸، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۵۴۲
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۴۵۶، رقم: ۵۷۲۰
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۸
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۶: ۱۶۳
۵۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۱: ۲۲۰

(۲) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۹۷، رقم: ۳۲۳۴۴
۲۔ ابو یعلی، المسند، ۱: ۱۸۷، ۱۸۸، رقم: ۲۱۲
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۳۳۱، رقم: ۶۷۹۸
۴۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۲: ۸۰۔۸۲
۵۔ ابنِ عساکر، تاریخ، ۶: ۱۴۵۔۱۶۶

آیا۔ اس نے اپنی سواری کو مسجد کے دروازے پر باندھا اور یہ کہتے ہوئے اندر داخل ہوا:

السلام علیکم و رحمة الله! هل فیکم محمد رسول الله؟(۱)

’’تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت نازل ہو، کیا تم میں اللہ کے رسول محمد(ﷺ) موجود ہیں۔‘‘

حضرت علی ؓ نے فرمایا:

أیها السائل عن محمد(ﷺ)! ماذا ترید منه؟

’’اے حضور ﷺ کے بارے پوچھنے والے! تجھے آپ ﷺ سے کیا کام ہے؟‘‘

اس نے کہا کہ میں یہودی علماء میں سے ہوں اور اَسی (۸۰) سال سے تورات کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ اس میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد(ﷺ) کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے اور میں اس ذکر سے متاثر ہو کر آیا ہوں۔ اس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

و قد جئتُ أطلب الإسلام علی یده۔

’’اور میں آپ (ﷺ) کے ہاتھ پر بیعتِ اسلام کیلئے حاضر ہوا ہوں۔‘‘

حضرت علی ؓ نے اسے بتایا کہ آپ ﷺ کا تو وصال ہو چکا ہے۔ اس پر اس عالم نے افسوس کا اظہار شروع کر دیا اور کہا:

هل فیکم قرابة محمد؟

’’کیا تم میں ان کی اولاد ہے؟‘‘

حضرت علی ؓ نے حضرت بلال ؓ سے کہا کہ اسے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے جاؤ۔ وہاں جا کر اس نے اپنا تعارف کروایا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں

---

(۱) ابن عساکر، تاریخ، ۱:۳۴۲

آپ ﷺ کے کپڑوں میں سے کسی کپڑے کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت سیدۂ عالم رضی اللہ عنہا نے اپنے شہزادے امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

هاتِ الثوب الذی توفی فیه رسول الله ﷺ، فجآء، فأخذه الحبر و ألقاه علی وجهه وجعل یستنشق ریحه، و یقول: بأبی و أمی من جسد نشف فیه هذا الثوب۔

’’وہ کپڑا لاؤ جو آپ ﷺ نے بوقتِ وصال پہنا ہوا تھا۔ جب وہ کپڑا لایا گیا تو اس عالم نے اسے اپنے چہرے پر ڈال لیا۔ وہ اس کی خوشبو کو سونگھتا اور خوشبو سونگھتے ہوئے بار بار کہتا کہ اس صاحبِ ثوب پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔‘‘

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

صف لی صفة رسول الله حتی کأنی أنظر إلیه۔

’’حضور کے اوصافِ جمیلہ کا تذکرہ اس طرح کرو کہ گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں۔‘‘

یہ بات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔

فبکی علیّ بکاء شدیداً و قال: والله! لإن کنتَ مشتاقاً إلی محمد ﷺ فأنا أشوق إلی حبیبی منک۔(۱)

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ شدت کے ساتھ رو پڑے اور کہنے لگے: اے سائل خدا کی قسم! آپ ﷺ کی زیارت کا جس قدر تجھے اشتیاق ہے مجھے اس سے کہیں بڑھ کر اپنے حبیب ﷺ کی ملاقات کا شوق ہے۔‘‘

بعد ازاں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے حلیہ اور سراپا مبارک کا

(۱) ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱:۳۴۲، ۳۴۳

ذکر بڑی تفصیل سے فرمایا، جس کی من و عن تصدیق اس یہودی عالم نے سابقہ کتب سماوی کی روشنی میں کی اور مسلمان ہوگیا۔

وصالِ محبوب ﷺ پر سواری کا غم

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے وصالِ مبارک کے بعد ہجر و فراق کی کیفیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وناقۂ آنحضرت علف نمیخورد وآب نمی نوشید تاآنکه مُرد۔ از جمله آیاتی که ظاهر شد بعد از موتِ آنحضرت آں حماری که آنحضرت گاهی براں سوار میشد چنداں حزن کرد که خود را درچاهی انداخت۔(۱)

’’آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی اونٹنی نے مرتے دم تک کچھ کھایا اور نہ پیا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد جو عجیب کیفیات رونما ہوئیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ جس دراز گوش پر آپ ﷺ سواری فرماتے تھے وہ آپ ﷺ کے فراق میں اتنا مغموم ہوا کہ اس نے ایک کنویں میں چھلانگ لگادی اور اپنی جاں جاں آفریں کے حوالے کر دی۔‘‘

اُستنِ حنانہ: ایک ایمان افروز واقعہ

اسلام کے ابتدائی دور میں آقا دوجہاں ﷺ مسجدِ نبوی میں کھجور کے ایک خشک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر وعظ فرمایا کرتے تھے اور اس طرح آپ ﷺ کو کافی دیر کھڑے رہنا پڑتا۔ صحابہ کرام ﷺ کو آپ ﷺ کی یہ مشقت شاق گزری۔ ایک صحابی جس کا بیٹا بڑھئی تھا، نے حضور ﷺ کے لئے منبر بنانے کی درخواست کی تاکہ اُس پر بیٹھ کر آپ ﷺ خطبہ دیا

---

(۱) ۱۔ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۲: ۴۴۴

۲۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۳۳

کریں۔ آپ ﷺ نے اس درخواست کو پذیرائی بخشی، چنانچہ حضور ﷺ نے کھجور کے تنے کو چھوڑ کر اس منبر پر خطبہ دینا شروع کیا۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ اس تنے سے گریہ و زاری کی آوازیں آنے لگیں۔ اُس مجلسِ وعظ میں موجود تمام صحابہ کرام ﷺ نے اُس کے رونے کی آواز سنی۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو منبر سے اُتر کر اس ستون کے پاس تشریف لے گئے اور اُسے اپنے دستِ شفقت سے تھپکی دی تو وہ بچوں کی طرح سسکیاں بھرتا ہوا چپ ہوگیا۔(۱)

اُس ستون کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت اس طرح ہے:

كان النبى ﷺ يخطب إلى جذع، فلما اتخذ المنبر تحوّل إليه فحن الجذع، فأتاه فمسح يده عليه۔(۲)

''رسالت مآب ﷺ ایک کھجور کے تنے کے ساتھ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب منبر تیار ہوگیا تو آپ ﷺ اُسے چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ اُس تنے نے رونا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ اُس کے پاس تشریف لے گئے اور اُس پر دستِ شفقت رکھا۔''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما تنے کی کیفیت بیان کرتے ہیں:

فصاحت النخله صياح الصبى، ثم نزل النبىﷺ فضمها إليه،

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، ۱:۴۵۵
۲۔ دارمی، السنن، ۱:۲۹، رقم: ۳۲
۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۲:۳۶۷، رقم: ۲۲۵۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۱۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۹۰
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۹۴، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۲۷
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۴۳۵، رقم: ۶۵۰۶
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۹۵، رقم: ۵۴۸۹

تئن أنين الصبی الذی يسکن۔(۱)

’’کھجور کے تنے نے بچوں کی طرح گریہ و زاری شروع کر دی تو حضور ﷺ منبر سے اُتر کر اُس کے قریب کھڑے ہو گئے اور اُسے اپنی آغوش میں لے لیا، اس پر وہ تنا بچوں کی طرح سسکیاں لیتا خاموش ہو گیا۔‘‘

حضرت انس بن مالک اور حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ اُس تنے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فسمعنا لذالک الجذع صوتا کصوتِ العشار، حتی جاء النبی ﷺ فوضع يده عليها فسکنت۔(۲)

’’ہم نے اُس تنے کے رونے کی آواز سنی، وہ اُس طرح رویا جس طرح کوئی اُونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے حتٰی کہ آپ ﷺ نے تشریف لا کر اُس پر اپنا دستِ شفقت رکھا اور وہ خاموش ہو گیا۔‘‘

صحابہ کرام ﷺ فرماتے ہیں:

لولم أحتضنه لحن إلي يوم القيامة۔(۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۱۴، رقم: ۳۳۹۱

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۹۵، رقم: ۵۴۸۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۱۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۹۲

۲۔ دارمی، السنن، ۱:۳۰، رقم: ۳۴

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۹۵، رقم: ۵۴۸۷

۴۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ۱:۲۵۳

۵۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۹۸

(۳) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۴۵۴، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، رقم: ۱۴۱۵

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۶۳

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۱۹، رقم: ۳۱۷۴۶

۴۔ ابویعلی، المسند، ۶:۱۱۴، رقم: ۳۳۸۴

۵۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۹۶، رقم: ۱۳۳۶

”اگر آپ ﷺ اس ستون کو بانہوں میں لے کر چپ نہ کراتے تو قیامت تک روتا رہتا۔“

یہ آپ ﷺ کی پشتِ اقدس کے لمس کا اثر تھا کہ ایک بے جان اور بے زبان لکڑی میں آثارِ حیات نمودار ہوئے جس کا حاضرینِ مجلس نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیثِ مبارکہ میں اس طرح ہیں:

كان جذع نخلة في المسجد يسند رسول الله ﷺ ظهره إليه إذا كان يوم الجمعة أوحدث أمر يريد أن يكلم الناس، فقالوا: ألانجعل لک يارسول الله شيئاً كقدر قيامک، قال: لا، عليكم أن تفعلوا۔ فصنعوا له منبراً ثلاث مراق۔ قال: فجلس عليه، قال: فخار الجذع كما تخور البقرة جزعا على رسول الله ﷺ، فالتزمه و مسحه حتى سكن۔(۱)

”مسجد نبوی میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ خطبہ پڑھنے کے لئے جمعہ کے دن یا کسی ایسے وقت میں جب لوگوں کو کوئی حکمِ الٰہی پہنچانا ہوتا، کھجور کے ایک ستون سے پشت مبارک لگا کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ صحابۂ کرام ﷺ نے عرض کیا کہ اگر آپ حکم فرمائیں تو آپ کے لئے کوئی ایسی شے تیار کی جائے جس پر آپ کھڑے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایسا کر سکتے ہو تو اجازت ہے۔ چنانچہ تین درجوں والا ایک منبر تیار کرایا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب آپ ﷺ اُس پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنے لگے تو ستون سے رونے کی آواز سنی گئی۔ آپ ﷺ فوراً منبر سے اُترے، اُسے سینہ سے لگایا اور (جیسا کہ بچوں کے چپ کرانے کے لئے کیا جاتا ہے) اُس پر محبت اور شفقت سے ہاتھ پھیرتے رہے، یہاں تک کہ وہ پرسکون ہو گیا۔“

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۲:۱۰۹

مثنوی مولانا رومؒ: ہجرِ نبی کا پیکرِ شعری

مولانا رومؒ نے اِسی واقعہ کو اپنے پیار بھرے اشعار میں بیان کیا ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے مع ترجمہ حاضر ہیں:

استنِ حنانہ در ہجرِ رسول
نالہ میزد ہمچو اربابِ عقول

(رسولِ پاک ﷺ کے فراق میں کھجور کا ستون انسانوں کی طرح رو دیا۔)

درمیانِ مجلسِ وعظ آنچناں
کزوے آگاہ گشت ہم پیر و جواں

(وہ اس مجلسِ وعظ میں اس طرح رویا کہ تمام اہلِ مجلس اس پر مطلع ہوگئے۔)

در تحیر ماند اصحابِ رسول
کز چہ مے نالد ستوں با عرض و طول

(تمام صحابہ حیران ہوئے کہ یہ ستون کس سبب سے سرتاپا محوِ گریہ ہے۔)

گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستوں
گفت جانم از فراقت گشت خوں

(آپ ﷺ نے فرمایا: اے ستون تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے عرض کیا: میری جان آپ کے فراق میں خون ہوگئی ہے۔)

مسندت من بودم از من تاختی
بر سرِ منبر تو مسند ساختی

(پہلے تو میں آپ کی مسند تھا، آپ نے مجھ سے کنارہ کش ہوکر منبر کو مسند بنالیا۔)

پس رسولش گفت کای نیکو درخت
اے شدہ باسر تو ہمراز بخت

گرھمے خواھی ترا نخلے کنند
شرقی و غربی ز تو میوہ چنند

(آپ نے فرمایا: اے وہ درخت جس کے باطن میں خوش بختی ہے، اگر تو چاہے تو تجھ کو پھر ہری بھری کھجور بنادیں حتی کہ مشرق ومغرب کے لوگ تیرا پھل کھائیں۔)

یا دراں عالم حقت سروے کند
تا ترو تازہ بمانی تا ابد

(یا اللہ تعالیٰ تجھے اگلے جہاں بہشت کا سرو بنا دے تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تروتازہ رہے۔)

گفت آن خواھم کہ دائم شد بقاش
بشنو اے غافل کم از چوبے مباش

(اس نے عرض کیا: میں وہ بنا چاہتا ہوں جو ہمیشہ رہے۔ اے غافل! تو بھی بیدار ہو اور ایک خشک لکڑی سے پیچھے نہ رہ جا ﴿یعنی جب ایک لکڑی دار البقاء کی طلب گار ہے تو انسان کو تو بطریقِ اولیٰ اس کی خواہش اور آرزو کرنی چاہیے﴾۔)

آں ستون را دفن کرد اندر زمین
تاچو مردم حشر گردد یومِ دیں

(اس ستون کو زمین میں دفن کردیا گیا، تاکہ قیامت کے دن اسے انسانوں کی طرح اٹھایا جائے۔)

(۱) مولائے روم، مثنوی: ۵۶، دفتر اوّل

باب چہارُم

محبوبِ خدا ﷺ کی محبوب ادائیں

گزشتہ صفحات میں سرکارِ دوجہاں تاجدارِ کون و مکاں حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے بے مثال حسن و جمال اور سراپائے اقدس کا ذکرِ جمیل تفصیل سے گزر چکا ہے، جس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ خالق کائنات نے اس بزم ہستی میں آپ ﷺ کو ایسا شاہکار بنا کر بھیجا جس کی نظیر کا کوئی تصور حیطۂ خیال میں آ سکتا ہے نہ عالمِ امکان میں اس جیسا محبوب کوئی دوسرا ہو سکتا ہے۔

مصحفے را ورق ورق دیدم

ہیچ سورت نہ مثلِ صورتِ اوست

حضور ﷺ کا دل آویز پیکرِ حسن و جمال اور مرقعِ زیب و رعنائی ہر دور میں اہلِ ایمان کی توجہ اور والہانہ عقیدت و شیفتگی کا مرکز و محور رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ وہ اس بات کا ادراک حاصل کرنے کے بھی مشتاق تھے کہ آپ ﷺ مقامِ محبوبیت پر فائز ہونے کے باوجود اپنے صحابہ اور دیگر عام انسانوں کے ساتھ کیسے گھل مل کر رہتے تھے! آپ کا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، رہن سہن، بود و باش اور عام انسانی رویے کیسے تھے! آپ ﷺ کا لباس، کھانے کے برتن، سواری کے جانور اور روزمرہ زندگی کے دیگر معمولات و مشاغل کس نوعیت اور انداز کے تھے! بظاہر چھوٹی نظر آنے والی یہ باتیں محبوبِ ربِ ذوالجلال کی وہ ادائیں ہیں، جن کا تذکرہ عشاقِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے نہ صرف حرزِ جاں ہے بلکہ اِنہیں سنتِ نبوی ﷺ جان کر اِن پر عمل پیرا ہونا وہ توشۂ آخرت سمجھتے ہیں۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی حسین و دلکش ادائیں غلامانِ رسول ﷺ کو کتنی محبوب ہیں اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی خربوزہ کھانے سے اس لئے گریز کیا کہ انہیں اس بات کا علم نہ ہو سکا تھا کہ حضور ﷺ نے خربوزہ کیسے کھایا تھا۔ علامہ اقبالؒ نے اس کا ذکر بزبان شعر یوں کیا ہے:

کاملِ بسطام در تقلیدِ فرد
اجتناب از خوردنِ خربوزہ کرد

آج بھی اہل ایمان حضور ﷺ کی ان اداؤں کو دہرانا نہ صرف باعثِ سعادت بلکہ اپنے ایمان کی تکمیل کا ذریعہ گردانتے ہیں۔

ا۔ مزاج اقدس

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے مزاجِ اقدس میں رقت، نرمی اور گداز کا عنصر بدرجہ اتم دیکھا جاسکتا تھا۔ اس کا خمیر عشقِ الٰہی سے اٹھایا گیا تھا۔ آپ ﷺ سرتاپا رحمت تھے، اتنے شفیق اور نرم خو کہ سختی نام کو بھی نہیں پائی جاتی تھی، اور خودستائی وخودنمائی کا شائبہ تک آپ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ میں نہیں تھا۔ آپ ﷺ کے مزاجِ مبارک میں فطری طور پر جلال و جمال کا ایک حسین امتزاج پایا جاتا تھا لیکن جہاں تک معمولاتِ روز و شب کا تعلق ہے عملاً جمال کی کیفیت غالب دکھائی دیتی تھی۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آپ ﷺ کے اوصاف جمیلہ کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أجود الناس صدرًا، و أصدق الناس لهجةً، و ألينهم عريكةً۔(۱)

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۹۹، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۳۸
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۳، رقم: ۷
۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۸، رقم: ۳۱۸۰۵
۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۰، رقم: ۱۴۱۵
۵۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۲۴۸
۶۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۳: ۳۱
۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۲
۸۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۵۳، ۱۵۴ ←

’’حضور ﷺ دل کے سب سے بڑھ کر سخی، زبان میں سب سے بڑھ کر سچے اور مزاج کے سب سے بڑھ کر نرم تھے۔‘‘

حضور ﷺ کے مزاجِ اقدس کا کماحقہٗ ادراک تو ممکن ہی نہیں، البتہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ پیکر فقر و غنا تھے، عجز و انکسار آپ ﷺ کی دِل نواز شخصیت کا جزوِ لاینفک تھا، آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی عجز و انکساری سے کام لیا کرتے تھے اور بعد اَز خُدا بزرگ توُئی کے منصبِ جلیلہ پر رونق افروز ہوتے ہوئے بھی عام انسانوں میں گھل مل جایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کا یہ طرزِ عمل آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اعتماد پیدا کرتا اور وہ خود اعتمادی سے زندگی کا سفر جاری رکھتے۔

حضور ﷺ اپنی مجلسی زندگی میں مساوات کا کامل ترین نمونہ تھے، اپنے عمل سے کسی میں احساس کمتری پیدا نہ ہونے دیتے، آپ ﷺ کا سیرت و کردار طبقاتی کشمکش اور قبائلی و نسلی تفاخر اور مباہات سے یکسر پاک تھا۔ غریبوں، مسکینوں اور معاشرتی طور پر کم تر حیثیت کے لوگوں سے یوں گھل مل جاتے کہ مجلس میں ہر شخص کو سماجی مرتبہ سے قطع نظر اپنی بات کھل کر کرنے کی اجازت تھی، اپنے مافی الضمیر کے اظہار میں کسی پر کوئی پابندی نہ تھی۔ آپ ﷺ کی مجلس میں ہر سطح پر جمہوری شعور کو فروغ ملتا اور حقوقِ انسانی کی پاسداری کا عملی اہتمام ہوتا۔ آپ ﷺ کی پیغمبرانہ زندگی جس انقلابی جدوجہد سے عبارت تھی اس سے ہر قدم پر مساوی انسانی حقوق کا درس ملتا ہے۔ ہر فرد اپنی حاجت بیان کرتا اور آپ ﷺ ممکنہ حد تک ہر ایک کی دستگیری فرماتے۔ ایثار و بے نفسی کی ایسی مثالیں قائم کیں جو ہر دور کے لئے لائق تقلید ہیں۔ دوسروں کا سامان اٹھا کر ان کے گھروں تک پہنچا دینا، ہمسایوں کی ضروریات کا خیال رکھنا، ان کے لئے بازار سے سودا سلف خرید کر لانا، بکریوں کا دودھ دوہنا، اپنے جوتے خود مرمت کرنا، مسکینوں اور یتیموں کی دستگیری کرنا، غلاموں پر شفقت اور محروم المعیشت انسانوں کے مسائل کے حل میں معاونت کرنا آپ ﷺ کا روزمرہ کا معمول تھا۔ آپ ﷺ

۹۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۲۹

۱۰۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۴۸

مجلس میں اپنے لئے امتیازی جگہ پسند نہ کرتے بلکہ جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے۔

حضرت ابوذر غفاری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يجلس بين ظهري أصحابه، فيجئ الغريب فلا يدري أيّهم هو، حتى يسأل۔(۱)

''حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام ﷺ کے درمیان اس طرح گھل مل کر تشریف فرما ہوتے کہ اجنبی لوگ آتے اور آپ ﷺ کو پہچان نہ سکتے حتی کہ آپ ﷺ کے بارے میں سوال کرتے۔''

۲۔ حسنِ تکلم اور شیریں گفتاری

آقائے دو جہاں حضور رحمتِ عالم ﷺ کی گفتگو اس قدر شیریں، دلکش اور دلآویز ہوتی کہ اس کا ہر ہر لفظ سامع کے دل میں ترازو ہو جاتا۔ حسنِ تکلم میں اس قدر دلکشی و رعنائی پائی جاتی کہ شہد کی مٹھاس بھی پیچھے رہ جاتی، بات کو زیادہ طول دیتے نہ بالکل اختصار ہی سے کام لیتے بلکہ آپ ﷺ کی گفتگو ایسا حسنِ اعتدال لئے ہوتی کہ ہر نکتہ وضاحت سے کھل کر سامنے آجاتا، اور مخاطبین کے لئے کسی قسم کا الجھاؤ اور اِبہام باقی نہ رہتا۔ آپ ﷺ کے کلام کا ہر لفظ اتنا پُر تاثیر اور پُر معنی ہوتا کہ اس کا بے ساختہ پن دلوں میں اترتا چلا جاتا۔ ہر شخص آپ ﷺ سے شعور و آگہی کی دولت لے کر اٹھتا اور مافی

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۲۲۵، کتاب السنہ، رقم: ۴۶۹۸

۲۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۰۱، کتاب الایمان وشرائعہ رقم: ۴۹۹۱

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳: ۴۴۲، رقم: ۵۸۷۴

۴۔ بزار، المسند، ۹: ۴۱۹، رقم: ۴۰۲۵

۵۔ اسحاق بن راہویہ، المسند، ۱: ۲۰۹، رقم: ۱۶۵

۶۔ ابن مندہ، الایمان، ۱: ۳۱۴، رقم: ۱۶۰

۷۔ مروزی، تعظیم قدر الصلوۃ، ۱: ۳۸۵، رقم: ۳۷۸

۸۔ سمعانی، ادب الاملاء والاستملاء، ۱: ۵۰

الضمیر سمجھنے میں کسی تشنگی کا احساس نہ رہتا۔

۱۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما كان رسول الله ﷺ يسرد سردكم هذا، و لكنه كان يتكلم بكلام بيّن فصلٍ، يحفظهُ من جلس إليه۔(۱)

''حضور نبیٔ اکرم ﷺ تمہارے مانند تیزی سے مسلسل کلام نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ ﷺ اس طرح کلام فرماتے کہ گفتگو کا ہر کلمہ واضح اور جُدا ہوتا اور پاس بیٹھنے والا شخص اُسے یاد کر لیتا تھا۔''

۲۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نہ صرف ہر بات کھول کھول کر بیان فرماتے بلکہ بسا اوقات گفتگو کے اہم نکات کو مخاطبین کے دلوں میں اُتارنے کے لئے بار بار دہراتے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا معمول تھا کہ گفتگو تین بار دہراتے تھے:

كان رسول الله ﷺ يعيد الكلمة ثلاثاً لتُعقل عنه۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۸۳، رقم: ۲۲۴
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۰۰، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۳۹
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۲۶۱، کتاب الأدب، رقم: ۴۸۳۹
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶:۱۰۹، رقم: ۱۰۲۴۵
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶:۲۵۷
۶۔ اسحاق بن راہویہ، ۳:۹۸۳، رقم: ۱۷۰۴
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۲۰۷، رقم: ۵۵۴۷
۸۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۴۵، رقم: ۲۹
۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۳۷۵
۱۰۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱:۱۸۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۰۰، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۴۰
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱:۴۸، کتاب العلم، رقم: ۹۴

←

’’حضور ﷺ (بعض اوقات) کلام کو (ضرورت کے مطابق) تین مرتبہ دُہراتے تاکہ (آپ ﷺ کے) مخاطبین اُسے اچھی طرح سمجھ لیں۔‘‘

۳۔ حضور ﷺ کی رعنائی و دلآویزی میں ڈوبی ہوئی پُرنور گفتگو کا ذکر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان الفاظ میں کرتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ إذا تکلّم رُئی کالنّور یخرج مِن بین ثنایاہ۔(۱)

۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۸۲
۴۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۳۰۴، رقم: ۷۷۱۶
۵۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۲: ۱۹۷
۶۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۴۱، رقم: ۶۴۵
۷۔ سیوطی، الدیباج، ۲: ۴۴۹، رقم: ۸۷۰
۸۔ اسماعیلی، معجم الشیوخ، ۱: ۴۵۰، رقم: ۱۰۵
۹۔ نووی، شرح صحیح مسلم، ۱: ۲۳۱
۱۰۔ عظیم آبادی، عون المعبود، ۳: ۳۱۴
۱۱۔ زرقانی، شرح الموطا، ۲: ۳۱۷

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۴۱
۲۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۴، رقم: ۵۸
۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۲۳۵، رقم: ۷۶۷
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۹
۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۹
۶۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۱۵
۷۔ ابن جوزی، الوفاء: ۴۵۸، رقم: ۷۹۷
۸۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۱۷
۹۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:: ۴۳۶
۱۰۔ مناوی، فیض القدیر، ۵: ۷۲

’’حضور ﷺ جب کلام فرماتے تو سامنے کے دندانِ مبارک سے نور نکلتا ہوا محسوس ہوتا۔‘‘

۴۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ ﷺ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ماموں تھے، اوصافِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے آپ ﷺ نے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے ماموں جان سے اپنے نانا جان ﷺ کے اندازِ گفتگو کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا:

كان رسولُ اللهِ ﷺ طويل السكتِ، لا يتكلّم في غيرِ حاجةٍ، يفتتح الكلام و يختمه باشداقه، و يتكلم بجوامع الكلم، كلامه فصل، لا فضول و لا تقصير، ليس بالجافي و لا المهين۔(۱)

’’حضور ﷺ طویل سکوت فرمانے والے تھے (یعنی آپ ﷺ خاموش طبع تھے)، بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے، آغازِ کلام اور اُس کا اختتام دہن مبارک کی جانبوں اور کناروں سے ہوتا (یعنی ہر کلمہ کی ادائیگی مکمل طور پر ہوتی)۔ حضور ﷺ کا کلامِ اقدس جامع الفاظ پر مشتمل ہوتا (یعنی مختصر کلمات ہوتے مگر معانی و مطالب کا ایک سمندر اپنے دامن میں سمیٹے ہوتے)، نیز کلمات میں باہم مناسب فاصلہ

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۸۴، رقم: ۲۲۶
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۵۶، رقم: ۴۱۴
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۴۳۰
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۳
۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۲
۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۳۲
۷۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۴۲
۸۔ ابن حبان، الثقات، ۲: ۱۴۷
۹۔ ابنِ جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۵۷
۱۰۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۸۲

ہوتا (تاکہ سامعین اچھی طرح سُن اور سمجھ سکیں) اور یاد رکھ سکیں، الفاظ نہ ضرورت سے زیادہ ہوتے اور نہ ادائیگیٔ مقصد سے قاصر (بلکہ حقِ بلاغت ادا کرتے ہوئے ایسی گفتگو فرماتے کہ بالکل مقصد پر منطبق ہوتی)۔ آپ ﷺ سخت مزاج تھے نہ کسی کی تذلیل فرماتے۔‘‘

۵۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

إِنّ النبی ﷺ کان یحدث حدیثاً لو عدّه العادُ لأحصاه۔(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ اِس انداز سے کلام فرماتے کہ اگر کوئی (الفاظ) گننا چاہتا تو (بآسانی) شمار کرسکتا تھا۔‘‘

۶۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ جب سکوت اختیار فرماتے تو چہرۂ انور سے وقار و عظمت اور رُعب و جلال جھلکتا، اور کلام فرماتے تو یوں معلوم ہوتا کہ سلکِ گوہر بار میں سے گویا موتی ڈھلک رہے ہوں، کلام میں شہد کی سی مٹھاس ہوتی۔ معلمِ اعظم حضور رحمتِ عالم ﷺ کی گفتگوئے بے مثال کے حوالے سے اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے حسن و رعنائیِ کلام کا ذکر انتہائی خوبصورت اور دلکش انداز میں کرتی ہیں:

إن صمت فعلیه الوقار، و إن تکلم سماه و علاه البهاء أجمل

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۷، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۷۴
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۲۹۸، کتاب الزہد والرقائق، رقم: ۲۴۹۳
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۲۰، کتاب العلم، رقم: ۳۶۵۴
۴۔ حمیدی، المسند، ۱: ۱۲۰، رقم: ۲۴۷
۵۔ ابویعلی، المسند، ۸: ۱۳۶، رقم: ۴۶۷۷
۶۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۹۵
۷۔ ابن جوزی، الوفاء: ۴۵۷، رقم: ۷۹۴
۸۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۸۲
۹۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۴۰

الناس وابهاه من بعيد و احسنه و أجمله من قريب حلو المنطق فصلا لا نزر و لا هذر كأن منطقه خرزات نظم يتحدرن۔(۱)

''جب خاموش ہوتے تو آپ ﷺ پر وقار ظاہر ہوتا اور جب بولتے تو آپ ﷺ پر چمک طاری ہو جاتی۔ لوگوں میں سے حسین تر، دُور سے روشن تر، قریب سے حسین و جمیل تر، میٹھی باتیں کرنے والے، الگ الگ، نہ مختصر نہ زیادہ طویل، آپ ﷺ کی باتیں گویا لڑی سے گرتے موتی ہوتیں۔''

۷۔ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا ہی سے ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں:

إذا صمتَ فعليه البهاء، و إذا نطق فعليه وقار، له كلامٌ كخرزاتِ النظم۔(۲)

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۱-۱۲، رقم: ۴۲۷۴
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۴۹، رقم: ۳۶۰۵
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۶: ۵۷
۴۔ ابن حبان، الثقات، ۱: ۱۲۶
۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۳۱
۶۔ ابونعیم، دلائل النبوہ، ۱: ۲۸۳
۷۔ ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ: ۲۵۸، رقم: ۷۹۶
۸۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۴۷۱
۹۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۳: ۵۶
۱۰۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۳۱
۱۱۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۳۱۰

(۲) ۱۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۷۸
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۷: ۱۰۵، رقم: ۶۵۱۰
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۹
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۲۹
۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۲۲۷

’’جب آپ ﷺ خاموش ہوتے تو آپ ﷺ پر حسن کا نکھار چھایا ہوتا اور جب آپ ﷺ بولتے تو آپ ﷺ پر وقار کی کیفیت ہوتی، آپ ﷺ کا کلام موتیوں کے ہار کی مثل تھا۔‘‘

۳۔ تبسم اور خوش مزاجی

حضور ﷺ کے اخلاقِ عالیہ اور اوصافِ حمیدہ میں خوش طبعی، شگفتہ مزاجی اور تبسم فرمانے کی عادت ایک عجیب شانِ دل آویزی لئے ہوئے تھی۔ آپ ﷺ مزاح بھی فرماتے تھے لیکن یہ مزاح ہمیشہ تہذیب کے دائرہ میں رہتا۔ کسی بات پر ہنستے تو ہنسی میں کبھی آواز پیدا نہ ہوتی بلکہ یہ ایک قسم کا تبسم ہی ہوتا۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما رأيتُ النبي ﷺ مستجمعاً قطُّ ضاحكا حتى أرى منه لَهَواته، إنما كان يتبسم۔(۱)

’’میں نے کبھی بھی حضور ﷺ کو اس طرح زور سے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۶۱، کتاب الأدب، رقم: ۵۷۴۱
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۶۱۶، کتاب صلاۃ الاستسقاء، رقم: ۸۹۹
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۲۶، کتاب الادب، رقم: ۵۰۹۸
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۶۶
۵۔ ابن مبارک، کتاب الزہد، ۱: ۴۸، رقم: ۱۴۸
۶۔ ابن ابی عاصم، کتاب الزہد، ۱: ۲۴
۷۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۴۹۵، رقم: ۳۷۰۰
۸۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۷۶، رقم: ۲۱۵
۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۳۶۰، رقم: ۶۲۵۴
۱۰۔ ابونعیم، المسند المستخرج علی صحیح مسلم، ۲: ۴۸۴، رقم: ۲۰۲۵
۱۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۱: ۱۳۰

ﷺ کا حلق مبارک دیکھ لیتی، (آپ ﷺ کا ہنسا بھی) آپ ﷺ کا تبسم ہی ہوا کرتا تھا۔‘‘

۲۔ سیدنا حصین بن زید کلبی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مفہوم میں ایک حدیث مبارکہ مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

ما رأيتُ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم ضاحکاً، ما کان إلا التبسم۔(۱)

’’میں نے رسولِ خدا ﷺ کو کبھی قہقہہ لگا کر ہنستے نہیں دیکھا، آپ ﷺ کا ہنسنا تو بس تبسم ہوا کرتا تھا۔‘‘

۳۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے تبسم فرمانے کے بارے میں روایت بیان کی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سألتُ خالي هنداً عن صفة ضحک رسول اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم، فقال: جُلُّ ضحکه التبسم، يَفْتر عن مثل حَبِّ الغمام۔(۲)

’’میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور نبیِ اکرم ﷺ کے ہنسنے کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا ہنسنا تبسم ہی ہوتا تھا اور مسکراتے تو دانت مبارک اولوں کے دانوں کی طرح آبدار ترو تازہ اور انتہائی سفید و شفاف نظر آتے۔‘‘

۴۔ آپ ﷺ مسکراتے تو یوں لگتا گویا صحنِ چمن میں گلاب کھل اُٹھے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے من خوشی سے پھولے نہ سماتے اور ہر طرف آپ ﷺ کا حسین تبسم آبدار موتیوں کی

(۱) ابن جوزی، الوفاء: ۴۶۵، رقم: ۸۲۷

(۲) ۱۔ ابن جوزی، الوفا باحوالِ المصطفیٰ: ۴۶۵، رقم: ۸۲۸

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۸۵، رقم: ۲۲۶

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۵۶، رقم: ۴۱۴

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۴

طرح بکھر جاتا۔ بعض دفعہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی مسکراہٹ کا ایسا انداز بھی ہوتا کہ صحابہ کرام ﷺ آپ ﷺ کے دندانِ مبارک بھی دیکھ لیتے۔ سیدنا ابوہریرہ ﷺ فرماتے ہیں:

فضحک النبی ﷺ حتی بدث أنیا بُه۔(۱)

''پس حضور نبیٔ اکرم ﷺ اتنا مسکرائے کہ آپ ﷺ کے دانت مبارک نظر آنے لگے۔''

۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دوزخ میں سب سے آخر میں نکلنے والے ایک شخص کی روداد بیان کرتے ہوئے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے تبسم فرمایا:

رأیتُ رسولَ اللهِ ﷺ ضحک حتی بدث نواجِذُه۔(۲)

''میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ اس قدر مسکرائے کہ آپ ﷺ کی مبارک داڑھیں

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۸۴، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۳۴
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۸۱، کتاب الصیام، رقم: ۱۱۱۱
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۳۱۳، کتاب الصوم، رقم: ۲۳۹۲
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۲: ۲۱۱، رقم: ۳۱۱۴
۵۔ مالک بن انس، الموطا، ۱: ۲۹۶، رقم: ۶۵۷
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۴۱
۷۔ دارمی، السنن، ۲: ۱۹، رقم: ۱۷۱۶
۸۔ دارقطنی، السنن، ۲: ۱۹۰، رقم: ۴۹
۹۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۲۸۹، رقم: ۳۵۲۳
۱۰۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۲: ۳۴۸، رقم: ۹۷۸۶
۱۱۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۲: ۶۰
۱۲۔ حمیدی، المسند، ۲: ۴۴۱، رقم: ۱۰۰۸
۱۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۲: ۳۶۵، رقم: ۲۲۴۶
۱۴۔ بیہقی، سنن الکبریٰ، ۴: ۲۲۱، رقم: ۷۸۲۹
۱۵۔ ابن جارود، المنتقی، ۱: ۱۰۴، رقم: ۳۸۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۴۰۲، کتاب الرقاق، رقم: ۶۲۰۲ ←

نظر آنے لگیں۔‘‘

کتب سیر و احادیث میں حضور ﷺ کی خوش مزاجی و شیریں بیانی کے ان گنت واقعات درج ہیں، یہ خوش مزاجی اور شگفتہ بیانی اپنے جاں نثاروں کی دلجوئی کے لئے ہوتی۔ آپ ﷺ ہر آنے والے ملاقاتی کا خندہ پیشانی سے ملتے، وفود کو خوش آمدید کہتے وقت لبوں پر تبسم کے پھول کھل اُٹھتے، جاں نثاروں کے جھرمٹ میں ہشاش بشاش رہتے۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن حارث ﷺ فرماتے ہیں:

ما رأيتُ أحداً أكثر تبسماً مِن رسولِ اللهِ ﷺ۔(۱)

’’میں نے حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کو مسکرانے والا نہیں پایا۔‘‘

۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۷۳، کتاب الایمان، رقم: ۱۸۶
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۷۱۲، ابواب صفۃ الجنہ، رقم: 2595
۴۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۴۵۲، کتاب الزہد، رقم: ۴۳۳۹
۵۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۹۰، رقم: ۲۳۳
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۷۸
۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۶، ۴۵۷، رقم: ۷۴۳۱
۸۔ الحاکم، المستدرک، ۴: ۶۳۴، رقم: ۸۷۵۱
۹۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۳۷، رقم: ۳۴۰۱۶
۱۰۔ ابو یعلیٰ، المسند، ۹: ۲۰۷، رقم: ۵۱۳۹
۱۱۔ ابو عوانہ، المسند، ۱: ۱۴۳ رقم: ۴۲۶
۱۲۔ شاشی، المسند، ۲: ۲۱۹، رقم: ۷۸۷

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۰۱، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۴۱، ۳۶۴۵
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۸۶، رقم: ۱۸۰
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۹۱
۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۲۵۱، رقم: ۸۰۴۷
۵۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۹: ۲۰۶

←

۴۔ گریہ وزاری

خوف وخشیت الٰہی سے حضور ﷺ پر وہ کیفیت طاری ہو جاتی کہ کثرت گریہ و زاری سے آپ کے سینہ مبارک سے ہنڈیا کے جوش مارنے کی سی آوازیں نکلنے لگتیں اور ساون کی جھڑی کی طرح آنسوؤں کی برسات ہونے لگتی۔ اس طرح کی کیفیت ہر نماز کی حالت میں وارد ہوتی۔ وہ نماز جو بندگی میں معراج کی آئینہ دار تھی۔ اس کی کیفیت و محویت کا کون اندازہ کرسکتا ہے!

۱۔ حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ نماز میں آقا ﷺ کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لجوفه أزيز كأزيز المرجل من البكاء۔(۱)

۶۔ ابن جوزی، الوفاء: ۴۶۵، رقم: ۸۲۴

۷۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۴۱

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۶۳، رقم: ۳۲۳

۲۔ ابو داؤد، السنن، ۱: ۲۳۸، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۹۰۴

۳۔ نسائی، السنن، ۳: ۱۳، کتاب السہو، رقم: ۱۲۱۴

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۱: ۱۹۵، رقم: ۵۴۴

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۵

۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۴۳۹، رقم: ۶۶۵

۷۔ ابو یعلی، المسند، ۳: ۱۷۴، رقم: ۱۵۹۹

۸۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۳۹۶، رقم: ۹۷۱

۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۲۵۱، رقم: ۳۱۷۳، ۳۱۷۴

۱۰۔ بیہقی، شعب الایمان، ۱: ۴۸۱، رقم: ۴۷۴

۱۱۔ ابو نعیم، دلائل النبوہ، ۱: ۱۳۸

۱۲۔ ابن جوزی، الوفاء: ۵۴۸، رقم: ۱۰۱۲

۱۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۵۹

’’آپ ﷺ کے سینۂ انور سے رونے کی آوازیں اس طرح آرہی تھیں جیسے ہنڈیا کے اُبلنے کی آواز آتی ہے۔‘‘

۲۔ سورج گرہن وغیرہ کے مواقع پر بھی حضور ﷺ محبوبِ حقیقی کی بارگاہ میں سرِنیاز خم کرکے سجدہ ریز ہو جاتے اور نالہ وگریہ سے عجب سماں بندھ جاتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سورج گرہن کے موقع پر نماز شروع کی تو حضور ﷺ نے قیام، رکوع اور سجود کو معمول سے بہت زیادہ طویل کر دیا۔

فجعل ینفخ و یبکی۔(۱)

’’پھر حضور ﷺ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔‘‘

۳۔ احادیثِ مبارکہ میں آتا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون ﷺ اور اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم ﷺ کی وفات پر بھی آپ ﷺ کی چشمانِ مقدس سے آنسو رواں ہو گئے۔

۴۔ نبیٔ آخرالزماں حضور رحمتِ عالم ﷺ مسجدِ نبوی میں جلوہ افروز تھے، صحابہ کرام ﷺ بھی حلقہ بنائے اپنے آقا ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ مجھے کلامِ الٰہی سناؤ۔ وہ پیکرِ ادب بن کر عرض گزار ہوئے: آقا! ایک غلام کی کیا مجال کہ آپ ﷺ کے سامنے کلامِ پاک کی تلاوت کرے۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابی کی دلجوئی فرماتے ہوئے کہا کہ میں دوسروں سے کلامِ الٰہی سننا پسند کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے اپنے آقا ﷺ کے حکم کی تعمیل میں سورہ نساء کی تلاوت شروع کی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس آیت پر پہنچا:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۶۵، رقم: ۳۲۵
۲۔ نسائی، السنن، ۳: ۱۳۸، کتاب الکسوف، رقم: ۱۴۸۲
۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲: ۵۳، رقم: ۹۰۱

شَهِيْدًا۝(۱)

’’پھر اس دن کیا حال ہو گا جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے حبیب!) ہم آپ کو اُن سب پر گواہ لائیں گے۝‘‘

اِس آیتِ کریمہ کی سماعت پر حضور ﷺ کی چشمانِ مقدس سے آنسو رواں ہو گئے۔(۲)

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی سفر میں رات کے وقت حضور رحمتِ عالم ﷺ نے بسم اللہ کی تلاوت کی اور آغاز کرتے ہی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور پھر گریہ و زاری کی وہ کیفیت طاری ہو گئی کہ حضور ﷺ نے بیس مرتبہ اس کی تلاوت فرمائی اور ہر مرتبہ خشیتِ الٰہی سے روتے روتے گر پڑتے، پھر مجھے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرہ!

لقد خاب مَن لم یرحمه الرحمن الرحیم۔(۳)

’’وہ شخص تباہ ہو گیا جس پر رحمٰن و رحیم (خدا) نے رحم نہ فرمایا۔‘‘

۵۔ عبادت و خشیتِ الٰہی

حضور نبیٔ اکرم ﷺ معصوم عن الخطاء تھے، آپ ﷺ پر گناہوں کا سایہ بھی نہ پڑا تھا مگر اس کے باوجود تعلیم اُمت کے لئے آپ ﷺ کثرت سے نوافل ادا کرتے، خوف و

(۱) القرآن، النساء، ۴:۴۱

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۲۳۸، ابواب تفسیر القرآن، رقم: ۳۰۲۵

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۲۴، کتاب العلم، رقم: ۳۶۶۸

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۸، رقم: ۸۰۷۵

۴۔ ترمذی، الشمائل المحمدیۃ: ۲۶۴، رقم: ۳۲۴

۵۔ ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ: ۵۴۸، رقم: ۱۰۱۱

(۳) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۴۹، رقم: ۱۰۱۵

۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۳: ۱۸۱، رقم: ۵۷۶

خشیت کا یہ عالم تھا کہ ساری ساری رات مصلیٰ پر گزر جاتی۔ طویل قیام اور عجز و نیاز مندی کی سجدہ ریزیاں آپ ﷺ کا معمول تھا۔ آپ ﷺ عبادت میں کمال انہماک اور خشوع و خضوع اختیار فرماتے، آپ ﷺ نے اُمت کو کثرتِ بندگی کی تعلیم دی، لیکن دوسروں کو تلقین کرنے سے پہلے خود اس کی مثال قائم کی۔

۱۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر بہت سے صحابہ کرام ﷺ سے مروی ہے کہ آقا ﷺ رات کو نمازِ تہجد ادا فرماتے تو قیام کو اتنا طویل کر دیتے کہ پاؤں مبارک متورم ہو جاتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ تو اللہ کے محبوب اور مقرب ہیں، آپ اس قدر مشقت کیوں اُٹھاتے ہیں؟ تو نبی آخر الزماں ﷺ نے فرمایا:

یا عائشۃُ! أفلا أکون عبدًا شکورًا۔(۱)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۲۱۷۲، کتاب صفات المنافقین واحکامهم، رقم: ۲۸۲۰
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۳۸۰، کتاب التہجد، رقم: ۱۰۷۸
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۲: ۲۶۸، ابواب الطہارۃ، رقم: ۴۱۲
۴۔ نسائی، السنن، ۳: ۲۱۹، کتاب قیام اللیل وتطوع النہار، رقم: ۱۶۴۴
۵۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۴۵۶، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنہ فیہا، رقم: ۱۴۱۹
۶۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۲۲، رقم: ۲۶۳
۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۱۱۵
۸۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۳۸۶، رقم: ۶۲۰
۹۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲: ۲۰۱، رقم: ۱۱۸۳
۱۰۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۴: ۱۳۸، رقم: ۳۸۱۰
۱۱۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۱۲۸، رقم: ۱۹۰
۱۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۴۹۷، رقم: ۴۳۹۹
۱۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۱۱، رقم: ۹۳۰
۱۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۵۸

’’اے عائشہ! کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟‘‘

۲۔ حضور ﷺ کی کثرت عبادت، مجاہدے اور زہد و ریاضت کے بارے میں سیدنا انس ﷺ فرماتے ہیں:

تعبّد رسول اللہ ﷺ حتی صار کالشّن البالی۔(۱)

’’حضور ﷺ نے اس قدر عبادت کی کہ آپ ﷺ پرانے مشکیزے کے مانند ہو گئے۔‘‘

۶۔ آقائے دو جہاں ﷺ کی قراءت

صاحبِ قرآن حضور نبیٔ اکرم ﷺ اپنی نمازوں میں زیادہ سے زیادہ قراءت فرماتے۔ احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ سردارِ انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نمازِ فجر میں طویل قراءت فرماتے جبکہ دیگر فرائض میں قدرے کم قراءت فرماتے۔ نوافل میں طویل قیام فرماتے، خصوصاً قیام اللیل میں کہ کوئی دوسرا شخص آپ ﷺ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

۱۔ حضرت ابو برزہ اسلمی ﷺ سے روایت ہے:

أنّ رسولَ اللہ ﷺ کان یقرأ فی صلوٰۃِ الغداۃِ مِن الستین إلی المائۃِ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۱۱، رقم: ۹۳۴

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۸۱، ۳۴۳۴۸

۳۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۳: ۱۶۵

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۲۰۹

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۳۸، کتاب الصلاۃ، رقم: ۴۶۱

۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۲۱۵، کتاب مواقیت الصلاۃ، رقم: ۵۷۴

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۱: ۱۰۹، کتاب الصلاۃ، رقم: ۳۹۸

۴۔ ابوعوانہ، المسند، ۲: ۱۶۱

۵۔ ابو یعلی، المسند، ۱۳: ۴۲۵، رقم: ۷۴۲۹

''حضور ﷺ صبح کی نماز میں ساٹھ آیات سے سو آیات کے درمیان تک قرأت فرماتے تھے۔''

۲۔ حضرت ابو وائل حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

صلّيتُ مع رسول الله ﷺ، فأطال حتى هممتُ بأمرِ سوءٍ، قال: قيل: وما هممتَ به؟ قال: هممتُ أن أجلس وأدعه۔(۱)

''ایک شب میں نے حضور ﷺ کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ نے طویل قیام کیا (اور قراءت فرماتے چلے گئے) حتیٰ کہ میں نے ایک بری بات کا ارادہ کر لیا۔ میں (حضرت وائل) نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے پوچھا: آپ نے کس بات کا ارادہ کیا تھا؟ اُنہوں نے فرمایا: میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ حضور ﷺ کو قیام میں چھوڑ کر خود بیٹھ جاؤں۔''

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كانتْ قراءةُ النبي ﷺ بالليل يرفعُ طورًا ويخفضُ طورًا۔(۲)

''رات کے وقت حضور ﷺ کبھی بلند آواز سے قراءت فرماتے اور کبھی آہستہ آواز

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۵۳۷، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، رقم: ۷۷۳
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۳۸۱، کتاب التہجد، رقم: ۱۰۸۴
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۴۵۶، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنہ فیہا، رقم: ۱۴۱۸
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۸۵، رقم: ۳۶۴۶
۵۔ ابو یعلی، المسند، ۹: ۱۰۰، رقم: ۵۱۶۵

(۲) ۱۔ ابو داود، السنن، ۲: ۳۷، کتاب الصلاۃ، رقم: ۱۳۲۸
۲۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲: ۱۸۸، رقم: ۱۱۵۹
۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱: ۳۲۲، رقم: ۳۶۸۱
۴۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۴۵۴، رقم: ۱۱۶۶
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۱۲، رقم: ۴۴۸۷

سے۔‘‘

۴۔ آقائے دوجہاں ﷺ کا عام معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ تین روز میں قرآنِ پاک ختم کر لیا کرتے تھے۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أنّ رسولَ اللهِ ﷺ کان لا یقرأ القرآن فی أقلّ مِن ثلاثٍ۔(۱)

’’حضور ﷺ تین دن رات سے کم وقت میں قرآنِ حکیم ختم نہیں فرماتے تھے۔‘‘

۷۔ رفتار مبارک

حضور ﷺ کا چلنا پھرنا، اُٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، غرض ہر عمل وقار و تمکنت کا آئینہ دار تھا، چلتے تو وقار اور اعتماد کے ساتھ چلتے، قدم اُٹھاتے تو زمین قدم بوسی کی منتظر رہتی۔ وہ زمین جس پر آپ ﷺ خرامِ ناز فرماتے اُس پر آسمان رشک کرتا کہ تجھے سردارِ کائنات کے قدموں کو بوسہ دینے کا اِعزاز حاصل ہوا ہے۔ آپ ﷺ کی رفتار پر نہ تو دل کی تنگی کا گمان ہوتا اور نہ یہ اندازہ لگایا جاسکتا کہ آپ ﷺ کسی اُلجھن میں گرفتار ہیں یا طبیعت پر کسی قسم کی گرانی ہے۔ چال میں شانِ نبوت کا رُعب بھی تھا اور عبدیت کا عجز و انکسار بھی۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسولُ اللهِ ﷺ إذا مشی تکفّأ تکفّؤاً، کأنّما ینحط مِن صببٍ۔(۲)

(۱) ۱۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۵۳، رقم: ۴۳۸
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۷۶
۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۱۴، رقم: ۹۴۴

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۱، رقم: ۵
۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۲۴۸
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۱
۴۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۲۱
۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۱۶

’’حضور ﷺ چلتے تو پاؤں جما کر چلتے تھے، گویا بلندی سے اُتر رہے ہیں۔‘‘

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے خرامِ ناز کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

كان إذا مشى تقلّع كأنّما يمشى في صببٍ۔(۱)

’’حضور ﷺ جب چلتے تھے تو ہمت اور قوت سے پاؤں اُٹھاتے، (پاؤں زمین پر گھسیٹ کر نہیں چلتے تھے) چلنے میں تیزی اور قوت کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا تھا) گویا ڈھلوان جگہ پہ چل رہے ہوں۔‘‘

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

و ما رأيتُ أحدًا أسرع في مشيته مِن رسولِ اللهِ ﷺ، كأنما الأرض تطوى له، إنّا لنجهد أنفسنا، و إنه لغير مكترث۔(۲)

’’میں نے آپ ﷺ سے زیادہ تیز رفتار کوئی نہیں دیکھا، زمین گویا آپ ﷺ کے لئے لپٹ جاتی تھی۔ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ہم قدم ہونے میں مشقت محسوس کرتے تھے جبکہ حضور ﷺ اپنی معمول کی رفتار سے چلتے جاتے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۹۹، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۳۸

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۵۱

۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۱: ۳۳، رقم: ۷

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶: ۲۹

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۸، رقم: ۳۱۸۰۵

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۵۰

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۱: ۱۱۲، رقم: ۱۲۴

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۱۵، رقم: ۶۳۰۹

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۵

۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۱۴، ۱۵

۸۔ اندازِ نشست و برخاست

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی ہر ادا حسن و جمال کا مرقع تھی، صحابہ کرام ﷺ ...... جنہیں حضور ﷺ کی محافل میں حاضری کی سعادت نصیب ہوتی تھی ...... نے ان محافل میں اپنے آقا ﷺ کی ایک ایک ادا کو لوحِ تاریخ میں محفوظ کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔

۱۔ حضرت خارجہ بن زید ﷺ سے مروی ہے:

كان النبيُ ﷺ أوقرَ الناسِ في مجلسِه، لا يكادُ يخرجُ شيئًا من أطرافِه۔(۱)

’’مجلس میں حضور ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ باوقار ہوتے تھے، اور حضور ﷺ اطراف (مثلاً منہ، ناک، کان وغیرہ) سے کوئی چیز ظاہر نہیں فرماتے تھے۔‘‘

۲۔ حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے مروی ہے:

أنّ رسولَ اللهِ ﷺ كان إذا جلس إحتبىٰ بيده۔(۲)

’’رسولِ اکرم ﷺ جب مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو دونوں گھٹنے کھڑے کر

---

(۱) قاضی عیاض، الشفا، ۱:۸۰

(۲) ۱۔ ابوداود، السنن، ۴:۲۶۲، کتاب الأدب، رقم:۴۸۴۶

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۱۷، رقم:۱۳۰

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۲۳۶، رقم:۵۷۰۹

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۶۰

۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۱۱۸، رقم:۱۶۸

۶۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۱:۱۷۶

۷۔ ابن جوزی، الوفاء:۴۵۶، رقم:۷۸۹

۸۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶:۴۰

۹۔ دومی، الاتحافات الربانیہ:۱۸۰

کے اُنہیں ملاتے ہوئے اُن کے گرد ہاتھوں کا حلقہ سا بنا کر بیٹھتے۔‘‘

حضور ﷺ مجلس میں اس طرح تشریف فرما ہوتے کہ رعب کے ساتھ وقار اور عجز و اِنکسار بیک وقت آپ ﷺ کے نشست و برخاست کے ہر انداز سے ظاہر ہوتا۔

۳۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ تاجدارِ کائنات ﷺ تکیے کا سہارا لے کر بیٹھتے اور آپ ﷺ کے اس انداز میں کسی قسم کا تکلف نہ ہوتا تھا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رأیتُ رسولَ اللهِ ﷺ متکئاً علٰی وسادةٍ علٰی یسارِہ۔(۱)

’’میں نے حضور ﷺ کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو بائیں جانب رکھا ہوا تھا۔‘‘

۹۔ حضور ﷺ کا چھینک لینا

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن النبی ﷺ کان إذا عطس غطی وجهه بیده أو بثوبه و غَضّ بها صوته۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۹۸، ابواب الأدب، رقم: ۲۷۷۰
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۱۸، رقم: ۱۳۱
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۸۶
۴۔ دارمی، السنن، ۲: ۲۳۱، رقم: ۲۳۱۶
۵۔ ابو عوانہ، المسند، ۴: ۱۲۸، رقم: ۶۲۷۲
۶۔ عبدالرزاق، المصنف، ۷: ۳۲۴، رقم: ۱۳۳۴۳
۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۱۸۴، رقم: ۶۲۹۷
۸۔ ابن جوزی، الوفاء: ۴۵۶، رقم: ۷۹۰
۹۔ دومی، الاتحافات الربانیہ: ۱۷۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۸۶، ابواب الأدب، رقم: ۲۷۴۵ ←

''حضور ﷺ کو جب چھینک آتی تو اپنا منہ مبارک ہاتھ مبارک یا کپڑے سے ڈھانپ لیتے اور آواز مبارک پست رکھتے۔''

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان إذا عطس غطی وجهه بیده أو بثوبه و غض بها صوته۔(۱)

''نبیِ اکرم ﷺ کو جب چھینک آتی تو ہاتھ مبارک یا کپڑے سے اپنا منہ مبارک ڈھانپ لیتے اور اپنی آواز مبارک پست رکھتے۔''

۳۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان إذا عطس حمد اللہ، فیقال له: یرحمک اللہ، فیقول؛ یهدیکم اللہ ویصلح بالکم۔(۲)

''جب نبیِ اکرم ﷺ کو چھینک آتی تو اللہ کی حمد بیان فرماتے، اور آپ

۲۔ ابوداود، السنن، ۴: ۳۰۷، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۲۹

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۳۹

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۳۲۵، رقم: ۷۷۹۶

۲۔ حمیدی، المسند، ۲: ۴۸۹، رقم: ۱۱۵۷

۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۲: ۲۳۷، رقم: ۱۸۴۹

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۲۹۰، رقم: ۳۳۹۴

۵۔ ابن جوزی، الوفا، ۴۵۵، رقم: ۷۸۵

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۰۴

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۲۸، رقم: ۹۳۴۰

۳۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۹: ۱۷۶، رقم: ۱۵۷

۴۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۱۷۷، رقم: ۲۷۸

۵۔ لحجی، منتہی السول، ۱: ۴۱۱

ﷺ سے کہا جاتا: یَرحَمُکَ اللہ (اللہ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے)۔ آپ ﷺ (جواباً) ارشاد فرماتے: یَھدِیُکُم اللہ ویصلح بالکم (اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت عطا کرے اور تمہارے احوال بہتر فرمائے)۔"

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أنّ رسول اللہ ﷺ کان یکرہ العطسةَ الشدیدةَ فی المسجد۔(۱)

"نبیٔ اکرم ﷺ مسجد میں زور سے چھینک لینے کو ناپسند فرمایا کرتے تھے۔"

۵۔ روایت ہے:

کان ﷺ یکرہ رفع الصوتِ بالعطاس۔(۲)

"نبیٔ اکرم ﷺ بلند آواز سے چھینک لینے کو ناپسند فرماتے تھے۔"

آقائے دوجہاں ﷺ نے کبھی جمائی نہیں لی بلکہ جمائی پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ: إنّ اللہ یحبّ العُطاس و یکرہ التثاؤب، فإذا عطس أحدکم، فقال: الحمد للہ، فحق علیٰ کل مَن سمعه أن یقول: یرحمک اللہ، و أما التثاؤب، فإذا تثاءب أحدکم فلیَرُدَّہ، ما استطاع و لا یقولن: ھاہ ھاہ، فإنّما ذالک مِن الشیطانِ یضحک منه۔(۳)

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۲۹۰، رقم: ۳۳۹۵
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۳۲، رقم: ۹۳۵۶
۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۶۱، رقم: ۶۸۷

(۲) لجی، منتہی السول، ۱: ۴۱۲

(۳) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۸۷، ابواب الأدب، رقم: ۲۷۴۷ ←

’’حضور ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند، پس جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ **الحمد للہ** کہے، سننے والے پر لازم ہے کہ وہ جواب میں **یرحمک اللہ** کہے، جبکہ تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو حسبِ استطاعت اُسے روکے اور ھاہ ھاہ نہ کرے کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہے، جس پر وہ خوش ہو کر ہنستا ہے۔‘‘

۱۰۔ حضور ﷺ کا اِستراحت فرمانا

حضور نبیٔ اکرم ﷺ عظمت کی جس بلندی پر رونق افروز ہوئے عام انسان تو کیا اللہ کے دیگر برگزیدہ انبیاء و رسل میں کسی کو بھی اس مقامِ عظمت تک رسائی حاصل نہ ہوئی۔ انسانی لغت کا کوئی ایک لفظ بھی حضور ﷺ کے مقام و مرتبہ اور عظمت و رفعت کا عشر عشیر بھی بیان نہیں کر سکتا۔ وہ سب سے سربلند اور سب سے عظیم انسان تھے، لیکن اس مقام و مرتبے پر جلوہ افروز ہونے کے باوجود آپ ﷺ ایک چٹائی پر استراحت فرماتے، جس پر کوئی دوسرا کپڑا بچھا نہ ہوتا۔ والیٔ کونین حضور نبیٔ اکرم ﷺ جب اس بستر پر آرام فرما ہوتے تو جسمِ اطہر پر بوریا کے نشان پڑ جاتے۔

بقولِ اقبال:

بوریا ممنونِ خوابِ راحتش
تاجِ کسریٰ زیرِ پائے اُمتش

۲۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۹۷، کتاب الأدب، رقم: ۵۸۶۹
۳۔ ابو داود، السنن، ۴: ۳۰۶، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۲۸
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۶۲، رقم: ۱۰۰۴۳
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۲۸، رقم: ۹۵۲۷
۶۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۲۹۳، رقم: ۷۶۸۳
۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۳۵۹، رقم: ۵۹۸
۸۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲: ۶۱، رقم: ۹۲۲
۹۔ عبد الرزاق، المصنف، ۲: ۲۷۰، رقم: ۳۳۲۲

(آپ چٹائی پر خوابِ استراحت فرماتے جبکہ آپ کی امت کے قدموں میں ایران کی شہنشاہیت کا تخت بچھا ہوا تھا۔)

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

دخلتُ علی النبی ﷺ وھو فی غرفةٍ کأنھا بیت حمام، وھو نائمٌ علی حصیر قد أثر بجنبه۔ (۱)

''میں نبیٔ اکرم ﷺ کے کاشانۂ اقدس میں داخل ہوا تو آپ ﷺ کا کمرہ حمام کی طرح (گرم) تھا جبکہ آپ ﷺ چٹائی پر آرام فرما تھے، جس کے نشانات آپ ﷺ کے پہلو مبارک پر تھے۔''

۲۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

أنّ النبی ﷺ کان یحتجر حصیرا باللیل فیصلی و یبسطه بالنھار فیجلس علیه۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ لجی، منتہی السول، ۱:۵۲۸
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۶۲، رقم: ۱۰۳۲۷
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۳۱۱، رقم: ۱۰۴۱۳
۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۸۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۲۰۱، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۲۳
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۶۱
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۳۰۹، رقم: ۲۵۷۱
۴۔ حمیدی، المسند، ۱:۹۵، رقم: ۱۸۳
۵۔ اسحاق بن راہویہ، المسند، ۲: ۴۷۰، رقم: ۱۰۴۵
۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۰۹، رقم: ۵۰۲۰
۷۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۶۸، رقم: ۱۰۸۵
۸۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۵۶

’’نبیٔ اکرم ﷺ رات کے وقت چٹائی کو حجرہ کی صورت میں اردگرد کھڑا فرما لیتے (پردہ بنا لیتے) اور اس کے اندر نماز ادا فرماتے، دن کے وقت اسے بچھا کر اُس پر تشریف فرما ہوتے۔‘‘

۴۔ احادیثِ مبارکہ میں ہے کہ آپ ﷺ کا بستر مبارک ایک ٹاٹ ہوتا تھا، جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوہرا کر کے حضور ﷺ کے لئے بچھا دیا کرتی تھیں۔ وہ چارپائی جو تاجدارِ کائنات ﷺ کے زیرِاستعمال رہی، کھجور کی بنی ہوئی تھی۔ اس پر آرام فرما ہوتے تو جسمِ اطہر پر نشانات پڑ جاتے۔ جاں نثارانِ مصطفیٰ یہ منظر دیکھتے تو بے اختیار آبدیدہ ہو جاتے۔ حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں:

دخلتُ علی رسول اللہ ﷺ و ھو علی سریر مضطجع مرمل بشریط، و تحت رأسِه وسادة مِن أدم حشوھا لیف، فدخل علیه نفر مِن أصحابه و دخل عمر فانحرف رسول اللہ ﷺ انحرافة فلم یر عمر بین جنبیه و بین الشریط ثوبا و قد أثر الشریط بجنب رسول اللہ ﷺ۔ (۱)

’’میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا، نبیٔ اکرم ﷺ چارپائی پر آرام فرما تھے جو کہ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی پٹی سے بنی تھی۔ آپ ﷺ کے سرِ اقدس کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا، جو کھجور کی چھالی سے بھرا ہوا تھا۔ صحابہ کرام ﷺ کی ایک جماعت جن میں حضرت عمر ﷺ بھی تھے، حاضرِ خدمت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۳۹
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۶۷، رقم: ۶۳۶۲
۳۔ ابویعلی، المسند، ۵: ۱۶۷، رقم: ۲۷۸۲
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۲۶
۵۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۳۳۷
۶۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۶۷

نے ذرا پہلو بدلا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے پہلوؤں اور کھجور کی پٹی کے درمیان کوئی بچھونا حائل نہیں ہے (اس وجہ سے) کھجور کی پٹی کے نشانات پہلوئے اقدس پر نمایاں نظر آ رہے تھے۔“

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو بے اختیار اشکبار ہو گئے۔ آپ ﷺ کے دریافت کرنے پر عرض کیا کہ میرا سببِ گریہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ آپ ﷺ قیصر و کسریٰ سے بہت عزت و کرامت والے ہیں اور دنیا کے اندر جس حال میں زندگی گزار رہے ہیں وہ ہر ایک کو معلوم ہے اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس حال میں ہیں جو میرے سامنے ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أما ترضٰی أن تکونَ لھم الدنیا ولنا الآخرۃ۔ (۱)

”(اے عمر!) کیا تم اس پر راضی نہیں کہ اُن کے لئے دنیا اور ہمارے لئے آخرت ہو۔“

اس پر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً حقیقت اس طرح ہی ہے۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۸۶۷، کتاب التفسیر/ التحریم، رقم: ۴۶۲۹
۲۔ بخاری، الادب المفرد، ۱: ۳۹۸، رقم: ۱۱۶۳
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۳۹
۴۔ ابویعلی، المسند، ۵: ۱۶۸، رقم ۶۲۸۳
۵۔ بزار، المسند، ۱: ۳۰۴، رقم: ۱۹۵
۶۔ ابوعوانہ، المسند، ۳: ۱۶۶، رقم: ۴۵۷۳
۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۳۱۱، رقم: ۱۰۴۱۴
۸۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۲۶
۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۶۶
۱۰۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۶۷، رقم: ۱۰۵۶

بستر مبارک

تاجدارِ کائنات ﷺ کا بستر مبارک محض چمڑے اور ٹاٹ کا بنا ہوا تھا۔ نرم و گداز بستر کو صاحبِ لولاک ﷺ نے کبھی پسند نہیں فرمایا۔

۱۔ آپ ﷺ کے بستر مبارک کے بارے میں اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

مسحاً نثنيه ثنيتين فينام عليه۔(۱)

”ایک ٹاٹ تھا، جسے ہم دوہرا کر کے حضور ﷺ کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے، جس پر حضور ﷺ استراحت فرماتے۔“

اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شب میرے ذہن میں یہ خیال گزرا کہ اگر اس ٹاٹ کی چار تہیں کر کے حضور ﷺ کے لئے بچھا دوں تو یہ زیادہ نرم ہو جائے گا اور تاجدارِ کائنات علیہ السلام زیادہ سکون محسوس کریں گے۔ چنانچہ میں نے اس کی چار تہیں کر کے آپ ﷺ کے بستر پر بچھا دیا۔ حضور ﷺ نے اس پر آرام فرمایا۔ جب صبح نیند سے بیدار ہوئے تو پوچھا: حفصہ! رات کو تم نے میرے لئے کیسا بستر بچھایا تھا؟ عرض کی: آقا! یہ آپ ہی کا بستر تھا، مگر میں نے اس ٹاٹ کی چار تہیں کر دی تھیں تاکہ آپ کا بستر ذرا نرم ہو جائے۔ ارشاد فرمایا:

ردّوہ لحالتِه الأولٰی، فإنّه منعتنی وطأته صلوٰتی اللیلة۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۷۰، رقم: ۳۳۰

۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۵۳

۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۲۲، رقم: ۳۷۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۷۰، رقم: ۳۳۰

۲۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۵۵

۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۵۳

۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۵۸

’’بستر کو پہلی حالت پر ہی رہنے دو کیونکہ اس کی نرمی میری تہجد کی نماز میں رکاوٹ کا باعث بنی ہے۔‘‘

۲۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كان فراشُ رسول الله ﷺ مِن أدمٍ، و حشوه من ليف۔ (۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ کا بستر مبارک چمڑے کا بنا ہوا تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔‘‘

۳۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے:

دخلتْ عليَّ إمرأةٌ مِن الأنصار فرأتْ فراشَ رسولِ الله ﷺ قطيفة مثنية فبعثتْ إليّ بفراشٍ، حشوه الصوف، فدخل عليّ رسول الله ﷺ، فقال: ما هذا يا عائشة؟ قالت: قلتُ: يا رسول الله! فلانة الأنصارية دخلتْ فرأتْ فراشَک فذهبت، فبعثتْ إليّ بهذا، فقال: ردّيه يا عائشة! فواللهِ لوشئتُ لأجرى الله تعالىٰ معي جبال الذهبِ والفضّةِ۔ (۲)

’’میرے پاس ایک انصاری عورت آئی تو اس نے نبیٔ اکرم ﷺ کا بستر دیکھا جو

(۱) ا۔ بخاری، الصحیح ۵: ۲۳۷۱، کتاب الرقاق، رقم ۶۰۹۱
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۵۰، کتاب اللباس والزینۃ، رقم: ۲۰۸۲
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۷، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۶۱
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۴۷، رقم: ۱۳۰۹۵
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۵۶

(۲) ا۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۷۳، رقم: ۱۴۶۸
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۶۵
۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۵۳
۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۵۶

کہ دوہری کی ہوئی مخملی چادر پر مشتمل تھا۔ (وہ انصاری عورت چلی گئی اور) اس نے میرے پاس بستر بھیجا، جس میں ریشم بھرا ہوا تھا۔ نبیٔ اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! فلاں انصاری عورت میرے پاس آئی تھی، اس نے آپ کا بستر مبارک دیکھا تو واپس جانے کے بعد میرے پاس یہ (بستر) بھیج دیا۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! یہ (بستر) واپس کر دے، اللہ کی قسم! اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ سونے و چاندی کے پہاڑ میرے ساتھ چلا دیتا (یعنی جہاں میں جاتا وہیں وہ جاتے۔)‘‘

۴۔ اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان فراشُ النبي ﷺ نحوًا مما يوضع الإنسان في قبره۔(۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ کا بستر مبارک تقریباً ایسا تھا جیسے آدمی کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے۔‘‘

۵۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ’کشف الغمہ‘ میں فرماتے ہیں:

كان لرسول الله ﷺ فراشٌ مِن أدمٍ، حشوه ليف، طوله ذراعان أو نحوهما، و عرضه ذراع و شبر أو نحوه۔ (۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا بستر مبارک چمڑے کا بنا ہوا تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ بستر مبارک کی لمبائی دو گز یا اس کی مثل اور چوڑائی ایک گز اور ایک بالشت یا اس کی مثل تھی۔‘‘

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۱۰، ابواب النوم، رقم: ۵۰۴۴

۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۲: ۵۰۲

۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۲۱، رقم: ۳۷۱

۴۔ صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، ۷: ۳۵۷

(۲) لحجی، منتھی السول، ۱: ۵۲۲

۷۔ کتب احادیث و سیر میں حضور نبی رحمت ﷺ کے استراحت فرمانے کی کیفیت کے بارے میں کئی روایات ملتی ہیں۔ ام المومنین حضرت حفصہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

انَّ رسول اللهِ ﷺ کان إذا أراد أن يَرقُد وضع يده اليمنٰی تحت خده، ثم يقول: اَللّٰهُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ، ثلاث مرات۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو دایاں ہاتھ رُخسار مبارک کے نیچے رکھتے اور تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! جس دن تو اپنے بندوں کو زندہ کرے گا اس دن مجھے اپنے عذاب سے بچا۔''

۸۔ حضرت براء بن عازب اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

کان النبی ﷺ إذا أوی إلی فراشه، قال: اَللّٰهُمَّ بِاسْمِکَ أَمُوْتُ وَ أَحْيَا۔ و إذا قام قال: اَلْحَمْدُ ِللهِ الَّذِیْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَ إِلَيهِ

(۱) ۱۔ ابوداود، السنن، ۴: ۳۱۰، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۴۵
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۷۱، ابواب الدعوات، رقم: ۳۳۹۹
۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۱۶، رقم: ۲۵۵
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۱۸۸، رقم: ۱۰۵۸۸
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۹۸
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲: ۳۳۱، رقم: ۵۵۲۲
۷۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۳۲۴، رقم: ۲۶۵۳۷
۸۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۲: ۱۷۷، رقم: ۱۶۳۶
۹۔ ہیثمی، موارد الظمان، ۱: ۵۸۴، رقم: ۲۳۵۰
۱۰۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۵۳
۱۱۔ لحجی، منتہی السول، ۲: ۲۸۷

النُّشورُ۔(۱)

’’حضور نبیِ اکرم ﷺ، جب بستر مبارک پر لیٹتے تو فرماتے: ’’یا اللہ! تیرے ہی نام سے مرتا (یعنی سوتا) ہوں اور تیرے ہی نام سے زندہ رہوں گا (یعنی سو کر اٹھوں گا)۔‘‘ اور جب سو کر جاگتے تو یہ دعا پڑھتے: ’’تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے موت کے بعد زندگی عطا فرمائی اور اُسی پاک ذات کی طرف (قیامت کے روز) لوٹنا ہے۔‘‘

۹۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

أنّ النبی ﷺ کان إذا أوی إلی فراشه کل لیلة، جمع کفیه ثم نفث فیهما، فقرأ فیهما: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ و ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ و ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ ثم یمسح بهما ما استطاع مِن جسدِه، یبدأُ بهما علی رأسه و وجهه و ما أقبل من جسده، یفعل ذالک ثلٰث مراتٍ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۲۶، کتاب الدعوات، رقم: ۵۹۵۳
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۰۸۳، کتاب الذکر والدعاء والتوبہ والاستغفار، رقم: ۲۷۱۱
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۱۱، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۴۹
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۱۹۲، رقم: ۱۰۶۰۸
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۸۵
۶۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۱۸، رقم: ۲۵۷
۷۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۵۲
۸۔ لحجی، منتہی السول، ۲: ۲۸۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۹۱۶، کتاب فضائل القرآن، رقم: ۴۷۲۹
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۷۳، ابواب الدعوات، رقم: ۳۴۰۲
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۱۳، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۵۶
۴۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۱۸، رقم: ۲۵۸

←

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

’’روزانہ رات کو جب بھی نبیٔ اکرم ﷺ اپنے بستر پر آرام فرما ہوتے تو اپنی دونوں مبارک ہتھیلیوں کو ملا کر ان پر سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر دم کرتے، پھر انہیں اپنے تمام بدن پر سر سے پاؤں تک جہاں تک ہو سکتا پھیرتے۔ آپ ﷺ اپنے سرِ اقدس اور چہرہ مبارک سے ابتدا فرماتے اور پھر جسمِ انور کے سامنے کے حصے پر (پھر بقیہ بدن پر دستِ اقدس پھیرتے)۔ آپ ﷺ یہ عمل تین مرتبہ دہراتے۔‘‘

۱۱۔ دورانِ سفر معمولاتِ نبوی ﷺ

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ آپ ﷺ کو سفر پر جانا ہوتا تو پیر یا جمعرات کو سفر کے لئے ترجیح دیتے۔

۱۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان رسولُ اللہ ﷺ یحبّ أن یُسافرَ یوم الإثنین و الخمیس۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کو سفر اختیار کرنا پسند فرماتے تھے۔‘‘

۲۔ اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان النبی ﷺ یستحب یوم الخمیس أن یُسافرَ فیہ۔(۲)

۵۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۵۵، ۱۵۶

۶۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۵۲

(۱) ابنِ جوزی، الوفا: ۶۸۱، رقم: ۱۳۳۱

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۳: ۲۵۹، ۲۶۰، رقم: ۵۴۲

۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۱۰، رقم: ۵۷۱

۳۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۴: ۳۲

۴۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۸۱، رقم: ۱۳۳۰

۵۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۴۶۲

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ جمعرات کے دن سفر کرنا مستحب سمجھتے تھے۔‘‘

۳۔ سفر پر روانگی سے قبل بارگاہِ ایزدی میں خیر و برکت کی دعا کرنا حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے معمولات میں شامل تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سفر کا آغاز اِس دعا کے ساتھ فرماتے:

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْأَهْلِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الضُّبْنَةِ فِي السَّفَرِ، وَالْکَآبَةِ فِي الْمُنْقَلَبِ، اَللّٰهُمَّ اقْبِضْ لَنَا الأَرْضَ، وَ هَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ۔(۱)

’’اے اللہ! تو ہی سفر میں (میرا) رفیق اور مصاحب ہے اور قائم مقام ہے میرے گھر میں۔ یا اللہ میں اپنے تمام ماتحت لوگوں کو تیری پناہ میں دیتا ہوں اور واپسی پر غم و پریشان ہونے سے پناہ طلب کرتا ہوں، اے اللہ! ہمارے لئے زمین کو لپیٹ دے اور سفر کو آسان فرما دے۔‘‘

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ دعا مروی ہے:

أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان إذا کان فی سفر و أسحر یقول: سمع سامع

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۹۹، ۳۰۰
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۹۷، ابواب الدعوات، رقم: ۳۴۳۸
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۳، کتاب الجهاد، رقم: ۲۵۹۸
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۴۹، رقم: ۸۸۰۲
۵۔ مالک، الموطا، ۲: ۹۷۷، رقم: ۱۷۶۲
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۴۳۱، رقم: ۲۷۱۶
۷۔ ابویعلی، المسند، ۴: ۲۴۱، رقم: ۲۳۵۳
۸۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۷۸، رقم: ۲۹۶۰۶
۹۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۲۴۱، رقم: ۹۶۹
۱۰۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۸۱، رقم: ۱۳۳۲

بحمد اللہ و حسن بلائہ علینا، ربنا صاحبنا و أفضل علینا عائذاً باللہ من النار۔(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ جب کسی سفر میں صبح اٹھتے تو یہ دعا فرماتے: سن لیں سننے والے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کو اور ہم پر اس کی اچھی آزمائش کو، اے ہمارے رب! ہمیں اپنی رفاقت عطا فرما اور ہم پر فضل فرما، اس حال میں کہ ہم جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔‘‘

۵۔ سفر کے دوران اگر آرام فرمانے کے لئے زیادہ وقت مل جاتا تو آپ ﷺ سو جاتے لیکن اگر وقت قلیل ہوتا تو پھر دستِ اقدس پر ٹیک لگا کر تھوڑی دیر کے لئے آرام فرمالیتے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن النبی ﷺ کان إذا عرّس بلیل: اضطجع علی شقِّہ الأیمن، و إذا عرّس قبیل الصبح: نصب ذراعہ و وضع رأسہ علٰی کفِّہ۔(۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ سفر میں رات کو چلنے کے بعد اگر اخیر شب میں کچھ دیر کے لئے کسی جگہ پر پڑاؤ ڈالتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ کر آرام فرماتے اور اگر صبح

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۰۸۶، کتاب الذکر والدعاء والتوبہ والاستغفار، رقم: ۲۷۱۸
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۴۱۹، رقم: ۲۷۰۱
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۲۳، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۸۶
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۵۷، رقم: ۸۸۲۸
۵۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۸۴، رقم: ۱۳۴۰

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ ۱: ۲۲۰، رقم: ۲۹۱
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۰۹
۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴: ۱۴۸، رقم: ۲۵۵۸
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۵۶، رقم: ۱۰۱۲۴
۵۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۵۸

کے قریب ٹھہرنا ہوتا تو اپنا (دایاں) بازو کھڑا کرتے اور ہاتھ پر سر رکھ کر آرام فرما لیتے۔‘‘

۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس بن مالک اور حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب سفر سے واپسی کا ارادہ ہوتا تو رسول اکرم ﷺ یہ دعا فرماتے:

آيِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، سَاجِدُوْنَ لربِّنَا حَامِدُوْنَ۔ (۱)

’’ہمارا رجوع اپنے رب کی طرف ہے درآنحالیکہ ہم اُس کے حضور میں توبہ کرنے والے، اسی کی عبادت کرنے والے، اسی کو سجدہ اور اس کی حمد و ثناء کرنے والے ہیں۔‘‘

۷۔ حضرت کعب بن مالک ﷺ سے مروی ہے:

أن رسول اللهﷺ كان لا يقدم مِن سفر إلا نهاراً، في الضحیٰ، فإذا قدم، بدأ بالمسجد، فصلّى فيه ركعتين، ثم جلس فيه۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۳۷، کتاب العمرہ، رقم: ۱۷۰۳
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۹۷۸، کتاب الحج، رقم: ۱۳۴۲
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۰۱، ابواب الدعوات، رقم: ۳۴۴۷
۴۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۳، کتاب الجهاد، رقم: ۲۵۹۹
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۵۵
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۴۱۲، رقم: ۲۶۹۵
۷۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴: ۱۴۱، رقم: ۲۵۴۲
۸۔ ابویعلی، المسند، ۳: ۲۲۶، رقم: ۱۶۶۴
۹۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۷۹، رقم: ۲۹۶۱۲
۱۰۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۸۵، رقم: ۱۳۴۳

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۴۹۶، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، رقم: ۷۱۶ ←

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ دن کو چاشت کے وقت سفر سے واپس تشریف لاتے اور آتے ہی مسجد میں قدم رنجہ فرماتے، اور دو رکعت نماز ادا فرما کر وہیں بیٹھے رہتے (تاکہ مشتاقانِ جمال اپنی نگاہوں کو آپ ﷺ کے دیدارِ فرحت آثار سے ٹھنڈا کرسکیں)۔‘‘

۸۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ اس مجلس میں لوگوں کے مسائل سنتے اور حال احوال دریافت فرماتے تھے:

كان رسولُ الله ﷺ إذا قدم من سفر بدأ بالمسجد، فصلّى فيه ركعتين، ثم يقعد ما قدّر له في مسائل الناس و سلامهم۔(۱)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے، پھر وہیں تشریف رکھتے جس قدر اللہ کو منظور ہوتا، تاکہ لوگوں کے اَحوال دریافت فرمائیں اور ان کے سوالات کے جواب عنایت فرمائیں اور انہیں سلام کرنے (اور بارگاہِ اقدس میں حاضری دینے) کا موقع بخشیں۔‘‘

۱۲۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی سواریاں

سرکارِ دوجہاں ﷺ دورانِ سفر جن مروّجہ سواریوں کو اپنے استعمال میں لاتے

۲۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۶۰۴، کتاب المغازی، رقم: ۴۱۵۶

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۸۸، کتاب الجہاد، رقم: ۲۷۷۳

۴۔ نسائی، السنن، ۲: ۵۴، کتاب المساجد، رقم: ۷۳۱

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۸۶

(۱) ۱۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۸۶، رقم: ۱۳۴۵

۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۲: ۳۸

رہے ان کا مختصر تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

(۱) گھوڑے

آقائے دوجہاں ﷺ کو سواری کے جانوروں میں سے گھوڑے بہت پسند تھے کیونکہ اس وقت جہادِ فی سبیل اللہ کے لئے گھوڑا سب سے زیادہ کارآمد اور مفید جانور تھا۔

اصحابِ سیر نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے سات گھوڑوں کا ذکر کیا ہے:

۱۔ **السکب:** یہ سب سے پہلا گھوڑا ہے جو حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی ملکیت میں آیا۔ آپ ﷺ نے اسے ایک اعرابی سے بعوض دس (۱۰) اوقیہ خریدا تھا۔

۲۔ **المرتجز:** یہ وہ گھوڑا ہے جسے آپ ﷺ نے ایک اعرابی سے خریدا تھا، ابھی قبضہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ اعرابی انکاری ہو گیا تو حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے اس خریداری کے متعلق آپ ﷺ کے حق میں گواہی دی حالانکہ خریداری کے وقت وہ موجود نہیں تھے۔ اس وجہ سے آپ ﷺ نے اُن کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا۔

۳۔ **اللزاز:** شاہِ مقوقس نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں بطورِ ہدیہ پیش کیا تھا۔

۴۔ **الظرب:** یہ گھوڑا آپ ﷺ کو شام کے علاقے بلقاء سے فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا۔

۵۔ **الورد:** حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو ہدیۃً پیش کیا تھا، بعد ازاں آپ ﷺ نے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیا۔

۶۔ **اللحیف:** حضور ﷺ کے ایک گھوڑے کا نام اللحیف تھا۔ یہ گھوڑا آپ ﷺ کو ربیعہ بن براء نے پیش کیا تھا۔

۷۔ **سبحۃ:** اس کا معنی ہے تیز دوڑنے والا۔ یہ مشہور گھوڑا تھا۔(۱)

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۸۹۔۴۹۰

۲۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۱۸، ۲۱۹

۳۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۶۵، رقم: ۴۲۰۷ ←

(۲) اُونٹ

کتب تاریخ و سیر میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی تین اونٹنیوں کا ذکر ملتا ہے:

۱۔ عضباء ۲۔ قصواء ۳۔ جدعا(۱)

فتحِ مکہ کے موقع پر آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے۔ عضباء کے متعلق اہل سیر نے لکھا ہے:

إنّ هذه العضباءَ لم تأكل بعد وفاةِ رسولِ اللهِ ﷺ و لم تشربْ حتى ماتتْ۔(۲)

''یہی وہ عضباء اونٹنی ہے جس نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے وصال کے بعد

۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۷: ۲۸۸، رقم: ۷۵۱۵
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰، ۲۵، ۲۶
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۵۶
۷۔ دارمی، السنن، ۲: ۲۷۹، رقم: ۲۴۳۰
۸۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۹
۹۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۲۹، ۴۳۰
۱۰۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۳۳
۱۱۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۵۱
۱۲۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۸۹، رقم: ۱۱۲۷
۱۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱۱: ۴۱۸
۱۴۔ ابو اسمعیل البغدادی، ترکۃ النبی، ۱: ۹۷

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۰۵۳، کتاب الجہاد، رقم: ۲۷۱۶
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۱۱۱، رقم: ۱۱۲۰۸
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۹۲
۴۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۱۹
۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۳۲

(۲) ۱۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۳۳

←

(آپ کے فراق میں) کچھ کھایا نہ پیا حتی کہ وفات پا گئی۔‘‘

(۳) خچر

آپ ﷺ کے زیرِ استعمال درج ذیل خچر رہے:

۱۔ شہباء: اسے دلدل بھی کہا جاتا ہے۔ نجاشی نے آپ ﷺ کو بطورِ ہدیہ یہ خچر پیش کیا تھا۔ آپ ﷺ مدنی زندگی میں اس پر سفر فرماتے رہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اسی پر سوار ہو کر خوارج کے ساتھ جنگیں لڑیں، جبکہ آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اس پر سواری کی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعد حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور پھر محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کو بھی آقائے دوجہاں ﷺ کی اس مبارک سواری پر سوار ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

۲۔ فضہ: یہ وہ خچر ہے جو فروہ بن عمرو جذامی نے حضور ﷺ کو بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ حضور ﷺ نے یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا۔

علاوہ ازیں کسریٰ ایران نے بھی ایک خچر خدمتِ اقدس ﷺ میں پیش کیا تھا۔ نجاشی نے بھی ایک خچر بارگاہِ نبوی ﷺ میں بھجوایا تھا جبکہ دومۃ الجندل سے بھی ایک خچر آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تھا۔(۱)

(۴) دراز گوش

اہلِ سیر و تاریخ نے حضور نبیِ اکرم ﷺ کے چار دراز گوشوں کا ذکر کیا ہے:

۲۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۱۱: ۴۲۰

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۲: ۵۷۱

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۹۲

۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۵: ۲۸۹

۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۹

۴۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۲۹۹

۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱۱: ۴۱۹

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

پہلا .... مقوقس نے ہدیہ کیا۔

دوسرا .... فروہ بن عمرو جذامی نے پیشِ خدمت کیا۔

تیسرا .... سعد بن عبادہ نے تحفہ میں دیا۔

چوتھا .... ایک صحابی نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان کی کچھ تفصیل اس طرح ہے:

۱۔ عفیر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت میں اس کا نام عفیر بیان کیا گیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

كانت الأنبياء ...... يركبون الحمير و كان لرسول الله ﷺ حمار يُقال له عفير۔ (۱)

''انبیاء کرام علیہم السلام دراز گوش پر سواری کرتے رہے ہیں اور حضور ﷺ کا ایک دراز گوش تھا جسے عفیر کہتے تھے۔''

روایت ہے:

عفيرٌ أهداه له ﷺ المقوقس۔ (۲)

''عفیر حضور ﷺ کو شاہ مقوقس نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔''

۲۔ یعفور

دوسرا دراز گوش یعفور ہے جس کے بارے میں کتب حدیث و سیر میں مذکور ہے

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۴۰۵

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۹۱

۲۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۱۹

۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۸

۴۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۷: ۴۰۵

کہ اس نے حضور ﷺ کے وصال کے دن فراقِ رسول کی وجہ سے کنویں میں چھلانگ لگا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔ حضرت زامل بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ فروہ بن عمرو جزامی نے آپ ﷺ کو یہ دراز گوش تحفۃً پیش کیا تھا۔(۱)

سہیلی اور دیگر متقدمین سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ 'یعفور' نے اپنے آپ کو اس دن کنویں میں گرا دیا تھا جس دن آپ ﷺ نے وصال فرمایا۔(۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حماری که آنحضرت گاهی برآں سوار میشد چنداں حزن کرد که خود را در چاهے انداخت۔(۳)

''وہ دراز گوش جس پر حضور نبیٔ اکرم ﷺ کبھی کبھار سواری فرماتے تھے (فراق رسول کی وجہ سے) اتنا اداس ہوا کہ ایک کنویں میں چھلانگ لگا دی اور اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔''

۳۔ حمار أعطاه له سعد بن عبادة رضی اللہ عنہ ۔(۴)

''ایک دراز گوش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔''

---

(۱) ا۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۲۹۹

۲۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۱۹

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۹۱

(۲) ا۔ سہیلی، الروض الأنف، ۳: ۱۳۶

۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۲۶، رقم: ۳۸۲

۳۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۷: ۴۰۶

۴۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۴۷۷

(۳) عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۲: ۵۷۱

(۴) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۴۰۶

۴۔ حمار أعطاه له بعض الصحابة۔(۱)

''دراز گوش آپ ﷺ کو آپ کے کسی صحابی نے ہدیہ کیا تھا۔''

۱۳۔ خیمۂ اقدس

حضور نبیٔ اکرم ﷺ مختلف غزوات اور سفر کے دوران خیموں میں قیام فرماتے تھے، ان کی تفصیل احادیثِ مبارکہ میں اس طرح ملتی ہے:

۱۔ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے ایک خیمہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

أتيت النبي ﷺ وهو في قبةٍ حمراء من أدمٍ۔(۲)

''میں نبیٔ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ چمڑے کے سرخ خیمے میں تشریف فرما تھے۔''

۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

و أمر بقبةٍ من شعرٍ۔(۳)

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۴۰۶

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۲۰۰، ۲۲۰۱، کتاب اللباس، رقم:۵۵۲۱

۲۔ مسلم، الصحیح، ۱:۳۶۰، کتاب الصلاۃ، رقم:۵۰۳

۳۔ نسائی، السنن، ۸:۲۲۰، کتاب الزینہ، رقم:۵۳۷۸

۴۔ ابن جوزی، الوفا:۲:۵۷۲، رقم:۱۰۷۳

۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۷۲

(۳) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۴:۳۱۰، رقم:۱۴۵۷

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲:۸۸۹، کتاب الحج، رقم:۱۲۱۸

۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۰۲۴، کتاب المناسک، رقم:۳۰۷۴

۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۳:۳۳۶، رقم:۱۴۷۰۵

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵:۱۱۲، رقم:۹۲۲۱

’’اور آپ ﷺ نے بالوں سے بنا ہوا ایک خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا۔‘‘

۳۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

انتهيتُ إلى النبي ﷺ وهو في قبةٍ من أدمٍ۔(۱)

’’میں بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ چمڑے کے خیمے میں تشریف فرما تھے۔‘‘

۱۴۔ طعامِ نبوی ﷺ

حضور نبی اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ اللہ کی جو بھی نعمت میسر آتی آپ ﷺ اُسے شوق سے تناول فرما لیتے۔ غذا انتہائی سادہ ہوتی، فقر و قناعت کا یہ عالم کہ ہفتوں کاشانۂ نبوت میں چولہا نہ جلتا، کئی کئی دن فاقے سے گزر جاتے، بسا اوقات کھجور اور پانی پر گزر اوقات ہوتی، اس کے باوجود آپ ﷺ کبھی حرفِ شکوہ زبان پر نہ لاتے۔ اہلِ خانہ بھی اپنے عظیم سربراہ کے ساتھ قناعت کی زندگی صبر و شکر کے ساتھ گزارتے تھے، اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن اسی عالمِ فقر میں زندگی کے دن بسر کرتیں، لیکن دامنِ قلب ونظر اطمینان کی دولت سے مالا مال تھا۔ سرِ نیاز بارگاہِ خداوندی میں اظہارِ تشکر سے خم رہتا، امن، سکون اور عافیت کی خوشبو سانسوں میں ہی نہیں مشامِ جاں میں بھی رچی بسی رہتی۔

حضور نبیٔ اکرم ﷺ دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے، کھانے سے قبل ہاتھ دھوتے اور بسم اللہ کے ساتھ پہلا لقمہ اٹھاتے، ہاتھ دھو کر پونچھتے نہیں تھے۔ حضور ختمی

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۳۱، کتاب الأدب، رقم: ۵۱۱۸

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۰۱

۳۔ ابویعلی، المسند، ۹: ۲۰۵، رقم: ۵۳۰۴

۴۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۷۵، ۱۷۶، رقم: ۷۲۷۵

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۲۳۴

۶۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۴۵۶، رقم: ۱۸۴۴

مرتبت ﷺ کا معمول تھا کہ دائیں ہاتھ سے کھانا تناول فرماتے، کھانا کبھی پیٹ بھر کر نہ کھاتے، کھانے کی کسی چیز میں عیب نہ نکالتے، اللہ کی کسی نعمت کو ناپسندیدگی کی نظر سے نہ دیکھتے، اپنے صحابہ کو بھی شریکِ طعام کر لیتے اور کھانا کھانے کے بعد اللہ کی نعمتوں پر کلمۂ تشکر ادا کرتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

كان رسولُ الله ﷺ يجلس على الأرض، و يأكل علَى الأرضِ۔(۱)

”حضور ﷺ زمین پر تشریف رکھتے اور زمین پر ہی (دسترخوان بچھا کر) کھانا تناول فرماتے۔“

بسم اللہ کی برکت

کھانے کا آغاز بسم اللہ سے کرنے سے اس میں بہت سی برکتیں آجاتی ہیں:

۱۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم اپنے آقا ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے، اس دوران میں کھانا لایا گیا۔ کھانے کا آغاز ہوا تو اس میں بے پناہ برکت تھی لیکن اختتام پر اس میں بے برکتی آ گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حیرت کا اظہار کیا اور مخبرِ صادق ﷺ سے دریافت فرمایا: یا رسول اللہ! اس کی وجہ کیا ہے کہ وہ کھانا جس میں برکت ہی برکت تھی، وہ آخر اس برکت سے کیسے محروم ہو گیا۔ تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۶۷، رقم: ۱۲۴۹۴
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۲۹۰، رقم: ۸۱۹۲
۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۱۵، رقم: ۱۱۹۴
۴۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۸۶، رقم: ۵۲۰
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۱۷۰

لِأنّا ذكرنا اسم اللهﷻ حين أكلنا، ثم قعد بعد مَن أكل و لم يسم، فأكل معه الشيطان۔ (۱)

’’وجہ یہ ہوئی کہ ہم لوگوں نے بسم اللہ کے ساتھ کھانا شروع کیا تھا، پھر آخر میں کوئی شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھانے میں شریک ہو گیا تو شیطان اس کھانے کے ساتھ شامل ہوگیا (اس لئے اس سے برکت جاتی رہی)۔‘‘

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن رسول الله ﷺ كان إذا أكل طعاماً لعق أصابعه الثلاث۔ (۲)

’’حضور ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تین انگلیوں کو چاٹ (کر صاف کر) لیا کرتے تھے۔‘‘

۳۔ اِس حدیث کو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يأكل بأصابعه الثلٰث و يلعقهن۔ (۳)

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۱۵، ۴۱۶

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۵۶، رقم: ۱۸۹

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۰۷، کتاب الأشربہ، رقم: ۲۰۳۴

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۵۹، ابواب الأطعمہ، رقم: ۱۸۰۳

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۶۵، کتاب الأطعمہ، رقم: ۳۸۴۵

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۹۰

۵۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۲۴، رقم: ۱۳۹

۶۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۴۹

۷۔ صالحی، سبل الھدی والرشاد، ۷: ۱۷۲

(۳) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۲۴، رقم: ۱۴۲

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲: ۵۵، رقم: ۵۲۵۱

۳۔ صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، ۷: ۱۷۱

’’رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے اور (بعد میں) ان کو چاٹ بھی لیا کرتے تھے۔‘‘

۴۔ حضور ﷺ ٹیک لگا کر کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔ حضرت ابو جحیفہ ﷺ کہتے ہیں کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنّي لا أكل متكئًا۔(۱)

’’بیشک میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔‘‘

۵۔ اللہ کی ہر نعمت پر کلمۂ تشکر ادا کرنا حضور ﷺ کا معمول تھا۔ حضرت ابو امامہ ﷺ کہتے ہیں کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کے سامنے سے جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے:

الحمد لله [حَمْدًا] كثيراً طَيِّبًا مُبارَكاً فيه، غير مَكْفِيّ ولا مودّع و لا مستغني عنه، ربنا۔(۲)

’’تمام تعریف حق تعالیٰ شانہ کے لئے مخصوص ہے، ایسی تعریف جس کی کوئی انتہا نہیں، ایسی تعریف جو پاک مبارک ہے، ایسی حمد جو نہ چھوڑی جاسکتی ہے اور نہ اس سے مستغنی (بے نیاز) رہا جا سکتا ہے، اے اللہ! (ہمارے شکر کو قبول فرما)۔‘‘

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۰۶۲، رقم: ۵۰۸۳
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۲۴، رقم: ۱۴۰
۳۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۲۷۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۰۷۸، کتاب الاطعمہ، رقم: ۵۱۴۲
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۶۰، رقم: ۱۹۳
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۶۶، رقم: ۳۸۴۹
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۲۸۶، رقم: ۱۴۴۴۸
۵۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۲: ۴۰۰

۶۔ حضرت ابوسعید خدری ﷺ کہتے ہیں کہ کھانا تناول فرمانے کے بعد حضور ﷺ کے لبِ اقدس پر یہ دعا مچل اٹھتی:

الحمد للهِ الذی أطعمنا و سقانا و جَعَلَنا [مِن] المسلمین۔(۱)

''تمام تعریف اس ذات کے لئے جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔''

پسندیدہ روٹی

آٹے کی روٹی کبھی کبھار حضور ﷺ کے غذا کا حصہ بنتی، اکثر جَو کی روٹی پر قناعت فرماتے، اگر وہ بھی دستیاب نہ ہوتی تو کھجور اور پانی پر گزر بسر کر لیتے۔ اور کبھی یوں بھی ہوتا کہ حضور ﷺ، اَزواجِ مطہرات اور اہلِ بیت کچھ کھائے پیئے بغیر ہی سو جاتے۔

کل جہاں مِلک اور جوَ کی روٹی غذا
اُس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

کان رسولُ اللهِ ﷺ یبیتُ اللیالی المتتابعة طاویاً و أهله لایجدون عشاء، و کان أکثر خبزهم خبز الشعیر۔(۲)

(۱) ۱۔ ابوداود، السنن، ۳:۳۶۶، کتاب الأطعمہ، رقم: ۳۸۵۰
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۵۹، رقم:۱۹۲
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۰۹۲، کتاب الأطعمۃ، رقم: ۳۲۸۳
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶:۸۰، رقم: ۱۰۱۲۱
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۳۲
۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵:۱۳۸، رقم: ۲۴۵۰۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۵۸۰، أبواب الزہد، رقم: ۲۳۶۰
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۲۷، رقم: ۱۴۶

←

''حضور ﷺ اور آپ کے گھر والے کئی کئی راتیں مسلسل بھوک میں گزار دیتے تھے، اس طرح کہ رات کو کھانا کھانے کے لئے کچھ موجود نہ ہوتا تھا اور اکثر جَو کی روٹی اُن کی غذا ہوتی۔''

سالن میں حضور ﷺ کو سرکہ سب سے زیادہ مرغوب تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نعم الإدام الخل۔ (۱)

''سرکہ بہترین سالن ہے۔''

آپ ﷺ شہد بہت پسند فرماتے تھے، مختلف سبزیوں کے علاوہ گوشت، سرکہ، زیتون کا تیل اور مختلف اقسام کے پھل خصوصاً کھجور وغیرہ آپ ﷺ کی مرغوب غذاؤں میں شامل تھے۔

۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۱۱، کتاب الأطعمہ، رقم: ۳۳۴۷
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۵۵، ۳۷۴
۵۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۸۳، رقم: ۱۶۰
۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۳۲۸، رقم: ۱۱۹۰۰
۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۳۱۲، رقم: ۱۰۴۱۹
۸۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۰۹
۹۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۱۶، رقم: ۱۱۹۶
۱۰۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۳۸۰

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۲۱، کتاب الأشربہ، رقم: ۲۰۵۱
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۷۹، ابواب الأطعمہ، رقم: ۱۸۴۲
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۶۰، کتاب الاطعمہ، رقم: ۳۸۲۱
۴۔ نسائی، السنن، ۷: ۱۴، کتاب الأیمان والنذور، رقم: ۳۷۹۶
۵۔ دارمی، السنن، ۲: ۱۳۷، رقم: ۲۰۴۸

پسندیدہ سبزیاں

آپ ﷺ نے کھانے میں سبزیوں کو پسند فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان أحبُّ الطعامِ إلی رسول اللہ ﷺ البقلَ۔(۱)

”رسول اللہ ﷺ کے نزدیک محبوب ترین کھانا سبزیاں (اور ترکاریاں) تھیں۔“

کدو کو آپ ﷺ نے پسند فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک درزی نے نبیٔ اکرم ﷺ کو کھانے کی دعوت دی، میں آپ ﷺ کے ساتھ اُس کھانے میں شریک تھا۔ اس نے آپ ﷺ کی خدمت میں جَو کی روٹی پیش کی اور شوربا جس میں کدو اور خشک گوشت تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فرأیتُ رسولَ اللہ ﷺ یَتتبّع الدُّبّاء من حول الصفحة، فلم أزل أحب الدُّبّاء من یومئذٍ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۱۲

۲۔ ابن جوزی، الوفا:۷، ۶۱۷، رقم:۱۲۰۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۰۷۳، کتاب الأطعمہ، رقم:۵۱۲۳

۲۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۶۱۵، کتاب الأشربہ، رقم:۲۰۴۱

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳:۳۵۰، کتاب الأطعمہ، رقم:۳۷۸۲

۴۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۸۴، ابواب الأطعمہ، رقم:۱۸۵۰

۵۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ ﷺ ۱:۱۳۷، رقم:۱۶۳

۶۔ ابوعوانہ، المسند، ۵:۱۸۴، رقم:۸۳۲۱

۷۔ حمیدی، المسند، ۲:۵۰۹، رقم:۱۲۱۳

۸۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۳:۳۳۲، رقم:۶۶۷

۹۔ ابن جوزی، الوفا:۶۱۸، رقم:۱۲۰۴

۱۰۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۱۲

’’میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ پیالہ سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرما رہے ہیں تو اُس دن سے مجھے کدو ہمیشہ کیلئے پسندیدہ ہو گیا۔‘‘

پسندیدہ گوشت

حضور نبیٔ اکرم ﷺ گوشت میں سے دستی (اگلی ٹانگ)، شانے اور پیٹھ کا گوشت پسند فرمایا کرتے تھے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اچھی اچھی بوٹیاں چن کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أطیبُ اللحمِ لحم الظھرِ۔(۱)

’’سب سے اچھا گوشت پیٹھ کا گوشت ہوتا ہے۔‘‘

۲۔ حضرت ابی عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

طبختُ للنبی ﷺ قِدرًا، وکان یعجبه الذراع۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۰۹۹، کتاب الأطعمہ، رقم: ۳۳۰۸
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۲۰۴، ۲۰۵
۳۔ حاکم، المستدرک، ۴:۱۲۴، رقم: ۷۰۹۷
۴۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۲۱، رقم: ۱۲۱۴
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۱۵

(۲) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۳۹۵
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۴۱، رقم: ۱۷۰
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲:۳۳۵، رقم: ۸۴۲
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷:۶۵
۵۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۷:۲۶۹، رقم: ۱۰۲۲۴
۶۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۲۱، رقم: ۱۶۱۲

''میں نے نبی اکرم ﷺ کے لئے ہانڈی پکائی۔ آپ ﷺ کو دستی کا گوشت بہت ہی پسند تھا۔''

۳۔ خشک گوشت بھی آپ ﷺ نے استعمال فرمایا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

أكلنا مع رسولِ اللهِ ﷺ القديد بالمدينة۔(۱)

''ہم نے مدینہ منورہ میں رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ خشک گوشت کھایا۔''

۴۔ آپ ﷺ کی غذا کے حوالے سے بھُنے ہوئے گوشت کے استعمال کا ذکر بھی ملتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أكلنا مع رسول اللهِ ﷺ شواء في المسجد۔(۲)

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا گوشت کھایا۔''

۵۔ آپ ﷺ مرغ کا گوشت بھی تناول فرما لیتے تھے۔ حضرت زہدم جرمی سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ کھانا آ گیا، جس میں مرغ کا گوشت بھی تھا۔ حاضرینِ مجلس میں سے ایک شخص مرغ کے گوشت کو ہاتھ نہیں لگا رہا تھا۔ اس پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أدن، فقد رأيتُ رسولَ اللهِ ﷺ يأكل مِنه۔(۳)

''آگے بڑھو (اور کھاؤ) کیونکہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو مرغ کا گوشت

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۲۷
۲۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۲۲، رقم: ۱۲۱۸
۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۱۸۷

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۹۰، ۱۹۱
۲۔ ابویعلی، المسند، ۳: ۱۱۰، رقم: ۱۵۴۱
۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۲۲، رقم: ۱۲۱۹
۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۱۸۸

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۰۱، کتاب الذبائح، رقم: ۵۱۹۹

←

تناول فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔‘‘

ثرید سے محبت

گوشت کے شوربے میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر اور اُنہیں اچھی طرح گلا کر تیار کیا ہوا کھانا ثرید کہلاتا ہے۔ حضور نبیِٔ اکرم ﷺ ثرید بہت پسند فرماتے تھے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اُن کے موالی (آزاد کردہ غلام و خدام) سمیت کھانے کی دعوت پر بلایا تو اُنہوں نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے ثرید کی خواہش کی اور فرمایا:

کان أحبّ الطعام إلی رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الثرید مِن الخبز۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ کا سب کھانوں میں سے زیادہ پسندیدہ کھانا ثرید ہی تھا۔‘‘

پسندیدہ پھل

۱۔ حضور نبیِٔ اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں کھجور کا بہت استعمال فرمایا۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل خانہ کے دو کھانوں میں سے ایک کھجور ہوتا تھا۔ حضرت عائشہ

۲۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۲۷۰، کتاب الأیمان، رقم: ۱۶۴۹

۳۔ نسائی، السنن، ۷:۲۰۶، کتاب الصید والذبائح، رقم: ۴۳۴۷

۴۔ دارمی، السنن، ۲:۱۴۰، رقم: ۲۰۵۵

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲:۶۰، رقم: ۵۲۵۵

۶۔ ابوعوانہ، المسند، ۴:۳۲، رقم: ۵۹۲۷

۷۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۱۸۹

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۳:۳۵۰، کتاب الأطعمہ، رقم: ۳۷۸۳

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۹۶، رقم: ۵۹۲۲

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۳۹۳

۴۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۲۰، رقم: ۱۲۰۸

۵۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۳۹۸

۶۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۵۲، رقم: ۴۵

صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما أكل آل محمد ﷺ أكلتين في يوم إلا إحداهما تمر۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ نے ایک دن میں کبھی دو مرتبہ ایسا کھانا تناول نہیں فرمایا جن میں ایک کھانا کھجوریں نہ ہوں۔''

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انگور بھی تناول فرمائے، اس طرح کہ خوشہ کے دانے یکے بعد دیگرے منہ میں ڈالتے اور اس کی شاخ پیچھے کھینچ لیتے۔(۲)

۳۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان أحبَّ التمر إلى رسول الله ﷺ العجوةَ۔(۳)

''نبیٔ اکرم ﷺ کو کھجوروں میں سے عجوہ کھجور سب سے زیادہ پسند تھی۔''

۴۔ حضرت امیہ بن زید عبسی فرماتے ہیں:

أنّ رسولَ الله ﷺ كان يحبّ مِن الفاكهةِ العنبِ والبطيخ۔(۴)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۳۷۱، کتاب الرقاق، رقم: ۶۰۹۰
۲۔ حاکم، المستدرک، ۴:۱۱۸، رقم: ۷۰۷۸
۳۔ ابن جوزی، الوفاء:۶۲۵، رقم: ۱۲۲۸

(۲) ۱۔ ابن جوزی، الوفا:۶۲۶، رقم: ۱۲۳۲
۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۰۵

(۳) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۰۵
۲۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۲۶، رقم: ۱۲۲۹
۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۴۷، رقم: ۳۳
۴۔ حسام الدین ہندی، کنز العمال، ۷:۱۱۰، رقم: ۱۸۲۱۷

(۴) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۰۶
۲۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۴:۳۴۰

←

’’بیشک نبیٔ اکرم ﷺ پھلوں میں انگور اور خربوزہ پسند فرماتے تھے۔‘‘

۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان أحبَّ الفاكهةِ إلَی رسولِ اللهِ ﷺ الرطبَ والبطيخ۔(۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ پھلوں میں سب سے زیادہ پختہ تازہ کھجور اور خربوزہ پسند فرماتے تھے۔‘‘

۶۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان النبی ﷺ يحب القِثّاءَ۔(۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ کھیرا (تر) پسند فرماتے تھے۔‘‘

پسندیدہ شیرینی

حضور ﷺ کو میٹھا بہت پسند تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

كان النبی ﷺ يحبّ الحلواءَ والعسلَ۔(۳)

---

(۱) صالحی، سبل الهدیٰ والرشاد، ۷:۲۰۹

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۶۸، رقم: ۲۰۳

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴:۲۷۴، رقم: ۶۹۷

۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۹۳، قم: ۵۳۳

۴۔ ابن ابی دنیا، مکارم الاخلاق، ۱:۱۰۹، رقم: ۳۵۷

۵۔ صالحی، سبل الهدیٰ والرشاد، ۷:۲۰۹

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۱۲۵، کتاب الاشربہ، رقم: ۵۲۷۷

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲:۱۱۰۱، کتاب الطلاق، رقم: ۱۴۷۴

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۷۳، ابواب الأطعمہ، رقم: ۱۸۳۱

۴۔ ابوداؤد، السنن، ۳:۳۳۵، کتاب الأشربہ، رقم: ۳۷۱۵

۵۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۱۰۴، کتاب الأطعمہ، رقم: ۳۳۲۳ ←

’’رسول اللہ ﷺ میٹھا اور شہد بہت پسند فرماتے تھے۔‘‘

۱۵۔ مشروباتِ نبوی ﷺ

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا ہر عمل اس کی معمولی جزئیات تک تاریخ کے ریکارڈ میں من وعن محفوظ ہے۔ پانی پینا روزمرہ کا ایک ایسا عمل ہے جو انسان دن میں کئی بار دہراتا ہے۔ آپ ﷺ کے پانی نوش فرمانے کا معمول کیا تھا اس کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

إنّ النبی ﷺ کان یتنفّسُ فی الإناءِ ثلاثًا إذا شرب، و یقول: هو أمرء و أروی۔(۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ پانی نوش فرمانے کے دوران تین مرتبہ سانس لیا کرتے اور فرماتے: یہ طریقہ زیادہ خوشگوار ہے، اور یہ خوب سیراب کرنے والا ہے۔‘‘

۲۔ عام پانی بیٹھ کر پینے کا حکم ہے لیکن آبِ زم زم جو حضور ﷺ کے جدِ امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نقوشِ پا کا فیضان ہے، اسے کھڑے ہوکر نوش فرمانے کی ہدایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

أنّ رسول اللہ ﷺ شرب مِن زمزم و هو قائمٌ۔(۲)

۶۔ دارمی، السنن، ۲:۱۴۶، رقم: ۲۰۷۵

۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸:۸۵

۸۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۲۵، رقم: ۱۲۲۷

۹۔ ابویعلی، المسند، ۸:۱۸۶، رقم: ۴۷۴۱

۱۰۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۹۷، رقم: ۵۹۲۹

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۷۴، رقم: ۲۱۱

۲۔ بزار، المسند، ۵:۱۶۰، رقم: ۱۷۵۲

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵:۸۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۶۰۲، کتاب الأشربہ، رقم: ۲۰۲۷

←

’’حضور ﷺ نے زم زم کا پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔‘‘

۳۔ حضور ﷺ نے آبِ زمزم کے علاوہ بھی بعض خاص مواقع پر کھڑے ہو کر پانی نوش فرمایا، لیکن یہ آپ ﷺ معمول نہیں تھا۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں:

رأيتُ رسولَ الله ﷺ يشرب قائماً و قاعدًا۔(۱)

’’میں نے حضور ﷺ کو کھڑے اور بیٹھے دونوں حالتوں میں پانی پیتے دیکھا۔‘‘

پسندیدہ مشروبات

۱۔ حضور نبیِ اکرم ﷺ کو ٹھنڈا میٹھا پانی بہت مرغوب تھا، جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

كان أحبَّ الشراب إِلَى رسولِ الله ﷺ الحلو البارد۔(۲)

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۰۱، ابواب الأشربہ، رقم: ۱۸۸۲
۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۷۲، رقم: ۲۰۷
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۱۴
۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵: ۱۹۳

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۰۱، ابواب الأشربہ، رقم: ۱۸۸۳
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۷۲، رقم: ۲۰۸
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۷۴
۴۔ عبدالرزاق، المصنف، ۲: ۵۶۸، رقم: ۴۴۹۰
۵۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸: ۳۹، رقم: ۷۸۹۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۰۷، ابواب الاشربہ، رقم: ۱۸۹۵
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۹۰، رقم: ۶۸۴۴

←

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو ٹھنڈا میٹھا پانی بہت پسند تھا۔‘‘

۲۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے جملہ مشروبات میں دودھ کو بہت پسند فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان أحب الشراب إلى رسولِ الله ﷺ اللبن۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ کا تمام مشروبات میں سے زیادہ پسندیدہ مشروب دودھ تھا۔‘‘

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ستو، شہد اور نبیذ بھی استعمال فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كنت أسقي لرسول الله ﷺ فى هذا القدح اللبن، و العسل، و السويق، و النبيذ، و الماء البارد۔(۲)

’’میں حبیبِ خُدا ﷺ کو اس پیالہ میں دودھ، شہد، ستو، نبیذ اور ٹھنڈا پانی پلایا کرتا تھا۔‘‘

۱۶۔ظروف مبارک

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی نسبت سے لوہے، پیتل، چاندی اور مٹی کے وہ برتن بھی

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۸

۴۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۵۳، رقم: ۷۲۰۰

۵۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۴۱۸

(۱) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۳۷، رقم: ۱۲۶۱

۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۳: ۲۹۸، رقم: ۶۴۸

۳۔ حسام الدین ہندی، کنز العمال، ۷: ۱۱۱، رقم: ۱۸۲۲۳

(۲) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۳۷، رقم: ۱۲۶۴

۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۳: ۳۹۴، رقم: ۷۰۰

۳۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۴۱۶

مقدس ہو گئے جو ہادیٔ کونین ﷺ کے زیرِ استعمال رہے اور جنہیں حضور ﷺ کے لبِ اقدس مَس کرنے کا اعزاز حاصل ہوا، حضور ﷺ کی مبارک اُنگلیوں کو بوسہ دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان برتنوں کے بھی مخصوص نام تھے، مثلاً آپ ﷺ کے کھانے پینے کا جو پیالہ تھا، اُس کا نام ''ریان'' تھا۔ ایک دوسرے پیالے کا نام ''مغیث'' تھا۔ ایک ایسا پیالہ بھی حضور ﷺ کے زیرِ استعمال رہا جس پر تین جگہ چاندی کی پتریاں لگی ہوئی تھیں۔ چوتھا پیالہ جس میں حضور ﷺ پانی یا دودھ نوش فرمایا کرتے تھے، شیشے کا تھا۔ حضور ﷺ کے پانچویں پیالے کا نام ''عیدان'' تھا۔ ایک پتھر کے پیالے کا نام ''مخضب'' تھا۔(۱)

۲۔ ناپنے کے لئے حضور ﷺ کے پاس ایک صاع اور مُد بھی تھا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

کان لرسول اللہ ﷺ مقراض یسمی الجامع والسواک و صاع و مُدّ۔(۲)

''حضور ﷺ کے پاس ایک قینچی تھی جسے جامع کہتے تھے، نیز مسواک، صاع اور مُدّ بھی تھے۔''

۳۔ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رأیتُ قدحَ رسولِ اللہ ﷺ عند أنس بن مالک رضی اللہ عنہ، و کان قد انصدع، فسلسلہ بفضۃ، قال: و ھو قدح عریض من فخّارٍ۔(۳)

---

(۱) ۱۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ: ۱۷۶

۲۔ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۲: ۶۷۷، ۶۷۸

(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۶۱

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۳۵، کتاب الاشربہ، رقم: ۵۳۱۵

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۳۰، رقم: ۱۱۴

۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۳۲

’’میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا مبارک پیالہ دیکھا جو کہ ٹوٹا ہوا تھا، اُسے چاندی کے پتر یا تار سے جوڑا گیا تھا۔ (راوی کہتے ہیں) یہ پکی مٹی سے بنا ہوا بڑا پیالہ تھا۔‘‘

حضرت عیسیٰ بن طہمان فرماتے ہیں:

أخرج إلینا أنس بن مالک قدح خشبٍ غلیظاً مضبّباً بحدیدٍ، فقال: یا ثابت! ھذا قدحُ رسولِ اللهﷺ۔(۱)

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ نے لکڑی کا بنا ہوا ایک پیالہ ہمیں دکھایا، جس پر مضبوطی کے ساتھ لوہے کا خول چڑھا ہوا تھا، اور فرمایا: اے ثابت! یہ رسول اللہ ﷺ کا پیالہ ہے‘‘۔

۵۔ حضرت زہیر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إسم قدحِ رسولِ اللهﷺ القُمر۔(۲)

’’رسول اللہ ﷺ کے ایک پیالے کا نام قُمر تھا۔‘‘

۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أھدی المقوقسُ إلی رسولِ اللهﷺ قدح قواریر، فکان یشرب منه۔(۳)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۶۲، رقم: ۱۹۶
۲۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۷:۱۵۵، رقم: ۲۵۸۳
۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۳۲

(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۳۳

(۳) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۳۲
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۱۳۶، کتاب الأشربہ، رقم: ۳۴۳۵
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴:۱۵۳

’’شاہِ مصر مقوقس نے رسول اللہ ﷺ کو شیشے کا ایک پیالہ تحفتاً دیا تھا، جس میں آپ ﷺ پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔‘‘

۱۷۔ حضور ﷺ کے مبارک ملبوسات

ہادیٔ کونین حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا پہنا ہوا لباس سادہ مگر صاف ستھرا ہوتا۔ کپڑوں میں کرتہ آپ ﷺ کا پسندیدہ پہناوا تھا۔ آپ ﷺ نے لنگی، چادر، ٹوپی، عمامہ اور جبہ بھی زیبِ تن فرمایا۔

حضور ﷺ سفید کپڑا پسند فرماتے، سبز چادر بھی آپ ﷺ نے استعمال فرمائی۔ سُرخ اور منقش لباس پہننا بھی احادیثِ مبارکہ میں مذکور ہے۔

حضور ﷺ کی عادتِ شریفہ تھی کہ اللہ کی بے پایاں رحمت پر احسان مندی کا اظہار فرماتے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسولُ اللهِ ﷺ إذا استجد ثوبًا سمّاه بِاسمه عمامةً أو قميصاً أو رداءً، ثم يقول: اللّٰهم لک الحمد، أنت كسوتنيه أسألک خيرَه، وخيرَ ما صُنع له، و أعوذ بک مِن شرِه، و شرِ ما صُنع له۔(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ جب کوئی کپڑا زیبِ تن فرماتے تو اظہارِ مسرت کرتے ہوئے اس کا نام لیتے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے یہ کرتہ مرحمت فرمایا ہے، ایسے ہی عمامہ، چادر وغیرہ۔ پھر یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۹، کتاب اللباس، رقم: ۱۷۶۷

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۴۱، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۲۰

۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۷، رقم: ۶۱

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۵۰

۵۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۲۱۳، رقم: ۷۴۰۸

اور کپڑے کے پہنانے پر تیرا ہی شکر ہے، تجھی سے اس کپڑے کی بھلائی چاہتا ہوں (کہ خراب یا ضائع نہ ہو) اور ان مقاصد کی بھلائی اور خوبی چاہتا ہوں جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے اور تجھی سے اس کپڑے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور ان (مقاصد) کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے۔‘‘

کپڑے کے مقاصد سے مراد ہے موسمی اثرات سے بچاؤ، زینت اور ستر وغیرہ کا ڈھانپنا۔ کپڑے کی بھلائی یہ ہے کہ یہ اللہ کی رضا یا اس کی عبادت کے لئے استعمال ہو اور اس کی بُرائی یہ ہے کہ انسان یہ کپڑا پہن کر اللہ کی نافرمانی کرے یا اُس کے اندر غرور و تکبر پیدا ہوجائے اور وہ دوسرے لوگوں کو حقیر اور کمتر سمجھنے لگے، یا یہ لباس عُریانی اور فحاشی پھیلانے کے لئے استعمال ہو اور اُس کا پہننا انسانی اعضاء ڈھانپنے کی بجائے اُن کی نمائش کا سبب بنے۔

قمیص مبارک

حضور نبیِ اکرم ﷺ کو سفید قمیص پسند تھی۔ آپ ﷺ سفید رنگ کی قمیص شوق سے زیب تن فرمایا کرتے تھے۔

۱۔ حضرت سمرۃ بن جندب ﷺ سے روایت ہے:

قال رسولُ اللہ ﷺ: إلبسوا البیاض فإنها أطهر۔(۱)

’’نبیِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ ہیں۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۱۱۷، ابواب الأدب، رقم: ۲۸۱۰
۲۔ نسائی، السنن، ۸: ۲۰۵، کتاب الزینہ، رقم: ۵۳۲۲
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۸۱، کتاب اللباس، رقم: ۳۵۶۷
۴۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۵۷، رقم: ۶۹
۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۵۰

۲۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كان أحبُّ الثيابِ إلى النبي ﷺ القميصَ۔(۱)

''نبیِٔ اکرم ﷺ کو سب کپڑوں میں سے قمیص زیادہ پسند تھی۔''

۳۔ حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں:

كان لرسول الله ﷺ قميص قطني، قصير الطول قصير الكمَّين۔(۲)

''حضور ﷺ کے زیرِ استعمال ایک سوتی قمیص تھی جس کی لمبائی ذرا کم تھی اور اس قمیص کی آستینیں چھوٹی تھیں۔''

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

كان النبيُّ ﷺ يلبس قميصًا فوق الكعبين مستوى الكمين بأطرافِ أصابعه۔(۳)

''نبیِٔ اکرم ﷺ ایسی قمیص زیبِ تن فرماتے تھے جو ٹخنوں سے اوپر ہوتی تھی اور

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۳۸، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۶۳
۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۴۳، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۲۵
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵:۴۸۲، رقم: ۹۶۶۸
۴۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۴۷، رقم: ۳۴
۵۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۵، رقم: ۱۰۷۴

(۲) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۵، رقم: ۱۰۷۵
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۱۵۴، رقم: ۶۱۶۸
۳۔ ابن حجر عسقلانی، المطالب العالیہ، ۱۰:۳۰۶، رقم: ۲۲۲۱
۴۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۴:۱۳۵
۵۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۴۳۷

(۳) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۵، رقم: ۱۰۷۶
۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۶۵، رقم: ۶۹۶

اُس کی آستینیں انگلیوں کے سروں کے برابر ہوتی تھیں۔‘‘

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ما اتخذ لرسولِ اللهِ ﷺ قميص له زرّ۔(۱)

’’نبیِٔ اکرم ﷺ کے لئے بٹنوں والی قمیص نہیں بنائی گئی۔‘‘

۵۔ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں:

كان كُمّ يد رسولِ اللهِ ﷺ إلى الرسغِ۔(۲)

’’نبی اکرم ﷺ کی قمیص کی آستین کلائی تک ہوتی تھی۔‘‘

جبہ مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں جبہ میدانِ جنگ میں دشمن کے خلاف صف آرا ہوتے وقت پہنا جاتا تھا۔ حضور ﷺ نے اپنی حیاتِ مقدسہ میں تین جبے استعمال فرمائے۔ اس ضمن میں متعدد روایات مذکور ہیں:

۱۔ اِمام اِبنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ حضرت یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ سے راویت کرتے ہیں:

أخرَجتْ لنا أسماء جبة مزرورة بالديباج، فقالت: في هٰذه كان يلقى رسولُ اللهِ ﷺ العدوّ۔(۳)

(۱) ابن جوزی، الوفا: ۵۷۵، رقم: ۱۰۷۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۸، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۶۵

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۴۸۱، رقم: ۹۶۶۶

۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۶۹، رقم: ۵۸

(۳) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۶، رقم: ۱۰۸۲

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۴۸

←

''حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ہمیں حضور رحمتِ عالم ﷺ کا جبہ مبارک نکال کر اس کی زیارت کا شرف بخشا۔ جبہ مبارک کے بٹن اور تکملے ریشم کے بنے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ یہ وہ تاریخی جبہ مبارک ہے جسے حضور ﷺ پہن کر دشمن کے خلاف میدانِ جنگ میں اُترا کرتے تھے۔''

۲۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إنّ رسولَ اللهِ ﷺ غسل وجهه، ثم ذهب يحسر عن ذراعيه وعليه جبة شامية ضيّقة الكمين، فأخرج يده من تحتها۔(۱)

''حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے اپنا منہ مبارک دھویا، پھر اپنی کلائیوں سے شامی جبہ کی آستینیں الگ کرنے اور اوپر چڑھانے کی کوشش فرمائی جو کہ تنگ سروں والی تھیں۔ (جب وہ تنگی کی وجہ سے اوپر نہ ہوسکیں تو) آپ ﷺ نے ہاتھ مبارک نیچے سے نکال لئے اور انہیں دھویا۔''

۳۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے حضور ﷺ کو شام کا جبہ تحفتاً پیش کیا۔(۲)

۳۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۴۵۶، رقم: ۱۵۷۶
۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴:۹۹، رقم: ۲۶۶
۵۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ: ۲۵۴

(۱) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۶، رقم: ۱۰۸۱
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱:۲۲۹، کتاب الطہارت، رقم: ۲۷۴
۳۔ نسائی، السنن، ۱:۶۳، کتاب الطہارت، رقم: ۸۲
۴۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۳:۷۲، رقم: ۱۶۴۵
۵۔ ابونعیم، مسند أبی حنیفہ، ۱:۲۵۶

(۲) ۱۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۷:۲۹۷
۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۲:۱۱۲، رقم: ۲۶۱
۳۔ ابن جوزی، الوفا، ۵۷۶: رقم: ۱۰۸۳

۴۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

خرج علینا رسولُ اللهِ ﷺ ذات یوم و علیه جبة من صوفٍ رومیة ضیقة الکمین، فصلیّ بنا فیها لیس علیه شئ غیرها۔(۱)

’’ایک دن حضور ﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے درآنحالیکہ آپ ﷺ نے تنگ آستینوں والا اُون سے بنا ہوا رومی جبہ زیبِ تن کیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے ہمیں اسی جبے میں نماز پڑھائی، آپ ﷺ کے جسمِ اطہر پر اس جبے کے علاوہ کوئی اور کپڑا نہ تھا۔‘‘

۵۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أن النبیﷺ لبس جبةً رومیةً ضیقةَ الکمین۔(۲)

’’نبیِ اکرم ﷺ نے ایک رومی جبہ پہنا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔‘‘

۶۔ حضرت طارق بن عبداللہ محاربی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رأیتُ رسولَ اللهِ ﷺ بسوقِ ذی المجاز و علیه جبةٌ حمراء۔(۳)

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۱۸۰، کتاب اللباس، رقم: ۳۵۶۳
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲:۴۲۰، رقم: ۳۹۸۸
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۱۵۲، رقم: ۶۱۵۳
۴۔ کنانی، مصباح الزجاجہ، ۴:۸۳، رقم: ۱۲۵۲
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۹۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۳۹، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۶۸
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۷۷، رقم: ۷۱
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۵:۶۰۴، رقم: ۲۲۲۵

(۳) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۹۸
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۵۱۸، رقم: ۶۵۶۲

←

’’میں نے حضور ﷺ کو سرخ جبہ زیبِ تن کئے ہوئے ذوالمجاز بازار میں دیکھا۔‘‘

۷۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

خُيِّطتْ لرسولِ اللهِ ﷺ جبةً مِن صوف أنمار فلبسها، فما أُعجب بثوبٍ ما أعجب بها، فجعل يمسها بيده، و يقول: ’’انظروا ما أحسنها‘‘۔(۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ کے لئے ایک سیاہ دھاری دار اُونی جبہ تیار کیا گیا تو آپ ﷺ نے اسے زیب تن فرمایا۔ جتنا اس جبہ سے خوش ہوئے اتنا اور کسی کپڑے سے نہیں ہوئے، آپ ﷺ اسے ہاتھ لگاتے اور فرماتے: ’’دیکھو، یہ کتنا خوبصورت ہے!‘‘

کملی مبارک

حضور ﷺ نے بردِ یمانی (یمن کی چادر) پسند فرمائی۔

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان أحَبَّ الثيابِ النبي ﷺ أن يلبسها يلبسه الحِبرة۔(۲)

۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱:۸۲، رقم: ۱۵۹

۴۔ حاکم، المستدرک، ۲:۶۶۸، رقم: ۴۲۱۹

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۶:۴۲

(۱) ابن جوزی، الوفا: ۵۷۶، رقم: ۱۰۸۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۱۸۹، کتاب اللباس، رقم: ۵۴۷۶

۲۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۶۴۸، کتاب اللباس و الزینۃ، رقم: ۲۰۷۹

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۴۹، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۸۷

۴۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۵۱، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۶۰

۵۔ نسائی، السنن، ۸:۲۰۳، کتاب الزینۃ، رقم: ۵۳۱۵ ←

’’حضور نبیِٔ اکرم ﷺ کو تمام کپڑوں میں یمن کی سبز رنگ کی چادر اوڑھنا بہت پسند تھا۔‘‘

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أنّ النبی ﷺ خرج، و هو متکئ علی أسامة بن زید، علیه ثوب قطری قد توشح به، فصلی بهم۔(۱)

’’نبیِٔ اکرم ﷺ (اپنے کاشانۂ اقدس سے) باہر تشریف لائے تو اس حالت میں تھے کہ آپ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ قطری چادر میں ملبوس تھے، جس پر کڑھائی کی گئی تھی۔ آپ ﷺ نے (اسی حالت میں) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی۔‘‘

۳۔ یمن کی سُرخ دھاری دار چادر بھی آپ ﷺ کو پسند تھی۔ عون بن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے راویت کرتے ہیں:

رأیتُ النبی ﷺ وعلیه حلة حمراء کأنّی أنظر إلی بریق ساقیه، قال سُفیان: أراها حبرة۔(۲)

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۸۴

۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۳۰۶، رقم: ۶۳۹۶

۸۔ ابوعوانہ، المسند، ۵:۲۳۹، رقم: ۸۵۴۴

۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۲۴۵، رقم: ۵۷۶۴

۱۰۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۴۳۷

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۷۰، رقم: ۶۰

۲۔ ہیثمی، موارد الظمان، ۱:۱۰۵، رقم: ۳۴۹

۳۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۲:۱۸۱، رقم: ۲۹۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۷۳، رقم: ۶۴

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۱:۳۷۶، ابواب الصلوٰۃ، رقم: ۱۹۷

''میں نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ ﷺ سُرخ جوڑا پہنے ہوئے تھے۔ گویا میں اب بھی (تصور میں) نبیٔ اکرم ﷺ کی دونوں نورانی پنڈلیوں کو دیکھ رہا ہوں۔ سفیان فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں سُرخ جوڑا برد یمانی تھا۔''

اِس حوالے سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والمرادُ بالحُلّةِ الحمراء بردان یمانیان منسوجان بخطوط حمر مع سود کسائر البرود الیمنیة۔(۱)

'حلۃ الحمراء' سے مراد دو منقش یمنی چادریں ہیں، جو سیاہ مائل سرخ دھاریوں والی ہوتی ہیں، جیسا کہ عام طور پر یمنی چادریں ہوا کرتی ہیں۔

۴۔ حضرت براء بن عازب ﷺ سے مروی ہے:

کان النبی ﷺ مربوعاً، و قد رأیتُه فی حلّةٍ حمراء، ما رأیتُ شیئاً أحسن منه۔(۲)

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۰۸

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۵۱

۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵: ۱۶۸

(۱) ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱: ۱۴۱

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۹۸، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۱۰

۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۸، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۷

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۱۹، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۲۴

۴۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۵۴، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۷۲

۵۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۳۳، کتاب الزینۃ، رقم: ۵۰۶۰

۶۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۹۰، کتاب اللباس، رقم: ۳۵۹۹

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۹۵

←

’’نبیِ اکرم ﷺ میانہ قد تھے اور میں نے آپ ﷺ کو سرخ حلّہ میں ملبوس دیکھا تو مجھے کوئی صورت آپ ﷺ سے بڑھ کر حسین نظر نہ آئی۔‘‘

۵۔ حضور نبیِ اکرم ﷺ نے سیاہ چادر بھی زیب تن فرمائی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أنّ النبی ﷺ لبس بردةً سوداء، فقالت عائشةُ: ما أحسنها علیک یا رسول الله، یشوب بیاضک سوادها، و یشوب سوادها بیاضک۔(۱)

’’رسولِ خدا ﷺ نے سیاہ چادر زیبِ تن فرمائی تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ آپ کے جسمِ اطہر پر کیا خوب سج رہی ہے۔ آپ کی رنگت مبارک کی سفیدی اس کی سیاہی کو اور اس کی سیاہی آپ کی سفیدی کو حسین بنا رہی ہے۔‘‘

۶۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

خرج النبی ﷺ ذاتَ غداةٍ، و علیه مرط مرحل من شعر أسود۔(۲)

۸۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۱۹۵، رقم: ۶۲۸۴

۹۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۴۴۲

۱۰۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۰۰

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۳۰۵، رقم: ۶۳۹۵

۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۲:۱۷۰، رقم: ۲۹۱

۳۔ اسحاق بن راہویہ، المسند، ۳:۹۸۷، رقم: ۱۷۱۲

۴۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۹، رقم: ۱۰۹۳

۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۰۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۶۴۹، کتاب اللباس والزینۃ، رقم: ۲۰۸۱

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۱۱۹، ابواب الأدب، رقم: ۲۸۱۳

←

’’ایک دن رسول اللہ ﷺ کالے بالوں کا بنا ہوا کمبل اوڑھ کر باہر آئے، جس پر پالان کا ڈیزائن بنا ہوا تھا۔‘‘

۷۔ حضرت ابو رمثہ ﷺ بیان کرتے ہیں:

رأیتُ رسول اللہ ﷺ و علیه بردان أخضران۔(۱)

’’میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا۔‘‘

ازار مبارک

آقائے دوجہاں ﷺ نے اپنی حیاتِ مقدسہ میں لنگی استعمال فرمائی۔ پائجامہ، شلوار اگرچہ زیبِ تن نہیں فرمائے مگر انہیں پسند فرمایا۔ آپ ﷺ کی لنگی مبارک موٹی ہوتی تھی۔

۱۔ حضرت ابو بردہ ﷺ سے روایت ہے:

أخرجتْ إلینا عائشةُ رضی اللہ عنہا کساءً ملبداً و إزاراً غلیظاً، فقالت:

۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۶۷، رقم: ۷۰

۴۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۴۴، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۳۲

۵۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۲:۱۲۸، رقم: ۲۶۸

۶۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۷، رقم: ۱۰۸۷

۷۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۴۴۶

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۱۱۹، ابواب الأدب، رقم: ۲۸۱۲

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۸۶، کتاب الترجل، رقم: ۴۲۰۶

۳۔ نسائی، السنن، ۳:۱۸۵، کتاب صلاۃ العیدین، رقم: ۱۵۷۲

۴۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۴۷، رقم: ۶۶

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۲۸

۶۔ حاکم، المستدرک، ۲:۶۶۴، رقم: ۴۲۰۳

قُبِضَ روحُ رسولِ اللہ ﷺ فی ھٰذین۔(۱)

’’حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں پیوند لگی ایک چادر اور ایک موٹا تہبند دکھایا، پھر فرمایا: ان دو کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا۔‘‘

۲۔ حضرت یزید بن ابی حبیب بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان رسولُ اللّٰہِ ﷺ یرخی إزارَہ مِن بین یدیہ و یرفعہ مِن ورائِہ۔(۲)

’’نبئ اکرم ﷺ اپنے تہبند کو آگے سے ڈھیلا رکھتے تھے اور پیچھے سے اوپر کو اٹھا ہوا رکھتے تھے۔‘‘

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

و إزار مِن نسج عمان، طولہ أربعۃ أذرع و شبر فی ذراعین و شبر۔(۳)

’’نبئ اکرم ﷺ کی عمان کی بنی ہوئی لنگی مبارک چار ہاتھ اور ایک بالشت لمبی اور دو ہاتھ اور ایک بالشت چوڑی تھی۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۰۸، رقم: ۱۲۰
۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۴۵، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۳۶
۳۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱:۱۴۰، ۱۴۱
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶:۸
۵۔ صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، ۷:۳۰۴

(۲) لحجی، منتہی السؤل، ۱:۴۸۷

(۳) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۵۰
۲۔ حلبی، انسان العیون، ۳:۴۵۱
۳۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱:۱۳۷

عمامہ شریف

حضور نبیِّ اکرم ﷺ سَر ڈھانپنے کے لئے عام طور پر عمامہ شریف استعمال فرماتے۔ اس حوالے سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نبود عمامه شريف آنحضرت ﷺ بسيار بزرگ و گران که ازان بر سر مبارك باری بود، و نه صغير که قاصر بود از و قا به سر از خرد برد آمده است که از چهارده ذراع زياده نبود و گاهی هفت ذراع بودی۔(۱)

''حضور نبیِّ اکرم ﷺ کا عمامہ شریف نہ تو بہت بڑا اور بھاری ہوتا کہ سرِ اقدس پر بوجھ ہو اور نہ اس قدر چھوٹا کہ سر پر تنگ ہو بلکہ اعتدال کے ساتھ، شرعی چودہ گز سے زیادہ نہ ہوتا اور کبھی سات گز ہوتا تھا۔''

۱۔ حضور نبیِّ اکرم ﷺ عمامہ شریف باندھتے ہوئے ایک کنارہ دونوں کندھوں کے درمیاں لٹکاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كان النبی ﷺ إذا اعتمّ سدل عمامته بين كتفيه۔(۲)

''حضور نبیِّ اکرم ﷺ جب عمامہ شریف باندھتے تو اس کا شملہ اپنے دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑا رکھتے تھے۔''

۲۔ حضرت عَمرو بن حریث رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا:

كأنّی أنظر إلى رسولِ الله ﷺ على المنبر و عليه عمامةٌ سوداءُ

---

(۱) عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، ۱:۵۴۵، باب یازدہم

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۲۵، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۳۶

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۱۷۳، رقم: ۶۲۵۱

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۵۶

قد أرخىٰ طرفيها بين كتفيه۔(۱)

’’گویا میں (تصور میں) حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو منبر شریف پر دیکھ رہا ہوں، کہ آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ شریف باندھا ہوا ہے اور اس کے دونوں شملوں کو اپنے دونوں مبارک کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا ہے۔‘‘

ائمہ و محدثینِ کرام نے آپ ﷺ کے مبارک شملہ کی مقدار کا تعین بھی فرمایا ہے۔ شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و گفته اند که ادنی مقدار عذبه چهار انگشت است و اکثر آں تانصف ظهر و زیاده برآں داخل اسبال است که حرام و مکروه است۔(۲)

’’علمائے کرام کے نزدیک شملہ کی لمبائی کم از کم چار انگلیوں کے برابر ہے اور زیادہ سے زیادہ نصف کمر تک، اس سے زیادہ لمبائی اسبال (غیر موزوں اور غیر مناسب لمبائی) میں شمار ہے جو حرام اور مکروہ ہے۔‘‘

۳۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ عمامہ شریف باندھنے میں گولائی کا انداز اختیار فرماتے تھے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كان يُدير العمامةِ على رأسِه و يغرزها من ورائه، و يرسل لها ذؤابة بين كتفيه۔(۳)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ عمامہ شریف باندھتے ہوئے اُسے گولائی میں سرِ اقدس کے

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۹۹۰، کتاب الحج، رقم: ۱۳۵۹

۲۔ ابوداود، السنن، ۴: ۵۴، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۷۷

۳۔ نسائی، السنن، ۸: ۲۱۱، کتاب الزینۃ، رقم: ۵۳۴۶

۴۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۳۵۱، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، رقم: ۱۱۰۴

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۲۴۶، رقم: ۵۷۷۱

(۲) عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، ۱: ۵۴۶

(۳) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۱۷۴، رقم: ۶۲۵۲

←

گرد لپیٹتے اور آخری حصہ کو پشتِ اقدس کی جانب اس میں اڑا لیتے اور ایک کنارہ دونوں مبارک کندھوں کے درمیان لٹکائے رکھتے۔‘‘

آقائے دوجہاں ﷺ کا پگڑی باندھنا سنتِ متواترہ سے ثابت ہے۔ اربابِ سیر نے کثرت سے تاجدارِ کائنات ﷺ کی سیاہ پگڑی کا ذکر کیا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أنَّ رسول اللہ ﷺ دخل یوم فتح مکۃ و علیہ عمامۃٌ سوداء۔ (۱)

۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۰۲، رقم: ۵۵۵

۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۸۰، رقم: ۱۰۹۸

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۹۹۰، کتاب الحج، رقم: ۱۳۵۸

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۱۹۶، ابواب الجہاد، رقم: ۱۶۷۹

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۵۴، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۷۶

۴۔ نسائی، السنن، ۵: ۲۰۱، کتاب مناسک الحج، رقم: ۲۸۶۹

۵۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۹۴۲، کتاب الجہاد، رقم: ۲۸۲۲

۶۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۰۵، رقم: ۱۱۵

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۶۳

۸۔ دارمی، السنن، ۲: ۱۰۱، رقم: ۱۹۳۹

۹۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۳۷، رقم: ۳۷۲۲

۱۰۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۲: ۲۵۸

۱۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۴۰۵، رقم: ۳۶۹۱۸

۱۲۔ ابویعلیٰ، المسند، ۴: ۱۱۰، رقم: ۲۱۴۶

۱۳۔ طیالسی، المسند، ۱: ۲۴۱، رقم: ۱۷۴۹

۱۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۴: ۳۷۱، رقم: ۴۴۶۳

۱۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵: ۱۷۷، رقم: ۹۶۲۲

۱۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۱۴۰

۱۷۔ ابن جوزی، الوفا، ۵۸۰، رقم: ۱۰۹۷

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ فتحِ مکہ کے روز مکہ مکرمہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ ﷺ کے سرِ انور پر سیاہ پگڑی بندھی ہوئی تھی۔‘‘

۴۔ آپ ﷺ نے بعض موقعوں پر سیاہ رنگ کے علاوہ سفید، زرد اور زعفرانی رنگ کا عمامہ بھی باندھا۔

حضرت عباد بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أنه بلغه أنّ الملائكةَ نزلتْ يومَ بدرٍ عليهم عمائم، صفر و جاء النبيﷺ و عليه عمامة صفراء۔(۱)

’’مجھے یہ خبر ملی ہے کہ غزوۂ بدر کے دن فرشتوں کے سروں پر زرد رنگ کے عمامے تھے اور جب نبیٔ اکرم ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے بھی زرد رنگ کا عمامہ باندھا ہوا تھا۔‘‘

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

خرج علينا رسول اللهﷺ و عليه قميص أصفر، و رداء أصفر و عمامة صفراء۔(۲)

’’رسول اکرم ﷺ باہر تشریف لائے جبکہ آپ ﷺ زرد رنگ کی قمیص، چادر اور عمامہ پہنے ہوئے تھے۔‘‘

۶۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

دخلتُ على رسولِ اللهﷺ فى مرضِه الذى توفى فيه، و على رأسِه عصابة صفراء، فسلمتُ عليه، فقال: يا فضل! قلتُ: لبيک

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۳

(۲) ۱۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۳۵۲

۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۳

يا رسولَ الله، قال: اشدد بهذه العصابة رأسي، قال: ففعلت، ثم قعد۔(۱)

''میں رسول اللہ ﷺ کے مرض کے آخری ایام میں حاضرِ خدمت ہوا تو آپ ﷺ کے سر مبارک پر زرد رنگ کا عمامہ تھا۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: فضل! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: اس پگڑی سے میرا سر باندھو، پس میں نے ایسا ہی کیا، پھر آپ ﷺ بیٹھ گئے۔''

حافظ ابو الخیر سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رأيتُ من نسب لعائشة رضی اللہ عنہا أنّ عمامةَ رسولِ الله ﷺ في السفر كانتْ بيضاء، و في الحضرِ كانتْ سوداء۔(۲)

''میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منسوب یہ روایت پڑھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دورانِ سفر سفید اور جب گھر میں ہوتے تو کالے رنگ کا عمامہ شریف استعمال فرمایا کرتے تھے۔''

حضرت یحییٰ بن عبداللہ بن مالک فرماتے ہیں:

كان رسولُ الله ﷺ يصبغ ثيابه كلها بالزعفران: قميصه و رداء و عمامته۔(۳)

''رسولِ اکرم ﷺ اپنے تمام کپڑوں قمیض، چادر اور عمامہ کو زعفران سے رنگا

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۳:۱۲۲

۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۲

(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۶

(۳) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۳

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۵۲

۳۔ حلبی، انسان العیون، ۳:۴۵۲

کرتے تھے۔‘‘

۴۔ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان رسولُ اللہ ﷺ یصبغ ثیابَہ کلَّھا بالزعفران، حتی العمامۃ۔(۱)

’’رسولِ اکرم ﷺ اپنے تمام کپڑوں حتیٰ کہ عمامہ کو بھی زعفران سے رنگا کرتے تھے۔‘‘

۵۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رأیتُ علی النبی ﷺ ثوبین، مصبوغین بزعفران و رداء و عمامۃ۔(۲)

’’میں نے رسولِ خدا ﷺ کے جسمِ اطہر پر دو کپڑے، چادر اور عمامہ دیکھے، جو زعفران میں رنگے ہوئے تھے۔‘‘

۶۔ امام عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

و لبس عمامۃً بیضاءً تارۃً و سوداء اُخریٰ۔(۳)

---

(۱) ا۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۳
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۵۲
۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۴۵۲

(۲) ا۔ حاکم، المستدرک، ۳:۶۵۶، رقم: ۶۴۱۵
۲۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۹:۱۴۸، رقم: ۱۲۷
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵:۱۵۷، رقم:۶۰۱
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۵۲
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۳

(۳) مناوی، فیض القدیر، ۱:۱۸۹

’’آپ ﷺ نے کبھی سفید اور کبھی سیاہ رنگ کا عمامہ باندھا۔‘‘

۷۔ آپ ﷺ کی ایک پگڑی کا نام سحاب تھا۔ جیسا کہ درج ذیل روایت میں مذکور ہے:

و اعلم أنه ﷺ كانتْ له عمامةٌ تسمّى السحابُ وكان يلبس تحتها القلانس۔(۱)

’’اور جان لیجئے کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کا ایک عمامہ شریف تھا جس کو السحاب کا نام دیا گیا تھا، اور حضور ﷺ اس کے نیچے ٹوپیاں پہنتے تھے۔‘‘

ٹوپی شریف

کتبِ احادیث و سیر میں دستارِ اقدس کے علاوہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کی تین اقسام کی ٹوپیوں کا ذکر ملتا ہے۔ ابن جوزی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت بیان کرتے ہوئے تحریر کیا:

كان لرسولِ الله ﷺ ثلاث قلانسٍ: قلنسوة بيضاء مِصريّة، و قلنسوة بُرد حبرة، و قلنسوة ذاتِ آذانٍ يلبسها في السَّفرِ۔(۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی تین ٹوپیاں تھیں: ایک سفید رنگ کی مصری ٹوپی تھی،

---

(۱) ۱۔ ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱:۲۰۴
۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۰۲، رقم: ۵۵۵
۳۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۲:۱۹۷، رقم: ۳۰۷
۴۔ ابن قیم، زادالمعاد، ۱:۱۳۵
۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۴۵۲

(۲) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۸۴
۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۲:۲۱۱، رقم: ۳۱۵
۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۸۱، رقم: ۱۱۰۳

دوسری ٹوپی یمنی چادروں کے کپڑے کی بنی ہوئی تھی اور تیسری کانوں والی ٹوپی تھی، جو عموماً حضور ﷺ سفر کے دوران پہنا کرتے تھے۔‘‘

عمامے کے بغیر صرف ٹوپی پہننا بھی سُنت ہے

سر ڈھانپنے کے باب میں حضور علیہ السلام سے تین طرح کی سنتیں ثابت ہیں، جن میں سے کسی ایک پر بھی عمل ہو جائے تو یہ عمل مسنون ہوگا:

۱۔ٹوپی اور عمامہ: آپ ﷺ نے ٹوپی کے اُوپر عمامہ باندھا۔

۲۔بغیر ٹوپی کے عمامہ: آپ ﷺ نے بسا اوقات بغیر ٹوپی کے صرف عمامہ باندھا۔

۳۔بغیر عمامہ کے ٹوپی: اسی طرح یہ بھی آپ ﷺ کی سُنت ہے کہ آپ ﷺ نے خالی ٹوپی پہنی جس پر عمامہ نہ تھا۔

ابن عساکر کے حوالے سے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے اس معمول مبارک کے بارے میں یہ روایت ملتی ہے:

کان ﷺ یلبس القلانس تحت العمائم وبغیر العمائم، و یلبس العمائم بغیر القلانس۔(۱)

’’آپ ﷺ عمامہ کے نیچے ٹوپی استعمال فرماتے اور کبھی ٹوپی بغیر عمامہ کے اور کبھی عمامہ بغیر ٹوپی کے استعمال فرماتے۔‘‘

اس سے ثابت ہوا کہ صرف ٹوپی پہن کر نماز ادا کرنا بھی اسی طرح سُنت ہے جس طرح عمامہ پہن کر سُنت ہے۔ چونکہ حضور ﷺ نے عمامہ شریف اکثر استعمال فرمایا اس لئے اس کی فضیلت میں کسی کو اختلاف نہیں، لیکن اُسے لازم قرار دینا یا اس کے بغیر امام کی

(۱) ۱۔سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۶۷، رقم: ۶۹۹

۲۔حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۴۵۲

۳۔صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۸۵

اقتداء میں نماز ادا کرتے ہوئے کراہت محسوس کرنا ہرگز جائز نہیں۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ ننگے سر نماز ادا کرنا خلافِ سُنت ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی ننگے سر نماز ادا نہیں کی۔ (۱)

نعلینِ مقدسہ

احادیثِ مبارکہ میں حضور ﷺ کے نعلینِ مقدسہ کا ذکر کثرت سے آیا ہے۔ اربابِ سیر نے بھی بصد احترام آپ ﷺ کے نعلینِ مقدسہ کا ذکر کیا ہے۔ متعدد احادیثِ مبارکہ میں مذکور ہے کہ ایک وقت میں حضور ﷺ کے پاس پاپوش مبارک کا ایک ہی جوڑا ہوتا، آپ ﷺ کے نعلینِ مبارکہ کے تبرکات آج بھی عشاقِ مصطفیٰ ﷺ کا عظیم سرمایہ ہیں، جن کی زیارت سے وہ مشام روح کی تسکین کا سامان کرتے ہیں:

۱۔ ابو الشیخ حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

کان رسولُ اللهِ ﷺ إذا لبس نعليه بدأ باليمنىٰ و إذا خلع خلع اليسرىٰ۔(۲)

’’نبی اکرم ﷺ جب نعلین پہنتے تو دائیں پاؤں سے شروع فرماتے اور جب اُتارتے تو بائیں پاؤں سے آغاز کرتے۔‘‘

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

کان النبی ﷺ يعجبه التيمن فی تنعّلِه و ترجّلِه و طهوره فی شأنِه كلِّه۔(۳)

’’نبیٔ اکرم ﷺ نعلین پہننے میں، کنگھی کرنے اور طہارت میں الغرض اپنے ہر کام میں دائیں جانب (سے شروع کرنے) کو پسند فرماتے تھے۔‘‘

---

(۱) شعرانی، کشف الغمہ، ۱:۱۰۷

(۲) مقری، فتح المتعال فی مدح النعال:۱۱۸

(۳) مقری، فتح المتعال فی مدح النعال:۱۲۱

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

كان رسولُ الله ﷺ إذا لبس نعلَيه بدأ باليمينِ، و إذا خَلَعَ خَلَعَ باليُسرىٰ۔(۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ جب جوتا مبارک پہنتے تو دائیں جانب سے آغاز فرماتے اور جب اُتارتے تو بائیں جانب سے شروع کرتے تھے۔‘‘

حضور ﷺ کی سادگی اور فقر کا عالم یہ تھا کہ آپ ﷺ اپنے پاپوش مبارک خود اپنے دستِ اقدس سے گانٹھ لیا کرتے تھے۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے نعلینِ پاک کی ہیئت زبان کی طرح تھی، یعنی زبان کی طرح نوکدار، درمیان میں پتلی اور ایڑی چوڑی تھی اور اس کے دو زمام (تسمے) ہوتے تھے۔

نعلینِ مقدسہ کے حوالے سے چند روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ حدثنا عيسىٰ بن طهمان، قال: أخرج إلينا أنس نعلَين جرداوَين، لهما قبالان، فحدّثني ثابت البُناني بعد عن أنس: أنهما نعلا النبي ﷺ۔(۲)

’’حضرت عیسیٰ بن طہمان سے مروی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں دو پرانے پاپوش مبارک کی زیارت کروائی۔ دونوں کے دو دو تسمے تھے۔ اس کے بعد ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا کہ یہ پاپوش مبارک حضور علیہ السلام کے زیر استعمال رہے ہیں۔‘‘

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۲۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۱۳۱، کتاب الجہاد، رقم: ۲۹۴۰

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۸۳، رقم: ۷۸

۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۱۷۷، رقم: ۶۲۷۰

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۶

۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۱۸

۲۔ حضرت اسماعیل بن اُمیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

كانتْ نعلُ رسولِ اللهِ ﷺ مخصرةً معقبةً، لها قبالانِ، سبية۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ کے مبارک نعلین مبارکہ مخصرہ (باریک پہلو والی) چوڑی ایڑی والے تھے، جن کے دو تسمے تھے اور وہ رنگے ہوئے چمڑے کے تھے۔''

۳۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رأيتُ رسولَ اللهِ ﷺ يصلّى فى نعلين مخصوفتين مِن جلودِ البقر۔(۲)

''میں نے نبیٔ اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا درآنحالیکہ آپ نے گائے کے چمڑے سے بنے ہوئے پیوند لگے جوتے پہنے ہوئے تھے۔''

۴۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أن محمد بن على أخرج لهم نعلى رسولِ اللهِ ﷺ، فأرانى معقبة مثل الحضرمية، لها قبالان۔(۳)

''محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے نبیٔ اکرم ﷺ کے نعلین پاک نکال کر ہمیں دکھائے، ان کی ایڑیاں چوڑی، درمیان میں پتلی اور دو تسمے تھے۔''

۵۔ ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں:

عندنا نعل رسول اللهِ ﷺ معقبة مخصرة ملسنة۔(۴)

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۲۰

(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۲۰

(۳) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۷۸

۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۱۹

(۴) ۱۔ مقری، فتح المتعال: ۱۴۵

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۷۸

’’ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے ایسے نعلین پاک ہیں، جن کی ایڑی چوڑی، درمیان میں پتلی اور اگلا حصہ نوکدار ہے۔‘‘

موزے

حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ایک موقع پر حضور ﷺ کی بارگاہ میں تحفہ کے طور پر دو سیاہ رنگ کے موزے بھجوائے۔ حضور ﷺ نے یہ دونوں پہن لئے اور وضو کرکے اُن پر مسح فرمایا۔ (۱)

۲۔ حضرت دحیہ کلبی ﷺ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو تحفتاً دو موزے پیش کئے۔ آپ ﷺ اُنہیں پہنتے رہے یہاں تک کہ وہ استعمال کرتے کرتے پھٹ گئے۔ (۲)

۱۸۔ حضور ﷺ کا بال بنوانا

حضور نبی اکرم ﷺ کا ہر عمل نفاست پسندی کا آئینہ دار ہوتا تھا۔ آپ ﷺ اپنے سر مبارک کے بال کٹواتے تھے اور کبھی کبھار کٹوانا چھوڑ بھی دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۱۲۴، ابواب الأدب، رقم: ۲۸۲۰

۲۔ ابوداؤد، ۱: ۳۹، کتاب الطہارۃ، رقم: ۱۵۵

۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۱۸۲، کتاب الطہارۃ وسننھا، رقم: ۵۴۹

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۵۲

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱: ۱۶۲، رقم: ۱۸۶۲

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۲۸۲، رقم: ۱۲۵۶

۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۸۲

۸۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۱۷

(۲) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۱۷

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۸۱، رقم: ۷۵

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵: ۱۳۹

آپ ﷺ کی مبارک زلفیں کبھی کندھوں کو چھو رہی ہوتیں اور کبھی کانوں کی لَو کے برابر ہوتیں۔

۱۔ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں: جب حضور ﷺ بال کٹوانے کی طرف اِلتفات نہ فرماتے تو وہ کندھوں تک بڑھ جاتے اور جب حضور ﷺ کٹواتے تو یہ کانوں کے نصف حصے تک پہنچ جاتے، پس بالوں کا لمبا اور چھوٹا ہونا اس سبب سے تھا۔(۱)

۲۔ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے حج و عمرہ کے علاوہ کبھی سر مبارک کا حلق نہیں کروایا یعنی بال نہیں منڈوائے۔ راوی بیان کرتا ہے:

و لم یرو أنهﷺ حلق رأسَه الشریف فی غیرِ نسک حج أو عمرة فیما علمتُه، فتبقیةُ الشعرِ فی الرأسِ سنةٌ و مُنکرها مع علمه یجب تأدیبه، ومَن لم یستطع التبقیة فیباح له إزالته۔(۲)

’’میں کوئی ایسی روایت نہیں جانتا جس میں مناسکِ حج اور عمرہ کے علاوہ حضور ﷺ نے سر مبارک کا حلق کروایا ہو۔ پس سر پر بال رکھنا سنت ہے، اور جو یہ جانتے ہوئے اس کا انکار کرے اسے تادیباً سزا دی جائے اور جو (کسی عذر کی وجہ سے) بال نہیں رکھ سکتا اُس کے لئے بال اتروانا جائز ہے۔‘‘

۳۔ سیدنا انس بن مالک ﷺ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حج کے روز رمی، جمرہ اور قربانی کے بعد حلق کروایا۔ وہ آگے بیان کرتے ہیں:

ناول الحالق شقّه الأیمن فحلقه، ثم دعا أبا طلحة الأنصاری، فأعطاه أیاه، ثم ناوله الشق الأیسر، فقال: احلق۔ فحلقه، فأعطاه أبا طلحةَ، فقال: أقسمه بین الناس۔(۳)

---

(۱) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۲۹۷

(۲) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۳۰۱

۲۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ، ۲۱۴

(۳) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۹۴۷، کتاب الحج، رقم: ۱۳۰۵

←

’’حضور ﷺ نے سر مبارک کا دایاں حصہ حجام کی طرف کیا جس کو اس نے مونڈھا۔ پھر حضور ﷺ نے ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور وہ بال اُنہیں عطا کئے۔ پھر حضور ﷺ نے بایاں حصہ حجام کی طرف کیا اور حجام سے فرمایا: اسے کاٹو۔ پس حجام نے بائیں طرف کے بال اُتارے تو حضور ﷺ نے وہ بھی ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو عنایت کر دیے اور فرمایا: انہیں لوگوں میں تقسیم کر دو۔‘‘

۴۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لقد رأيتُ رسولَ اللهِ ﷺ والحلّاق يحلقه، و أطافَ به أصحابُه، فما يريدون أنْ تقعَ شعرة إلا في يدِ رجل۔(۱)

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۳:۲۵۵، ابواب الحج، رقم: ۹۱۲
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۲:۲۰۳، کتاب المناسک، رقم: ۱۹۸۱
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۹:۱۹۱، رقم: ۳۸۷۹
۵۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴:۲۹۹، رقم: ۲۹۲۸
۶۔ حاکم، المستدرک، ۱:۶۴۷، رقم: ۱۷۴۳
۷۔ حمیدی، المسند، ۲:۵۱۲، رقم: ۱۲۲۰
۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۶۷، رقم: ۱۳۱۸۷
۹۔ ابن قدامہ، المغنی، ۳:۲۲۲

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۱۲، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۲۵
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۳۳
۳۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۸۰، رقم: ۱۲۷۳
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۶۸، رقم: ۱۳۱۸۹
۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۳۰، ۲:۱۸۱
۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵:۱۸۹
۷۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۱۸۸
۸۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۳۰۰

←

’’میں نے حضور ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ حجام آپ ﷺ کے بال اُتار رہا ہے اور آپ ﷺ کے صحابۂ کرام آپ ﷺ کے اردگرد ہالہ بنائے ہوئے ہیں اور ہر کوئی آرزومند ہے کہ حضور ﷺ کا ہر موئے مبارک اسی کے ہاتھ لگے۔‘‘

۵۔ حضور ﷺ کی ریش مبارک اور مونچھیں بھی اعتدال اور توازن کی ایک دلآویز مثال تھیں۔

حضرت عَمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

أنّ النبیﷺ کان یأخذُ مِن لحیتِہ مِن عرضِھا و طولِھا۔(۱)

’’حضور ﷺ اپنی داڑھی مبارک طولاً و عرضاً کٹواتے تھے۔‘‘

۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

کان رسول اللہﷺ یقصّ أو یأخذ مِن شاربِہ۔(۲)

’’حضور ﷺ اپنی مونچھیں مبارک کٹواتے تھے۔‘‘

۷۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ، حضرت ابوعبداللہ اور حضرت ابو رمثہ ﷺ سے مروی ہے:

۹۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۳۲۹

۱۰۔ صیداوی، معجم الشیوخ، ۱:۱۲۵، رقم:۷۷

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۹۴، ابواب الادب، رقم: ۲۷۶۲

۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۶۳، رقم: ۴۶۴

۳۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۱:۱۴۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۹۳، ابواب الادب، رقم: ۲۷۶۰

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۰۱

۳۔ ابویعلیٰ، المسند، ۵:۱۰۴، رقم: ۲۷۱۵

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۲۲۲، رقم: ۶۴۴۳

۵۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴:۲۳۰

أنّ رسولَ اللهِ ﷺ كان يقلم أظفاره و يقصّ شاربَه يوم الجمعة قبلَ أنْ يروح إلى الصلوة۔(۱)

''رسولِ اکرم ﷺ نماز جمعہ کے لئے تشریف لے جانے سے پہلے اپنے ناخن مبارک تراشتے تھے اور اپنی مونچھیں کٹواتے تھے۔''

۸۔ حضرت میل بن مشرح اشعری ؓ سے روایت ہے:

رأيتُ أبي قلم أظفاره ثم دفنها، و قال: أى بنية هكذا رأيتُ رسولَ الله ﷺ يفعل۔(۲)

''میں نے اپنے والد گرامی کو اپنے ناخن تراشتے اور پھر انہیں دفن کرتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے فرمایا: اے بیٹی! میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا۔''

۹۔ حضرت ابو جعفر ؓ سے روایت ہے:

كان رسولُ الله ﷺ يستحبّ أن يأخذَ من شاربه و أظفاره يومَ الجمعة۔(۳)

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱:۲۵۷، رقم: ۸۴۲
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳:۲۴، رقم: ۲۷۶۳
۳۔ بغوی، شرح السنہ، ۱۲:۱۱۳، رقم: ۳۱۹۷
۴۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۰۹، رقم: ۱۱۷۸
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۴۸

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰:۳۲۲، رقم: ۷۶۲
۲۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸:۴۵، رقم: ۲۰۹۴
۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۴۹

(۳) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۲۴۴، رقم: ۵۷۵۸
۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۴۸

”حضور ﷺ جمعہ کے دن اپنے ناخن اور مونچھیں چھوٹی کرنا پسند فرماتے تھے۔“

۱۹۔ حضور ﷺ کا خضاب لگانا

حضور ﷺ کے خضاب لگانے کے بارے میں دو طرح کی روایات ملتی ہیں: ایک وہ جن میں سرکارِ دوعالم ﷺ کے خضاب لگانے کا ذکر ہے اور دوسرے وہ جن میں خضاب لگانے کی نفی کی گئی ہے۔ ہم دونوں قسم کی روایات میں سے چند ایک کا ذکر کرنے کے بعد ذیل میں ان کی تطبیق پیش کریں گے تاکہ صحیح صورتحال واضح ہو سکے:

۱۔ حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

دَخَلْتُ علی أمّ سلمةَ، فأخرجتُ إلینا شعراً مِن شعرِ النبیّ ﷺ، مخضوبًا۔(۱)

”میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، تو وہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک لائیں جو خضاب سے رنگے ہوئے تھے۔“

۲۔ حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں:

رأیتُ شعر رسولِ اللہ ﷺ مخضوباً۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۲۱۰، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۵۸
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۱۹۶، کتاب اللباس، رقم: ۳۶۲۳
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶:۲۹۶
۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵:۱۸۲، رقم: ۲۵۰۰۹
۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۳:۳۳۲، رقم: ۷۶۴
۶۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۲۱۳، رقم: ۶۴۰۰
۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۳۷
۸۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲:۲۲۳

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۶۲، رقم: ۴۸

’’میں نے حضور ﷺ کے رنگے ہوئے موئے مبارک دیکھے۔‘‘

۳۔ حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل نے فرمایا:

رأیتُ شعر رسولِ اللهﷺ عند أنسِ بن مالک مخضوباً۔(۱)

’’میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے رنگے ہوئے بال مبارک دیکھے۔‘‘

۴۔ عثمان بن موہب فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا:

هل خضب رسولُ اللهﷺ؟ قال: نعم۔(۲)

’’کیا رسول اللہ ﷺ خضاب لگاتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔‘‘

۵۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قیل له: هل خضب رسولُ اللهﷺ؟ قال: نعم۔(۳)

’’ان سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا تھا؟ اُنہوں نے کہا: ہاں۔‘‘

مذکورہ بالا روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ مقدسہ میں خضاب استعمال فرمایا تھا جبکہ بعض روایات میں آپ ﷺ کے خضاب استعمال

۲۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱:۱۷۶

۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۰۶، رقم: ۳۳۰

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۶۲، رقم: ۴۹

۲۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱:۱۷۶

۳۔ لحجی، منتھی السول، ۱: ۳۳۵

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۶۰، رقم: ۴۶

۲۔ لحجی، منتھی السول علی وسائل الوصول: ۱: ۳۲۹، ۳۳۰

(۳) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۳۸

نہ کرنے کا ذکر ہے۔ ایسی روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو خضاب لگانے کی نوبت ہی پیش نہ آئی تھی۔ صحابہ کرام ﷺ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ریش مبارک میں گنتی کے چند بال سفید نظر آتے تھے جنہیں بآسانی شمار کیا جا سکتا تھا، بعض صحابہ کرام ﷺ نے ان کی تعداد ۱۷ بتائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض روایات میں آپ ﷺ کے خضاب نہ لگانے کا ذکر ہے۔

حضرت ثابت ﷺ بیان کرتے ہیں:

سُئل أنسٌ عَنْ خضاب النبی ﷺ، فقال: انه لَمْ یبلغ ما یخضب لَوْ شئْتُ أنْ أعد شمطاتهٖ فی لحیتهٖ۔(۱)

''حضرت انس ﷺ سے نبیٔ اکرم ﷺ کے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا: آپ ﷺ خضاب کی عمر کو پہنچے ہی نہیں تھے (اس لئے خضاب لگانے کی نوبت ہی نہ آتی تھی)، اگر میں چاہتا تو آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کے سفید بالوں کو گن سکتا تھا۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۱۰، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۵۶
۲۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۴۰، کتاب الزینہ، رقم: ۵۰۸۶
۳۔ ترمذی، شمائل المحمدیہ، ۱: ۵۵، رقم: ۳۷
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۲۷
۵۔ طیالسی، المسند، ۱: ۲۸۱، رقم: ۲۱۰۰
۶۔ ابویعلی، المسند، ۵: ۲۷۵، رقم: ۲۸۹۳
۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۳۱
۸۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویۃ، ۴: ۱۱۲
۹۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۲۳
۱۰۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۲۰

مذکورہ روایات میں تطبیق

حضور ختمی مرتبت ﷺ کے خضاب لگانے یا نہ لگانے کے حوالے سے جو روایات درج کی گئی ہیں، وہ بظاہر ایک دوسرے سے متعارض دکھائی دیتی ہیں، مگر ائمہ و محدثین اور شارحین نے ان کی تطبیق کی ہے اور مسئلہ سلجھانے کی سعی فرمائی ہے۔

حضرت علامہ محمد عاقل لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب 'حلاوۃ المتعلمین' میں مختلف روایات کی تطبیق ان الفاظ میں کی ہے:

> رسولِ خدا درودِ خدا بر و سلامتے در بعضے اوقات صداع، حنا را بسرِمبارکِ خود می مالید، بنابرآں موئے مبارکِ او ملّون می شد و مردم گماں می بردند کہ خضاب کردہ است، و در حقیقت خضابِ متعارف نبود، و احتمال است کہ نفی و اثبات براختلافِ اوقات باشد، یک وقتے کردہ باشد و اکثر اوقات نکردہ، پس رعایتِ ھر یکے بر وفق معاینہ اوست۔(۱)

''بعض اوقات حضور ﷺ سرِ اقدس میں درد کی وجہ سے مہندی لگاتے، اس سے حضور ﷺ کے بالوں کا رنگ بدل جاتا تو دیکھنے والے گمان کرتے کہ حضور ﷺ نے خضاب لگایا ہے جبکہ درحقیقت وہ خضاب نہیں ہوتا تھا نیز اس امر کا بھی احتمال ہے کہ اختلاف اوقات کی بناء پر روایات میں نفی و اثبات ہوا ہو۔ ممکن ہے کسی ایک وقت میں خضاب لگایا ہو اور اکثر اوقات ایسا نہ کیا ہو، لہٰذا جس نے جیسا دیکھا ویسے ہی بتا دیا۔''

۲۰۔ کنگھی فرمانے کا معمول

حضور ﷺ کے کنگھی فرمانے کا معمول بیان کرتے ہوئے ایک صحابی روایت

(۱) امیر شاہ گیلانی، انوارِ غوثیہ شرح الشمائل النبویہ: ۷۷، ۷۸

کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک دن چھوڑ کر اپنے بالوں میں کنگھی فرمایا کرتے تھے۔(۱)

۱۔ حضور ﷺ کا بالوں میں کنگھی فرمانے کا کیا طریقہ تھا اور آپ ﷺ کس قدر نفاست ملحوظ رکھتے تھے، اس حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان رسول الله ﷺ ليحبّ التيمّن فى طهورِه إذا تطهّر، و فى ترجّله إذا ترجّل، و فى انتعاله إذا انتعل۔(۲)

''حضور ﷺ وضو کرتے وقت دائیں جانب سے وضو کرنا پسند فرماتے اور جب بالوں میں کنگھی فرماتے تو دائیں جانب سے (شروع) کرتے تھے اور پاپوش مبارک بھی دائیں جانب سے پہنتے تھے۔''

۲۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من كان له شعرٌ فليكرمْه۔(۳)

''جس شخص نے بال رکھے ہوں اسے چاہیے کہ انہیں سنوار کر رکھے۔''

۳۔ حضرت انس ﷺ اس سلسلے میں روایت بیان فرماتے ہیں:

---

(۱) ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۵۴، رقم: ۳۶

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱:۲۲۶، کتاب الطہارت، رقم: ۲۶۸

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۲:۵۰۶، ابواب السفر، رقم: ۶۰۸

۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۱۴۱، کتاب الطہارت وسننہا، رقم: ۴۰۱

۴۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱:۱۲۲، رقم: ۲۴۴

۵۔ ابوعوانہ، المسند، ۱:۱۸۹، رقم: ۵۹۹

(۳) ۱۔ ابوداود، السنن، ۴:۷۶، کتاب الترجل، رقم: ۴۱۶۳

۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸:۲۳۰، رقم: ۸۴۸۵

۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۲۲۴، رقم: ۶۴۵۵

كان رسولُ الله إذا أخذ مضجعه مِن الليلِ ووضع له سواكه و طهوره و مشطه، فإذا أهبه الله مِن الليل استاك و توضأ و امتشط۔(۱)

’’نبی اکرم ﷺ جب رات کو بستر پر لیٹتے تو آپ ﷺ کی مسواک، پانی اور کنگھی آپ ﷺ کے پاس رکھے جاتے۔ جب بھی اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو بیدار فرماتا تو آپ ﷺ مسواک فرماتے اور وضو کر کے کنگھی فرماتے۔

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی ایک اور روایت میں ہے:

كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يكثر تسريح لحيته و رأسه بالماء۔(۲)

’’رسول اللہ ﷺ اکثر طور پر پانی کے ساتھ اپنے سرِ اقدس اور داڑھی مبارک کے بال تر فرما کر کنگھی فرماتے۔‘‘

۲۱۔ خوشبو استعمال کرنے کا معمول

حضور ﷺ کو خوشبو بے حد پسند تھی، آپ ﷺ کثرت سے خوشبو استعمال فرماتے۔ اگر خوشبو کا استعمال نہ بھی کرتے تب بھی جسمِ اطہر سے پیدا ہونے والی قدرتی خوشبو سے راستے تک مہک اُٹھتے اور جاں نثارانِ مصطفیٰ ﷺ پہچان لیتے کہ حضور ﷺ اس راستے سے گزرے ہیں۔ حضور ﷺ کے جسمِ اطہر کی خوشبو کا مقابلہ کوئی دوسری خوشبو نہ کر سکتی تھی۔

(۱) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۰۷، رقم: ۱۱۶۸

۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۳: ۹۰، رقم: ۵۲۸

۳۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۳: ۹۲، رقم: ۵۲۹

(۲) ۱۔ ابن جوزی، الوفا، ۶۰۷، رقم ۱۱۶۷

۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۳: ۱۰۱، رقم: ۵۳۵

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۸۴

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كانت للنبي ﷺ سكةٌ يتطيّبُ منها۔(۱)

''حضور رحمتِ عالم ﷺ کے پاس سکہ (عطر دان یا مرکب خوشبو) تھا، جس میں سے آپ ﷺ خوشبو استعمال فرماتے تھے۔''

۲۔ پہلے بھی ذکر کیا جاچکا ہے کہ حضور ﷺ کے جسمِ اطہر سے پھوٹنے والی خوشبو کا تعاقب کرتے کرتے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ تک پہنچ جایا کرتے تھے۔ اس حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ إذا مرّ في طريق من طرق المدينة و جد منه رائحة المسک، قالوا: مرّ رسولُ الله ﷺ في هذا الطريق۔(۲)

''رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ کے راستوں میں سے کسی راستے سے گزرتے تو اُس راستے میں (آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کی) خوشبو پھیل جاتی اور (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) پکار اُٹھتے کہ حضور ﷺ کا گزر اس راستے سے ہوا ہے۔''

۳۔ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہدیہ میں بھیجی ہوئی خوشبو واپس نہیں کیا کرتے تھے بلکہ فرماتے تھے:

---

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۱۷۸، کتاب الترجل، رقم: ۴۱۶۲

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۷۸، رقم: ۲۱۷

۳۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۷: ۲۲۹، رقم: ۲۶۶۹

۴۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۷۸

۵۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۴: ۲۷۹

(۲) ۱۔ ابویعلی، المسند، ۵: ۴۳۳، رقم: ۳۱۲۵

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۸۲

۳۔ ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۲: ۲

أنّ النبی ﷺ کان لا یرّد الطیب۔(۱)

’’حضور ﷺ خوشبو (کا ہدیہ) رد نہ فرمایا کرتے تھے، (تو میں ایسا کیوں کروں؟)‘‘

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ثلٰث لا تردّ: الوسائد، و الدھن، و اللبن۔(۲)

’’(تحفے میں دی گئی) تین چیزیں واپس نہ کی جائیں: تکیہ، تیل (خوشبو) اور دودھ۔‘‘

۵۔ محمد بن علی ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور دریافت کیا: اے اُم المومنین! کیا حضور ﷺ خوشبو استعمال فرماتے تھے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا:

نعم، بذکارۃ الطیب۔ قلتُ: و ما ذکارۃ الطیب؟ قالتْ: المسک و العنبر۔(۳)

’’ہاں آپ ﷺ ’ذکارۃ الطیب‘ لگاتے تھے۔ میں نے کہا: ’ذکارۃ الطیب‘ کیا چیز

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح ۵: ۱۰۸، ابواب الأدب، رقم: ۲۷۸۹

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ ۱: ۱۷۸، رقم: ۲۱۸

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۹۹

۴۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۷۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۱۰۸، ابواب الأدب، رقم: ۲۷۹۰

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۷۹، رقم: ۲۱۹

۳۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۷۷

(۳) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۹۹

۲۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۵۰، کتاب الزینۃ، رقم: ۵۱۱۶

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۴۲۷، رقم: ۹۴۰۷

ہے؟ اُنہوں نے جواباً فرمایا: مشک و عنبر۔‘‘

۲۲۔ آئینہ دیکھنے کا معمول

حضور نبیٔ اکرم ﷺ جب آئینہ دیکھتے تو اپنے پروردگار کا شکر بجالاتے۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب آئینہ دیکھتے تو دعا فرماتے:

اللّٰهم كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي۔(۱)

’’اے اللہ! جس طرح تو نے میری تخلیق کو حسین کیا ہے ایسے ہی میرے خُلق کو بھی حسین بنا دے۔‘‘

۲۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

كان رسولُ اللّٰه إذا نظر في المرآةِ، قال: الحمد للّٰهِ الذی حسن خلقي و خلقي، و زان مني ما شان من غيري۔(۲)

’’رسولِ اکرم ﷺ جب آئینہ میں اپنا چہرۂ اقدس دیکھتے تو فرماتے: اس اللہ رب

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۷۷
۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ و آدابہ، ۳: ۸۸، رقم: ۵۲۷
۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۰۸، رقم: ۱۱۷۳
۴۔ ابن سنی، عمل الیوم واللیلہ: ۵۷، رقم: ۱۶۰

(۲) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۴: ۱۱۱، رقم: ۴۴۵۹
۲۔ ابو یعلی، المسند، ۴: ۴۷۸، رقم: ۲۶۱۱
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۳۱۴، رقم: ۱۰۷۶۶
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵: ۱۷۰
۵۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ و آدابہ، ۳: ۹۵، رقم: ۵۳۱
۶۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۰۸، رقم: ۱۱۷۱

العزت کے لئے حمد و ثنا ہے جس نے میری تخلیق کو حسن و جمال سے آراستہ فرمایا اور میرے اَخلاق کو تہذیب و تربیت سے زینت بخشی اور مجھ میں ایسے اُمور پیدا فرمائے جو موجبِ زینت و زیبائش ہیں جبکہ دوسروں میں موجبِ عیب اُمور پیدا فرمائے۔‘‘

۳۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے:

كنتُ أزود رسولَ الله ﷺ في غزاة له، أزوده دهناً، و مشطاً، و المِرآة، و مقصين، و مكحلةً، و سواكاً۔(۱)

’’میں رسول اللہ ﷺ کے لئے غزوات کے موقع پر سامانِ سفر تیار کرتی تھی اور آپ ﷺ کے لئے تیل، کنگھی، آئینہ، قینچی، سرمہ دانی اور مسواک مہیا کرتی تھی۔‘‘

۲۳۔ انگوٹھی پہننے کا معمول

حضور ختمیٔ مرتبت ﷺ جو انگوٹھی پہنتے اس پر ’محمد رسول اللہ‘ کا نقش کندہ تھا۔ آپ ﷺ یہ انگوٹھی دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنتے تھے۔ آپ ﷺ اس منقش انگوٹھی کو اپنی مہر کے طور پر بھی استعمال میں لاتے تھے۔

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أنّ نبي الله ﷺ كان أراد أن يكتبَ إلى العجمِ، فقيل له: إنّ العجم لا يقبلون إلا كتابًا عليه خاتم، فاصطنع خاتماً من فضة، قال: كأني أنظر إلى بياضه في يده۔(۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے جب امرائے عجم کو خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو عرض کیا

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ و آدابہ، ۳: ۹۳، رقم: ۵۳۰

۲۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۰۹، رقم: ۱۱۷۴

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۵۷، کتاب اللباس والزینہ، رقم: ۲۰۹۲

←

گیا: یا رسول اللہ! امرائے عجم وہ خطوط قبول نہیں کرتے جن پر مہر نہ لگی ہو۔ پس اُس موقع پر حضور ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں، میں (چشمِ تصور سے) اب بھی اس کی سفیدی حضور ﷺ کے مبارک ہاتھ میں جھلکتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔''

۲۔ حضرت انس بن مالک ﷺ سے دوسری روایت ہے:

فاتخذ النبی ﷺ خاتماً مِن فضۃٍ، نقشُہ "محمدٌ رسولُ اللّٰہ" فکأنی ببصیص الخاتم فی أصبع النبی ﷺ أو فی کفہ۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر 'محمد رسول اللہ' نقش کرایا۔ (حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں: مجھے یوں لگتا ہے) گویا میں اب بھی اس کی چمک دمک دیکھ رہا ہوں۔''

۳۔ حضرت انس بن مالک ﷺ سے یہ روایت بھی مروی ہے:

کان نقشُ الخاتمِ ثلاثۃ أسطرٍ، محمد سطرٌ، و رسول سطرٌ، و اللّٰہ سطرٌ۔(۲)

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۹، ابواب الاستئذان، رقم: ۲۷۱۸

۳۔ ابوعوانہ، المسند، ۴: ۲۷۵، رقم: ۶۷۴۳

۴۔ ابویعلی، المسند، ۵: ۳۶۴، رقم: ۳۰۰۹

۵۔ ابن جعد، المسند، ۱: ۱۴۶، رقم: ۹۲۵

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۰۴، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۳۴

۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۵۷، کتاب اللباس والزینہ، رقم: ۲۰۹۲

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۷۵

۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۴۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۱۳۱، کتاب الخمس، رقم: ۲۹۳۹

←

”نبی اکرم ﷺ کی انگوٹھی مبارک کا نقش تین سطروں میں تھا: **محمد** (نچلی) سطر، **رسول** (درمیانی) سطر اور اللہ (اُوپر والی) سطر میں کندہ تھا۔“

۴۔ حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں:

أنّ النبی ﷺ کان یتختّم فی یمینہ۔(۱)

”نبی آخر الزماں ﷺ اپنے داہنے ہاتھ مبارک میں انگوٹھی پہنتے تھے۔“

آپ ﷺ کا زیادہ تر معمول یہی رہا لیکن بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی روایت بھی ملتی ہے:

۵۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ان النبی ﷺ کان یتختم فی یسارہ و کان فصہ فی باطن کفہ۔(۲)

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۴: ۲۶۱، رقم: ۱۴۱۴

۳۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۲۶۴

۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳: ۴۹، رقم: ۲۴۳۸

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۷۵

۶۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۴۵۹

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۹۲، رقم: ۹۸

۲۔ ابویعلی، المسند، ۵: ۴۲۷، رقم: ۳۱۱۹

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۳۰۵، رقم: ۱۱۸۱۵

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۹۱، رقم: ۴۲۲۶

←

’’حضور ﷺ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور اس کا نگینہ آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارک کی طرف ہوتا تھا۔

۶۔ حضرت انس ﷺ روایت کرتے ہیں:

كان خاتمه مِن فضةٍ و كان فصه منه۔(۱)

’’حضور ﷺ کی انگوٹھی مبارکہ چاندی کی تھی، اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔‘‘

۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إتخذ رسول الله ﷺ خاتما من ورق، و كان في يدهِ، ثم كان بعد في يد أبي بكر، ثم كان بعد في يدِ عمر، ثم كان في يدِ عثمان، حتی وقع بعد في بئرِ أريس۔(۲)

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۱۹۶، رقم: ۴۲۲۷

۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۲۰۲، رقم: ۶۳۶۲

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۰۳، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۳۲

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۲۷، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۴۰

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۸۸، کتاب الخاتم، رقم: ۴۲۱۷

۴۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۷۳، کتاب الزینۃ، رقم: ۵۱۹۸

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۶۶

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۰۴، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۳۵

۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۵۶، کتاب اللباس والزینۃ، رقم: ۲۰۹۱

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۸۸، کتاب الخاتم، رقم: ۴۲۱۸

۴۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۹۵، کتاب الزینۃ، رقم: ۵۲۹۳

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۴۲، رقم: ۷۳۵۵

۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۷۲، ۴۷۳

۷۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۴۵۱

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی، جو آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں تھی اور وصال شریف کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں آ گئی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں اور بعد ازاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی، یہاں تک کہ اریس والے کنویں میں گر گئی‘‘۔

۸۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أنّ رسول الله ﷺ لبس خاتم فضةٌ في يمينه، فيه فص حبشي، كان يجعل فصه مما يلي كفه۔(۱)

’’بے شک نبیٔ اکرم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی پہنی۔ اُس میں نگینہ حبشہ (ایتھوپیا) کے پتھر کا تھا اور آپ ﷺ اس کا نگینہ مبارک ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے۔‘‘

حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے انگوٹھی کا وزن مثقال سے کم ہی پسند فرمایا جبکہ چاندی کے علاوہ دیگر دھات مثلاً لوہا، پیتل کی انگوٹھی کو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا اور سونا چونکہ جنتی لوگوں کے لئے ہے اس لئے دنیا میں مردوں کے لئے اُسے بھی ناجائز قرار دیا۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جاء رجل إلى النبي ﷺ و عليه خاتم من حديد، فقال ﷺ: ما لي

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، ۳: ۱۶۵۸، كتاب اللباس والزينة، رقم: ۲۰۹۴
۲۔ نسائی، السنن الكبرىٰ، ۵: ۴۵۰، رقم: ۹۵۱۴
۳۔ ابوعوانہ، المسند، ۵: ۲۵۷، رقم: ۸۶۳۶
۴۔ ابویعلی، المسند، ۶: ۲۴۲، رقم: ۳۵۳۶
۵۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۵: ۲۷۳، رقم: ۵۲۹۵
۶۔ قسطلانی، المواهب اللدنيہ، ۲: ۴۵۱
۷۔ صالحی، سبل الهدىٰ والرشاد، ۷: ۳۲۸

أریٰ علیک حلیة أهل النار؟ ثم جاءه و علیه خاتم من صُفُر، فقال: ما لی أجد منک ریح الأصنام؟ ثم أتاه و علیه خاتم من ذهب فقال: ارم عنک حلیة أهل الجنة. قال: من أیّ شیٔ اتخذه؟ قال: من ورقٍ و لا تتمه مثقالاً۔(۱)

’’ایک شخص نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہے کہ میں تمہیں اہل جہنم کا لباس پہنے ہوئے دیکھتا ہوں؟ پھر وہ دوبارہ آیا تو اس نے پیتل کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہے مجھے تم سے بتوں کی بو آتی ہے؟ پھر تیسری مرتبہ حاضر ہوا تو سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا۔ آپ ﷺ نے حکم فرمایا: اپنے ہاتھ سے جنتیوں کا زیور اُتار پھینکو۔ اس شخص نے عرض کیا: (یا رسول اللہ) کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ فرمایا: چاندی کی اور اسے بھی مثقال بھر سے کم رکھو۔‘‘

مردوں پر سونا حرام ہونے سے قبل حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے لئے سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ آپ ﷺ اسے اپنے داہنے ہاتھ میں پہنتے تھے، آپ ﷺ کے اتباع میں صحابہ کرام ﷺ نے بھی اسی طرح انگوٹھیاں بنوائیں، بعد ازاں آپ ﷺ نے قسم اٹھائی کہ میں آئندہ کبھی بھی سونے کی انگوٹھی نہیں پہنوں گا، صحابہ کرام ﷺ نے بھی بعد میں اتباعِ رسول ﷺ میں سونے کی انگوٹھیاں اتار پھینکیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے مروی بخاری شریف کی حدیث مبارکہ کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں جبکہ دیگر کتبِ حدیث کی روایت میں الفاظ کی کمی بیشی ہے:

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۲۸، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۸۵

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۹۰، کتاب الخاتم، رقم: ۴۲۲۳

۳۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۷۲، رقم: ۵۱۹۵

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲: ۲۹۹، ۳۰۰، رقم: ۵۴۸۸

۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۱۹۹، رقم: ۶۳۵۰

وہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يلبس خاتما من ذهب، فنبذه، فقال: لا ألبسه أبداً، فنبذ الناس خواتيمهم۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے، پھر پھینک دی اور فرمایا کہ اسے میں اب کبھی نہیں پہنوں گا، تو لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔''

یہی وہ انگوٹھی ہے جو آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ مبارک میں پہنی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب تھا۔

انگوٹھی مبارک کو دائیں اور بائیں ہاتھ میں پہننے کی روایات کی تطبیق کرنے کے باب میں امام صالحی نے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا درج ذیل قول نقل کیا ہے:

يجمع بين الأحاديث بأنّ الذی لبسه فی يمينهِ هو خاتم الذهبِ كما صرّح به فی حديثِ ابن عمر، والذی لبسه فی يساره هو خاتم الفضةِ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۰۳، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۲۹
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۵۵، کتاب اللباس والزینۃ، رقم: ۲۰۹۱
۳۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۷۸، کتاب الزینۃ، رقم: ۵۲۱۴
۴۔ مالک، الموطا، ۲: ۹۳۶، رقم: ۱۶۷۵
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۷۲
۶۔ ابوعوانہ، المسند، ۵: ۲۵۳، رقم: ۸۶۱۴
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۴۲، رقم: ۷۳۵۳
۸۔ ابویعلی، المسند، ۱۰: ۲۰۴، ۲۰۵، رقم: ۵۸۳۵
۹۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۲۶۲
۱۰۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۷۰

(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۲۶

’’انگوٹھی مبارک کے دائیں اور بائیں ہاتھ میں پہنے جانے والی احادیثوں کو جمع کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جو انگوٹھی آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ میں پہنی وہ سونے کی تھی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے واضح ہے اور جو انگوٹھی آپ ﷺ نے بائیں ہاتھ میں پہنی وہ چاندی کی تھی۔‘‘

اس حوالے سے امام صالحی نے حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول بھی نقل کیا ہے:

و یظهر لی أنّ ذالک یختلف باختلافِ الفعلِ، فإن کان اللبس للتزیین فالیمین أفضل، و إن کان للختمِ فالیسارُ أولٰی۔(۱)

’’مجھ پر یہ بات آشکار ہوئی ہے کہ انگوٹھی کا دائیں یا بائیں ہاتھ میں پہننے میں اختلافِ روایات محض اختلافِ فعل کی وجہ ہے، یعنی اگر انگوٹھی پہننا زینت کیلئے ہو تو پھر دایاں ہاتھ بہتر ہے اور اگر مہر لگانے کی غرض سے ہو تو پھر بائیں ہاتھ میں بہتر ہے۔‘‘

۲۴۔ چشمانِ مقدسہ میں سرمہ ڈالنے کا معمول

ہادیٔ برحق ﷺ آنکھوں میں ’اِثمِد‘ سرمہ ڈالنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ آنکھوں میں سرمہ ڈالا کرو کہ یہ آنکھوں کی روشنی کو تیز کرتا ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

کان النبی ﷺ یکتحل قبل أن ینام بالإثمِد ثلاثًا فی کل عین۔(۲)

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۲۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ ۱: ۶۴، رقم: ۵۱

۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۴۵۲، رقم: ۸۲۴۹

۳۔ حلبی، انسان العیون، ۳: ۴۴۹

’’حضور رحمتِ عالم ﷺ سونے سے قبل ہر آنکھ مبارک میں اِثْمِد سرمہ کی تین تین سلائیاں لگایا کرتے تھے۔‘‘

۲۔ حضرت انس ﷺ سے روایت ہے:

كان لرسول اللهﷺ كحلٌ أسودُ، إذا أوى إلى فراشه اكتحل في ذي العين ثلاثًا و في ذي العين ثلاثًا۔(۱)

’’رسولِ اکرم ﷺ کے پاس سیاہ رنگ کا سرمہ ہوتا تھا، جب آپ ﷺ بستر مبارک پر تشریف لے جاتے تو آنکھوں میں سرمے کی تین تین سلائیاں ڈالتے۔‘‘

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كان لرسول الله مكحلةٌ، يكتحل بها عند النوم ثلاثاً في كل عين۔(۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس سرمہ دانی ہوتی تھی، جس سے آپ ﷺ سوتے وقت دونوں آنکھوں میں تین تین سلائیاں ڈالتے تھے۔‘‘

۴۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس ﷺ سے حضورا کے سرمہ لگانے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۴۷

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۴، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۵۷

(۲) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۴۷

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۴، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۵۷

۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۶۴، رقم: ۵۱

۴۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۳۲

۵۔ حلبی، انسان العیون، ۳: ۴۴۹

كان يكتحلُ في اليمينِ اثنتين، و في اليسرى اثنتين، و واحدٌ بينهما۔(۱)

''حضور ﷺ سرمہ کی دو سلائیاں دائیں آنکھ میں، دو بائیں آنکھ میں اور ایک (مشترکہ) دونوں میں ڈالتے تھے۔''

۵۔ احادیثِ مبارکہ میں ایک سے زیادہ بار اِثمِد (اصفہانی سرمہ) آنکھوں میں لگانے کی ترغیب ملتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضورا کا ارشادِ گرامی ہے:

۶۔ **عليكم بالإثمدِ عند النوم، فإنّه يجلو البصرَ، و ينبتُ الشعرَ۔(۲)**

''سونے سے قبل ''إثمِد'' کا سرمہ ڈالا کرو، یہ آنکھوں کی روشنی کو تیز کرتا اور بال اگاتا ہے۔''

۷۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کا ارشادِ گرامی مروی ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

إكتحلوا بالإثمدِ، فإنّه يجلو البصر، وينبتُ الشعرَ۔(۳)

---

(۱) صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۷: ۳۴۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۶۴، رقم: ۵۲

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۸۴، ۴۸۵

۳۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۴: ۲۸۱

۴۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۴۹

(۳) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۴، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۵۷

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۶۳، رقم: ۵۰

۳۔ دارمی، السنن، ۲: ۲۶، رقم: ۱۷۳۳

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۲۶۲، رقم: ۸۰۴۸

’’اِثمِد کا سرمہ ڈالا کرو، یہ آنکھوں کی روشنی کو تیز کرتا ہے اور بال اگاتا ہے۔‘‘

۲۵۔ مسواک فرمانے کا معمول

حضور رحمتِ عالم ﷺ نظافت و نفاست کا پیکرِ اتم تھے۔ بدنِ اقدس کو ہمیشہ صاف ستھرا رکھتے۔ مسواک دانت صاف رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے اس لئے مسواک کرنے میں مداومت اختیار فرمائی۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

أُمِرتُ بالسّواکِ حتی ظننتُ أو حسبتُ أن سینزل فیه قرآن۔(۱)

’’مجھے مسواک کرنے کا حکم اس قدر تاکید کے ساتھ دیا گیا کہ میں نے گمان کیا اس کے متعلق (مجھ پر) قرآنِ مجید کی سورت میں احکام نازل ہوں گے۔‘‘

۲۔ حضور ﷺ دانتوں کی صفائی کا کتنا خیال رکھا کرتے تھے، اس کا اندازہ درج ذیل حدیث سے لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسولُ اللهِ ﷺ إذا قام لیتهجد یشوص فاہ بالسواک۔(۲)

’’نبیِ اکرم ﷺ جب رات کو تہجد کے لئے اُٹھتے تو اپنا منہ مبارک مسواک سے

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۳۷

۲۔ ابو یعلی، المسند، ۴: ۲۱۸، رقم: ۲۳۳۰

۳۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۹: ۴۹۵، رقم: ۴۸۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۲۲۰، کتاب الطہارۃ، رقم: ۲۵۵

۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۳۸۲، ابواب التہجد، رقم: ۱۰۸۵

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۱: ۱۵، کتاب الطہارۃ، رقم: ۵۵

۴۔ نسائی، السنن، ۱: ۹، کتاب الطہارۃ، رقم: ۲

۵۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۱۰۵، کتاب الطہارۃ وسننہا، رقم: ۲۸۶

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۰۷

←

صاف فرماتے تھے۔‘‘

۳۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لولا أن أشقّ علٰی أمتی، لأمرتُهم بالسوّاکِ مع کلِ صلوۃٍ۔(۱)

’’اگر مجھے اپنی اُمت پر بوجھ کا احساس نہ ہوتا تو میں ان پر حکماً ہر نماز کے وقت مسواک کرنا فرض قرار دے دیتا۔‘‘

۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۳: ۳۵۴، رقم: ۱۰۷۲

۸۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱: ۷۰، رقم: ۱۳۶

۹۔ دارمی، السنن، ۱: ۱۸۵، رقم: ۶۸۵

۱۰۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۱۹۳

۱۱۔ حمیدی، المسند، ۱: ۲۱۰، رقم: ۴۴۱

۱۲۔ طیالسی، المسند، ۱: ۵۵، رقم: ۴۰۹

۱۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱: ۱۵۵، رقم: ۱۷۸۳

۱۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۶: ۸۱، رقم: ۵۸۵۸

۱۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۳۸، رقم: ۱۶۲

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۳۰۳، کتاب الجمعہ، رقم: ۸۴۷

۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۲۲۰، کتاب الطہارۃ، رقم: ۲۵۲

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۱: ۳۴، ابواب الطہارۃ، رقم: ۲۲

۴۔ ابوداؤد، السنن، ۱: ۱۲، کتاب الطہارۃ، رقم: ۴۷

۵۔ نسائی، السنن، ۱: ۱۲، کتاب الطہارۃ، رقم: ۷

۶۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۱۰۵، کتاب الطہارۃ، وسننها، رقم: ۲۸۷

۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۳: ۳۵۱، رقم: ۱۰۶۸

۸۔ دارمی، السنن، ۱: ۲۱۴، رقم: ۱۴۸۴

۹۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۱۶۳، رقم: ۴۷۴

۱۰۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۳۷، رقم: ۱۵۴

۲۶۔ عصا مبارک

حضور رحمتِ عالم ﷺ نے عصا بھی استعمال فرمایا۔ فتحِ مکہ کے وقت جب چشمِ فلک نے آپ ﷺ کے عفو و درگزر کا عظیم مظاہرہ دیکھا تو وہاں یہ منظر بھی دیکھنے میں آیا کہ اللہ کے آخری نبی ﷺ اپنا عصا لے کر خانہ کعبہ کو ۳۶۰ بتوں سے پاک کر رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أنَّ رسول الله ﷺ لما دخل مكةَ وجد بها ثلا ثمائة وستين صنماً، فأشار بعصا إلى كل صنمٍ، وقال: ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ط إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ فسقط الصنم ولم يمسه۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے بیت اللہ شریف میں ۳۶۰ بت پائے، حضور ﷺ اپنے دستِ اقدس میں ایک عصا لئے ہوئے تھے، آپ ﷺ ایک ایک بت کی طرف اشارہ کرکے فرماتے جاتے: ’’حق آگیا اور باطل بھاگ گیا، بے شک باطل نے زائل و نابود ہی ہو جانا ہے،‘‘ اور وہ بت مس کئے بغیر (محض عصا کا اشارہ پا کر) زمیں بوس ہوتے جاتے تھے۔‘‘

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

التوكؤ على العصا من أخلاقِ الأنبياءِ، كان لرسولِ الله ﷺ عصا يتوكأ عليها ويأمر بالتوكؤ على العصا۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۴۵۲، رقم: ۶۵۲۲
۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸: ۵۱، رقم: ۷۹۳۳
۳۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۴۱۶، رقم: ۱۷۰۲
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۴: ۳۰۲
۵۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۴۳۷

(۲) ۱۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۹۳، رقم: ۱۳۶۸
۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۴: ۲۰، رقم: ۶۴۷
۳۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۳۸۳، رقم: ۱۰۲۵

’’عصا کو سہارا بنانا اور ٹیک لگانا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے، حضور ﷺ کے پاس بھی ایک عصا مبارک تھا، جس پر آپ ﷺ ٹیک لگاتے اور اپنے صحابہ کو بھی عصا رکھنے اور اس پر سہارا لینے کی تلقین فرماتے تھے۔‘‘

۲۷۔ حضور ﷺ کا دوا استعمال فرمانا

حضور ﷺ بنی نوع انسان کی روحانی اور جسمانی بیماریوں کے طبیبِ اعظم ہیں۔ کُتبِ احادیث و سیر میں طبِ نبوی پر مستقل ابواب قائم کئے گئے ہیں، جن میں طبیبِ اعظم حضور رحمتِ عالم ﷺ کے مختلف بیماریوں اور ان کے علاج معالجے کے لئے دواؤں کے متعلق فرمودات درج ہیں۔ ارشادِ نبوی ہے کہ ہر بیماری کی دوا موجود ہے۔ حیاتِ مقدسہ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے خود بھی دوا استعمال فرمائی، علالت کی صورت میں علاج کے مختلف طریقے اور نسخے اختیار فرمائے۔ حضور ﷺ کے فرمودات کی روشنی میں حضور ﷺ کے تجویز کردہ طریقۂ علاج کو طبِ نبوی کا نام دیا گیا ہے۔ طبِ نبوی پیچیدہ طریقۂ علاج کی خرابیوں سے بالکل پاک، آسان اور انسانی نفسیات کے عین مطابق ہے۔ حضور ﷺ قدرتی اشیاء مثلاً جڑی بوٹیوں وغیرہ سے علاج فرمایا کرتے تھے۔ حفظانِ صحت کے جو اُصول آپ ﷺ نے اولادِ آدم کو عطا فرمائے جدید سائنسی تحقیقات نے ان کو صاد کیا ہے اور انہی کو اپنائے ہوئے ہے۔

۱۔ حضور ﷺ کی خادمہ حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ماكان يكون برسول الله ﷺ قرحة ولا نكبة إلّا أمرني رسول الله ﷺ أن أضع عليها الحِناء۔(۱)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۲: ۲۶، ابواب الطب، رقم: ۲۰۵۴
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۵۸، کتاب الطب، رقم: ۳۵۰۲
۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸: ۲۶۱، رقم: ۸۵۷۸
۴۔ ابن خیاط، الطبقات، ۱: ۳۴۳
۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۵۰، رقم: ۴۳۰

’’حضور ﷺ کو کوئی زخم آتا یا دانہ نکلتا تو آپ ﷺ مجھے اس پر مہندی لگانے کا حکم دیتے۔‘‘

۲۔ حضور ﷺ نے دردِ سر یا کسی اور تکلیف کی پیشِ نظر سنگیاں بھی لگوائیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

أن رسول اللہ ﷺ احتجَمَ وَ هو مُحرِم فی رأسه من شقيقة كانت به۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ نے حالتِ احرام میں دردِ سر کے باعث سرِ اقدس میں سنگیاں (پچھنے) لگوائیں۔‘‘(۲)

۳۔ حضرت اُسامہ بن شریک ﷺ سے روایت ہے:

قالت الأعراب: يا رسول الله! ألا نتداوی؟ قال: نعم، يا عباد الله،

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۱۵۶، کتاب الطب، رقم:۵۳۷۴
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲:۸۶۲، کتاب الحج، رقم:۱۲۰۲
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۹:۲۶۶، رقم: ۳۹۵۰
۴۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۳:۱۹۸، ابواب الحج، رقم: ۸۳۹
۵۔ ابوداود، السنن، ۲:۱۶۷، کتاب المناسک، رقم: ۱۸۳۵
۶۔ نسائی، السنن، ۵:۱۹۳، کتاب المناسک، رقم: ۲۸۴۵
۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۷۲
۸۔ دارمی، السنن، ۲:۵۷، رقم: ۱۸۱۹
۹۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵:۳۹، رقم: ۲۳۵۰۷
۱۰۔ ابویعلی، المسند، ۴:۲۷۸، رقم: ۲۳۹۰
۱۱۔ ابن جوزی، الوفا:۶۶۲، رقم:۱۳۰۲

(۲) سنگیاں (پچھنے) ایک قسم کا چھوٹا آپریشن (minor surgery) ہے، اور پرانے وقتوں میں اِس کے ذریعے جسم کے اندر موجود خون کے فاسد مادّے خارج کیے جاتے تھے۔

تداووا، فإن الله لم يضع داء إلا وضع له شفاء۔(۱)

''دیہاتیوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم علاج معالجہ نہ کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ اللہ کے بندو! دوا کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری پیدا نہیں کی جس کی شفا کسی علاج میں نہ رکھی ہو۔''

۴۔ سیدنا ابو ہریرہ ﷺ سے مروی حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے فرمایا:

ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء۔ (۲)

''اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری اُتاری اس کے لئے شفاء اُتاری۔''

۵۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ایک اور حدیث مبارکہ میں تاجدارِ کائنات

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۸۳، ابواب الطب، رقم: ۲۰۳۸
۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳، کتاب الطب، رقم: ۳۸۵۵
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۳۷، کتاب الطب، رقم: ۳۴۳۶
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۳: ۴۲۶، رقم: ۶۰۶۱
۵۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۲۲۰، رقم: ۷۴۳۰
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۷۸
۷۔ حمیدی، المسند، ۲: ۳۶۳، رقم: ۸۲۴
۸۔ طیالسی، المسند، ۱: ۱۷۱، رقم: ۱۲۳۲
۹۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۳۲۳
۱۰۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۱۸۳، رقم: ۴۷۸
۱۱۔ بخاری، الأدب المفرد، ۱: ۱۰۹، رقم: ۲۹۱

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۵۱، کتاب الطب، رقم: ۵۳۵۴
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۳۸، کتاب الطب، رقم: ۳۴۳۹
۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۳۱، رقم: ۲۳۴۱۶
۴۔ بیہقی، سنن الکبریٰ، ۹: ۳۴۳
۵۔ کنانی، مصباح الزجاجہ، ۴: ۵۰، رقم: ۱۱۹۸

ﷺ نے کلونجی کے استعمال کی طبی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

عليكم بهذه الحبة السوداء، فإن فيها شفاءً من كلِّ داءٍ إلا السّام والسّام الموت۔(۱)

''اس سیاہ دانے (کلونجی) کو لازماً استعمال کرو۔ اس میں موت کے علاوہ ہر بیماری سے شفا ہے۔''

حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے جن میسر اشیاء سے علاج فرمایا ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ شہد

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبیٔ اکرم ﷺ کو فرماتے سنا:

إن كان في شيءٍ من أدويتكم خير، ففي شرطة محجم، أو شربة عسل۔(۲)

(۱) ا۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۸۵، ابواب الطب، رقم: ۲۰۴۱
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۴۱، کتاب الطب، رقم: ۳۴۴۸
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۳۷۳، رقم: ۷۵۷۸
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۴۱
۵۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۵: ۲۶۹، رقم: ۵۲۸۳

(۲) ا۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۵۲، کتاب الطب، رقم: ۵۳۵۹
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۷۳۰، کتاب السلام، رقم: ۲۲۰۵
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۳۷۸، رقم: ۷۶۰۳
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۴۳
۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۵۹، رقم: ۲۳۶۸۵
۶۔ ابویعلی، المسند، ۴: ۷۷، رقم: ۲۱۰۰

←

’’تمہاری دواؤں (اور علاج معالجہ) میں سے کسی چیز میں بھلائی کا اگر کوئی عنصر موجود ہے تو وہ پچھنے لگانے اور شہد لینے میں ہے۔‘‘

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

جاء رجل إلی النبي ﷺ، فقال: إن أخي استطلق بطنه، فقال رسول اللہ ﷺ اسقه عسلا، فسقاه، ثم جاءه: فقال: إني سقيته عسلاً فلم يزده إلا استطلاقا۔ فقال له: ثلث مرات، ثم جاء الرابعة فقال: اسقه عسلا، فقال: لقد سقيته فلم يزده إلا إستطلاقا۔ فقال رسول اللہ ﷺ: صدق اللہ و کذب بطن أخيک، فسقاه فبرأ۔(۱)

’’ایک آدمی حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اس کے بھائی کو اسہال ہو رہے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے شہد پلاؤ۔ وہ پھر آ کر کہنے لگا کہ شہد پینے سے اسہال میں اضافہ ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شہد پلاؤ۔ تین بار فرمایا، چوتھی مرتبہ آیا تو پھر ارشاد ہوا کہ اسے شہد پلاؤ۔ بولا: شہد پلا چکا مگر تکلیف بڑھتی جا رہی ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ کہا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹ کہتا ہے اس نے پھر شہد پلایا تو

۷۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۳۲۲

۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۷: ۲۸۸، رقم: ۷۹۶

۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۳۴۱

۱۰۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۶۰، رقم: ۱۱۶۴

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۷۳۶، کتاب السلام، رقم: ۲۲۱۷

۲۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۵۲، کتاب الطب، رقم: ۵۳۶۰

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۴۰۹، ابواب الطب، رقم: 2082

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۹۲

۵۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۴۴۵، رقم: ۸۲۲۱

مریض تندرست ہوگیا۔“

۲۔ زیتون

ذات الجنب کے علاج کیلئے حضور ﷺ نے زیتون کا تیل بطور دوا استعمال کرنے کی ہدایت فرمائی۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

ان النبی ﷺ کان ینعت الزیت والورس من ذات الجنب۔(۱)

”رسول اللہ ﷺ ذات الجنب (پسلیوں میں درد) کے علاج میں ورس اور زیتون کے تیل کی افادیت کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔“

۳۔ کھجور

حضور نبی اکرم ﷺ نے کھجور کو بطور پھل پسند فرمایا جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ نے اسے دوا کے طور پر بھی استعمال فرمایا کھجور کی بہت سی قسمیں ہیں ان میں سے سیاہی مائل کھجور عجوہ کو بطور خاص آپ ﷺ نے بہت سے امراض کا علاج بتایا۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

انّ رسول اللہ ﷺ قال: إنّ فی عجوۃ العالیۃ شفاء أو انھا تریاق

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۴۰۷، ابواب الطب، رقم: ۲۰۷۸
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۴۸، کتاب الطب، رقم: ۳۴۶۷
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۳۷۵، رقم: ۷۵۸۸
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۷۲
۵۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۴۵۰، رقم: ۸۲۴۰
۶۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳: ۸۲، رقم ۲۵۶۰
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۳۴۶

أول البكرة۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس عظیم کھجور عجوہ میں ہر بیماری کی شفاء موجود ہے اور اگر اسے نہار منہ کھایا جائے تو یہ زہر کا تریاق ہے۔‘‘

۲۔ حضرت عامر بن سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں:

سمعت سعدا يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: من تصبح بسبع تمرات، عجوة، لم يضره ذالك اليوم سم ولا سحر۔(۲)

’’میں نے سعد رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: جس

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۱۹، کتاب الأشربہ، رقم: ۲۰۴۸
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۳۶۹، رقم: ۷۵۵۹
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۱۵۲
۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۳۷، رقم: ۲۳۴۸۰
۵۔ اسحاق بن راہویہ، المسند، ۲: ۵۳۴، رقم: ۱۱۱۷

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۱۸، کتاب الأشربہ، رقم: ۲۰۴۷
۲۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۰۷۵، کتاب الأطعمہ، رقم: ۵۱۳۰
۳۔ ابو داؤد، السنن، ۴: ۸، کتاب الطب، رقم: ۳۸۷۶
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۶۵، رقم: ۶۷۱۳
۵۔ حمیدی، المسند، ۱: ۳۸، رقم: ۷۰
۶۔ ابو یعلی، المسند، ۲: ۱۲۰، رقم: ۷۸۷
۷۔ ابو عوانہ، المسند، ۵: ۱۹۰، رقم: ۸۳۴۳
۸۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۳۶، رقم: ۲۳۴۷۷
۹۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۴۰، رقم: ۳۱
۱۰۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۳۴۵، رقم:
۱۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵: ۴۱

نے صبح اُٹھتے ہی عجوہ کھجور کے سات دانے کھا لئے اس دن اسے جادو اور زہر (بھی) نقصان نہ دے سکیں گے۔‘‘

۴۔ مہندی

حضرت اُم رافع رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان لا یصیب النبی ﷺ قرحة و لا شوكة إلا وَضِعَ علیها الحناء۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ کو جب بھی کوئی زخم لگتا یا کانٹا چبھتا اس پر مہندی لگاتے۔‘‘

اسی طرح دوسری روایت ہے:

ما کان احد یشتکی إلی رسول اللہ ﷺ وجعا فی رأسه إلا قال: احتجم، ولا وجعا فی رجلیه إلا قال اخضبهما۔(۲)

’’رسول اللہ ﷺ کے پاس جب بھی کوئی سردرد کی شکایت لے کر آیا تو آپ ﷺ نے اسے پچھنے لگوانے کی ہدایت فرمائی اور جس نے پاؤں میں درد کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اسے مہندی لگانے کا مشورہ دیا۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۵۸، کتاب الطب، رقم: ۳۵۰۲
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴: ۲۹۸، رقم: ۷۵۶
۳۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۷: ۷۰۹، رقم: ۱۱۳۲۵

(۲) ۱۔ ابوداود، السنن، ۴: ۴، کتاب الطب، رقم: ۳۸۵۸
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۴۶۲
۳۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۴۵۱، رقم: ۸۲۴۶
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۳۳۹
۵۔ ابن خیاط، الطبقات، ۱: ۳۳۲

۵۔ سنا مکی

حضرت عبداللہ بن ام حرام بیان کرتے ہیں:

سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: علیکم بالسنی والسنُّوت، فان فیھا شفاء من کل داء إلا السام۔ قیل: یا رسول اللہ! و ما السام؟ قال: الموت۔(۱)

’’میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ سنا اور سنوت کو ضرور اپناؤ کیونکہ تمہارے لئے ان میں ہر بیماری سے شفاء ہے سوائے سام کے، حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ سام کیا ہے؟ فرمایا: موت۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۴۴، کتاب الطب، رقم: ۳۴۵۷
۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۲۲۴، رقم: ۷۴۴۲
۳۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۱: ۳۱، رقم: ۱۴
۴۔ دیلمی، الفردوس، ۳: ۲۶، رقم: ۴۰۵۳
۵۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۴: ۱۵۹۲، رقم: ۲۸۳۰

حصہ دُوُم

خصائصِ مصطفیٰ ﷺ

خصائص سے مراد وہ اوصاف و کمالات اور امور و معاملات ہیں جو کسی کی ذات کے ساتھ خاص ہوں اور کسی دوسرے میں نہ پائے جائیں۔ خالقِ کائنات نے انسانیت کی رشد و ہدایت کے لئے اپنے برگزیدہ بندوں کو پیغمبر بنا کر دنیا میں بھیجا تو انہیں دیگر انسانوں سے ممیز کرنے کے لئے ان گنت اوصاف و کمالات سے متصف فرمایا۔ یہ اوصاف و کمالات ان کے خصائص کہلاتے ہیں اور اِنہی خصائص کی بنا پر انہیں عامۃ الناس کے مقابلے میں منفرد مقام حاصل ہے۔ جب نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مبعوث ہوئے تو مبدءِ فیض کی طرف سے آپ ﷺ کو ان تمام خصائص و امتیازات کا جامع بنایا گیا جو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام میں فرداً فرداً موجود تھے۔ اس پر مستزاد آپ ﷺ کو وہ بے پایاں اعزازات، القابات، تصرفات، معجزات، اور اختیارات عطا فرمائے گئے جو صرف آپ ﷺ کا طرۂ امتیاز اور خاصہ ہیں اور اس حوالے سے سابقہ انبیاء و رُسل میں سے کوئی آپ ﷺ کا ہمسر نہیں۔

جس کو جو کمال عطا ہوا وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے تصدق ہی سے عطا ہوا اور خوبی و کمال میں ہر کوئی آپ ﷺ ہی کا خوشہ چیں اور دست نگر ہے۔ صاحبِ قصیدہ بردہ نے آپ ﷺ کی شانِ رفیع کا ذکر کرتے ہوئے کیا خوب کہا:

وَ كُلُّهُم مِّنْ رَّسُوْلِ اللهِ مُلْتَمِسٌ

غرفاً مِّنَ الْبَحْرِ أَوْ رَشْفاً مِّنَ الدِّيَمِ

(تمام انبیاء حضور ﷺ کے بحرِ کرم و عطا سے چلو بھر رہے ہیں اور آپ ﷺ کے اَبرِ رحمت سے ہونٹ تر کر رہے ہیں۔)

یوں تو اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو دنیا و آخرت میں بے شمار خصائص و

امتیازات سے نوازا ہے جن کا احاطہ کرنا کسی انسان کے بس میں نہیں، تاہم آئندہ صفحات میں ان خصائص کا ذکر کیا جائے گا جن کا مطالعہ اہل محبت کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تعلق حبی و عشقی کو مزید مستحکم کرنے کا موجب بنے گا۔

خصائصِ مصطفیٰ ﷺ دو طرح کے ہیں:

ایک وہ جو آپ ﷺ کو دیگر انبیاء و رسل علیہم السلام کے مقابلے میں حاصل ہیں جیسے آپ ﷺ کا تخلیق میں اول ہونا، نبوت میں اول ہونا، خاتم النبیین ہونا، آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا کیا جانا، روزِ محشر آپ ﷺ کو مقام محمود پر فائز کیا جانا، شفاعت کبریٰ کا حق عطا کیا جانا، انبیاء علیہم السلام کی گواہی دینا کہ انہوں نے پیغامِ حق اپنی اپنی قوم کو پہنچا دیا تھا۔

دوسری قسم میں وہ خصائص آتے ہیں جو آپ ﷺ کو اپنی امت کے مقابلے میں عطا کئے گئے جیسے آپ ﷺ کے تشریعی اختیارات، نمازِ تہجد کی فرضیت، صومِ وصال وغیرہ۔

اہلِ سیرَ نے ان خصائص کی مزید تین قسمیں بیان کی ہیں:

۱۔ دُنیوی خصائص

۲۔ برزخی خصائص

۳۔ اُخروی خصائص

۴۔ نسبت و قرابت کے خصائص

مؤخر الذکر خصائص کے حوالے سے حضور ﷺ کی نسبت و قرابت کی بنا پر آپ ﷺ کے اہلِ بیت تمام انبیاء علیہم السلام کے اہلِ بیت سے، آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات اُن کی ازواجِ مطہرات سے، آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اُن کے صحابہ سے، آپ ﷺ کی امت اُن کی امتوں سے اور آپ ﷺ کا زمانہ اُن کے زمانوں سے افضل ہے۔ اسی مناسبت سے آپ ﷺ کے اہلِ بیت، ازواجِ مطہرات، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت کے خصائص بیان کئے گئے ہیں۔

باب اوّل

دُنیوی خصائص

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو دنیا میں جن خصائص سے سرفراز فرمایا ان کی تعداد بے شمار ہے۔ ان تمام خصائص کا احاطہ ممکن نہیں، تاہم ان میں سے بعض کا تذکرہ اِجمالی طور پر ذیل میں کیا جاتا ہے:

ا۔ تخلیق میں اوّلیت

حضور نبی اکرم ﷺ ربِ کائنات کی تخلیق اول ہیں۔ عالمِ کون و مکاں کو ابھی وجود بھی نہیں ملا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عدم سے عالمِ وجود میں منتقل فرما دیا۔ قرآن و حدیث میں کئی مقامات پر ہمیں صراحتاً یا کنایۃً اس کا ذکر ملتا ہے۔

خلقتِ محمدی ﷺ کی اولیت پر مندرجہ ذیل آیتِ مبارکہ صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ○ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ○ (۱)

’’فرما دیجئے کہ بیشک میری نماز اور میرا حج و قربانی (سمیت سب بندگی) اور میری زندگی اور میری موت اللہ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے○ اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں (جمیع مخلوقات میں سب سے پہلا مسلمان ہوں○‘‘

آیتِ مبارکہ کے آخری کلمات ’وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ‘ قابلِ غور ہیں۔ یہاں اللہ جل مجدہٗ اپنے حبیب ﷺ کی زبانی یہ کہلوا رہے ہیں کہ جس خدا نے یہ کائنات پیدا کی

---

(۱) القرآن، الانعام، ۶:۱۶۲،۱۶۳

ہے اور جو اس کارخانۂ قدرت کا بلاشرکتِ غیرے مربی و کارساز ہے اسی نے مجھے یہ مقام بھی عطا فرمایا ہے کہ اس ساری کائنات میں سب سے پہلے اس کے حضور سر جھکانے والا بھی میں ہی ہوں۔ جس وقت میں نے بارگاہِ ایزدی میں سر جھکایا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا کائنات میں کوئی اور وجود نہ تھا جو سر جھکاتا یا اس کی ربوبیت کو تسلیم کرتا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کائنات میں کیا کیا چیز اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے؟ اس سلسلے میں قرآنِ مجید کی یہ آیۂ کریمہ قابلِ توجہ ہے جس میں فرمایا گیا:

وَ لَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ○(۱)

”اور جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اس نے خوشی سے یا لاچاری سے (بہرحال) اسی کی فرمان برداری اختیار کی ہے اور سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے○“

یعنی کائنات سماوی و ارضی میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی عظمت کے سامنے اپنا سرنیاز خم نہ کر رہی ہو۔ زمین و آسمان کی وسعتوں میں کوئی وجود ایسا نہیں جو خدا کی بندگی سے ناآشنا ہو۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اپنے معبودِ حقیقی کی بارگاہ میں سربسجود ہے اور اسی کی حمد و ثنا بیان کر رہا ہے۔

قرآنِ حکیم اس کی وضاحت یوں فرما رہا ہے:

اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا○(۲)

”آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی (آباد) ہیں (خواہ فرشتے ہیں یا جن و انس) وہ اللہ کے حضور محض بندہ کے طور پر حاضر ہونے والے ہیں○“

---

(۱) القرآن، آلِ عمران، ۳:۸۳

(۲) القرآن، مریم، ۱۹:۹۳

حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی خدا کی بارگاہ میں سربسجود ہوئے، میکائیل علیہ السلام، عزرائیل علیہ السلام اور اسرافیل علیہ السلام بھی رب کائنات کے حضور سجدہ ریز ہوئے۔ لوح نے بھی سجدہ کیا، قلم نے بھی، فرشتے بھی سجدے کو جھکے اور جن وانس بھی، فرش نے بھی خدا کو سجدہ کیا اور عرش نے بھی، مکاں نے بھی اظہارِ بندگی کیا اور لامکاں نے بھی، غرضیکہ کائنات پست و بالا کی کوئی ذی روح اور غیر ذی روح چیز ایسی نہ ہوگی جس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اظہارِ بندگی کے طور پر سجدہ نہ کیا ہو۔ اب قرآنِ حکیم کا حضور ﷺ کے متعلق یہ کہنا کہ 'اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ' کہ جب اللہ رب العزت کی بارگاہ میں، میں نے سجدہ کیا میرے سجدے کا یہ عالم تھا کہ کائنات کی کوئی چیز اس وقت تک سجدہ کی اہل نہیں تھی، اس لئے کہ اس کا کوئی وجود ہی نہیں تھا کہ وہ سجدہ کرتی۔

جب حضور ﷺ کائنات میں سب سے پہلے ساجد، عابد، اللہ کے بندے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے ٹھہرے تو یہ ثابت ہوگیا کہ حضور ﷺ سے پہلے خدا کی کوئی مخلوق نہیں تھی، اگر کسی مخلوق کا وجود ہوتا تو وہی اللہ پر سب سے پہلے ایمان لاتی اور اقرارِ بندگی کرتی۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے اوّلُ الخلق ہونے پر درج ذیل آیہ کریمہ بھی دلالت کرتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ○(۱)

''اور (اے رسول محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر○''

اس آیۂ کریمہ کی روشنی میں اگر غور کریں تو رحمت کے کئی درجے نظر آتے ہیں جو کائنات کی تخلیق اور اس کی نشوونما میں کارفرما ہیں۔

کسی بھی چیز کے لئے پہلی رحمت یہ ہے کہ وہ عدم سے وجود میں لائی جائے،

(۱) القرآن، الانبیاء، ۲۱:۱۰۷

جس طرح اس کا وجود میں آنا رحمت ہے اسی طرح اس وجود کا باقی رہنا اور بتدریج درجۂ کمال تک پہنچنا بھی رحمت ہے۔

جملہ رحمتیں جو کسی بھی وجود کی زندگی میں وارد ہوتی ہیں وہ سب اس کے ہونے پر منحصر ہیں۔ اگر کوئی چیز وجود ہی میں نہ آئے تو اس پر رحمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہٰذا سب سے پہلی رحمت تو کسی شے کو اس عالم میں وجود دینا ہے اس لئے اللہ تعالی نے فرمایا:

هُوَ الَّذِىۡ يُصَوِّرُكُمۡ فِى الۡاَرۡحَامِ كَيۡفَ يَشَآءُ۔(۱)

’’وہی ہے جو (ماؤں کے) رحموں میں تمہاری صورتیں جس طرح چاہتا ہے بناتا ہے۔‘‘

یہ اس ذات کا سب سے پہلا کرم ہے کہ وہ ہمیں جیسی چاہتا ہے شکل وصورت اور پیکرِ خاکی عطا کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ انسان کو وہ وقت یاد کرنا چاہئے کہ جب وہ کچھ بھی نہیں تھا اور اس کے رب نے اسے نیست سے ہست کر دیا:

هَلۡ اَتٰى عَلَى الۡاِنۡسَانِ حِيۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ يَكُنۡ شَيۡـًٔا مَّذۡكُوۡرًا○(۲)

’’بیشک انسان پر زمانے میں ایک ایسا بھی وقت گزرا ہے جب کوئی قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا (اس کا نام ونشان بھی نہ تھا، پھر ایک نطفے کی شکل اختیار کی اور تب کہیں بتدریج انسان بنا)○‘‘

قرآن نے انسان کو بار بار وہ حالت یاد دلا کر ...... جب وہ عالمِ وجود میں نہیں آیا تھا ...... اللہ کا شکر بجا لانے کی ہدایت کی ہے۔

ارشاد فرمایا گیا:

---

(۱) القرآن، آلِ عمران، ۳:۶

(۲) القرآن، الدہر، ۷۶:۱

یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ ○ الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ ○ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ○ (۱)

''اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے ربِّ کریم کے بارے میں دھوکہ میں ڈال دیا○ جس نے تجھے (رحمِ مادر کے اندر ایک نطفہ میں سے) پیدا کیا، پھر اس نے تجھے (اعضاء سازی کیلئے ابتداءً) درست اور سیدھا کیا، پھر وہ تیری ساخت میں متناسب تبدیلی لایا○ جس صورت میں بھی چاہا اس نے تجھے ترکیب دے دیا○''

مندرجہ بالا آیات سے یہ نکتہ واضح کرنا مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ کی کسی پر سب سے پہلی رحمت اس کو وجود عطا کرنا ہے۔

رحمت کا آغاز ہی اس وقت ہوتا ہے جب کسی شے کو وجود ملتا ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے متعلق فرمایا گیا کہ ''آپ ﷺ کو ساری کائنات کے لئے مطلقاً رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔''

معلوم ہوا کہ کائناتِ ہست و بود کی ہر شے کو وجود بھی حضور ﷺ کی رحمت کے تصدق سے ملا ہے، اس لئے اگر تخلیقِ وجود کے مرحلے میں آپ ﷺ کی رحمت شاملِ حال نہ مانی جائے تو پھر آپ ﷺ رحمۃً للعالمین نہیں رہتے اور اگر عالم کے آغاز پر رحمت نہ ہوتو آپ ﷺ کے رحمۃً للعالمین ہونے کا جواز باقی نہیں رہتا؟ اسی لئے حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے: محبوب! ہم نے تجھے کائنات کے آغاز سے انجام تک ہر مرحلہ کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ کائنات کی ہر چیز اپنے وجود، اپنی بقا اور حصولِ کمال کے ہر مرحلے اور درجے میں رحمتِ مصطفیٰ ﷺ کی محتاج ہے۔

جب یہ طے ہوگیا کہ کائنات اپنے وجود میں حضور ﷺ کی رحمت کی محتاج ہے تو

(۱) القرآن، الانفطار، ۸۲: ۶۔۸

یہ قانونِ فطرت اور اٹل حقیقت ہے کہ محتاج شے محتاج اِلیہ کے بعد آتی ہے، مثال کے طور پر:

۱۔ ہماری دنیوی زندگی اپنے وجود اور اس کی بقا کے لئے ہوا کی محتاج ہے اگر ہوا پہلے سے موجود نہ ہوتی تو ہم کبھی بھی وجود میں نہیں آ سکتے تھے۔ ہوا کے بغیر زندہ رہنے کا تصور بھی ممکن نہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ہوا کو پہلے پیدا فرمایا اور ہمیں زندگی بعد میں عطا کی۔

۲۔ اسی طرح زندگی پانی کی محتاج تھی، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پانی سے پیدا فرمایا ہے، اس لئے پانی کو پہلے پیدا کیا اور جو چیز پانی کی محتاج تھی اس کو پانی کے بعد تخلیق کیا۔

۳۔ اولاد اپنے وجود اور پیدائش و پرورش میں اپنے والدین کی محتاج ہے، والدین نہ ہوں تو اولاد کا ازخود وجود میں آنا ناممکنات میں سے ہے۔ اولاد اس وقت وجود میں آتی ہے جب والدین پہلے سے موجود ہوں۔

ان مثالوں سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ محتاج بعد میں آیا کرتا ہے اور محتاج الیہ یعنی جس کی احتیاج ہو اس کا پہلے موجود ہونا ضروری ہے۔

جب ساری کائنات حضور ﷺ کی رحمت کی محتاج ٹھہری تو لامحالہ قرآن کی اس آیتِ کریمہ کے مطابق ساری کائنات کو وجود بعد میں ملا اور حاملِ رحمت حضور ﷺ کی خلقت اور رحمت کا آغاز پہلے ہوا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے اصلِ کائنات ہونے کی شہادت خود قرآنِ حکیم کی درج ذیل آیۂ کریمہ فراہم کر رہی ہے:

وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰىO (۱)

”قسم ہے ستارے (یعنی نورِ مبین) کی جب وہ (معراج سے) اُترا O“

(۱) القرآن، النجم، ۵۳:۱

آیتِ مذکورہ میں ''النجم'' کا ایک معنی اصل ہے اور اصل جڑ کو کہتے ہیں۔ وہ حدیث جس کی کوئی اصل نہ ہو اس کے بارے میں محدثین کہتے ہیں:

هذا الحديث لا نجم له۔

''یہ وہ حدیث ہے جس کی کوئی اصل، بنیاد اور جڑ نہیں۔''

یہاں حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات کو اصل کہا گیا ہے کہ اے محبوب! تمہاری قسم، تم ہی کائنات کی اصل ہو۔ یاد رہے کہ کسی شے کی جڑ (اصل) وہ حصہ ہے جہاں سے اس شئے کا آغاز ہو رہا ہوتا ہے۔ چونکہ جڑ سے درخت کو شادابی اور نمو عطا ہوتی ہے، تنا نکلتا ہے، کونپلیں پھوٹتی، شاخیں بنتی، پتے اور پھول پھل لگتے ہیں۔ اس لئے سارے کا سارا درخت جڑ کا مرہونِ منت ہے۔

اس مقام پر ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب باری تعالیٰ حضور ﷺ کو اصل کہہ رہا ہے تو یہاں اصل سے کیا مراد ہے؟ اس لئے کہ اصل کے لئے کوئی شے چاہئے، جیسے کسی پودے کی اصل یا کسی عمارت کی اصل وغیرہ وغیرہ۔

قرآن مجید کے اس مقام پر نظر دوڑائی جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں اس امر کا کوئی ذکر نہیں کہ حضور ﷺ کس کی اصل ہیں۔ کسی چیز کی طرف اضافت نہیں کہ آپ ﷺ فلاں شے کی اصل اور جڑ ہیں بلکہ مطلقاً اصل فرمایا گیا۔ عربی گرائمر کا قاعدہ یہ ہے کہ اضافت کی وجہ سے کسی شے کا ذکر خاص ہو جاتا ہے، جیسے کسی لگائے ہوئے پودے کی جڑ کہہ دی جائے تو وہ فقط اس کی اصل ہوگی اور وہ کسی اور شے کی اصل نہیں ہوسکتی۔ اگر وہ پودا چنبیلی ہے تو وہ اصل چنبیلی کی ہوگی کسی اور پودے کی نہیں۔

مگر یہاں فرمایا جا رہا ہے: محبوب! تیرے اصل ہونے کی اضافت کس شئے کی طرف کی جائے کہ تُو تو ساری کائنات کی اصل ہے۔ تو ہی کَانَ وَ مَا یَکُوْنُ (جو کچھ کائنات میں ہوا، ہو رہا ہے یا ہوگا، اس کی) اصل ہے۔ بقول اقبالؒ:

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

لٰہذا وَ النَّجمِ سے قسم کھانے کا مفہوم یہ ہوا کہ اے محبوب! تو کائنات اور موجوداتِ کائنات کے ہر فرد کی اصل ہے، اے محبوب! قسم ہے تیرے پوری کائنات کے اصل ہونے کی اور اس نقطۂ آغاز کی جس سے کائنات کی ہر شۓ کو وجود ملا ہے۔

حضور ﷺ کا اصلِ کائنات ہونا درج ذیل آیہ کریمہ سے بھی ثابت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ (۱)

”(اُس کے یہاں تو بس ارادہ کی دیر ہے) اُس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے اس سے کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے○“

اس کا مفہوم یہ ہوا کہ ہر شے کو اللہ تعالیٰ کے اَمرِ 'کُن' سے خلعتِ وجود دیا جاتا ہے اور اس کائنات میں پہلا امر 'کُن' جو ہوا وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وجود گرامی میں صورت پذیر ہوا۔ اسی لئے اصلِ کائنات یعنی حضور ﷺ کی قسم کھائی گئی۔

حضور ﷺ کے درج ذیل فرمودات بھی آپ ﷺ کی تخلیق میں اولیت پر دلالت کرتے ہیں:

۱۔ امام بخاریؒ کے دادا استاد امام عبدالرزاقؒ نے اپنی تالیف 'المُصَنَّف' میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث نقل کی ہے جسے ائمہ و محدثین کی کثیر تعداد نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

قلت: يا رسول اللہ! بأبی أنت و أمی! أخبرنی عن أوّل شئ خلقه

(۱) القرآن، یٰسین، ۸۲:۳۶

الله تعالىٰ قبل الأشياء، قال: يا جابر! إن الله تعالى قد خلق قبل الأشياء نور نبيک من نوره، فجعل ذلک النور يدور بالقدرة حيث شاء الله تعالى، ولم يكن فى ذلک الوقت لوح ولا قلم، ولا جنة ولا نار، ولا ملک، ولا سماء ولا أرض، ولا شمس ولا قمر، ولا جن ولا إنس، فلما أراد الله تعالى أن يخلق الخلق، قسم ذالک النور أربعة أجزاء: فخلق من الجزء الأوّل القلم، و من الثانى اللوح، ومن الثالث العرش، ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء، فخلق من الأوّل حملة العرش، و من الثانى الكرسى، و من الثالث باقى الملائكة، ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء، فخلق من الأوّل السموت، ومن الثانى الأرضين، و من الثالث الجنة والنار۔ ......(۱)

’’میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اے جابر! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، پھر وہ نور مشیتِ ایزدی کے مطابق جہاں چاہتا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتہ تھا، نہ آسمان تھا، نہ زمین، نہ سورج تھا نہ چاند، نہ جن تھا اور نہ انسان۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا: پہلے حصے سے قلم

(۱) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۱:۷۱

۲۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۱:۸۹۔۹۱

۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱:۵۰

۴۔ عجلونی نے ’کشف الخفا (۱:۳۱۱، رقم: ۸۱۱)‘ میں مذکورہ حدیث کو نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام عبد الرزاق نے اسے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ’المصنف‘ میں روایت کیا ہے۔

بنایا، دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصے سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے اور دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے۔ پھر چوتھے کو مزید چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے سے آسمان بنائے، دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت اور دوزخ......‘‘

اِس حدیث کو آج تک اتنے کثیر ائمہ و محدثین نے ذکر کیا ہے کہ یہ قبولِ عام درجہ حاصل کر چکی ہے۔

نورِ محمدی ﷺ کے کائنات میں سب سے پہلے تخلیق کئے جانے اور آپ ﷺ کو تخلیقِ آدم سے بھی پہلے شرفِ نبوت سے بہرہ یاب کئے جانے کے تذکرے بہت سی احادیث میں آئے ہیں، جنہیں مختلف الفاظ میں امام بخاری نے ’التاریخ الکبیر‘ میں، امام مسلم نے ’الصحیح‘ میں، امام احمد بن حنبل نے ’المسند‘ میں، امام حاکم نے ’المستدرک‘ میں، امام ترمذی نے ’الجامع الصحیح‘ میں، امام بیہقی نے ’دلائل النبوۃ‘ میں، امام بغوی نے ’شرح السنۃ‘ میں، خطیب تبریزی نے ’مشکوٰۃ المصابیح‘ میں اور امام دیار بکری نے ’تاریخ الخمیس‘ وغیرہ میں روایت کیا ہے۔ اسی طرح ابو نعیم، بزار، طبرانی، ابن حبان، ابن سعد، ابن عساکر، خرائطی، خطیب بغدادی، حافظ ابوبکر، زرکشی، عسقلانی، قسطلانی، زرقانی، سیوطی اور ابن جوزی وغیرہم نے بھی ایسی بہت سی احادیث کی تخریج کی ہے اور ان پر اعتماد کیا ہے۔ علاوہ ازیں محمد فاسی نے ’مطالع المسرات‘ میں، قاضی عیاض نے ’الشفاء‘ میں، ابن حجر مکی نے ’الفتاوی الحدیثیۃ‘ میں، ملا علی قاری نے ’مرقاۃ المفاتیح‘ اور ’شرح الشفاء‘ میں، عبدالغنی نابلسی نے ’الحدیقۃ الندیۃ‘ میں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ’مدارج النبوۃ‘ میں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ’تفہیماتِ الٰہیۃ‘ میں ان احادیث کو نقل کر کے ان سے استناد کیا ہے۔ امام شعرانی، امام آلوسی، امام نبہانی حتی کہ مولانا اشرف علی تھانوی اور بہت سے دیگر متاخرین نے بھی ان احادیث و روایات کو اپنی کتب میں نہ صرف نقل کر کے ان کی توثیق و تائید کی ہے بلکہ مستقل ابواب قائم کر کے انہیں ثابت بھی کیا ہے۔

گویا حضور نبی اکرم ﷺ کے نورِ مبارک کی کائناتِ ہست و بود میں اولین تخلیق اس کے عالمِ ارواح میں ملکوتی قیام اور عالمِ اجساد میں ناسوتی سفر کا ذکر، ائمہ حدیث، اہل سیر، اصحابِ فضائل اور محققین کے ہاں آج تک تواتر سے ہوتا چلا آ رہا ہے اور اعتقاداً اسی پر متقدمین و متاخرین کا اجماع رہا ہے۔

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كنت أوّل النبيين في الخلق و آخرهم في البعث۔(۱)

''میں تخلیق کے لحاظ سے تمام انبیاء سے اوّل اور مبعوث ہونے کے اعتبار سے سب سے آخری (نبی) ہوں۔''

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أن النبي ﷺ قال: كنتُ نورا بين يدي ربي قبل خلق آدم عليه الصلوٰة والسلام بأربعة عشر ألف عام۔(۲)

''حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کی بارگاہ میں نور کی صورت میں موجود تھا۔''

---

(۱) ۱۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲۸۲:۳، رقم: ۴۸۵۰
۲۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۴۱۱:۴، رقم: ۷۱۹۵
۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴۷۰:۳
۴۔ مناوی، فیض القدیر، ۵۳:۵
۵۔ عجلونی، کشف الخفا، ۱۶۹:۲، رقم: ۲۰۰۷

(۲) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۴۷:۱
۲۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۹۵:۱
۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳۰:۱
۴۔ عجلونی، کشف الخفا، ۳۱۲:۱
۵۔ عجلونی، کشف الخفا، ۱۷۰:۲

مولانا اشرف علی تھانوی 'نشر الطیب (ص:۱۷)' کے پہلے باب میں اس قسم کی تقریباً سب روایات کو اکٹھا کرتے ہوئے مذکورہ بالا حدیث سے استنباط و استشہاد کرتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے: ''اس حدیث میں بیان کی گئی مدت چودہ ہزار سال سے مراد اس سے زیادہ تو ہوسکتی ہے اس سے کم نہیں اور رہی یہ بات کہ مدت کی تخصیص کیوں کی گئی تو عین ممکن ہے اس مجلس میں کوئی تذکرہ ہی ایسا ہو رہا ہو جس پر حضور ﷺ نے فرما دیا کہ تم چودہ ہزار سال کی بات کرتے ہیں تو اس وقت بھی اللہ تعالی کی بارگاہ عالیہ میں موجود تھا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی ابھی تخلیق بھی نہ ہوئی تھی۔

۴۔ کائنات میں تخلیقِ آدم سے پہلے حضور ﷺ کب سے موجود تھے اس کا تعین کوئی بھی نہیں کرسکتا۔ علامہ حلبی نے روایت نقل کی ہے:

عن أبی هريرة ﷺ: أن رسول الله ﷺ سأل جبريل، فقال: يا جبرائيل! كم عمرت من السنين؟ فقال: يا رسول الله! لست أعلم غير أن فی الحجاب الرابع نجما يطلع فی كل سبعين ألف سنة مرة، رأيته اثنين و سبعين ألف مرة۔ فقال: يا جبرائيل! و عزة ربی جل جلالهٗ أنا ذلک الكوكب۔(۱)

''حضرت ابوہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امین سے دریافت فرمایا: جبرئیل! ذرا یہ تو بتاؤ کہ تمہاری عمر کتنی ہے؟ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی عمر کا تو مجھے صحیح اندازہ نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ (ساری کائنات کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حجابات عظمت میں سے) چوتھے پردہ عظمت میں ایک (نورانی) ستارہ چمکا کرتا تھا اور وہ ستارہ ستر (۷۰) ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ چمکتا تھا اور میں نے اپنی زندگی میں وہ نورانی ستارہ بہتّر (۷۲) ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ حضور ﷺ فرمانے لگے: جبرئیل! مجھے اپنے ربِ ذوالجلال کی عزت کی قسم! وہ (چمکنے والا)

(۱) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱:۳۰

ستارہ میں ہی ہوں۔‘‘

۵۔ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی وَجہِ تکوینِ کائنات ہے لیکن اس حقیقت ازلی کا ادراک انسانی عقل نہیں کرسکتی، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

یا أبابکر! و الذی بعثنی بالحق! لم یعلمنی حقیقه غیر ربی۔(۱)

’’اے ابوبکر! مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میری حقیقت میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔‘‘

قرآن و حدیث میں جو حقیقت بیان ہوئی ہے اس کی تصدیق موجودہ سائنس کر رہی ہے۔ اس مضمون پر سائنسدانوں کی تحقیقات جو اُنہوں نے مادی کائنات، اجرامِ فلکی، ارضی و سماوی طبقات اور زیریں و بالا کائنات کے حوالے سے کیں وہ حتمی و قطعی نہیں ہو سکتیں کہ قطعی و حتمی علم فقط اللہ اور اس کے رسولِ مقبول ﷺ ہی کا ہے، لیکن یہ بات طے ہے کہ سائنسی تحقیقات اگرچہ ظنی ہیں مگر وہ راستہ دکھاتی اور موجود معلومات (findings) کی تطبیق کے لئے علمی بنیادیں فراہم کرتی ہیں۔

جدید سائنسی تحقیقات کی رو سے کائنات ایک خلقی وحدت سے وجود میں آئی، جس کا آغاز ایک بڑے حادثے سے ہوا، جسے سائنس نے عظیم دھماکے کے نظریے (Big Bang Theory) کے تحت پیش کیا ہے۔ یہ دھماکہ اچانک ہوا۔ لیکن یہ سوال کہ وہ چیز جو ایک وحدت تھی کیا تھی، اس کا جواب سائنس حتمی طور پر دینے سے قاصر ہے۔ تاہم مسلسل تجربات و مشاہدات کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ وہ چیز جس نے کائناتِ زیریں و بالا کے وجود کو ایک وحدانی قوت (Unified Force) کے ذریعے باہم ملا رکھا تھا۔ ایک انرجی اور ایک نور تھا، اس نور کی تقسیم سے ارضی و سماوی کائنات وجود میں آئی اب ظاہر ہے وہ توانائی (energy) جس سے کائنات معرض وجود میں آئی خدا کی ذات نہیں ہوسکتی کیونکہ خدا کی ذات تقسیم ہونے سے پاک ہے۔ وہ نورِ محمدی ﷺ تھا جس کی

(۱) فاسی، مطالع المسرات: ۱۲۹

تائید مذکورہ بالا احادیث سے ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہے کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کو تخلیق میں اوّل ہونے کا شرف حاصل ہے۔

۲۔ نبوت میں اوّلیت

جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کو خلقت میں شرف اوّلیت حاصل ہے اسی طرح آپ ﷺ کو منصبِ نبوت و رسالت پر فائز کئے جانے کے باب میں بھی اوّلیت حاصل ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قالوا: یا رسول اللہ! متی وجبت لک النبوۃ؟ قال: و آدم بین الروح و الجسد۔(۱)

’’صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ ارشاد فرمائیے کہ آپ کو شرف نبوت سے کب نوازا گیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: (میں اس وقت بھی نبی تھا) جب کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق ابھی روح اور جسم کے مرحلے میں تھی۔‘‘

ملا علی قاری بین الروح و الجسد کا مطلب بیان کرتے ہیں:

و انہ مطروح علی الأرض صورۃ بلا روح، والمعنی قبل تعلق روحہ بجسدہ۔ (۲)

’’یعنی حضرت آدم علیہ السلام جب بغیر روح کے اپنے پیکر خاکی کے ساتھ زمین پر

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۸۵، ابواب المناقب، رقم:۳۶۰۹
۲۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۲:۱۳۰
۳۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۲:۱۷۰

(۲) ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، ۱۱:۵۸

موجود تھے مراد یہ کہ جب ان کی روح اور ان کے جسد عنصری کا آپس میں کوئی تعلق قائم نہ ہوا تھا۔‘‘

حدیث مذکورہ کا مطلب یہ نہ لیا جائے کہ تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے نبوت محمدی کا ثبوت محض علمِ الٰہی میں تھا، عالمِ خارج میں نہ تھا کیونکہ حدیث کی اس طرح تفہیم سے تو حضور ﷺ کی کوئی امتیازی فضیلت باقی نہیں رہتی۔ اس لئے کہ علمِ الٰہی میں تو تمام انبیاء کی نبوتیں تھیں، لیکن یہاں تو حضور ﷺ کی نبوت کی امتیازی خصوصیت بیان ہو رہی ہے۔ مزید یہ کہ ’علم الٰہی‘ میں حضور ﷺ کا نبی ہونا کب سے تھا؟ یہ سوال تو سائلین کے ذہن میں بھی نہ تھا کیونکہ اس امر کے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی، کائنات کی ہر چیز تخلیق کائنات سے پہلے علمِ الٰہی میں تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سوال تو یہ تھا کہ حضور ﷺ کے لئے نبوت کس وقت ثابت اور واجب ہوئی۔ ثبوت وجود کو مستلزم ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ خلقت محمدی ﷺ تو ساری کائنات سے پہلے ہو چکی تھی لیکن شرفِ نبوت سے حضور ﷺ کو کس وقت ہمکنار کیا گیا؟ جس کا جواب حضور ﷺ یہ دے رہے ہیں کہ میں اس وقت سے نبی ہوں جب آدم علیہ السلام کی تخلیق بھی عمل میں نہ آئی تھی۔

ہمارے نقطۂ نظر کی مزید وضاحت علامہ انور شاہ کشمیری کی بیان کردہ اس حدیث کی شرح سے ہو جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

أی کان النبی ﷺ نبیاً، و جرت علیه أحکام النبوة من ذالک الحین بخلاف الأنبیاء السابقین، فإن الأحکام جرت علیهم بعد البعثة۔(۱)

’’یعنی نبی ﷺ اس وقت بھی نبی تھے اور آپ پر احکام نبوت جاری ہو چکے تھے بخلاف انبیاء سابقین کے کہ ان پر احکام نبوت کا اجراء بعثت کے بعد ہوتا ہے لیکن حضور ﷺ کی نبوت مع احکام تخلیق آدم سے سے بھی پہلے واقع ہوئی۔‘‘

علامہ کشمیری نے اس سلسلے میں حضرت جامی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

(۱) انور شاہ کاشمیری، العرف الشذی بر حاشیہ جامع الترمذی، ۲:۲۰۲

انه ﷺ كان نبيا قبل النشأة العنصرية۔(۱)

''حضور ﷺ وجودِ عنصری پانے سے بھی پہلے نبی تھے۔''

طیبی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد صحابہ کرام ﷺ کے سوال کہ آپ کو نبوت کب حاصل ہوئی کے جواب میں تھا، لہٰذا حضور ﷺ کے جواب کا معنی بھی یہی ہوگا کہ مجھے نبوت اس وقت سے حاصل ہے جب کہ آدم علیہ السلام ابھی وجود اور عدمِ وجود کی درمیانی حالت میں تھے۔(۲)

امام قسطلانی فرماتے ہیں:

فتحمل هذه الرواية على وجوب نبوته و ثبوتها و ظهورها في الخارج۔(۳)

''یہ حدیث تخلیقِ آدم علیہ السلام سے قبل نبوت محمدی ﷺ کے وجوب، ثبوت اور ظہور کی دلیل ہے۔''

۲۔ اس امر کی مزید وضاحت خود ایک حدیثِ صحیح سے بھی ہو جاتی ہے جس میں آپ ﷺ نے اپنے 'وصفِ ختمِ نبوت' کے بارے میں بیان فرمایا کہ وہ تخلیقِ آدم سے پہلے عنداللہ لکھا جا چکا تھا۔

حضرت عرباض بن ساریہ ﷺ سے روایت ہے:

انه قال ﷺ: إني عند الله مكتوب خاتم النبين و إن آدم لمنجدل في طينته، و سأخبركم بأوّل ذلك دعوة إبراهيم، و بشارة عيسىٰ، و رؤيا أمي التي رأت حين وضعتني، أنه خرج منها نور

(۱) انور شاہ کاشمیری، العرف الشذی بر حاشیہ جامع الترمذی، ۲:۲۰۲
(۲) ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، ۱۱:۵۸، باب فضائل سید المرسلین ﷺ
(۳) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۱:۶۰

أضاءت لها منه قصور الشام۔(۱)

''حضور ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت سے خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی خمیر سے پہلے مٹی میں تھے اور میں تمہیں بتاؤں کہ میری نبوت کے بارے میں پہلی خبر ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت تھی اور اس کے علاوہ میری والدہ کا وہ خواب تھا جو انہوں نے میری ولادت سے پہلے دیکھا تھا اور انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا جس کے سبب شام کے محلات روشن ہو گئے۔''

صاف ظاہر ہے کہ مطلق شرفِ نبوت اور وصفِ ختم نبوت میں فرق ہے۔ وصفِ ختمِ نبوت کے ثبوت کے لئے تمام انبیاء و مرسلین کے بعد مبعوث ہونا شرط تھا۔ اس لئے اس وصف کے ذکر میں 'إنی عنداللہ مکتوب خاتم النبیین (میں اللہ کے ہاں خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا)' کے الفاظ بیان فرمائے، لیکن مطلقاً شرف نبوت کے لئے بعدیت اور آخریت یعنی سب کے بعد اور آخر میں آنے کی شرط نہ تھی۔ اس لئے اس شرف کا فی الواقع ثابت ہونا بیان فرمایا گیا۔ اگر یہ فرق نہ ہوتا تو پہلی حدیث میں بھی صحابہ کے سوال کے جواب میں یہ کہا جا سکتا تھا کہ میں خدا کے ہاں نبی لکھا جا چکا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔

---

(۴) ۱۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۵۱۲، رقم: ۲۰۹۳

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۷، ۱۲۸

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۱۳، رقم: ۶۴۰۴

۴۔ حاکم نے 'المستدرک (۲: ۶۵۶، رقم: ۴۱۷۵)' میں اسے صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔

۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸: ۲۵۲، ۲۵۳، رقم: ۶۲۹، ۶۳۰: ۲۵۳، رقم: ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱

۶۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۳۴، رقم: ۱۳۸۵

۷۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۶: ۶۸، رقم: ۱۷۳۶

۸۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱: ۶۷، رقم: ۲۳۰

۹۔ بخاری، التاریخ الصغیر، ۱: ۱۳، رقم: ۳۳

۱۰۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۱۴۹

ثبوتِ نبوت کے لئے فرمایا کہ میرے لئے نبوت واجب اور ثابت ہو چکی تھی اور ختمِ نبوت کے لئے فرمایا کہ میں خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا۔ ان دونوں ارشادات میں اندازِ بیان اور اسلوب کا فرق اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر رہا ہے کہ نبوتِ محمدی ﷺ کو وجود کے اعتبار سے اولیت حاصل ہے اور محدثین کرام کی تصریحات بھی اسی مفہوم کی مؤید ہیں۔

۳۔ مذکورہ بالا مفہوم حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث صحیح سے بھی ثابت ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں:

قلت: یا رسول اللہ! متی کتبتَ نبیا؟ قال ﷺ: و آدم بین الروح والجسد۔(۱)

''میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کب سے نبی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس وقت سے نبی ہوں جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے مرحلہ میں تھے۔''

۴۔ یہی حدیث ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

قلت لرسول اللہ ﷺ: متی کنت نبیا؟ قال: و آدم بین الروح و

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵۹:۵

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۳۲۹:۷، رقم: ۳۶۵۵۳

۳۔ ابن ابی عاصم نے 'السنہ (۱۷۹:۱، رقم: ۴۱۰)' میں کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے تمام رجال صحیح حدیث والے اور ثقہ ہیں۔

۴۔ طبرانی نے 'المعجم الکبیر (۹۲:۱۲، رقم: ۱۲۵۷۱)' اور 'المعجم الاوسط (۲۷۲:۴، رقم: ۴۱۷۵)' میں یہ حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

۵۔ مقدسی نے 'الاحادیث المختارہ (۱۴۲:۹، ۱۴۳، رقم: ۱۲۳، ۱۲۴)' میں ابن الجدعا سے روایت کی ہے۔

۶۔ ہیثمی نے '(مجمع الزوائد، ۲۲۳:۸)' میں کہا ہے کہ یہ حدیث احمد اور طبرانی نے روایت کی ہے اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں۔

۷۔ اصبہانی، حلیۃ الاولیاء، ۱۲۲:۷

الجسد۔(۱)

۵۔ عامر شعبی ﷺ روایت کرتے ہیں:

قال رجل: یا رسول اللہ! متی استنبئت؟ قال: و آدم بین الروح و الجسد، حین أخذ مِنّی المیثاق۔(۲)

''ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! آپ کو کب نبی بنایا گیا تھا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: آدم علیہ السلام اس وقت روح اور جسم کے درمیان تھے جبکہ مجھ سے نبوت کا میثاق لیا گیا۔''

۶۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قلت: یا رسول اللہ! متی أخذ میثاقک؟ قال: و آدم بین الروح والجسد۔(۳)

''یا رسول اللہ! آپ سے (نبوت کا) میثاق کب لیا گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ ابن ابی شیبہ، ۷: ۳۶۹، رقم: ۳۶۵۴۸
۲۔ حاکم نے 'المستدرک (۲: ۶۶۵، رقم: ۴۲۰۹)' میں کہا ہے یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔
۳۔ احمد بن حنبل نے 'المسند (۴: ۶۶)' میں کنت کی بجائے جعلت کا لفظ ذکر کیا ہے۔
۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰: ۳۵۳، رقم: ۸۳۳
۵۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۷: ۳۷۴، رقم: ۱۶۰۶
۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۱۴۸
۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷: ۵۹، ۶۰
۸۔ اصبہانی، حلیۃ الاولیاء، ۹: ۵۳
(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۱۴۸
۲۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۲: ۱۷۰، رقم: ۲۰۰۷
(۳) طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۱۱۹، رقم: ۱۲۶۴۶

(اس وقت) جب آدم علیہ السلام کی تخلیق روح اور جسم کے درمیانی مرحلے میں تھی۔''

اس حدیث کے بعد تامل کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کیونکہ حدیث کی شرح خود حدیث نے کر دی ہے۔ اس میں سوال کے الفاظ بھی بڑے واضح ہیں کہ آپ کو منصبِ نبوت پر کب فائز کیا گیا اور جواب بھی بڑا واضح ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ میثاقِ نبوت اس میثاقِ انبیاء سے بالکل مختلف تھا جس کا ذکر ہو چکا ہے۔

ابن سعد نے یہی الفاظ حضرت ابن ابی الجدعاء رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کئے ہیں۔

احادیث مذکورہ سے حضور نبی اکرم ﷺ کی اولیتِ نبوت بتمام وکمال ثابت ہو رہی ہے۔

۳۔ عالمِ ارواح میں تصدیقِ رِسالت کا اعزاز

عالم ارواح میں جب تمام انبیاء کرام کو خلعتِ نبوت سے مشرف فرمایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان ذواتِ مقدسہ سے حضور ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی نصرت و تائید کا پختہ عہد لیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ط قَالُوْا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ (۱)

''اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو

(۱) القرآن، آل عمران، ۳:۸۱

تمہارے ساتھ ہوں گی تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے، فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور اس (شرط) پر میرا بھاری عہد مضبوطی سے تھام لیا؟ سب نے عرض کیا: ہم نے اقرار کر لیا۔ فرمایا کہ تم گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے جب تمام پیغمبروں سے ان کی نبوتوں اور رسالتوں کے مناصب کا حلف لیا تو اس وقت بڑے اہتمام سے اس حلف کے ساتھ ساتھ ان انبیاء کو بطور خاص یہ باور کرایا گیا کہ تمہیں نبوت و رسالت کی عظیم نعمت اور جلیل القدر منصب تو دے رہا ہوں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ تم میں سے ہر ایک کی نبوت و رسالت میرے محبوب خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے چراغِ نبوت و رسالت سے مستنیر ہوگی۔ تمہاری نبوت، نبوتِ محمدی ﷺ کے فیضان سے فیض یاب ہوگی۔ لہٰذا تمہیں یہ نبوت و رسالت کا حلف اس طرح دینا ہوگا:
’’باری تعالیٰ! ہم نہ صرف اپنی نبوت و رسالت کا اقرار کرتے ہیں اور اس کی ذمہ داریاں قبول کرتے ہیں بلکہ نبوت و رسالتِ مصطفیٰ ﷺ پر بھی ایمان لاتے ہیں۔‘‘

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ تمام نبی پہلے حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت پر ایمان لائے، اور اس ایمان لانے کے صدقے اور اس اقرار کے صلے میں انہیں نبوت کے منصب پر فائز کیا گیا۔

امام قسطلانی نے روایت نقل کی ہے:

إن الله تعالی لما خلق نور نبینا محمدﷺ، أمره أن ینظر إلی أنوار الأنبیاء علیهم السلام، فغشیهم من نوره ما أنطقهم الله به، فقالوا: یا ربنا! من غشینا نوره؟ فقال الله تعالی: هذا نور محمد بن عبدالله، إن امنتم به جعلتکم أنبیاء، قالوا: آمنا به و بنبوته۔ فقال الله تعالی: أشهد علیکم؟ قالوا: نعم، فذالک قوله تعالی: وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ ......(۱)

(۱) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۱:۶۶، ۶۷

’’بیشک جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا تو اس کو حکم دیا کہ انبیاء کی ارواح کی طرف متوجہ ہو۔ پس اس نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے ان سب کو اپنے نور سے ڈھانپ لیا۔ ان سب نے عرض کیا: اے ہمارے رب کس کے نور نے ہمیں ڈھانپ لیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ محمد بن عبداللہ کا نور ہے، اگر تم اُن پر ایمان لاؤ تو میں تم سب کو منصب نبوت پر فائز کر دوں گا۔ انہوں نے کہا: ہم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تم پر (اس حوالے سے) گواہ ہوں۔ انہوں نے کہا: جی ہمارے رب۔ قرآنِ حکیم میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب ......۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی تصدیق کر کے انبیاء کرام علیھم السلام نے جب اپنی اپنی نبوت کے مناصب حاصل کئے تو یہ انہیں عمومی حیثیت سے نہیں عطا کئے گئے تھے بلکہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی رسالت کی تصدیق کرنے کے لئے آپ ﷺ کے شایانِ شان تمام انبیاء کرام کی مجلس منعقد فرمائی اور سب سے ایسا وعدہ لیا کہ نہ صرف انہیں ایک دوسرے کا شاہد بنایا بلکہ خود اپنے محبوب ﷺ کی نبوت کے گواہوں میں شامل ہونے کا اعلان فرما دیا۔

زیرِ نظر آیتِ مبارکہ میں کلمہ ’اِذْ‘ قابلِ توجہ ہے۔ قرآنِ حکیم میں جہاں کہیں بھی لفظ ’اِذْ‘ سے کسی بات کا آغاز ہوتا ہے اس سے ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ کرنا اور توجہ دلانا مقصود ہوتی ہے جب وہ فی الحقیقت رونما ہوا۔

کلمہ ’اِذْ‘ کا معنی اُردو میں ’جب‘ ہے۔ ایسی آیات مبارکہ کے ترجمے میں اکثر ’یاد کر‘ آتا ہے، مثلاً وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ (اور (وہ وقت بھی یاد کریں) جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا)، وَاِذْ قِيْلَ لَهُمْ (اور (وہ وقت یاد کریں) جب ان سے کہا گیا) وغیرہ۔

یہ معنی اس لئے کیا جاتا ہے کہ کلمہ ’اِذْ‘ میں دراصل ’اُذْکُرْ‘ کا معنی محذوف ہوتا ہے۔ یہ عربی لغت کا قاعدہ ہے جس سے کسی کو انکار نہیں۔ گویا یہاں حضور ﷺ سے فرمایا

جارہا ہے: 'محبوب! وہ وقت یاد کر جب ہم نے تیری خاطر سب نبیوں کو اکٹھا کیا تھا اور ایک شاندار محفل کا اہتمام کیا تھا تاکہ ان سے تیری نبوت پر ایمان لانے کا وعدہ لیا جائے، یاد کرو! وہ منظر جب ہم نے تیرے ذکر کے چرچے عالمِ ارواح میں کئے۔''

یہ پیار بھری گفتگو ایسے انداز میں کی جارہی ہے جیسے دو گہرے دوستوں کے درمیان بات ہو رہی ہو اور ایک دوست دوسرے سے کہہ رہا ہو کہ فلاں وقت یاد کرو جب ہمارے درمیان فلاں واقعہ پیش آیا تھا یا یوں کہا جائے کہ وہ وقت یاد کرو جب ہم نے مل کر وہ خاص منظر دیکھا تھا۔ اور مذکورہ منظر بڑا پُرکشش اور ناقابل فراموش ہو تو اس انداز میں آدمی کسی سے اس وقت بات کرتا ہے جب مخاطب کے مشاہدے سے وہ واقعہ گزرا ہو ورنہ اس طرح گزشتہ زمانہ میں گزرے ہوئے واقعات کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ جب وہ کام ایک مرتبہ واقع ہوچکا ہو اور دوبارہ اس کے سامنے دہرایا جائے جو متکلم کے ساتھ اس وقت موجود تھا تب 'اِذْ' کے معنی کا مدعا پورا ہوتا ہے، وہ بات متکلم اور مخاطب دونوں کے علم میں ہوتی ہے۔ مقصود صرف مخاطب کو حوالہ دے کر اس کے ذہن میں اس گزرے ہوئے واقعے کی یاد تازہ کرانا ہوتا ہے۔

۴۔ عمومیتِ رسالت

حضور نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل جتنے انبیاء و رسل ہدایتِ آسمانی لے کر مبعوث ہوتے رہے وہ کسی خاص علاقے، خاص زمانے یا خاص قوم کے لئے آتے رہے، ان کا دائرہ کار محدود ہوتا تھا لیکن جب سلسلہ انبیاء کے اختتام پر تاجدارِ کائنات ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا تو انہیں تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا، آپ ﷺ کا دائرۂ نبوت پوری کائنات پر محیط کردیا گیا۔

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا۔(۱)

(۱) القرآن، سبا، ۳۴:۲۸

''اور اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام بنی نوع انسان کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

ایک اور مقام پر اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا○(۱)

''(وہ اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے (حق و باطل میں فرق اور) فیصلہ کرنے والا (قرآن) اپنے (محبوب و مقرب) بندہ پر نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کیلئے ڈر سنانے والا ہو جائے○''

۱۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

کان النبی یبعث الی قومه خاصة و بعثت الی الناس عامة۔(۲)

''ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا جبکہ مجھے عامۃُ الناس کی طرف مبعوث کیا گیا۔''

۲۔ مذکورہ بالا حدیث درج ذیل الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

و کان النبی یبعث إلی قومه خاصة، وبعثت إلی الناس کافة۔(۳)

''ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا

(۱) القرآن، الفرقان، ۲۵:۱

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۱۲۸، کتاب التیمم، رقم: ۳۲۸
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۳۰۴، رقم: ۱۴۳۰۳
۳۔ دارمی، السنن، ۱:۳۷۴، رقم: ۱۳۸۹
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۳۰۸، رقم: ۶۳۹۸
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱:۲۱۲، رقم: ۹۵۸
۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۰۳، رقم: ۳۱۶۴۲
۷۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۴۹، رقم: ۱۱۵۴

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۱۶۸، کتاب المساجد، رقم: ۴۲۷
۲۔ نسائی، السنن، ۱:۲۱۱، کتاب الغسل والتیمم، رقم: ۴۳۱

گیا ہے۔‘‘

۳۔ آپ ﷺ نے اپنی رسالتِ عامہ کو ایک اور حدیث میں یوں بیان فرمایا ہے:

كان كل نبي يبعث إلى قومه خاصةً، و بُعثت إلى كل أحمر و أسود۔ (۱)

’’ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ مجھے سرخ و سیاہ تمام انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا۔‘‘

۴۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أرسلت إلى الخلق كافة۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۷۰، کتاب المساجد، رقم: ۵۲۱

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۵۰، رقم: ۲۲۵۶

۳۔ بزار، المسند، ۹: ۴۶۱، رقم: ۴۰۷۷

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶: ۲۹۱، رقم: ۱۲۴۸۹

۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۵۹

۶۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۷۱

۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۷۷

۸۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۴: ۲۳۴

۹۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۱۲، رقم: ۲۰۹۷

۱۰۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱: ۴۳۹

۱۱۔ نووی، شرح صحیح مسلم، ۵: ۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۷۱، کتاب المساجد، رقم: ۵۲۳

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب السیر، ۴: ۱۲۳، رقم: ۱۵۵۳

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۱۱، رقم: ۹۳۲۶

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۸۷، رقم: ۲۳۱۳

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۱۱، ۳۱۲، رقم: ۶۴۰۱، ۶۴۰۳

←

’’مجھے (ازل سے ابد تک کی) تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔‘‘

اب حضور ﷺ کے دائرۂ نبوت سے نہ کوئی انسان خارج رہا نہ جن، کوئی فرشتہ خارج رہا نہ کوئی اور طبقہ بلکہ آپ ﷺ کی نبوت نے ہر چیز کو اپنے احاطے میں لے رکھا ہے۔

۵۔ نسبی شرف و فضیلت

حضور ﷺ کا خاندان بنو ہاشم قبیلہ قریش کا افضل ترین خاندان تھا اور قبیلہ قریش جزیرۂ عرب میں اپنے شرف اور عزت و احترام کے حوالے سے منفرد مقام کا حامل شمار کیا جاتا تھا۔ حضور ﷺ کو نسبی فضیلت کا یہ مقام اپنے والد گرامی حضرت عبداللہ ﷺ اور والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا دونوں کی طرف سے حاصل تھا۔

قرآن کریم میں آپ ﷺ کی اعلیٰ نسبی کے حسین اِشارات ملتے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ۔(۱)

’’بیشک تمہارے پاس تم میں سے ایک (باعظمت) رسول تشریف لائے۔‘‘

اَنْفُس، نَفْسٌ کی جمع ہے لیکن اگر اسے اَنْفَس پڑھا جائے تو پھر یہ اسم تفضیل کا صیغہ بن جاتا ہے جس کا معنی ہے: سب سے زیادہ نفیس، چنانچہ ایک قراءت میں اَنْفَسِکُمْ بھی آیا ہے، جس کا ذکر مندرجہ ذیل حدیث میں موجود ہے:

۶۔ ابویعلی، المسند، ۱۱: ۳۷۷، رقم: ۲۴۹۱

۷۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۳۳۰، ۳۹۵

۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۴۳۳

۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۵

۱۰۔ ابونعیم، المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم، ۲: ۱۲۶، رقم: ۱۱۵۳

(۱) التوبہ، ۹: ۱۲۸

حضرت انس بن مالک ﷺ روایت کرتے ہیں:

قرأ النبی ﷺ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ، بفتح الفاء، و قال: أنا اَنْفَسُكُمْ نسبًا و صهراً و حسبًا، لیس فی آبائی من لدن آدم سفاح کلنا نکاح۔(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت کریمہ ...... لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ ...... تلاوت فرمائی اور حرف ’فا‘ کو زبر کے ساتھ (مِنْ اَنْفَسِكُمْ) پڑھا اور فرمایا: میں حسب و نسب اور خاندانی قرابت کے حوالے سے تم سب سے افضل ہوں، میرے آباؤ اجداد میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کوئی بھی بے راہ رو یعنی بدکردار نہیں نکلا، سب نکاح کرتے رہے ہیں۔‘‘

قاضی عیاض نے بھی الشفاء، (۱:۸)‘ میں امام سمرقندی کے حوالے سے اَنْفَسُكُمْ میں ’فا‘ کو مفتوح پڑھنے کا قول نقل کیا ہے۔

حضور ﷺ نے اپنی اعلیٰ نسبی کو متعدد احادیث میں بیان فرمایا ہے۔ چند احادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت علی بن ابی طالب ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

خرجت من نکاح و لم أخرج من سفاح من لدن آدم إلی ان ولدنی أبی و أمی۔(۲)

---

(۱) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۱:۸۷
۲۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱:۶۸
۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۶۶
۴۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۱:۱۲۸

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۵:۸۰، رقم:۴۷۲۸
۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۰۳، رقم:۳۱۶۴۱
۳۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۲:۱۹۰، رقم:۲۹۴۹ ←

''میں نکاح کے طریقے پر پیدا ہوا ہوں اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک کبھی کسی کے اندر سفاحت یعنی غلط کاری کا شائبہ تک نہیں پایا گیا۔''

۲۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ما ولدني من سفاح أهل الجاهلية شيء، ما ولدني إلا نكاح كنكاح الإسلام۔(۱)

''میری پیدائش میں دورِ جاہلیت کی غلط کاری کا شائبہ تک نہیں، میری پیدائش اِسلام کے نکاح کی طرح نکاح کے طریقہ پر ہوئی۔''

۳۔ ایک دوسری روایت اِسی ضمن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں مروی ہے:

أن رسول الله ﷺ قال: لم يلتق أبواى قط على سفاح، لم يزل الله ينقلني من الأصلاب الطيبة إلى الأرحام الطاهرة مصفى مهذباً، ولا تتشعب شعبتان إلا كنت في خيرهما۔(۲)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے والدین نے کبھی بھی غلط کاری کا ارتکاب نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ مجھے (میرے نور کو) ہمیشہ ہمیشہ پاک اصلاب (پشتوں) سے

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۱۴

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۶۱

۶۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۴۵۲، رقم: ۱۲۰۶

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۳۲۹، رقم: ۱۰۸۱۲

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۱۹۰، رقم: ۱۳۸۵۴

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۱۴

(۲) ۱۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، ۵: ۹۸

۲۔ ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ، ۵۷، رقم: ۷۴

پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل فرماتا رہا جبکہ اس نے مجھے ہر قسم کی نجاست و غلاظتِ جاہلیت سے پاک و صاف رکھا، اور جب بھی نسل انسانی دو طبقوں میں تقسیم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے سب سے بہتر طبقہ میں ظاہر فرمایا۔‘‘

۴۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

لم يصبه شيءٌ مِن ولادة الجاهلية۔(۱)

’’آپ ﷺ کے نسبِ پاک (کے دامن) پر جاہلی طرز زندگی کا کوئی دھبہ نہیں پڑا۔‘‘

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ما افترق الناس فرقتين إلا جعلني الله في خيرهما، فاخرجت من بين أبوين، فلم يصبني شيءٌ من عُهر الجاهلية، و خرجت من نكاح، ولم أخرج من سفاح، من لدن آدم، حتى انتهيت إلى أبي و أمي، فأنا خيركم نفسا و خيركم أبا۔(۲)

’’جب بھی نسلِ انسانی کو دو طبقات میں تقسیم کیا گیا تو مجھے (یعنی میرے نور کو) ان میں سے بہتر طبقہ میں رکھا گیا، پس میرے نسب کو ہر جگہ ایسے والدین (کی صلبوں اور رحموں) میں سے نکالا گیا کہ جن کے باعث میرے نسب کو دورِ

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۱۹۰، رقم: ۱۳۸۵۵

۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۱۱:۷۶

۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲:۴۰۴

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۲:۲۵۵، ۲۰۶

(۲) ۱۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۱۷۴، ۱۷۵

۲۔ البدایہ والنہایہ، ۲:۲۵۵

۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۶۵

۴۔ مناوی، فیض القدیر، ۳:۳۷

جاہلیت کی کسی برائی نے چھوا تک نہیں۔ میرے سلسلۂ نسب میں ہمیشہ نکاح قائم رہا کبھی بھی میرے تولد (یعنی نور کی منتقلی) میں غلط کاری کا دخل نہیں ہوا۔ یہ پاکیزگی اور طہارت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے (حقیقی) والدین (حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما) تک برقرار رہی ہے حتی کہ (اسی طہارت نسبی کے ساتھ) میری ولادت ہوئی۔ پس میں اپنے ذاتی شرف اور نسبی شرف دونوں میں تم سب سے بہتر ہوں۔‘‘

۶۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

إن اللہ اصطفی من ولد إبراهيم إسماعيل، و اصطفی من ولد إسماعيل بني كنانة، و اصطفی من بني كنانة قريشا، و اصطفی من قريش بني هاشم، و اصطفاني من بني هاشم۔(۱)

’’بیشک ربِ کائنات نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو، اور اولادِ کنانہ میں سے قریش کو، اور قریش میں سے بنی ہاشم کو، اور بنی ہاشم میں سے مجھے شرفِ انتخاب سے نوازا اور پسند فرمایا۔‘‘

۷۔ ایک اور حدیث میں جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، حضور نبی اکرم ﷺ

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۷۸۲، کتاب الفضائل، رقم: ۲۲۷۶
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۸۳، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۰۵
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۰۷
۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۱۷، رقم: ۳۱۷۳۱
۵۔ ابو یعلی، المسند، ۱۳: ۴۶۹، رقم: ۷۴۸۵، ۷۴۷۲، رقم: ۷۴۸۷
۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۶۶، رقم: ۱۶۱
۷۔ بیہقی، السنن الکبری، ۶: ۳۶۵، رقم: ۱۲۸۵۲
۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۳۹، رقم: ۱۳۹۱
۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۰

نے فرمایا:

بعثت من خير قرون بنی آدم، قرنا فقرنا، حتی كنتُ من القرن الذی كنتُ فيه۔(۱)

’’بنی آدم کے طبقات اور زمانے گذرتے رہے یہاں تک کہ مجھے اس طبقے سے بھیجا گیا جو سب سے بہترین تھا۔‘‘

۸۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قلت: يا رسول الله! إن قريشا جلسوا فتذاكروا أحسابهم بينهم فجعلوا مثلک مثل نخلة فی كبوة من الأرض، فقال النبی ﷺ: إن الله خلق الخلق فجعلنی من خير فرقهم و خيّر الفريقين، ثم خير القبائل فجعلنی من خير القبيلة، ثم خير البيوت فجعلنی من خير بيوتهم فأنا خيرهم نفسا و خيرهم بيتاً۔(۲)

’’میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قریش نے ایک مجلس میں اپنے حسب و نسب کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی مثال کھجور کے اُس درخت سے دی جو کسی ٹیلہ پر ہو۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کی

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۰۵، کتاب المناقب، رقم:۳۳۶۴
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۷۳، رقم:۸۸۴۴
۳۔ ابویعلی، المسند، ۱۱:۴۳۱، رقم: ۶۵۵۳
۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۳۹، رقم:۱۳۹۲
۵۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۲:۱۲، رقم: ۲۰۹۵
۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱:۲۴
۷۔ عسقلانی، فتح الباری، ۶:۵۷۴، ۶۳۶
۸۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۳۴۰، رقم: ۹۱۷

(۲) ترمذی، ۵:۵۸۴، ابواب المناقب، رقم:۳۶۰۸

بہترین جماعت میں رکھا اور دونوں فریقوں کو بہتر بنایا، پھر تمام قبائل کو پسندیدہ بنایا اور مجھے بہترین قبیلے میں رکھا، پھر اُس نے گھرانے منتخب فرمائے تو مجھے اُن میں سے بہتر گھرانے میں رکھا، پس میں اُن میں سے بہترین فرد اور بہترین خاندان والا ہوں۔‘‘

۹۔ حضرت مطلب بن ابی وداعہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس ﷺ حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، گویا اُنہوں نے کوئی (ناخوشگوار) بات سنی ہے، آقا علیہ السلام منبر پر جلوہ افروز ہوئے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: میں کون ہوں؟ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کی: آپ اللہ کے نبی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

أنا محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب، إن اللہ خلق الخلق فجعلني في خيرهم فرقة، ثم جعلهم فرقتين فجعلني في خيرهم فرقة، ثم جعلهم قبائل فجعلني في خيرهم قبيلة، ثم جعلهم بيوتا فجعلني في خيرهم بيتا و خيرهم نسبًا۔(۱)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۴۳، ۵۸۴، ابواب المناقب، رقم: ۳۵۳۲، ۳۶۰۸
۲۔ حاکم نے ’المستدرک (۳: ۲۷۵، رقم: ۵۰۷۷)‘ میں یہ حدیث أنا خیرکم قبیلا و خیرکم بیتًا کے الفاظ کے ساتھ حضرت ربیعہ ﷺ سے روایت کی ہے۔
۳۔ احمد بن حنبل نے ’المسند (۱: ۲۱۰، رقم: ۱۷۸۸)‘ میں فأنا خیرکم بیتاً و خیرکم نفساً (میں ذاتی شرف اور حسب و نسب کے حوالے سے تم سب سے افضل ہوں۔) کے الفاظ نقل کیے ہیں۔
۴۔ احمد بن حنبل نے ’المسند (۴: ۱۶۵)‘ میں یہی حدیث عبد المطلب بن ربیعہ سے روایت کی ہے۔
۵۔ ابن ابی شیبہ نے ’المصنف (۶: ۳۰۳، رقم: ۳۱۶۴۹)‘ میں عبدالمطلب بن ربیعہ سے روایت کی ہے۔
۶۔ طبرانی نے بھی ’المعجم الکبیر (۲۰: ۲۸۶، رقم: ۶۷۵)‘ میں عبدالمطلب بن ربیعہ کی بیان کردہ روایت ذکر کی ہے۔
۷۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۱۵، ۲۱۶

’’میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، پس مجھے بہترین انسانوں میں پیدا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا تو مجھے ان میں سے بہترین طبقے میں شامل فرمایا۔ پھر اس طبقے کو مختلف قبائل میں تقسیم فرمایا تو مجھے ان میں سے بہترین قبیلے (قبیلۂ قریش) میں شامل فرمایا، پھر (قریش کے) گھرانے بنائے تو مجھے اُن میں سے بہترین گھرانے میں شامل کیا اور سب سے اچھے نسب کا حامل بنایا۔‘‘

۱۰۔ ’مسند البزار‘ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اس موقع پر لوگوں کو اپنا نسب مبارک بیان کرنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا: اُن لوگوں کا کیا حشر ہوگا جو میرے نسب اور اصل میں طعن کرتے ہیں۔ اِرشاد فرمایا:

فواللہ! إني لأفضلھم أصلاً و خیرھم موضعاً۔(۱)

’’پس خدا کی قسم! میں ان سب سے اپنی اصل و نسب اور اپنے مقام و منصب ہر دو اعتبار سے افضل ہوں۔‘‘

۱۱۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إن اللہ خلق الخلق فاختار من الخلق بني آدم ...... و اختارني من بني ھاشم، فأنا من خیار إلی خیار۔(۲)

’’بیشک اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو بنی آدم کو ساری مخلوق سے افضل منتخب کیا

(۱) سیوطی، الحاوی للفتاویٰ، ۲: ۳۷۰

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۸۳، رقم: ۶۹۵۴
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۴۵۵، رقم: ۱۳۶۵۰
۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۶: ۲۰۰، رقم: ۶۱۸۲
۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۳۹، رقم: ۱۶۰۶: ۲۲۹، رقم: ۱۳۹۳
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۱۵

...... (اور اسی طرح انتخاب کرتے کرتے) مجھے بنی ہاشم میں سب سے افضل منتخب کیا۔ پس میں سب سے برگزیدہ لوگوں میں سے سب سے برگزیدہ لوگوں کی طرف، پھر سب سے برگزیدہ لوگوں میں سے سب سے برگزیدہ لوگوں کی طرف (نسل در نسل) منتقل ہوتا ہوا آیا ہوں۔‘‘

۱۲۔ خوش نصیب بنو ہاشم کے چنیدہ اور برگزیدہ ہونے کا ذکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں اِس طرح ملتا ہے:

قال رسول الله ﷺ: قال لی جبریل: قلبت الأرض مشارقها و مغاربها فلم أجد رجلًا أفضل من محمد و قلبت الأرض مشارقها و مغاربها فلم أجد بنی اب أفضل من بنی هاشم۔(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جبریل (امین علیہ السلام) نے مجھے کہا: میں نے مشرق و مغرب چھان مارے ہیں لیکن (اللہ کے حبیب حضرت) محمد (مصطفیٰ ﷺ) سے اعلیٰ و افضل کسی کو نہیں پایا۔ اسی طرح زمین کا چپہ چپہ کھنگال ڈالا ہے لیکن کسی خاندان کو بنی ہاشم سے افضل نہیں پایا۔‘‘

سیوطی نے ’الحاوی للفتاویٰ (۲:۴۷)‘ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو طبرانی نے ’المعجم الاوسط‘ میں اور بیہقی نے ’دلائل النبوۃ‘ میں بیان کیا ہے۔

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۶: ۲۳۸، رقم: ۶۲۸۵

۲۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۳: ۱۸۷، رقم: ۴۵۱۶

۳۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، ۲: ۶۲۸، رقم: ۱۰۷۳

۴۔ ابن ابی عاصم، السنہ، ۲: ۶۳۲، رقم: ۱۴۹۴

۵۔ دولابی، الذریۃ الطاہرہ، ۱: ۱۲۲، رقم: ۲۳۸

۶۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۱۷۴

۷۔ مناوی، فیض القدیر، ۴: ۴۹۹

۶۔ کثیر الاسماء ہونا

حضور نبی اکرم ﷺ کے خصائص میں یہ بھی ہے کہ جس طرح اللہ ﷻ کے اَن گنت اَسمائے حسنٰی منقول ہیں اُسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کے اَسمائے مبارکہ بھی کثیر ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے ذاتی نام دو ہیں: 'محمد (ﷺ)' اور 'احمد (ﷺ)'۔ آپ ﷺ کا اِرشادِ گرامی ہے کہ زمین پر میرا نام 'محمد' اور آسمان پر 'احمد' ہے(۱)۔ آپ ﷺ کے اسمائے صفاتی کی تعداد کے حوالے سے علماء کے متعدد اقوال ہیں: امام قسطلانی نے 'المواہب اللدنیہ (۲:۱۱۔۲۱)' میں تین سو سینتیس (۳۳۷) نام اور ۴ کنیتیں (ابوالقاسم، ابوابراہیم، ابوالارامل اور ابوالمؤمنین) ذکر کی ہیں۔ امام سیوطی نے 'الریاض الانیقہ فی شرح اسماء خیر الخلیقہ' میں تین سو چالیس (۳۴۰) سے زیادہ اسماء مبارکہ اور چار کنیتیں ذکر کی ہیں۔ امام صالحی نے حضور ﷺ کے سات سو چوّن (۷۵۴) نام اور ۴ کنیتیں (ابوالقاسم، ابوابراہیم، ابوالارامل اور ابوالمؤمنین) بیان کی ہیں(۲)۔ ابن فارس کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کے اسماء مبارکہ بارہ سو (۱۲۰۰) ہیں(۳)۔ قاضی ابوبکر بن عربی نے 'جامع الترمذی' کی 'شرح' میں بعض صوفیاء سے نقل کیا ہے: ''اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار (۱۰۰۰) نام ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ کے بھی ایک ہزار (۱۰۰۰) نام ہیں(۴)۔'' ابن دحیہ نے 'المستوفی فی اسماء المصطفیٰ ﷺ' میں تین سو (۳۰۰) اسماء مبارکہ بیان کیے ہیں (۵)۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے 'مدارج

(۱) ۱۔ سیوطی، الریاض الانیقہ فی شرح اسماء خیر الخلیقہ: ۲۵۹

۲۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۱:۷۰

(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱:۴۰۷۔۵۳۷

(۳) خفاجی، نسیم الریاض، ۳:۴۴۱

(۴) ۱۔ مقریزی، امتاع الاسماع، ۲:۱۳۸

۲۔ قسطلانی، اِرشاد الساری لشرح صحیح البخاری، ۶:۲۱

۳۔ سیوطی، الریاض الانیقہ فی شرح اسماء خیر الخلیقہ: ۱۴

۴۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع: ۳۰۷

(۵) ۱۔ مقریزی، اِمتاع الاسماع، ۲:۱۳۸

←

النبوہ (۱:۳۰۶)‘ میں قریباً چار سو (۴۰۰) اَسمائے مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کیا ہے۔ مجموعی طور اَسمائے مصطفیٰ چودہ سو (۱۴۰۰) سے زائد بن جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمارے لئے اپنے کئی اسمائے گرامی بیان فرمائے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أنا محمد و أحمد و المقفی و الحاشر و نبی التوبة و نبی الرحمة۔(۱)

’’میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور مقفّی اور حاشر ہوں، اور نبیٔ توبہ اور نبیٔ رحمت ہوں۔‘‘

۲۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۱۴

۳۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۴:۱۶۹

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۲۸، ۱۸۲۹، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۵۵

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۲۶، باب ما جاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۹۵، ۴۰۴، ۴۰۷

۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۱۱، رقم: ۳۱۶۹۲، ۳۱۶۹۳

۵۔ طحاوی، مشکل الآثار، ۲:۵۱

۶۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۴۲، رقم: ۱۴۰۰

۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۱۰۴، ۱۰۵

۸۔ ابن سعد نے ’الطبقات الکبریٰ (۱:۱۰۴)‘ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت لی ہے۔

۹۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۱۵۶، ۱۵۷

۱۰۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱:۳۱۷

۱۱۔ مقریزی، امتاع الاسماع، ۲:۱۴۳، ۱۴۴

۱۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر: ۱۶۱، رقم: ۲۷۰۱

۱۳۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، ۶:۲۱۴

۲۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لی خمسة أسماء: أنا محمد، و أحمد، و أنا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر، و أنا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی، و أنا العاقب۔(۱)

''میرے پانچ نام ہیں: میں محمد ہوں، احمد ہوں، ماحی (مٹانے والا) ہوں کہ ربِ کریم میرے توسط سے کفر (و شرک) کے ہر نشان کو مٹا دے گا اور میں 'حاشر' ہوں کہ سب لوگ (قیامت کے روز اپنی قبروں سے اُٹھا کر) میرے قدموں میں جمع کئے جائیں گے اور میں عاقب (سب نبیوں سے آخر میں آنے والا) ہوں۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۲۹۹، کتاب المناقب، رقم:۳۳۳۹

۲۔ بخاری، الصحیح، ۴:۱۸۵۸، کتاب التفسیر، رقم:۴۶۱۴

۳۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۲۸، کتاب الفضائل، رقم:۲۳۵۴

۴۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۵۲۴، ابواب الادب، رقم:۲۸۴۰

۵۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۲۶، باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ

۶۔ مالک، الموطا، ۲:۱۰۰۴، کتاب اسماء النبی ﷺ

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۸۰،۸۴

۸۔ دارمی، السنن، ۲:۲۲۵، رقم: ۲۷۷۸

۹۔ عبدالرزاق، المصنف، ۱۰:۴۴۶، رقم: ۱۹۶۵۷

۱۰۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۲۱۹، رقم: ۶۳۱۳

۱۱۔ حمیدی، المسند، ۱:۲۵۳،۲۵۴، رقم: ۵۵۵

۱۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۱۱، رقم: ۳۱۶۹۱

۱۳۔ طحاوی، مشکل الآثار، ۲:۵۰

۱۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲:۱۲۰۔۱۲۲، رقم: ۱۵۲۰۔۱۵۳۰

۱۵۔ بغوی، شرح السنہ، ۱۳:۲۱۱۔۲۱۳، رقم: ۳۶۲۹۔۳۶۳۱

←

امام مسلم کی روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں:

و العاقب: الذی لیس بعدہ نبی۔

’’اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔‘‘

قاضی عیاض اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ’’پانچ نام ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہ نام سابقہ کتبِ سماویہ میں مذکور تھے اور گزشتہ اقوام یہ نام جانتی تھیں۔‘‘(۱)

خفاجی کہتے ہیں: ’’پانچ نام ہونے سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے یہ پانچ نام رکھے جبکہ باقی آپ ﷺ کے اَوصاف (صفاتی نام) ہیں۔‘‘(۲)

حضور ﷺ کے متعدّد اسماء ’حمد‘ سے مشتق ہیں

حضور نبی اکرم ﷺ کے اسماء مبارکہ میں مادہ ’حمد‘ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ اس مادے سے حضور ﷺ کے کم از کم چار نام مشتق ہیں: محمد، احمد، حامد اور محمود ﷺ۔ ان میں سے تین اسمائے مبارکہ (محمد، احمد اور محمود ﷺ) ’تعریف کئے گئے‘ کا مفہوم رکھتے ہیں۔ محمد اسم مفعول اور احمد اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور دونوں میں حمد کی معنوی وسعت اور کثرت کی طرف اشارہ ہے۔ حضور ﷺ کے یہ تینوں اسمائے مبارکہ آپ ﷺ کی کثرتِ تعریف و توصیف کے مظہر ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی تعریف صرف مخلوق یعنی کائنات جن و انس اور ملائکہ ہی نہیں کرتے بلکہ خود اللہ ربّ العزت بھی ہمہ وقت آپ ﷺ کی ثناء

۱۶۔ آجری، الشریعہ: ۴۶۲

۱۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۱۰۴، ۱۰۵

۱۸۔ ابو نعیم، دلائل النبوہ: ۲۶

۱۹۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۱۵۲۔ ۱۵۶

۲۰۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ۶: ۲۱۴

(۱) قاضی عیاض، الشفا، ۱: ۳۱۵

(۲) خفاجی، نسیم الریاض، ۳: ۲۴۱

میں مصروف ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا:

إِنَّ اللهَ وَ مَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (۱)

''بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود اور خوب سلام بھیجا کرو ○''

حضور ﷺ کا نام اور کنیت جمع کرنے کی ممانعت

پروردگارِ عالم نے اپنے برگزیدہ اور مقرب انبیاء و رسل میں نبی آخر الزماں ﷺ کو اَن گنت خصائص عطا کر کے آپ ﷺ کی اِنفرادیت کو برقرار رکھا، چنانچہ حضور ﷺ کے نام اور کنیت اکٹھا رکھنے کی ممانعت کر دی گئی۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنا نام اور کنیت جمع کرنے سے منع فرمایا ہے(۲)۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا تجمعوا بين إسمي و كنيتي، فإني أنا أبو القاسم، الله يعطى و أنا أقسم۔(۳)

''میرا نام اور میری کنیت مت اکٹھی کرو؛ میں ابو قاسم ہوں (شانِ قاسمیت میں کوئی میرا ثانی نہیں)، اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور میں ہی تقسیم کرتا ہوں۔''

---

(۱) القرآن، الاحزاب، ۳۳:۵۶

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۱۲۵، ابواب الادب، رقم: ۲۸۴۱
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۳:۱۳۳، رقم: ۵۸۱۵

(۳) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۴۳۳
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۴۵۰
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۳:۱۳۲، ۱۳۴، رقم: ۵۸۱۴، ۵۸۱۷
۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۴۶، رقم: ۱۴۰۸

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میرا نام اپنا لو تو میری کنیت مت اپناؤ(۱)۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ ایک انصاری نے اپنے بیٹے کا نام قاسم رکھا۔ اس کے احباب نے اُسے بچے کا نام قاسم رکھنے سے منع کیا کہ حضور ﷺ نے اپنی کنیت پر کنیت رکھنے کی اجازت نہیں دی، اگر تم رکھنا چاہتے ہو تو آپ ﷺ سے اِس کی اجازت حاصل کرو۔ انصار کے ذریعہ یہ بات حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''انصار کا موقف درست اور اچھا ہے۔'' اِس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم میرے نام پر اپنے بچوں کے نام رکھ لیا کرو لیکن میری کنیت پر نہیں، تم اپنے ناموں کے ساتھ میری کنیت مت اپناؤ اس لئے کہ قاسم (یعنی اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے اس کے بندوں کا دامنِ مراد بھرنے والا) میں ہی ہوں، میرے سوا کوئی اور نہیں۔''(۲)

حضور نبی اکرم ﷺ کے مشہور اَسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ مُحَمَّدٌ ﷺ
۲۔ أَحْمَدُ ﷺ
۳۔ حَامِدٌ ﷺ
۴۔ مَحْمُوْدٌ ﷺ
۵۔ قَاسِمٌ ﷺ
۶۔ عَاقِبٌ ﷺ
۷۔ فَاتِحٌ ﷺ
۸۔ شَاهِدٌ ﷺ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۵۲۶، ابواب الادب، رقم حدیث: ۲۸۴۲
۲۔ ابو داؤد، السنن، ۴:۳۱۹، کتاب الادب، رقم حدیث: ۴۹۶۶
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۳۱۳
۴۔ طیالسی، المسند: ۲۴۱، رقم: ۱۷۵۰
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۳:۱۳۳، رقم: ۵۸۱۶
۶۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۴۶، رقم: ۱۴۰۹
(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۱۳۴، کتاب الخمیس، رقم: ۲۹۴۷
۲۔ طیالسی، المسند: ۲۳۹، رقم: ۱۷۳۰

۹۔ حَاشِرٌ ﷺ
۱۰۔ رَشِيْدٌ ﷺ
۱۱۔ مَشْهُوْدٌ ﷺ
۱۲۔ بَشِيْرٌ ﷺ
۱۳۔ نَذِيْرٌ ﷺ
۱۴۔ دَاعٍ ﷺ
۱۵۔ شَافٍ ﷺ
۱۶۔ هَادٍ ﷺ
۱۷۔ مَهْدٍ ﷺ
۱۸۔ مَاحٍ ﷺ
۱۹۔ مُنْجٍ ﷺ
۲۰۔ نَاهٍ ﷺ
۲۱۔ رَسُوْلٌ ﷺ
۲۲۔ نَبِيٌّ ﷺ
۲۳۔ أُمِّيٌّ ﷺ
۲۴۔ تِهَامِيٌّ ﷺ
۲۵۔ هَاشِمِيٌّ ﷺ
۲۶۔ أَبْطَحِيٌّ ﷺ
۲۷۔ عَزِيْزٌ ﷺ
۲۸۔ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ ﷺ
۲۹۔ رَءُوْفٌ ﷺ
۳۰۔ رَحِيْمٌ ﷺ
۳۱۔ طٰهٰ ﷺ
۳۲۔ مُجْتَبٰى ﷺ
۳۳۔ طٰسٓ ﷺ
۳۴۔ مُرْتَضٰى ﷺ
۳۵۔ حٰمٓ ﷺ
۳۶۔ مُصْطَفٰى ﷺ
۳۷۔ يٰسٓ ﷺ
۳۸۔ أَوْلٰى ﷺ
۳۹۔ مُزَّمِّلٌ ﷺ
۴۰۔ وَلِيٌّ ﷺ
۴۱۔ مُدَّثِّرٌ ﷺ
۴۲۔ مَتِيْنٌ ﷺ
۴۳۔ مُصَدِّقٌ ﷺ
۴۴۔ طَيِّبٌ ﷺ
۴۵۔ نَاصِرٌ ﷺ
۴۶۔ مَنْصُوْرٌ ﷺ

۴۷۔ مِصْبَاحٌ ﷺ

۴۸۔ اٰمِرٌ ﷺ

۴۹۔ حِجَازِیٌّ ﷺ

۵۰۔ تَرَازِیٌّ ﷺ

۵۱۔ قُرَشِیٌّ ﷺ

۵۲۔ مُضَرِیٌّ ﷺ

۵۳۔ نَبِیُّ التَّوْبَۃِ ﷺ

۵۴۔ حَافِظٌ ﷺ

۵۵۔ کَامِلٌ ﷺ

۵۶۔ صَادِقٌ ﷺ

۵۷۔ أَمِیْنٌ ﷺ

۵۸۔ عَبْدُ اللهِ ﷺ

۵۹۔ کَلِیْمُ اللهِ ﷺ

۶۰۔ حَبِیْبُ اللهِ ﷺ

۶۱۔ نَجِیُّ اللهِ ﷺ

۶۲۔ صَفِیُّ اللهِ ﷺ

۶۳۔ خَاتِمُ الْاَنْبِیَآءِ ﷺ

۶۴۔ حَسِیْبٌ ﷺ

۶۵۔ مُجِیْبٌ ﷺ

۶۶۔ شَکُوْرٌ ﷺ

۶۷۔ مُقْتَصِدٌ ﷺ

۶۸۔ رَسُوْلُ الرَّحْمَۃِ ﷺ

۶۹۔ قَوِیٌّ ﷺ

۷۰۔ حَفِیٌّ ﷺ

۷۱۔ مَامُوْنٌ ﷺ

۷۲۔ مَعْلُوْمٌ ﷺ

۷۳۔ حَقٌّ ﷺ

۷۴۔ مُبِیْنٌ ﷺ

۷۵۔ مُطِیْعٌ ﷺ

۷۶۔ رَسُوْلُ الرَّاحَۃِ ﷺ

۷۷۔ أَوَّلُ ﷺ

۷۸۔ اٰخِرٌ ﷺ

۷۹۔ ظَاهِرٌ ﷺ

۸۰۔ بَاطِنٌ ﷺ

۸۱۔ نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ ﷺ

۸۲۔ یَتِیْمٌ ﷺ

۸۳۔ کَرِیْمٌ ﷺ

۸۴۔ حَکِیْمٌ ﷺ

۸۵۔ خَاتِمُ الرُّسُلِ ﷺ
۸۶۔ سَیِّدٌ ﷺ
۸۷۔ سِرَاجٌ ﷺ
۸۸۔ مُنِیْرٌ ﷺ
۸۹۔ مُحْرِمٌ ﷺ
۹۰۔ مُکَرَّمٌ ﷺ
۹۱۔ مُبَشِّرٌ ﷺ
۹۲۔ مُذَکِّرٌ ﷺ
۹۳۔ مُطَهَّرٌ ﷺ
۹۴۔ قَرِیْبٌ ﷺ
۹۵۔ خَلِیْلٌ ﷺ
۹۶۔ مَدْعُوٌّ ﷺ
۹۷۔ جَوَّادٌ ﷺ
۹۸۔ خَاتِمٌ ﷺ
۹۹۔ عَادِلٌ ﷺ
۱۰۰۔ شَهِیْرٌ ﷺ
۱۰۱۔ شَهِیْدٌ ﷺ
۱۰۲۔ رَسُوْلُ الْمَلَاحِمِ ﷺ(۱)

۷۔ سابقہ کتبِ سماویہ میں ذکرِ خیر الوریٰ ﷺ

تمام الہامی کتب و صحائف میں حضور نبی اکرم ﷺ کی جہانِ آب و گل میں تشریف آوری کے تذکرے اور بشارتیں بڑی کثرت اور تواتر سے بیان ہوتی رہی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام جب خانہ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اُنہوں نے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَ یُزَکِّیْهِمْ ط اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ○(۲)

’’اے ہمارے رب! اُن میں اُنہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول

(۱) حضور نبی اکرم ﷺ کے اَسمائے گرامی کی مکمل تفصیل جاننے کے لئے راقم کی کتاب ’اَسمائے مصطفیٰ ﷺ‘ کا مطالعہ کیجئے۔

(۲) القرآن، البقرۃ، ۲:۱۲۹

مبعوث فرما جو اُن پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور اُنہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کر دانائے راز بنا دے) اور اُن (کے نفوس و قلوب) کو خوب پاک صاف کر دے، بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہےo‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو بشارت دی، اس کا ذکر قرآن مجید میں یوں کیا گیا ہے:

وَ اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَ مُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔(۱)

’’اور (وہ واقعہ یاد کرو) جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول ہوں (جو) تمہاری طرف (بھیجا گیا ہوں)، تصدیق کرنے والا تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئیں گے، ان کا نام احمد ہے۔‘‘

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أنا دعوۃ أبی إبراھیم وبشارۃ عیسیٰ۔ (۲)

’’میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔‘‘

(۱) القرآن، الصف، ۶:۶۱

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۲:۴۵۳، رقم: ۳۵۶۶

۲۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲:۳۴۰، رقم: ۱۴۵۵

۳۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱:۴۶، رقم: ۱۱۳

۴۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۶:۶۸، رقم: ۱۷۳۶

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۱۴۹۔۱۵۰

۶۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۱:۳۰۲

۷۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۶:۹۰

۸۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۱:۴۵۸

حضور ﷺ کی بعثت سے قبل علمائے یہود و نصاریٰ اپنی اپنی آسمانی کتابوں میں درج بشارتوں کے حوالے سے بخوبی جانتے تھے کہ نبی آخر الزماں ﷺ کے ظہور کا زمانہ قریب آ چکا ہے، انہیں حضور ﷺ کے دار الہجرت تک کا علم تھا یعنی یہ کہ حضور ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے یثرب میں تشریف لائیں گے۔ چنانچہ وہ کھجوروں کے جُھنڈ والے اس شہر خنک میں ایک طویل عرصے سے آپ ﷺ کے لئے دیدہ و دل فرشِ راہ کئے استقبال کی تیاریوں میں مصروف تھے۔

الہامی صحیفوں میں درج بشارات کے حوالے سے قرآنِ حکیم میں ارشادِ خداوندی ہے:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِیْلِ۔(۱)

’’(یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو امی (لقب) نبی ہیں (یعنی دُنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر من جانب اللہ لوگوں کو اخبارِ غیب اور معاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں)، جن (کے اوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔‘‘

سابقہ کتب سماویہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے شمائل و خصائل کا ذکر بھی کثرت و تواتر کے ساتھ موجود ہے اور اُممِ سابقہ کے اہلِ علم اِس بارے میں مکمل طور پر آگاہ تھے۔ اس کا حوالہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر دیا گیا ہے۔

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ۔(۲)

’’اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے وہ اس رسول (آخرالزماں

(۱) القرآن، الأعراف، ۷:۱۵۷

(۲) القرآن، البقرہ، ۲:۱۴۶

حضرت محمد ﷺ کی شان و عظمت) کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسا (کہ بلاشبہ) اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔"

اس باب میں حضرت عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میری حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا کہ آپ مجھے حضور ﷺ کے ان محاسن و محامد کے بارے میں بتایئے جن کا ذکر تورات میں کیا گیا ہے۔ وہ کتب سماویہ کے عالم ہونے کی حیثیت سے کہنے لگے کہ تورات میں بھی حضور ﷺ کے ان اوصاف و کمالات کا ذکر ہے جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔ انہوں نے اِس سلسلہ میں تورات کی مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت بھی کی:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا(۱)﴾ و حرزا للأميين، أنت عبدي و رسولي، سميتك المتوكل، ليس بفظ و لا غليظ و لا سخاب في الأسواق، و لا يدفع بالسيئة السيئة و لكن يعفو و يصفح، و لن يقبضه الله حتى يقيم به الملة العوجاء بأن يقولوا: لا إله إلا الله، فيفتح به أعينا عميا و آذانا صماً و قلوباً غلفاً۔ (۲)

"اے نبی! ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر، خوشخبری دینے والا۔ بروقت

(۱) القرآن، الأحزاب، ۳۳:۴۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲:۷۴۷، کتاب البیوع، رقم: ۲۰۱۸

۲۔ بخاری، الصحیح، ۴:۱۸۳۱، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۴۵۵۸

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۱۷۴، رقم: ۶۶۲۲

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۴۵، رقم: ۱۳۰۷۹

۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۴۷، رقم: ۱۴۱۰

۶۔ بخاری، الادب المفرد، ۱:۹۵، رقم: ۲۴۶

۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۳۶۰، ۳۶۲

۸۔ ابن جوزی، الوفا: ۳۰، ۳۱

ڈرانے والا، اُمیّوں (عوام) کے لئے جائے پناہ، تو میرا بندہ ہے اور میرا رسول ہے میں نے تیرا نام 'المتوکل' رکھا ہے، نہ تو درشت خو ہے نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور مچانے والا ہے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتا بلکہ معاف کر دیتا اور درگذر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی طرف نہیں بلائے گا یہاں تک ایک ٹیڑھی ملت کو آپ کے ذریعہ درست کر دے اور وہ سب کہنے لگیں: نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ سے اندھی آنکھوں کو بینائی، بہرے کانوں کو سماعت اور غلافوں میں لپٹے ہوئے دلوں کو نورِ ہدایت سے منور کر دے گا۔''

اسی مفہوم کی روایت حضرت عبداللہ بن سلام ﷺ سے بھی مروی ہے۔(۱)

کتب سابقہ میں حضور ﷺ کی عظمت و شان اس حد تک بیان کی گئی تھی کہ آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے یہود اپنے حریف مشرکینِ عرب پر فتح پانے کیلئے آپ ﷺ کے وسیلہ سے بارگاہِ ربّ العزت میں دعا کرتے جس کے نتیجے میں فتح سے ہمکنار ہوتے۔ اس بات پر نص قرآنی شاہد عادل ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○(۲)

''اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) آئی جو اس کتاب (توراۃ) کی (اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس موجود تھی، حالانکہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے)

---

(۱) ا۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۹: ۴۶۰

۲۔ ابونعیم، دلائل النبوۃ، ۱: ۹۸، ۱۵۱

۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۳۱

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۸۹

کافروں پر فتح یابی (کی دعا) مانگتے تھے، سو جب ان کے پاس وہی نبی (حضرت محمد ﷺ) تشریف لے آیا جسے وہ (پہلے ہی سے) پہچانتے تھے تو اس کے منکر ہو گئے، پس انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہےo‘‘

آیت کریمہ میں یہی بیان ہو رہا ہے کہ وہ رسول جن کے وسیلۂ جلیلہ سے یہود و مشرکینِ عرب پر فتح پانے کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگا کرتے تھے جب وہ بزم آرائے ہستی ہوئے تو وہ محض حسد اور اپنے تعصّب و عناد کی بنا پر آنے والے رسول کا انکار کر بیٹھے اور وادیٔ کفر میں سرگرداں ہو گئے، باوجود اس کے کہ وہ انہیں ان کی علامات سے بخوبی جانتے اور پہچانتے تھے۔

قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک مفسرین کی اکثریت نے اس آیت کریمہ کا جو معنی بیان کیا ہے وہ اصلاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ (۱)

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا اہلِ کتاب، حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے، کفار و مشرکینِ عرب سے جنگوں کے دوران اللہ تعالیٰ سے اپنے کامیابی و کامرانی کی دعا، حضور ﷺ کے وسیلے سے مانگا کرتے تھے۔ ان کی دعا کے کلمات یہ ہوتے تھے:

اللهم! انصرنا بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی نَجِدُ نعتَه و صفتَه فی التوراة۔(۲)

’’اے اللہ! زمانہ آخر میں بھیجے جانے والے نبی (ﷺ) کہ جن کی تعریف اور صفات ہم تورات میں پاتے ہیں، کے وسیلے سے ہماری مدد فرما۔‘‘

بعض روایات میں حضور ﷺ کے اسمِ گرامی کے ساتھ قرآن مجید کا ذکر بھی آیا ہے۔ یہاں یہود کی مذمت اسی بناء پر کی گئی ہے کہ جب تک حضور ﷺ کی بعثت نہ ہوئی تھی تو کامیابی کی دعائیں بھی انہی کے وسیلے سے مانگتے تھے مگر جب آپ ﷺ تشریف لے

---

(۱) فیروز آبادی، تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس: ۱۳

(۲) زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ۱: ۱۲۳

آئے تو ان کے منکر ہوگئے۔ مفسرین کرام نے اس حوالے سے جو روایات نقل کی ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ امام قرطبیؒ نقل کرتے ہیں

قال ابن عباس: کانت یهود خیبر تقاتل غَطَفان، فلما التقوا هزمت یهود، فعادت یهود بهذا الدعاء و قالوا: إنا نسألک بحق النبی الأمّیّ الذی وعدتنا أن تخرجه لنا فی آخر الزمان ألا تنصرنا علیهم۔ قال: فکانوا إذا التقوا دعوا بهذا الدعاء فهزموا غَطَفان، فلما بُعِث النبی ﷺ، کفروا، فأنزل الله تعالیٰ: ﴿وَ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ أی بک یا محمد۔(۱)

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ خیبر کے یہودی غطفان قبیلے سے برسر پیکار رہا کرتے تھے۔ پس جب دونوں کا آمنا سامنا ہوا تو یہودی شکست کھا گئے۔ پھر انہوں نے یہ دعا پڑھتے ہوئے دوبارہ حملہ کیا: ''(الٰہی!) ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اس نبی اُمی (ﷺ) کے وسیلہ سے جنہیں تو نے آخری زمانہ میں ہمارے لیے بھیجنے کا ہم سے وعدہ کیا ہے، ان کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔'' ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب بھی وہ دشمن کے سامنے آئے تو انہوں نے یہی دعا پڑھی اور اس کی برکت سے (قبیلہ) غطفان کو شکست ہوگئی۔ لیکن جب نبی اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو انہوں نے (آپ ﷺ کا) انکار کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''حالانکہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ اور ان پر اترنے والی کتاب قرآن کے وسیلے سے) کافروں پر فتحیابی (کی دعا) مانگتے تھے۔'' یعنی اے محمد! آپ کے وسیلہ سے (فتح کی دعا مانگا کرتے تھے)۔''

(۱) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۲: ۲۷

۲۔ علامہ آلوسیؒ آیتِ مذکورہ کے تحت لکھتے ہیں:

نزلت في بني قُرَيظَة و النَّضِير كانوا يستفتحون علی الأوْس و الخَزرَج برسول اللہ ﷺ قبل مبعثه۔ قاله ابن عباس و قتادة، و المعنی يطلبون من اللہ تعالیٰ أن ينصرهم به علی المشركين، كما روی السُّدِّيّ أنهم كانوا إذا اشتد الحرب بينهم و بين المشركين، أخرجوا التوراة و وضعوا أيديهم علی موضع ذكر النبي ﷺ، و قالوا: اللهم! إنا نسألك بحق نبيك الذي وعدتنا أن تبعثه في آخر الزمان أن تنصرنا اليوم علی عدونا۔ فيُنصَرون۔(۱)

’’یہ آیت بنی قریظہ اور بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی جو حضور ﷺ کی بعثت سے قبل آپ ﷺ کے وسیلے سے (قبیلہ) اوس اور (قبیلہ) خزرج کے مقابلے میں فتح یابی کی دعا مانگتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اسی بات کو بیان کیا ہے۔ نیز اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے کہ اس نبی ﷺ کے وسیلے سے مشرکین کے خلاف ان کی نصرت فرمائے جیسا کہ السدی نے بیان کیا ہے کہ جب ان کے اور مشرکین کے درمیان لڑائی زوروں پر آجاتی تو وہ تورات شریف کھول کر اس مقام پر جہاں حضور نبی اکرم ﷺ کا ذکر ہوتا ہاتھ رکھ دیتے اور دعا کرتے: اے اللہ! ہم تجھ سے تیرے اس نبی کے صدقے دعا کرتے ہیں جنہیں تو نے آخری زمانے میں مبعوث فرمانے کا ہم سے وعدہ کیا ہے، آج ہمارے دشمنوں کے خلاف ہماری نصرت فرما۔ پس (اس دعا کی برکت سے) ان کی مدد کی جاتی۔‘‘

۳۔ امام رازی رقمطراز ہیں:

أن اليهود من قبل مبعث محمد ﷺ و نزول القرآن كانوا

(۱) آلوسی، تفسیر روح المعانی، ۱: ۳۲۰

يستفتحون أى يسألون الفتح والنصرة، و كانوا يقولون: اللهم! افتح علينا و انصرنا بالنبى الأمى۔(۱)

’’حضرت محمد ﷺ کی بعثت اور نزول قرآن سے قبل یہود (ان کے وسیلے سے) فتح کی دعا مانگا کرتے تھے یعنی فتح اور مدد طلب کرتے تھے، اور یہ الفاظ کہا کرتے تھے: اے اللہ! ہمیں اُمّی نبی ﷺ کے صدقے فتح و نصرت عطا فرما۔‘‘

۴۔ امام جلال الدین محلیؒ و امام جلال الدین سیوطیؒ نے مذکورہ دعا بایں الفاظ نقل کی ہے:

اللهم! انصرنا عليهم بالنبى المبعوث فى آخر الزمان۔(۲)

’’اے اللہ! آخری زمانے میں مبعوث ہونے والے نبی ﷺ کے وسیلے سے ہمیں ان پر غلبہ عطا فرما۔‘‘

۵۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی آیت مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

يستنصرون، أى على مشركى العرب، ويقولون: اللهم! انصرنا عليهم بالنبى المبعوث فى آخر الزمان الذى نجد صفته فى التوراة۔(۳)

’’وہ مشرکین عرب پر فتح مانگتے تھے اور کہتے: اے اللہ! آخری زمانے میں بھیجے جانے والے جس نبی کی صفت ہم (اپنی کتاب) تورات میں پاتے ہیں، ان کے وسیلہ سے ہمیں اِن (مشرکین) پر غلبہ عطا فرما۔‘‘

۶۔ امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

كانت اليهود تستنصر بمحمد ﷺ على مشركى العرب۔(۴)

---

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۳:۱۸۰

(۲) سیوطی و محلی، تفسیر جلالین: ۱۴

(۳) قاضی ثناء اللہ، التفسیر المظہری، ۱:۹۴

(۴) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱:۱۲۴

''یہود مشرکینِ عرب پر حضور ﷺ کے وسیلہ سے غلبہ کی دعا مانگتے تھے۔''

۷۔ امام جلال الدین سیوطیؒ روایت درج کرتے ہیں:

عن ابن عباس، قال: كانت يهود بني قريظة و النضير من قبل أن يبعث محمد ﷺ يستفتحون الله، يدعون على الذين كفروا، و يقولون: اللهم! إنا نستنصرک بحق النبي الأمي ألا نصرتنا عليهم۔ فيُنصَرون۔(۱)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے یہود حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قبل کفار پر غلبہ کی دعا مانگا کرتے تھے اور کہتے: اے اللہ! ہم اُمّی نبی (ﷺ) کے وسیلے سے تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں کہ ہمیں ان پر غلبہ عطا فرما۔ پس ان کی مدد کی جاتی۔''

۸۔ امام سیوطی نے ایک اور روایت بھی بیان کی ہے:

عن ابن عباس، قال: كان يهود أهل المدينة قبل قدوم النبي ﷺ إذا قاتلوا من يليهم من مشركي العرب من أسد و غطفان و جُهَينة وعُذرَة، يستفتحون عليهم و يستنصرون، يدعون عليهم باسم نبي الله، فيقولون: اللهم، ربنا! انصرنا عليهم باسم نبيک و بكتابک الذي تنزل عليه الذي وعدتنا أنک باعثه في آخر الزمان۔(۲)

''حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ یہودِ مدینہ حضور نبی اکرم ﷺ کی (اس دنیا میں) تشریف آوری سے قبل جب وہ مشرکینِ عرب میں سے اسد، غطفان، جہینہ اور عذرہ (قبائل) سے جنگ کرتے تو حضور نبی اکرم ﷺ کے اسم گرامی

(۱) سیوطی، الدر المنثور، ۱:۸۸

(۲) سیوطی، الدر المنثور، ۱:۸۸

کے صدقے اُن پر فتح و نصرت حاصل کرنے کی دعا کرتے، اور کہتے: اے اللہ، ہمارے رب! اپنے اس نبی کے اسم گرامی اور ان پر نازل ہونے والی کتاب کے صدقے ہمیں نصرت عطا فرما، جن کی آخری زمانے میں بعثت کا تو نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔‘‘

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل بھی اہل کتاب آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے وسیلہ سے اللہ کی بارگاہ میں دعائیں مانگا کرتے تھے۔

یہود کا معمول تھا کہ وہ آسمانی کتابوں میں درج حضور نبی اکرم ﷺ کے احوال پڑھتے اور اپنی اولاد کو بھی سناتے، وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ ہجرت کرکے مدینہ کو اپنا مسکن بنائیں گے لیکن جب انہیں اس بات کا علم ہوا کہ حضور ﷺ کی بعثت بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسماعیل میں ہوئی ہے تو حسد کی آگ میں جل گئے اور ایمان لانے سے انکاری ہو گئے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ ہجرتِ مدینہ سے تقریباً ایک ہزار سال قبل یمن کا تبع نامی حکمران اپنے لشکر اور سینکڑوں علماء کرام کے ساتھ بیت اللہ شریف کی زیارت کی غرض سے اس خطے میں آیا۔ خانہ کعبہ کی زیارت کرنے اور اسے غلاف پہنانے کے بعد وہ واپسی پر اپنے لشکر سمیت یثرب کی سرزمین سے گزرا۔ اس وقت یثرب ایک چشمے کا نام تھا جہاں آبادی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ یمن کے بادشاہ کے ساتھ ۴۰۰ سے زائد آسمانی کتابوں کا علم رکھنے والے صاحب کمال علماء تھے۔ اُنہوں نے جب سرزمین یثرب کے محل وقوع اور آثار کا جائزہ لیا تو سابقہ الہامی صحیفوں میں مذکور بشارات اور نشانیوں کی روشنی میں وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہی وہ تاریخی مقام اور مقدس خطہ زمین ہے جو نبی آخرالزماں ﷺ کا مقام ہجرت بنے گا۔ ان کے علم، شوق، وجدان اور عشق نے انہیں واپس جانے سے روک لیا، اُنہوں نے متفقہ طور پر اس مقامِ مقدسہ پر رہنے کا ارادہ کر لیا اور بادشاہ کو اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا۔ روایات میں ہے کہ جب تبع اول نے ان علماء سے اس خطے میں ٹھہرنے کی حکمت دریافت کی تو انہوں نے کہا:

إنا نجد في كتبنا أن نبيا اسمه محمد هذه هجرة فنحن نقيم لعلنا نلقاه۔(۱)

’’ہماری کتابوں میں موجود ہے کہ نبی جس کا نام محمد (ﷺ) ہے یہ شہر اس کا دارالہجرت ہے، پس ہم یہاں اس نبی کے شوقِ لقاء میں مقیم رہیں گے۔‘‘

جب یمن کے حکمران کے علم میں یہ بات آئی کہ اس خطہ دلنواز کے مقدر میں رسول آخر ﷺ کا درالہجرت ہونا لکھا جا چکا ہے تو اس نے بھی علماء کے ساتھ یہیں ٹھہرنے کا فیصلہ کر لیا۔ حضور ﷺ کے شوقِ دیدار میں نہ اپنی سلطنت کا خیال رہا اور نہ ہی کسی اور چیز کا، محبتِ رسول اس کی رگ و پے میں سرایت کر گئی اور روح ذکرِ محمدی سے سرشار ہو گئی، لیکن اسے نہیں معلوم تھا کہ مطلعِ فاراں پر ستارۂ محمد ﷺ کب طلوع ہو گا اور حضور ﷺ کب ہجرت کر کے اس شہرِ بے مثال کو اپنی قدم بوسی کا شرف عطا کریں گے، تبع بادشاہ نے اپنے ہر عالم کے لئے گھر بنوایا، پھر چار سو لونڈیاں خرید کر ان کا نکاح ایک ایک عالم سے کر دیا۔ اس نادیدہ عاشقِ رسول نے ایک گھر نبی آخرالزماں ﷺ کے لئے بھی تعمیر کرایا کہ جب ہجرت کر کے آقائے دوجہاں ﷺ یہاں تشریف لائیں تو اپنے ہی گھر میں قیام کریں۔ وہ گھر جو نسل در نسل منتقل ہوتا رہا مرورِ ایام سے حضرت ابو ایوب انصاری ﷺ کی تحویل میں آ گیا۔ وہ انہی علماء کی اولاد میں سے تھے جنہوں نے ایک ہزار سال قبل حضور ﷺ کے دار الہجرت میں قیام کی سعادت حاصل کی تھی اور جن کی ہر نسل حضور ﷺ کی راہ دیکھتے دیکھتے اپنی طبعی عمر کو پہنچ کر ملکِ عدم کو سدھار جاتی اور پھر نئی نسل آپ ﷺ کی آمد کے لمحے کا انتظار کرنے لگتی۔

و بنى للنبى دارا ينزلها إذا قدم المدينه فتداول الدار الملاک الى ان صارت لأبى أيوب و هو من ولد ذالک العالم۔(۲)

’’اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے یہ تعمیر کیا تھا تاکہ جب آپ ﷺ ہجرت کر

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۳: ۲۷۴

(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۳: ۲۷۴

کے مدینہ آئیں تو اس میں قیام فرمائیں۔ یہ مکان کئی بادشاہوں کی تحویل میں باری باری آتا رہا یہاں تک کہ یہ حضرت ابوایوب (ﷺ) کی ملکیت میں آیا اور وہ اس عالم کی اولاد میں سے تھے۔"

شاہِ یمن عشق اور ایمان کے جس مقام پر کھڑا تھا وہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا ہے، نبی آخرالزماں ﷺ کے ظہور سے ایک ہزار سال قبل اس نے والی کون و مکاں ﷺ کے نام اپنے مکتوب میں لکھا:

أما بعد، یا محمد! فإني آمنت بک و بربک و رب کل شئ و بکل ما جاءک من ربک من شرائع الإسلام و الإیمان وإنی قلت ذلک فإن أدرکتک فیها و نعمت و إن لم أدرکک فاشفع لی یوم القیامة ولا تنسنی فإني من أصل الأولین و بیعتک قبل مجیئک و قبل ان یرسلک الله وأنا علی ملتک و ملة ابراهیم۔(۱)

"یا محمد! میں آپ پر اور آپ کے رب پر اور کائنات کی ہر شے کے رب پر اور آپ کے رب کی طرف سے آپ پر دین اسلام اور ایمان کے باب میں جو احکام نازل ہوئے ان پر ایمان لایا اور اگر میں نے آپ کا زمانہ پالیا اور آپ کی زیارت کی نعمت سے بہرہ یاب ہوا تو یہ میری خوش بختی ہوگی اور اگر مجھے آپ کا زمانہ نصیب نہ ہوسکے تو روز قیامت میری شفاعت فرمایئے گا اور مجھے فراموش نہ کیجئے گا کہ میں پہلوں کی نسل سے ہوں اور آپ کی آمد اور اللہ کے بھیجنے سے پہلے ہی آپ کی بیعت کرتا ہوں، میں آپ کے اور ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہوں۔"

اس نے وہ خط سونے سے سربمہر کیا اور ان علماء میں سے سب سے بڑے عالم کے حوالے کر دیا۔ وہ خط نسل در نسل منتقل ہوتا رہا۔ دس صدیاں گزر گئیں، حضور ﷺ جب

(۱) حلبی، السیرة الحلبیة، ۲: ۲۷۹

ہجرت کر کے تشریف لائے اور اونٹنی ابو ایوب انصاری ﷺ کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی اور ہادیِ برحق ﷺ نے دارِ ابو ایوب میں قیام کیا تو حضرت ابو ایوب انصاری ﷺ نے وہ خط جو ایک ہزار سال قبل، شاہِ یمن نے والی کون و مکاں ﷺ کے نام تحریر کیا تھا پیش کر دیا۔(۱)

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اس وقت عالمِ عیسائیت میں چار اناجیل ایسی ہیں جن کو ان کے نزدیک اسناد کا درجہ حاصل ہے۔ یہ اناجیل 'متی'، 'مرقس'، 'لوقا' اور 'یوحنا' سے منسوب ہیں۔ اس ضمن میں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ان کے کسی نسخے کی تدوین ۷۰ عیسوی سے پہلے نہیں ہوئی۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں اناجیل اربعہ کے بارے میں یہ تبصرہ قابلِ غور ہے:

> Its exact date and exact place of origin are uncertain, but it appears to date from the later years of the Ist century.
>
> ''اس کی ٹھیک تاریخ اور اس کے معرضِ وجود میں آنے کا صحیح مقام غیر یقینی ہے لیکن بادی النظر میں اس کا تعلق پہلی صدی کے آخری سالوں سے ہے۔''

اس کے بارے میں مزید کہا گیا ہے:

> We have no certain knowledge as to how or where the fourfold Gospel canon came to be formed
>
> ''ہمارے پاس یہ جاننے کے لئے کوئی حتمی علم نہیں ہے کہ یہ چار مستند انجیلیں کیسے اور کہاں معرض وجود میں آئیں۔''(۲)

یہاں ان اناجیل کو مرتب کرنے والوں کی حیثیت بھی محلِ نظر ہے۔ وہ نہ تو حضرت عیسیٰ ﷺ کے حواری تھے اور نہ انہوں نے دینِ عیسوی کو قبول کیا تھا۔ ان مرتبین نے ان لوگوں کا کوئی حوالہ بھی نہیں دیا جن کی وساطت سے یہ انجیلیں ان کے ہاتھ لگیں۔

---

(۱) یوسف صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۳:۴:۲۷

(۲) انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا، ۳:۵۱۳

یہ ایک ایسا معمہ ہے جو ابھی تک حل نہیں ہوا۔ یہ سوال آج تک جواب طلب ہے کہ وہ کتاب جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد ستر سال تک مرتب ہی نہیں ہوئی اور نہ کسی نے یہ بتانے کی زحمت کی کہ وہ کہاں اور کیسے دستیاب ہوئی، اس کے مستند ہونے پر کیونکر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ اس پر مستزاد یہ کہ سریانی زبان میں لکھے جانے والے نسخوں کے اصل ناپید ہیں اوران کے یونانی زبان میں تراجم کا اصل سے کیسے موازنہ کیا جائے جب کہ ان کا کوئی اصلی نسخہ کہیں بھی دستیاب نہیں اور پھر جو سب سے قدیم یونانی ترجمہ ملتا ہے وہ چوتھی صدی کا لکھا ہوا ہے۔ ان یونانی تراجم پر کوئی کیسے انحصار کرے جبکہ ان اناجیل کا ترجمہ بعد میں لاطینی زبان میں ہوا جو رومن ایمپائر کی سرکاری زبان تھی اور دورانِ ترجمہ بہت سی من گھڑت باتوں کے شامل ہو جانے کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اس ترجمہ در ترجمہ کے عمل سے جو انجیل وجود میں آئی اس میں لفظی و معنوی تحریف اور ردو بدل کا واقع ہونا ایک ایسی ناقابلِ تردید حقیقت ہے جو محتاجِ وضاحت نہیں۔

اندریں حالات ان اناجیل کی صحت کی تاریخی حیثیت کا جائزہ لینا کوئی مشکل کام نہیں۔ اِمتدادِ زمانہ کے ساتھ ان میں کیا کیا تحریفات اور تاویلات ہوئی ہوں گی ان کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں۔ چنانچہ اس صورتِ حال کے پیش نظر اگر مذکورہ انجیلوں میں ان بشارتوں کا حوالہ نہ ملے تو قرآن پر اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی جواز موجود ہے، لیکن تحریف کے باوجود حضور ﷺ کی آمد کے بارے میں خوشخبریاں ان مسخ شدہ کتابوں میں بھی راہ پاگئیں جس کا واضح ثبوت وہ عبارتیں ہیں جن میں یہ پیش گوئیاں کسی نہ کسی صورت میں ہیں۔ ذیل میں نمونہ کے طور پر انجیل میں سے چند اقتباسات درج کیے جاتے ہیں۔

اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو نبی آخر الزماں ﷺ کی تشریف آوری کی خوشخبری ان الفاظ میں دی:

1. He shone forth from Mount Paran.(1)

''وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔''(۲)

---

(1) Deuteronomy, 33:2

(۲) استثناء، ۳۳:۲

حبقوق نبی نے فرمایا:

2. God came from Teman, and the Holy One from Mount Paran. His glory covered the heavens, and the earth was full of his praise.(1)

’’خدا تیمان سے آیا اور قدوس کوہِ فاران سے ملا۔ اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوگئی۔ اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی۔‘‘(۲)

اللہ کے جلیل القدر نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

3. Nevertheless I tell you the truth. It is to your advantage that I go away, the counsellor will not come to you; but if I go, I will send him to you. And when he comes, he will convince the world concerning sin, and righteousness and judgement.(3)

’’لیکن میں تم سے سچ بیان کرتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو مددگار (فارقلیط، تسلی دینے والا) تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اور وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدل کے بارے میں بتائے گا۔‘‘(۴)

4. And he preached, saying, "After me comes he who is mightier than I, the thong of whose sandals I am not worthy to stoop down and untie.(5)

---

(1) Habakkuk, 3:3

(۲) حبقوق، باب۳:۳

(3) John, 16:7,8

(۴) یوحنا، باب۱۶:۸،۹

(5) Saint Mark, 1:7

’’اور یہ منادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زور آور ہے۔ میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔‘‘(۱)

5. If you love me, you will keep my commandments. and I will pray the Father, and he will give you another councellor to be with you forever.(2)

’’اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے۔ اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہارے لئے دوسرا مددگار بھیجے گا جو کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔‘‘(۳)

6. But the counsellor,the Holy spirit, whom the Father will send in my name, he shall teach you all things, and bring to your remembrance all that I have said to you.(4)

’’لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔‘‘(۵)

7- Hereafter I will not talk much with you for the prince(6) of this world cometh, and hath nothing in me.(7)

’’اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کے سردار نے آنا

(۱) مرقس، باب ۱:۷

(2) John,14:15-16

(۳) یوحنا، باب ۱۴:۱۵،۱۶

(4) John, 14:26

(۵) یوحنا، باب ۱۴:۲۶

(۶) ایک ترجمہ میں 'ruler' کا لفظ بھی آیا ہے۔

(7) John, 14:30

ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔‘‘(۱)

8- But when the counsellor comes, whom I shall send to you from the Father, even the Spirit of truth,who proceeds from the Father,he will bear witness to me.(2)

’’لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روحِ حق جس نے باپ سے صادر ہونا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔‘‘(۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزندِ ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کعبہ کی دیواریں اٹھاتے وقت جو دعا مانگی وہ بلاشبہ نسلِ اسماعیل علیہ السلام سے ایک ایسا پیغمبر مبعوث کرنے سے متعلق تھی جس کا مقامِ بعثت مکہ ہو۔ چنانچہ موجودہ تورات کی ’کتاب پیدائش (Genesis)‘ میں اس کے واضح اشارات ملتے ہیں:

9. And as for Ish'mael, have heard you; behold, I will bless him and make him fruitful and will multiply him exceedingly; he shall be the father of twelve princes, and I will make him a great nation.(4)

’’اور اسمٰعیل (علیہ السلام) کے حق میں، میں نے تیری بات سنی، دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے بارآور کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔‘‘ (۵)

10. The angel of the Lord said to her, "I will so greatly

---

(۱) یوحنا، باب ۱۴: ۳۱

(2) John, 15:26

(۳) یوحنا، باب: ۱۵: ۲۶

(4) Genesis, 17:20

(۵) پیدائش، باب، ۱۷: ۲۰

multiply your descendants that cannot be numbered for multitude." And the angel of the Lord said unto her, "Behold, you are with child, and shall bear a son; you shall call his name Ish'mael; because the Lord has given heed to your affliction."(1)

''اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا یہاں تک کہ کثرت کے سبب سے اس کا شمار نہ ہو سکے گا۔ اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہو گا اس کا نام اسمٰعیل رکھنا اس لئے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا۔'' (۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیل علیہما السلام کو فاران (مکہ) کے بیابان میں رخصت کیا اور مشکیزہ کا پانی ختم ہو گیا تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے گریہ وزاری شروع کی۔ 'کتاب پیدائش' میں اس کا ذکر یوں مذکور ہے:

11- And God heard the voice of the lad; and the angel of God called to Hagra from heaven, and said to her, "what troubles you, Hagra? Fear not; for God has heard the voice of the lad where he is. Arise, lift up the lad, and hold him fast with your hand; for I will make him a great nation. Then God opened her eyes, and she saw a well of water; and she went, and filled the skin with water, and gave the lad drink. And God was with the lad, and he grew up; he lived in the wilderness, and became an expert with the bow. He lived in the wilderness of Paran; and his mother took for him a wife from the land of Egypt.(3)

''تب خدا نے اس لڑکے (اسمٰعیل) کی آواز سنی اور خدا کے فرشتہ نے آسمان

(1) Genesis, 16:10,11

(۲) پیدائش، باب، ۱۶: ۱۰، ۱۱

(3) Genesis, 21:17-21

سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا کہ اے ہاجرہ! تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کیونکہ خدا نے اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے سن لی ہے۔ اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں (بئرِ زمزم) دیکھا، اور جا کر مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا۔ اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑا ہوا اور بیابان (عرب) میں رہنے لگا اور تیرانداز بنا۔ اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا اور اس کی ماں نے ملک مصر سے اس کے لئے بیوی لی۔‘‘(۱)

تورات کے اس نسخے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت اور ان کی نسل کے پھولنے پھلنے اور اس سے بارہ سرداروں کے پیدا ہونے کے جو تذکرے موجود ہیں وہ صریحاً قرآن مجید میں مذکور دعائے ابراہیمی اور وعدۂ ایزدی کی تائید کرتے ہیں۔

اصل انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کی بشارت ’فارقلیط‘ کے لفظ سے دی تھی۔ عبرانی زبان کا یہ لفظ ’احمد‘ یا ’محمد‘ کے معنوں کے مترادف ہے۔ یونان کے قدیم تراجم میں اس کا ترجمہ ’پریکلیوطاس‘ بیان کیا گیا ہے جو ’فارقلیط‘ کا ہم معنی ہے۔ یونانی مترجمین نے یہ دیکھتے ہوئے کہ اس سے اسلام کی حقانیت ثابت ہوتی ہے ’پریکلیوطاس‘ کو بدل کر ’پریکلیطاس‘ کر دیا جس کا انگریزی ترجمہ 'counsellor' یا 'comforter' کیا گیا جس کا اردو ترجمہ ’مددگار‘ اور ’تسلی دہندہ‘ کیا جاتا ہے۔ مسلمان سکالرز نے خود مسیحی اہل علم کی تحریروں سے ثابت کیا ہے کہ اصل لفظ ’پریکلیوطاس‘ ہی ہے جو فارقیط کا صحیح ترجمہ ہے۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی اور انہوں نے فارقلیط ہی کہا ہوگا جو قرآنی بشارت اور دعویٰ سے عین مطابقت رکھتا ہے۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ حضور ﷺ تورات اور انجیل کی زبان نہیں جانتے تھے لیکن یہ بات حیران کن ہے کہ جب مسلمانوں نے فتوحات کے بعد اپنے قدم فلسطین، عراق اور شام کے علاقوں میں جما لئے تو مسلمان علماء کے رابطے مسیحی اور یہودی علماء سے ہوئے،

(۱) پیدائش، باب ۲۱: ۱۷-۲۱

اسطرح انجیلوں کے بارے میں انہیں جو معلومات حاصل ہوئیں وہ اصل سے زیادہ قریب ہیں۔ اس وقت انجیل کے نسخے سریانی زبان میں تھے جنہیں مسلمان علماء نے عربی میں منتقل کیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابن ہشام (م۲۱۳ھ) نے 'السیرۃ النبویہ (۲:۶۴)' میں محمد بن اسحاق (م۱۵۱ھ) سے جو روایت نقل کی ہے اس میں یوحنا کے باب ۱۵ کے فقرہ نمبر۲ کا عربی متن یوں ہے:

فلو قد جاء المنحمنا هذا الذی یرسله الله إلیکم من عند الرب و روح القدس، هذا الذی من عند الرب خرج فهو شهید علی وأنتم أیضا، لأنکم قدیما، کنتم معی فی هذا قلت لکم لکیما ما لاتشکو۔

''اور جب منحمنا آئے گا جسے اللہ تعالیٰ رسول بنا کر بھیجے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئے گا تو وہ میری سچائی کا گواہ ہوگا اور تم بھی میری سچائی کے گواہ ہو کیونکہ تم عرصہ دراز سے میرے ساتھ ہو، میں نے تم سے یہ باتیں اس لئے کہی ہیں تاکہ تم شک میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔''

و المنحمنا بالسریانیة محمد و هو بالرومیة البرقلیطس ﷺ۔

''اور سریانی زبان میں منحمنا کا معنیٰ 'محمد' ہے اور رومی (زبان) میں اُنہیں ﷺ فارقلیط کہتے ہیں۔''

انجیل کے ان جملوں میں آنے والے پیغمبر کی درج ذیل صفات گنوائی گئی ہیں:

۱۔ آنے والا پیغمبر لوگوں کو مسیحی تعلیمات کی وہ باتیں یاد دلائے گا جو وہ بھول چکے ہوں گے۔

۲۔ وہ نامکمل کو مکمل کرے گا اور سچی باتوں کی خبر دے گا۔

۳۔ اس کی زبان سے جو باتیں نکلیں گی وہ اس کی اپنی نہ ہوں گی بلکہ وہی کہے گا اور سنائے گا جو خدا کی طرف سے ہوگا۔

۴۔ وہ مسیح کی تعلیم کو زندہ کرے گا اور اس کی گواہی دے گا اور اس پر ایمان نہ لانے والے کو گناہگار ٹھہرائے گا۔

اس سچائی سے کس کو انکار ہوسکتا ہے کہ لوگ اصل مسیحی تعلیم کو بھلا چکے تھے اور توحید کی بجائے تثلیث کے قائل تھے۔ پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھولی بسری باتوں کو پھر سے زندہ کر دیا اور قرآن حکیم کی تعلیمات سے نصاریٰ کے غلط عقائد کی اصلاح کی اور تثلیث کی بجائے توحید کا علم بلند کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کی اُلوہیت کا ردّ کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق کرتے ہوئے ان کے مسئلہ حیات و موت پر عقائدِ فاسدہ کی جمی ہوئی گرد کو صاف کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنے والے پیغمبر کی بشارت دیتے ہوئے ان کی جو نشانیاں بتائیں وہ سب حضور ﷺ کی ذات اقدس کے سوا کسی اور پر پوری نہیں اترتیں۔ اب اس امر سے انکار ممکن نہیں کہ آپ ﷺ نے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مسخ شدہ شخصیت کو بحال کیا اور جن غلط باتوں سے انہیں متہم کیا گیا تھا ان کا نہ صرف پردہ چاک کیا بلکہ ان پر باندھے گئے ان بہتانوں کی قلعی کھول دی جو یہودیوں نے مسیح دشمنی اور نصاریٰ نے محبت کے غلو میں قائم کئے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا بلکہ وہی کہے گا جو خدا اس سے کہلائے گا اس کی تصدیق خود قرآن نے کر دی:

وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ (۱)

''اور وہ اپنی (یعنی نفس کی) خواہش سے بات ہی نہیں کرتے ○ وہ تو وہی فرماتے ہیں جو (اللہ کی طرف سے) ان پر وحی ہوتی ہے ○''

دنیائے عیسائیت کی پیش کردہ چار انجیلوں کے علاوہ صدیوں تک گوشۂ گمنامی میں رہنے والی ایک ایسی انجیل منصۂ شہود پر ظاہر ہوئی جسے 'انجیل برناباس' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے بہت سے لاینحل عقدے حل ہوجاتے ہیں اور اصل مسیحی عقائد پر

---

(۱) القرآن، النجم، ۵۳: ۳، ۴

شکوک وشبہات کی جو دبیز تہہ چڑھ گئی تھی اس کی پردہ دری ہو جاتی ہے۔ اس انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ایسے روشن ارشادات موجود ہیں جن میں واضح طور پر پیغمبر آخرالزماں ﷺ کا نام لے کر ان کی آمد کی بشارتیں دی گئی ہیں اور اپنے پیروکاروں کو تلقین کی گئی ہے کہ جب وہ پیغمبر آئے تو اس کا دامن مضبوطی سے تھام لیں۔

برناباس قبرص کا رہنے والا اور مذہب یہودیت کا پیروکار تھا۔ لیکن جب اس نے دین عیسوی اختیار کیا تو اس کی اشاعت اور فروغ کے لئے ہمہ تن کوش ہوگیا۔ وہ بہت کامیاب مبلغ ثابت ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے انتہائی قریبی تعلق ہونے کی بنا پر وہ بہت جلد حواریوں کی آنکھ کا تارا بن گیا جس کی وجہ سے مسیحیت میں اسے قابلِ قدر مقام حاصل ہوگیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات آپ کے پہلے ماننے والوں کے نزدیک نزاعی (controversial) نہیں تھیں۔ وہ سب آپ کو ایک راست باز انسان اور اللہ کا برگزیدہ پیغمبر سمجھتے اور جانتے تھے اور وہ صحیح معنوں میں موحد تھے۔ ساری خرابی سینٹ پال کے عیسائی مذہب قبول کرنے کے بعد پیدا ہوئی۔ اس نے مسیحیت کے پرچار میں اس کی اصل تعلیمات کو مسخ کر کے حق اور سچ کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا اور عیسوی عقائدونظریات پرضرب کاری لگائی۔ سچی بات یہ ہے کہ اس نے جس دین عیسائیت کو رائج کیا اس کا منبع انجیل یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات نہ تھیں بلکہ یہ اس کی ذاتی اختراع اور سوچ کا نتیجہ تھا۔

بتایا جاتا ہے کہ کچھ عرصہ تک برناباس اور سینٹ پال اکٹھے کام کرتے رہے لیکن پھر بوجوہ ان میں اختلافات پیدا ہوگئے جو وقت کے ساتھ شدت اختیار کر گئے اور پھر وہ مرحلہ آیا جس میں وہ دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئے۔ ہوا یہ کہ سینٹ پال نے حلال وحرام کے بارے میں دین موسوی کے احکامات پس پشت ڈال دیئے۔ ایسا کرنے سے اسے حکومت اور کچھ سرکردہ لوگوں کی تائید اور حمایت حاصل ہوگئی اور اس کے پھیلائے ہوئے جال میں عوام الناس گرفتار ہوگئے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برناباس اور اس کے ساتھی اثر

و رسوخ کھو بیٹھے اور دین عیسوی میں انہیں کوئی مقام حاصل نہ رہا۔ اس کے باوجود چوتھی صدی عیسوی تک برناباس کا ایک مضبوط حلقہ موجود تھا اور وہ لوگ تثلیث کی بجائے خدائے واحد کے پرستار تھے۔ برناباس کی انجیل پہلی دو صدیوں میں مستند انجیل مانی جاتی رہی اور دین کے معاملوں میں اس کو بطور حجت تسلیم کیا جاتا رہا۔ لیکن ۳۲۵ء میں جو کانفرنس منعقد ہوئی اس میں یہ فیصلہ ہوا کہ عبرانی زبان میں جتنی انجلیں موجود ہیں ان سب کو تلف کر دیا جائے۔

انجیل برناباس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو اسی طرح بیان کیا گیا ہے جس طرح پیغمبر برحق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو عطا کی تھیں۔ وہ ان بے شمار بشارتوں کی حامل ہیں جن میں حضور ﷺ کی آمد اور آپ ﷺ کی صفات کا ذکر کثرت اور تواتر کے ساتھ کیا گیا ہے۔

انجیل برناباس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

1. But after me shall come the splendour of all the Prophets and holy ones, and shall shed light upon the darkness of all that the Prophets have said because he is the messenger of God.(1)

"لیکن میرے بعد وہ ہستی تشریف لانے والی ہے جو اپنی شان میں تمام انبیاء اور ذواتِ مقدسہ سے افضل ہوگی، تمام نبیوں نے جو کہا ہے وہ ان پر روشنی ڈالے گی، اس لئے کہ وہ ہستی اللہ کی پیغمبر ہے۔"

2. For I am not worthy to enloose the ties of the hosen or the latchets of the shoes of the messenger of the God whom ye call "Messiah" who was made before me, and shall come after me, and shall bring the words of truth, so that his faith shall have no end.(2)

(1) Chapter : 17

(2) Chapter : 42

’’میں تو اپنے آپ کو اس قابل بھی نہیں سمجھتا کہ اس عظیم ہستی کے جوتوں کے تسمے بھی کھول سکوں، وہ جسے تم مسیحا کہتے ہو، اس کی خلقت مجھ سے پیشتر ہوئی لیکن اس کی تشریف آوری میرے بعد ہوگی۔ وہ سچے لفظوں کے ساتھ مبعوث ہوگا اور اس کا دین کبھی ختم نہ ہوگا۔‘‘

جب گمراہ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کیا تو اس بات سے انہیں بے حد تکلیف ہوئی۔ اس پر بعض اہلِ حکومت نے انہیں یقین دلایا کہ آپ مطمئن رہیں، ہم شہنشاہِ روم سے ایسا فرمان جاری کرائیں گے جس میں لوگوں کو ان باتوں سے روک دیا جائے گا۔ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے:

3- But my consolation is in the coming of Messenger, who shall destroy every false opinion of me, and his faith shall spread and shall take hold of the whole world, for so hath God promised to Abraham, our father.(1)

’’بلکہ میرے لئے موجبِ تسکین تو اس رسول کی آمد ہوگی جو میرے بعد آ کر میرے بارے میں تمام باطل اور جھوٹے نظریات کو مٹا دے گا، اس کا دین فروغ پائے گا اور تمام دنیا میں پھیل جائے گا، ایسا وعدہ ہمارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) سے بھی کیا گیا ہے۔‘‘

جب یہ سوال کیا گیا کہ آیا اس رسول کے بعد بھی اور نبی آئیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

4- There shall not come after him true Prophets sent by God, but there shall come a great number of false prophets, where at I sorrow. For satan shall raise them up.(2)

(1) Chapter : 97

(2) Chapter : 97

’’آپ (ﷺ) کے بعد کوئی اللہ کا فرستادہ سچا نبی نہیں آئے گا لیکن شیطان کے قائم کردہ جھوٹے نبی کثرت سے آئیں گے۔ جن کا مجھے افسوس ہے۔‘‘

۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی آخرالزمان کا نام محمد ﷺ بتاتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کائنات ارضی وسماوی پیدا فرمائی:

The name of the Messiah is admirable, for God himself gave him the name when he had created his soul, and placed it in celestial splendour. God said: "Wait Muhammad; for thy sake I will create paradise, the world, and a great multitude of creatures. ...... I shall send thee into the world. I shall send thee as my Messenger of salvation and thy word shall be true, in so much that heaven and earth shall fail, but thy faith shall never fail."

’’اس مسیحا کا نام ’قابلِ مدح وستائش‘ ہے یہ نام خود خدا نے اسے اس وقت دیا جب اس کی روح کو پیدا کیا اور اس کو عالمِ بالا کی پرشکوہ رفعتوں میں رکھا اور اس کے بارے میں فرمایا: اے محمد! انتظار کر کہ میں نے تیری خاطر جنت کو پیدا کیا ہے اور ساری دُنیا اور اس میں طرح طرح کی بے شمار مخلوقات کو بھی پیدا کیا ہے۔ ...... میں تجھے اس دُنیا میں نجات دہندہ رسول بنا کر بھیجوں گا۔ تیرا کلمہ کلمۂ حق ہوگا۔ زمین وآسمان کو تو زوال آسکتا ہے لیکن تیرے دین کو کبھی زوال نہ ہوگا۔

اِس کے بعد فرمایا:

"Muhammad is his blessed name."(1)

’’اُن کا بابرکت نام محمد ہوگا۔‘‘

یہ سن کر حاضرین دست بدعا ہوئے:

(1) Chapter : 97

O God, send us Thy messenger. O Muhammad, come quickly for the salvation of the world.(1)

’’اے خدا! ہمارے لئے اس رسول کو بھیج۔ اے محمد! جلد اس دُنیا کی نجات کے لئے تشریف لے آیئے۔‘‘

اُس کے بعد برنباس کی انجیل میں یہ درج ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آخری حالات کے بارے میں پیشین گوئی کرتے ہوئے کہا کہ مجھے قتل کرانے کی سازش کی جائے گی مگر وہ ایسا کرنہیں پائیں گے۔ پھر میرا ایک حواری تھوڑے سے لالچ کے لیے مجھے گرفتار کرائے گا لیکن وہ مجھے پھانسی دینے میں ناکام ہوں گے اور مجھے آسمان پر اُٹھا لیا جائے گا اور جس نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہوگا اُسے میری جگہ شبے میں پھانسی پر چڑھا دیا جائے گا۔

I shall abide in that dishonour for a long time in the world. But when Muhammad shall come, the sacred Messenger of God, that infamy shall be taken away, and this shall God do because I have confessed the truth of the Messiah, who shall give me this reward, that I shall be known to be alive and to be a stranger to that death of infamy.(2)

’’کافی عرصہ تک دنیا میں وہ لوگ میری عزت کو بٹہ لگاتے رہیں گے لیکن جب محمد تشریف لائیں گے جو اللہ کے مقدس رسول ہیں تو اس بدنامی کا داغ دھل جائے گا اور اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے گا کیونکہ میں اس مسیحا کی سچائی کا اقرار کرتا ہوں۔ اس کا وجود میرے لئے باعث انعام ہوگا اور لوگوں کا میرے زندہ رہنے پر ایمان قائم ہو جائے گا اور اس ذلت کی موت سے میری براءت ثابت ہو جائے گی۔‘‘

(1) Chapter : 97

(2) Chapter : 112

۸۔ ختمِ نبوت

رب العالمین کا نظام ربوبیت اس کائنات عریض و بسیط کے ہر ہر گوشے کو محیط ہے اور کوئی ذرہ ایسا نہیں جس میں اس کی کارفرمائی نہ ہو۔ اس کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ ہر وجود کو اس کی ادنیٰ حالت سے ترقی دے کر بتدریج اس کے درجۂ کمال تک پہنچا دیا جائے اور اس کو وہ رفعت عطا ہو جس سے خالقِ کائنات کی خالقیت کو پہچانا جا سکے۔ لہٰذا اس کائناتِ زیریں وبالا میں ہر طرف اس محبوب حقیقی کے جلوے بکھرے ہوئے ہیں اور اس کارخانۂ ہستی میں مشیتِ ایزدی کا سب سے بڑا شہکار انسان ہے جس کے بارے میں ارشاد ہوا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍO(۱)

’’بیشک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال اور توازن والی) ساخت میں پیدا فرمایا ہےO‘‘

اس عالمِ انفس و آفاق میں حسنِ الوہیت کی شانِ مظہریت کے تمام اوصاف و کمالات جو مختلف انواع و طبقاتِ انسانی میں منتشر تھے انہیں یکجا کر کے پیکرانِ نبوت میں رکھ دیا گیا اور اس طرح ایک ایسا سلسلۂ نبوت و رسالت وجود پذیر ہوا جو جملہ مظاہرِ ربوبیت کا مظہر وعکاس ٹھہرا، جس میں کوئی کسی خاص فضیلت کا حامل تھا اور کوئی کسی خاص کمال میں یکتا و یگانہ تھا۔ قصہ مختصر یہ کہ پوری کائناتِ نبوت جملہ کمالات و محاسن کی آئینہ دار بن گئی۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ کوئی ایسا پیکرِ نبوت بھی تشکیل دیا جائے جس میں حسنِ الوہیت اور حسنِ کائنات کے مظاہر بدرجہ اتم موجود ہوں اور وہ ان تمام شانوں کا مجتمع ہو جو پہلے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل تھیں۔ جب رب العالمین کے اعجازِ ربوبیت نے اپنی مشیت کے تحت یہ چاہا کہ سب مظاہرِ حسن اپنی اِنتہا (climax) کو پہنچ جائیں تو سارے جلوے جس وجود میں سمٹ آئے وہ پیکرِ مصطفوی ﷺ کی صورت میں منصۂ شہود پر

(۱) القرآن، التین، ۴:۹۵

جلوہ گر ہو گیا۔ اس پیکر مصطفوی میں ڈھل کر نبوت و رسالت کا وہ سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا اپنے اتمام کو پہنچ کر ختم نبوت کے پیکرِ دلنواز میں ظہور پذیر ہوا جس کے بعد نبوت و رسالت کے تمام تقاضوں کی تکمیل ہوگئی، اس طرح کہ اب قیامت تک کسی قوم، ملک یا زمانے کے لئے نبی اور رسول کی کوئی ضرورت باقی نہ رہی اور مشیت الٰہی نے نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔ اب ہر زمانہ حضور ﷺ کا زمانہ ہے۔

اِک نئے دور کا آغاز تھا آنا اس کا
اب زمانے کی حدوں تک ہے زمانہ اس کا

ختم نبوت کے باب میں قرآن و حدیث سے چند دلائل حسبِ ذیل پیش کئے جاتے ہیں:

ا۔ حضور ﷺ کا کسی مرد کا باپ نہ ہونا

حضور ﷺ کی ختم نبوت کا ذکر قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں نہایت ہی جامع انداز میں کیا گیا ہے۔

اِرشادِ خداوندی ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ○(۱)

’’محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں (یعنی ان پر سلسلۂ نبوت ختم کیا جا رہا ہے)، اور اللہ سب چیزوں کا جاننے والا ہے○‘‘

تاریخِ انبیاء گواہ ہے کہ اس کرۂ ارضی پر ایسے جلیل القدر پیغمبر بھی گزرے ہیں جن کی اولاد کو بھی شرفِ نبوت سے نوازا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام

(۱) القرآن، الاحزاب، ۳۳:۴۰

کے فرزند تھے، وہ قیامت کے دن نبی کی حیثیت سے اپنے والدِ گرامی کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ اگر حضور ﷺ کا کوئی فرزند جوان ہوتا تو وہ بھی یقیناً مرتبۂ نبوت پر فائز ہوتا کیونکہ آپ ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہیں، لیکن وہ بیٹا اگر آپ ﷺ کی ختم نبوت کے باعث نبی نہ ہوتا تو اس طرح آپ ﷺ کی شانِ نبوت کی اکملیت و افضلیت پر لامحالہ حرف آ تا۔ چونکہ حضور ﷺ کو بے مثل پیدا کرنا مقصود تھا، اس لئے قدرت کو گوارا نہ ہوا کہ حشر کے دن حضور ﷺ کے ساتھ ان کا کوئی غیر نبی بیٹا کھڑا ہو۔ حضور ﷺ کو چونکہ خاتم الانبیاء ہونا تھا اس لئے ان کے صاحبزادوں کو بچپن ہی میں اٹھا لیا گیا، اللہ رب العزت نے اس طرح اپنے محبوب ﷺ کو بیٹے جیسی نعمت سے محروم بھی نہ رکھا اور آپ ﷺ کے خاتم الانبیا ہونے کے اعزازِ لازوال کو بھی برقرار رکھا، اس الوہی اہتمام کے ذریعے شانِ رسالت میں کمی کے ہر تصور کی ذہنِ انسانی میں ابھرنے سے پہلے ہی نفی کر دی گئی۔ اس طرح یہ وضاحت فرما دی گئی کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔

اس حکمت کی بناء پر جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم ؓ کا بچپن میں ہی وصال ہو گیا۔

اسماعیل بیان کرتے ہیں:

قلت لابن أبي أوفٰی: رأيت إبراهيم بن النبي ﷺ؟ قال: مات صغيرا، و لو قُضِيَ أن يكون بعد محمد ﷺ نبيّ عاش ابنه، ولكن لانبي بعده۔(۱)

’’میں نے حضرت ابن ابی اوفی ؓ سے سوال کیا کہ آپ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم ؓ کو دیکھا تھا؟ اُنہوں نے جواب دیا: وہ بچپن میں وفات پاگئے تھے اور اگر حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی نبی کو آنا ہوتا تو آپ ﷺ کے فرزند زندہ رہتے، لیکن آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہو گا۔‘‘

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۸۹، کتاب الأدب، رقم: ۵۸۴۱

۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۴۸۴، کتاب ما جاء فی الجنائز، رقم: ۱۵۱۰

۲۔ میثاقِ انبیاء اور اِعلانِ ختمِ نبوت

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی ختمِ نبوت کا اعلان انبیاء کرام علیہم السلام کے سامنے یومِ میثاق میں ہی فرما دیا تھا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔(۱)

’’اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہوں گی تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں نہ صرف خلقتِ محمدی ﷺ اور عظمتِ رسالتِ نبوی ﷺ کا ذکر ہو رہا ہے بلکہ اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو اس میں ختمِ نبوت کا بیان بھی موجود ہے۔ آیتِ مذکورہ میں واضح طور پر دو پہلو از روئے استدلال ختمِ نبوت سے متعلق ہیں۔

(ا) ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ کے کلمات کے ذریعے اللہ ﷻ انبیاء کرام علیہم السلام کو مخاطب کر کے ارشاد فرما رہا ہے کہ ’’جب تم سب آچکو گے اور اپنی اپنی نبوتوں کے زمانے گزار چکو گے اور کسی حال میں کوئی نیا نبی یا رسول آنے والا نہیں ہوگا تو پھر تم سب کے آخر میں میرا پیارا رسول ﷺ آئے گا۔

(ب) ’مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ‘ کے کلمات کے ذریعے حضور ﷺ کو تمام انبیاء کا مُصَدِّق قرار دیا گیا ہے جبکہ دوسرے تمام انبیاء آئندہ آنے والوں کے لئے مبشر تھے۔ انہوں نے باری باری حضور ﷺ کی آمد کی بشارتیں دیں لیکن حضور ﷺ کسی کے مبشر نہیں بلکہ سب کے

(۱) القرآن، آل عمران، ۸۱:۳

مصدق ہیں اور یہ حقیقت تو اظہر من الشّمس ہے کہ تصدیق کرنے والا (مصدِّق) سب کے بعد ہی آتا ہے۔ بفرضِ محال اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی اور نبی آنے والا ہوتا تو حضور ﷺ اس کے مبشر ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں تھا کہ دوسرے انبیاء کی طرح آپ ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی آئے۔ اس لیے کہ اس سے آپ ﷺ کی عالمگیر رسالت اور نبوتِ تامہ میں نقص یا کمی کا شائبہ ہوسکتا تھا۔ چونکہ حضور ﷺ کی نبوت کو تاقیامت قائم رکھنا تھا اس لئے خدائے علیم وخبیر نے تمام انبیاء و رسل آپ ﷺ سے پہلے بھیج دیئے، اور آپ ﷺ کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا خاتم بنادیا۔

۳۔ تکمیلِ دین اور اِتمامِ نعمت کی نوید

اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کی ختم نبوت سے دینِ اسلام کی تکمیل فرما دی اور بنی نوع انسان کو آپ ﷺ کے وجود کی صورت میں آخری نعمت عطا کردی۔ لہٰذا اس الوہی اہتمام کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت واحتیاج باقی نہ رہی، اس لئے قرآن مجید نے اس کا ذکر بڑی صراحت سے کیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔(۱)

’’آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو (بطور) دین کے (یعنی مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے) پسند کیا۔‘‘

تکمیلِ دین کا مطلب ہے کہ اب ہدایتِ آسمانی کا کوئی حصہ ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ پر اتار نہ دیا ہو۔ قرآن وسنت کے ذریعہ قیامت تک اولادِ آدم کو ایک مکمل ضابطۂ حیات دے دیا گیا ہے جس میں نہ کسی اضافے کی ضرورت

(۱) القرآن، المائدہ، ۵:۳

ہے اور نہ کسی ترمیم و تنسیخ کی۔

دین کی تکمیل کا مطلب واضح طور پر پیامِ حق کی تکمیل ہے کیونکہ اب وحی کے ذریعے ہدایتِ آسمانی کے مزید نزول کی ضرورت باقی نہیں رہی، اس لئے کہ اب قیامت تک کسی نئے نبی کے آنے کا امکان نہیں اور ہدایت کے لئے آپ ﷺ کا اسوۂ مبارکہ اور سنتِ مطہرہ ہی کافی ہے۔ اب اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے گا تو نصوصِ قرآن کی خلاف ورزی اور تعلیماتِ الٰہیہ سے بغاوت کا مرتکب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے دامنِ رسالت کو فکر و نظر کے اتنے انوار و تجلیات سے بھر دیا ہے اور دنیوی و اخروی نعمتوں کے اتنے چاند سورج اس میں سجا دیئے ہیں کہ فضائیں حشر تک ان کی ضوء سے مستنیر رہیں گی۔

۴۔ حضور ﷺ کا خاتم الوحی ہونا

قرآن حکیم میں بعثتِ محمدی کے بعد کسی اور نبی کی بعثت کا ذکر نہیں البتہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک اللہ تعالیٰ کے فرستادہ انبیاء و رسل کی بعثت کا ذکر جا بجا موجود ہے۔ چونکہ حضور ﷺ کے بعد وحیُ الٰہی کا دروازہ بند ہوگیا، اس لئے اِرشاد ہوا:

وَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ۔(۱)

”اور (متقی) وہ لوگ (ہیں) جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا (سب) پر ایمان لاتے ہیں۔“

اس آیتِ مقدسہ میں وحی الٰہی کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے یہ تلقین کی گئی ہے کہ ہدایتِ آسمانی پر ایمان لاؤ جس کا نزول حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور رحمتِ عالم ﷺ تک جاری رہا، گویا وحی الٰہی کی دو اقسام مذکور ہوئیں:

۱۔ وحی الٰہی، جو حضور ختمی مرتبت ﷺ پر نازل ہوئی۔

۲۔ وحی الٰہی، جو حضور ﷺ سے پہلے وقتاً فوقتاً دوسرے انبیاء پر نازل ہوتی رہی۔

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۴

اب تیسری قسم کی وحی کا تصور بھی باطل ہے، نہ کسی پر اب وحی نازل ہوسکتی ہے اور نہ کوئی حضور ﷺ کے بعد نبی ہوسکتا ہے، آیتِ مذکور میں فقط مَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ کے الفاظ آئے ہیں مِنْ بَعْدِکَ کے الفاظ نہیں آئے۔ لہٰذا یہ آیت حضور ﷺ کے خاتم النبیین اور خاتم الوحی ہونے پر نصِ صریح کا حکم رکھتی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ۔(۱)

''اے ایمان والو! تم اللہ پر اس کے رسول (ﷺ) پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (ﷺ) پر نازل فرمائی ہے اور اس کتاب پر جو اس نے (اس سے) پہلے اتاری تھی ایمان لاؤ۔''

اس آیت میں اہلِ ایمان سے خطاب کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور ﷺ کی رسالت کے ساتھ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآنِ کریم پر ایمان لانے کی ہدایت کی گئی ہے اور حضور ﷺ سے پہلے ہدایتِ آسمانی پر مبنی سابقہ کتب پر ایمان لانے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

قرآن اور دیگر مذکورہ آسمانی کتب کے علاوہ کسی اور کتاب کا ہونا بھی خارج از امکان ہے۔ اگر مذکورہ بالا دو اقسام کے علاوہ تیسری قسم کی وحی کے نزول کا امکان ہوتا تو قرآن میں اس کا ذکر ضرور ہوتا، لیکن ایسا ممکن ہی نہ تھا کیونکہ حضور ﷺ کی نبوت کو خاتمیت کی خلعتِ فاخرہ عطا ہو چکی تھی۔

جب اللہ تعالیٰ کے سب سے برگزیدہ رسول جن کے قدموں کے صدقے یہ دنیائے رنگ و بو تخلیق ہوئی اس جہانِ فانی سے رُخصت ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو غسل دیتے وقت فرما رہے تھے:

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۳۶

بأبي أنت و أمي! لقد إنقطع بموتک ما لم ينقطع بموت غيرک مِن النبوة و الأنباء و أخبار السّمآء۔(۱)

''(حضور!) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ کے وصال سے وہ چیز ختم ہوگئی جو چیز کسی دوسرے کے وصال سے ختم نہ ہوئی تھی، یعنی نبوت، غیب کی خبروں کا بتلانا اور آسمان سے خبروں کا نزول اب ختم ہوگیا ہے۔''

۵۔ قرآن کریم کی شانِ مصدقیت

قرآن مجید حضور ﷺ سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والا (مصدِّق) ہے۔ باری تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی شان مصدِّقیت کو یوں بیان فرمایا ہے:

وَ اٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ۔(۲)

''اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو میں نے (اپنے رسول محمد ﷺ پر) اتاری (ہے) (حالانکہ) یہ اس کی (اصلاً) تصدیق کرتی ہے جو تمہارے پاس ہے۔''

شریعتِ محمدی کے بعد تمام سابقہ شریعتیں منسوخ کر دی گئیں۔ آیتِ مذکورہ میں اللہ رب العزت نے اہلِ کتاب کو صرف قرآن مجید پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے بایں معنی کہ اب قرآن ہی قیامت تک بنی نوع انسان کی رہنمائی کرے گا۔ گویا بقول اقبالؒ:

نوعِ انساں را پیامِ آخریں
حاملِ اُو رحمۃ للعالمین ﷺ

قرآن میں ایک دوسرے مقام پر اسی تصور کو یوں اجاگر کیا گیا ہے:

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ۔(۳)

(۱) نہج البلاغہ، ۲: ۲۲۸

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۴۱

(۳) القرآن، آل عمران، ۳: ۳

’’(اے حبیب!) اسی نے (یہ) کتاب آپ پر حق کے ساتھ نازل فرمائی ہے، (یہ) ان (سب کتابوں) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے اتری ہیں۔‘‘

قرآن کریم کی شان مصدقیت سے واضح ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب ہی آخری کتاب ہے کیونکہ عقل و منطق کی رُو سے مصدق یعنی تصدیق کرنیوالا سب سے آخر میں ہوتا ہے اور یہ اس کتابِ آخر کے حامل حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا وہ بدیہی ثبوت ہے جس کی تردید کا کوئی جواز سرے سے خارج ازامکان ہے۔

۶۔ قرآنِ حکیم کی اُلوہی حفاظت

سیدنا آدم علیہ السلام سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک وحی الٰہی کے نزول کا سلسلہ جاری رہا لیکن اللہ رب العزت نے ان انبیاء و رُسل پر اُترنے والی وحی کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لی، ایسا کیوں ہوا؟ اس امر میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کو آنا تھا، لیکن جب وحی الٰہی نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی تو اس کے ساتھ اب نبوت اور رسالت کے سلسلے کا اختتام ہو رہا تھا، اب فقط قرآن حکیم ہی کو قیامت تک زندہ رہنا تھا۔

اس لئے اس کی دائمی حفاظت کا بندوبست ضروری تھا۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ○(۱)

’’بیشک یہ ذکرِ عظیم (قرآن) ہم نے ہی اُتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے○‘‘

اس کتابِ زندہ کا حامل نبی صاحبِ ختمِ نبوت حضور تاجدارِ کائنات ﷺ کے سوا اور کون ہوسکتا ہے؟

(۱) القرآن، الحجر، ۱۵:۹

۷۔ نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی نشان دہی

نبوت اور رسالت کا روشن سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا حضور نبی اکرم ﷺ پر آ کر ختم ہوا۔ آپ ﷺ سلسلۂ نبوت و رسالت کی آخری کڑی ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی زبانِ حق ترجمان سے اپنی ختم نبوت کا اعلان واشگاف لفظوں میں فرمایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إنَّ الرسالة و النبوة قد انقطعت، فلا رسول بعدی و لا نبیّ۔(۱)

''اب نبوت اور رسالت کا انقطاع عمل میں آچکا ہے، لہٰذا میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی۔''

۸۔ حضور ﷺ قصرِ نبوت کی تکمیلی اینٹ ہیں

قصرِ نبوت جس کی خشتِ اول سیدنا آدم علیہ السلام تھے اور خشتِ آخر حضرت محمد ﷺ ہیں اپنی تکمیل کو پہنچ چکا۔ اب آپ ﷺ کے بعد کسی اینٹ کی گنجائش نہیں رہی جو قصرِ نبوت کی تکمیل کے لئے لگ سکے۔ قصرِ نبوت و رسالت، آقائے دوجہاں ﷺ کی تشریف آوری کے بعد ہی مکمل ہوا، درج ذیل حدیث میں اسی مضمون کی وضاحت کی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

إنّ مثلی و مثل الأنبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا، فأحسنه و

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۱۶۳، کتاب الرؤیا، رقم: ۲۲۷۲
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۶۷، رقم: ۱۳۸۵۱
۳۔ حاکم، المستدرک، ۴:۴۳۳، رقم: ۸۱۷۸
۴۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۷:۲۰۶، رقم: ۲۶۴۵
۵۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ۴:۱۶۳
۶۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳:۴۹۴، رقم: ۳۶۱۳
۷۔ زرقانی، شرح الموطا، ۴:۴۵۱

أجمله إلا موضع لَبِنَةٍ من زاويةٍ، فجعل الناس يطوفون به و يعجبون له، و يقولون: هلّا وضعت هذه اللَّبِنَة؟ قال: فأنا اللبنة، و أنا خاتم النبيين۔(۱)

''بیشک میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک خوبصورت مکان تعمیر کیا اور اُسے اچھی طرح سے سجایا، لیکن مکان کے کسی حصّے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس کا مکان دیکھنے آتے اور اس کی خوبصورتی کی داد دیتے اور دریافت کرتے کہ یہاں اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: پس میں وہی اینٹ ہوں اور سلسلۂ انبیاء کا اختتام کرنے والا ہوں۔''

۹۔ حضور ﷺ عاقب ہیں

حضور ﷺ کا ایک اسم گرامی عاقب ہے جس کا معنی ہے 'سب سے پیچھے آنے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۰، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۴۲
۲۔ مسلم، الصحیح، ۶: ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، کتاب الفضائل، رقم: ۲۲۸۶
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۸۶، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۱۳
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۱۲، ۳۹۸، رقم: ۸۱۰۱، ۹۱۵۶
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۳۶، ۱۳۷، رقم: ۲۱۲۸۱، ۲۱۲۸۲
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۱۵، رقم: ۶۴۰۵
۷۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۹۰، رقم: ۱۷۲
۸۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۴۳۶، رقم: ۱۱۴۲۲
۹۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۷۸، رقم: ۱۴۸۳
۱۰۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۳: ۳۹۲، رقم: ۱۱۹۰، ۱۱۹۱
۱۱۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۴: ۱۲۸، رقم: ۶۳۹۳
۱۲۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۸۵
۱۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۴۹۴

والا یعنی جو سب سے آخر پر ہو اور جس کے بعد کوئی نہ ہو۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

أنا محمد و أنا أحمد و أنا الماحي الذی یمحی بِیَ الکفر، و أنا الحاشر الذی یحشر الناس علٰی عقبی، و أنا العاقب۔ و العاقب الذی لیس بعده نبیّ۔(۱)

''میں محمد ہوں، احمد ہوں، ماحی ہوں کہ میرے ذریعے کفر کو مٹایا جائے گا۔ میں حاشر ہوں کہ لوگ روزِ محشر میرے بعد اُٹھائے جائیں گے، میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔''

آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اب اس کے بعد جو کوئی بھی دعویٰ نبوت کرے گا وہ جھوٹا ملعون ہوگا اور ابلیس کے ناپاک عزائم کی پیداوار ہوگا۔ آپ ﷺ نے نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی نہ صرف نشاندہی کر دی بلکہ ان کی تعداد بھی بیان فرما دی تھی۔ حضرت ثوبان ﷺ سے روایت ہے کہ خاتم الانبیاء ﷺ نے فرمایا:

انه سیکون فی أمّتی ثلاثون کذّابون، کلّهم یزعم أنّه نبیّ، و أنا خاتم النبیّین لانبی بعدی۔(۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۲۸، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۵۴
۲۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۲۹۹، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۳۹
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۱۳۵، کتاب الأدب، رقم: ۲۸۴۰
۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۱۱، رقم: ۳۱۶۹۱

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۴۹۹، کتاب الفتن، رقم: ۲۲۱۹
۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۹۷، کتاب الفتن، رقم: ۴۲۵۲
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۳۰، کتاب الفتن، رقم: ۳۹۵۲
۴۔ حاکم، المستدرک، ۴:۴۹۶، رقم: ۸۳۹۰ ←

’’میری اُمت میں تیس (۳۰) اشخاص کذّاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کذّاب کو گمان ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔‘‘

۱۰۔ ختمِ نبوت اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ، حضور ختمی مرتبت ﷺ کے جلیل القدر صحابی تھے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کی ذمہ داری آپ رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی۔ آپ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ اس بات سے واضح ہے کہ آپ کی رائے کی موافقت میں بعض آیاتِ قرآنی نازل ہوئیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں حضور ﷺ کا درج ذیل فرمان آپ ﷺ کی ختم نبوت کی دلیل ہے:

قال رسول اللہ ﷺ لو کان بعدی نبیّ لکان عمر بن الخطاب۔(۱)

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷:۵۰۳، رقم:۳۵۶۵
۶۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۹:۲۰۰، رقم:۳۹۷
۷۔ شیبانی، الآحاد والمثانی، ۱:۳۳۲، رقم:۴۵۶
۸۔ شیبانی، الآحاد والمثانی، ۳:۲۴، رقم:۱۳۰۹
۹۔ دانی، السنن الواردۃ فی الفتن، ۴:۸۶۱، رقم:۴۴۲
۱۰۔ دانی، السنن الواردۃ فی الفتن، ۴:۸۶۳، رقم:۴۴۴
۱۱۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۶:۶۱۷
۱۲۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۲۲۵

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۱۹، ابواب المناقب، رقم:۳۶۸۶
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۱۵۴
۳۔ حاکم، المستدرک، ۳:۹۲، رقم:۴۴۹۵
۴۔ رویانی، المسند، ۱:۱۷۴، ۱۷۴، رقم:۲۱۴، ۲۲۳
۵۔ حکیم ترمذی، نوادر الاصول فی احادیث الرسول، ۳:۱۳۸

←

’’حضور ﷺ نے فرمایا میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ؓ ہوتے۔‘‘

۱۱۔ ختمِ نبوت اور حضرت علی المرتضیٰ ؓ

غزوۂ تبوک کے جملہ اقدامات مکمل تھے اور اسلامی لشکر روانہ ہونے والا تھا مگر حضرت علی ؓ کو غزوۂ تبوک میں لشکرِ اسلام کے ساتھ جانے کی اجازت نہ ملی، اس پر وہ بارگاہِ نبوی میں ملتمس ہوئے کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ألا ترضی أن تکون مني بمنزلة هارون من موسیٰ؟ إلا أنه لیس نبيّ بعدي۔(۱)

’’کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے؟ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔‘‘

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۷: ۱۸۰، ۲۹۸، رقم: ۴۷۵، ۸۲۲

۷۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۶۸

۸۔ عسقلانی، فتح الباری، ۷: ۵۱

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۶۰۲، کتاب المغازی، رقم: ۴۱۵۴

۲۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۵۹، کتاب المناقب، رقم: ۳۵۰۳

۳۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۴۰۴

۴۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۴۰، ۶۴۱، ابواب المناقب، رقم: ۳۷۳۰، ۳۷۳۱

۵۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۴۲، ۴۵، المقدمہ، رقم: ۱۱۵، ۱۲۱

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۷۰، ۱۷۳، ۱۷۵، ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۲، ۱۸۴، ۱۸۵، ۳۳۰

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۲، ۳۳۸

۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۶۹، ۴۳۸

۹۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۱۴۶، ۱۴۸، رقم: ۳۲۸، ۳۳۳

بعض روایات میں لا نبوۃ بعدی کے الفاظ ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب چالیس دن کے لئے کوہِ طور پر گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب مقرر کر گئے کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے۔ اسی طرح حضور ﷺ جب غزوۂ تبوک پر تشریف لے جانے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہلِ مدینہ کے لئے اپنا نائب بنا کر چھوڑ گئے اور انہیں حضرت ہارون علیہ السلام کی مثل قرار دیا، مگر یہ بھی واضح فرما دیا کہ اے علی! تم مثلِ ہارون ہونے کے باوُجود بھی نبی نہیں کیونکہ نبوت و رسالت کا سلسلہ مجھ پر ختم ہو چکا ہے۔

۱۲۔ حضور ﷺ کے بعد نبوّت نہیں خلافت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء، كلّما هلك نبي خَلَفَه نبي و أنه لا نبيّ بعدي۔ وسيكون خلفاء فيكثرون۔(۱)

''بنی اسرائیل کے انبیاء بنی اسرائیل کا سیاسی نظام چلاتے تھے، جب کوئی نبی وصال پاجاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہو جاتا۔ بیشک میرے بعد کوئی نبی نہیں

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۲۷۳، کتاب احادیث الأنبیاء، رقم: ۳۲۶۸
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۴۷۱، کتاب الامارۃ، رقم: ۱۸۴۲
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۹۵۸، کتاب الجہاد، رقم: ۲۸۷۱
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۹۷، رقم: ۷۹۴۷
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۰:۴۱۸، رقم: ۴۵۵۵
۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷:۴۶۴، رقم: ۳۷۲۶۰
۷۔ ابویعلی، المسند، ۱۱:۷۵، رقم: ۶۲۱۱
۸۔ ابوعوانہ، المسند، ۴:۴۰۹، رقم: ۷۱۲۶
۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸:۱۴۴

آئے گا البتہ کثیر تعداد میں خلفاء ہوں گے۔‘‘

۱۳۔ اُمتِ مسلمہ آخری اُمت ہے

حضور ﷺ نبی ٔ آخرالزماں ﷺ اور آپ ﷺ کی اُمت آخری اُمت ہے۔

۱۔ حضرت ابو اِمامہ باہلی سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أنا آخر الأنبياء و أنتم آخر الأمم۔(۱)

’’میں خاتم النبیین ہوں اور تم آخری اُمت ہو۔‘‘

۲۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

لا نبی بعدی و لا أمة بعدكم۔(۲)

’’میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن،۲:۱۳۵۹، کتاب الفتن، رقم: ۴۰۷۷
۲۔ حاکم، المستدرک،۴:۵۸۰، رقم :۸۶۲۰
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۸:۱۴۶، رقم:۷۶۴۴
۴۔ رویانی، المسند ،۲:۲۹۵، رقم: ۱۲۳۹
۵۔ طبرانی، مسند الشامیین ،۲:۲۸، رقم: ۸۶۱
۶۔ ابن ابی عاصم، السنہ، ۱:۱۷۱، رقم :۳۹۱

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر ،۸:۱۱۵،۱۳۶،۱۳۸، رقم:۷۵۳۵،۷۶۱۷،۷۶۲۲
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر،۲۲: ۳۱۶،رقم:۷۹۷
۳۔ طبرانی، مسند الشامیین ،۲:۱۶،۱۹۳
۴۔ ابن حبان، الصحیح ،۱۵:۱۹۶،رقم:۶۷۸۸
۵۔ عبد بن حمید، المسند ،۱:۲۷۰
۶۔ رویانی، المسند ،۲:۳۴۱۲
۷۔ شیبانی، الآحاد والمثانی ،۵: ۲۵۲،رقم:۲۷۷۹
۸۔ ہیثمی، مجمع الزوائد،۳: ۲۶۸

۳۔ ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

لا نبی بعدی و لا أمة بعد أمتی۔(۱)

’’میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری اُمت کے بعد کوئی اُمت نہیں‘‘۔

مختلف احادیث میں مختلف اُمور بیان ہونے کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کے نبی آخر الزماں ﷺ ہونے کا ذکر ضرور ہوا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے عقیدۂ ختمِ نبوت کو عملاً اور اعتقاداً اپنے ایمان کا حصہ بنانا کتنا ضروری ہے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

خرج علینا رسول اللہ ﷺ یوما کالمودع، فقال: أنا محمد النبی الأمی قاله ثلاث مرات، ولا نبی بعدی۔(۲)

’’ایک دن حضور رحمتِ عالم ﷺ کسی الوداع ہونے والے شخص کی طرح ہمارے پاس رونق افروز ہوئے اور تین بار ارشاد فرمایا: میں محمد اُمّی نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا‘‘

۹۔ اِعجازِ قرآن

معجزہ نبی کے ہاتھ پر اللہ کی قدرتِ کاملہ کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ وہ خرقِ عادت واقعہ ہے جس پر عقلِ انسانی تصویرِ حیرت بن کر رہ جاتی ہے۔ معجزہ بلاشبہ من جانبِ اللہ ہوتا

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۸:۳۰۳، رقم:۸۱۴۶
۲۔ دیلمی، الفردوس بماٴ ثور الخطاب، ۲:۲۳۳، رقم:۳۱۱۸
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷:۱۸۴
۴۔ عجلونی، کشف الخفا، ۲:۴۱۷

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۱۷۲، ۲۱۲، رقم: ۶۶۰۶، ۶۹۸۱
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱:۱۶۹
۳۔ ابن رجب، جامع العلوم والحکم، ۱:۲۶۱

ہے لیکن اس سے نبی کی عظمت و شوکت کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ نبیٔ آخر حضور رحمت عالم ﷺ کو جو معجزات عطا ہوئے ان میں سے ایک عظیم معجزہ قرآن کریم ہے۔ قرآن ہدایتِ آسمانی کا آخری صحیفہ اور حضور ﷺ کا دائمی معجزہ ہے، وہ اس طرح کہ قیامت تک اس میں کسی قسم کی تحریف ممکن نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کی ذمہ داری لے رکھی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

ما من الأنبياء نبی إلا أُعطی من الأيات ما مثله أُومن أو امن عليه البشر، و إنما کان الذی أوتيتُه و إحياً أوحاه اللهُ إلیّ، فأرجوا أنی أکثرهم تابعاً يوم القيامة۔(۱)

’’ہر نبی کو اتنے ہی معجزے عطا کئے گئے جنہیں دیکھ کر لوگ (اللہ اور نبی پر) ایمان لائے، لیکن جو معجزہ مجھے دیا گیا وہ وحی یعنی قرآن کا معجزہ ہے۔ پس میں اُمید کرتا ہوں کہ روزِ محشر تمام انبیاء سے میرے اُمتی تعداد میں زیادہ ہوں گے۔‘‘

مذکورہ حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کوئی وقتی معجزہ نہیں جیسا کہ دیگر انبیاء و رُسل کے معجزے زمان و مکان کی حدود میں برپا ہوتے تھے مگر اُن کے اثر کو اذنِ دوام عطا نہ کیا گیا، لیکن اس کے برعکس قرآن کا یہ معجزہ ہمیشہ رہے گا، کیونکہ شریعتِ محمدی ابد تک کے لئے ہے اور اس کو کبھی زوال نہیں ہوگا۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶:۲۶۵۴، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ، رقم: ۶۸۴۶
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱:۱۳۴، کتاب الإیمان، رقم: ۱۵۲
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۴۵۱، رقم: ۹۸۲۷
۴۔ ابوعوانہ، المسند، ۱:۱۰۴، رقم: ۳۲۷
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹:۴

اِعجازِ قرآن کے دلائل

اِعجازِ قرآن کے دلائل میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ عدمِ مثلیت
۲۔ حفاظت کا اُلوہی اِہتمام
۳۔ عدمِ اختلاف و تناقض
۴۔ ندرتِ اسلوب و نظمِ کلام
۵۔ فصاحت و بلاغت
۶۔ صوتی حسن و ترنم
۷۔ احوالِ غیب کا بیان
۸۔ نتیجہ خیزی کی ضمانت
۹۔ اُمیّتِ صاحبِ قرآن ﷺ

اب ہم اُوپر دیئے گئے اِجمال کی کچھ تفصیل بیان کریں گے:

۱۔ عدمِ مثلیت

قرآن نے جملہ انس و جاں کو مخاطب کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ ساری مخلوقات اپنی اجتماعی کوششوں کے باوجود اس کا مثل لانے سے قاصر ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا○(۱)

”فرما دیجئے! اگر تمام انسان اور جنات اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کے مثل (کوئی دوسرا کلام بنا) لائیں گے تو (بھی) وہ اس کی مثل نہیں لا سکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں○“

دوسرے مقام پر مخالفین کو چیلنج دیا گیا کہ پورے قرآن کا مثل تو درکنار قرآن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ پر افتراء پردازی کرنے والے اپنے قول کی تائید میں صرف

(۱) القرآن، بنی اسرائیل، ۱۷: ۸۸

دس سورتوں کی ہی مثل لے آئیں:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ ط قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ۔(۱)

"کیا کفار یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر (ﷺ) نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے؟ فرما دیجئے: تم (بھی) اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں لے آؤ۔"

لیکن اس پر بھی معترضین بے بس رہے تو باری تعالیٰ نے ایک اور چیلنج کیا:

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○(۲)

"اور اگر تم اس (کلام) کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جو ہم نے اپنے (برگزیدہ) بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا لاؤ، اور (اس کام کے لئے بیشک) اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بلا لو اگر تم (اپنے شک اور انکار میں) سچے ہو○"

اس چیلنج کا کوئی جواب نہ دے سکا اور ابدالآباد تک پورے عالمِ کفر کا ناکامی سے دوچار ہونا مقدر کر دیا گیا ہے، جس کی شہادت چودہ سو سال کی تاریخ دے رہی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ج اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ○(۳)

"پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا اور تم ہرگز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی (یعنی کافر) اور پتھر (یعنی اُن کے بت) ہیں، جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے○"

(۱) القرآن، ہود، ۱۱:۱۳

(۲) القرآن، البقرہ، ۲:۲۳

(۳) القرآن، البقرہ، ۲:۲۴

قرآن کا اعجاز اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ عالم کفر اپنی بھرپور مخاصمانہ کاوشوں کے باوجود آج تک قرآن کی کسی ایک سورت یا آیت کی مثل نہیں لا سکا۔ اگر اس کے الہامی ہونے کا دعویٰ غلط ہوتا تو انجیل کی طرح اس کے مماثل کئی نسخے اب تک معرض وجود میں آ چکے ہوتے۔

۲۔ حفاظت کا اُلوہی اہتمام

قرآن حکیم کا دوسرا اعجاز یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ بھی خود ہی فرمایا ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ○(۱)

’’بیشک یہ ذکرِ عظیم (قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اسکی حفاظت کریں گے○‘‘

چنانچہ وعدۂ الٰہی کے مطابق قران آج تک ہر قسم کی کمی و بیشی اور حذف و اضافہ سے محفوظ رہا ہے، اس لئے یہ کامل بھی ہے اور تمام بھی۔ عہدِ رسالت ﷺ میں قرآنی آیات متعدد اشیاء پر معرض تحریر میں لائی جاتی تھیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں بھی جب بہت کم لوگ لکھنے کے فن سے آشنا تھے پورا قرآن تحریری طور پر موجود و محفوظ تھا، اور اس پر مستزاد خود حضور نبی اکرم ﷺ اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی قرآن کے حافظ تھے لیکن باقاعدہ طور پر عہدِ صدیقی میں ’مصحف‘ کے نام سے ایک جامع نسخہ مرتب کیا گیا جسے طویل اور مختصر سورتوں کے اعتبار سے ’سبع طوال‘، ’مئین‘، ’مثانی‘ اور ’مفصل‘ میں تقسیم کر دیا گیا لیکن سورتوں اور آیات کی ترتیب بلاکم وکاست وہی رہی جو خود رسول اکرم ﷺ نے بذریعہ وحی مقرر فرما دی تھی۔

عہدِ عثمانی میں پھر تمام صحابہ و اہل بیت اور حفاظ کرام رضی اللہ عنہم کے مکمل اتفاق سے سرکاری طور پر ایک نسخہ تیار کیا گیا جو ’مصحفِ عثمانی‘ کے نام سے معروف ہوا۔ قرآن کی جمع

(۱) القرآن، الحجر، ۹:۱۵

وتدوین کا یہ کام جو سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پایۂ تکمیل تک پہنچا، دراصل خود اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور حفاظت میں ہوا کیونکہ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ○(۱)

''بیشک اِس (قرآن) کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہےo''

اس پہلو کا جائزہ لینا بیعتِ رضوان کے حوالے سے نہایت ضروری ہے۔ سوال یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے قرآن کی جمع و تدوین کا آخری کام متعدّد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خلفاء کے باوجود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہی سے کیوں لیا؟ اس کی وضاحت صلحِ حدیبیہ کے واقعہ سے ہوتی ہے جب حضور ﷺ نے چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ بمقام حدیبیہ پڑاؤ کیا اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ اس اثناء میں اطلاع ملی کہ کفار و مشرکین مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ اندریں صورت حضور نبی اکرم ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جہاد پر آمادگی کی بیعت لی، جسے 'بیعتِ رِضوان' کہا جاتا ہے۔

اِس کا ذکر قرآن حکیم میں یوں آتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللهَ ط یَدُ اللهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔(۲)

''(اے رسول!) بلاشبہ جو لوگ آپ سے (آپ کے ہاتھ پر) بیعت کرتے ہیں فی الحقیقت وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں (گویا) اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔''

حضور ﷺ کے دستِ اقدس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ اور آپ ﷺ سے بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا۔ جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیعت ہو چکی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن عثمان فی حاجة الله تعالیٰ و حاجة رسوله، فضرب بأحدی یدیه علی الأخری، فكانت ید رسول الله ﷺ لعثمان خیرا من

(۱) القرآن، القیامہ، ۷۵: ۱۷

(۲) القرآن، الفتح، ۴۸: ۱۰

أيديهم لأنفسهم۔(۱)

’’(اے اللہ!) عثمان تیرے اور تیرے رسول کے کام سے گیا ہوا ہے۔ پس آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھا اور اپنے ہی ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیتے ہوئے ان کی طرف سے بیعت لی۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے حضور ﷺ کا ہاتھ دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ان کے اپنے ہاتھوں سے بہتر تھا۔‘‘

یہ پہلو قابلِ غور ہے کہ ادھر حضور رحمتِ عالم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا جبکہ دوسری طرف يَدُ اللهِ فَوْقَ اَيْدِيهِمْ ((گویا) اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے) کے مطابق حضور علیہ السلام کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ قرار دیا۔ گویا بالواسطہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت قرار دیا، لہٰذا اس ہاتھ سے جمع و تدوینِ قرآن کے کام کا انجام پانا وعدۂ الٰہی ...... اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَ قُرْاٰنَهُ (بے شک اِس (قرآن) کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے) ...... کے مطابق خود اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت سے ہی انجام پانا ہے۔

یہ اسی حفاظت الٰہیہ کا کرشمہ ہے کہ ۱۴۰۰ سال گزر جانے کے باوجود آج تک قرآن میں ایک آیت، ایک لفظ یا ایک حرف کی حد تک بھی کمی بیشی نہیں ہوسکی۔ آج بھی بعض علاقوں میں ہزار بارہ سو سال پرانے کلامِ مجید کے نسخے موجود و محفوظ ہیں لیکن ان میں اور آج کے مطبوعہ نسخوں میں زیر زبر تک کا فرق نظر نہیں آتا۔ قرآن کی حقانیت کا اس سے بڑا اعجاز اور کیا ہوسکتا ہے؟

۳۔ عدم اختلاف و تناقض

قرآن اپنی معجز بیانی پر ایک دلیل یہ بھی پیش کرتا ہے کہ وہ اختلاف و تناقض سے مبرا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۳۶، کتاب المناقب، رقم: ۳۷۰۲

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝(۱)

''اور اگر یہ (قرآن) غیرِ خدا کی طرف سے آیا (ہوتا) تو یہ لوگ اس میں بہت سا اختلاف پاتے ۝''

عام مصنفین کی تالیفات سے قطع نظر دیگر مذاہب کی الہامی کتابوں پر بھی نظر ڈالیں تو آپ کو لاتعداد تضادات ملیں گے جن میں تطبیق کرنا ممکن نہیں۔ مضامین کا اختلاف، ناموں اور نسبوں کا اختلاف، واقعات کا اختلاف، لشکر کی تعداد کا اختلاف، بیانات کا اختلاف، سنین و اوقات کا اختلاف، الغرض اجمال و تفصیل میں ہر جگہ مضحکہ خیز حد تک تضادات اور تناقضات ہیں جن کا جواب آج تک اس مذہب کے پیروکار نہیں دے سکے اور نہ ایسی کتابوں کو موضوع یا محرف ماننے کو ہی تیار ہیں۔ مذکورہ بالا حقیقت کا مشاہدہ بائیبل کے تنقیدی و تقابلی مطالعہ سے بآسانی ہو سکتا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا امیریکانا (*Encyclopaedia Americana*) میں بائیبل (Bible) کے مضمون کے تحت اس امر کا اعتراف کیا گیا ہے کہ اس کے مختلف نسخہ جات میں کم و بیش تیس ۳۰ ہزار اغلاط موجود ہیں۔ اسی طرح Fred Glad Stonb Bratton نے *History of Bible* (مطبوعہ بوسٹن USA) کے صفحہ ۵ پر اس حقیقت کو بصراحت تسلیم کر لیا ہے کہ بائیبل کے اندر واقعاتی اغلاط، غیر سائنسی نظریات، خدا اور انسان کی نسبت ناپاک تصورات، تضادات و تناقضات، نامعقول بیانات، مبالغہ آمیزیاں اور ناپختہ خیالات کثرت کے ساتھ موجود ہیں لیکن اس کے برعکس قرآن اول سے آخر تک ہر قسم کے اختلاف اور تناقض سے پاک ہے بلکہ ہر آیت دوسری کی مؤید اور ہر مقام دوسرے کا مصدِّق ہے:

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب
گر دلیلت باید از وی رو متاب

قرآن حکیم میں ایک واقعہ بعض اوقات متعدد جگہ بیان ہوا ہے۔ ہر مقام پر اندازِ بیان اور سیاق و سباق مختلف ہونے کے باوجود اس کی واقعیت میں کوئی خفیف سا اختلاف اور تضاد نظر نہیں آتا۔ اس امر کی صحیح اہمیت کا اندازہ اس صورت حال کو سامنے رکھ

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۸۲

کر ہو سکتا ہے کہ قرآن دیگر کتابوں کی طرح تصنیف نہیں ہوا بلکہ ۲۳ سال کے عرصہ میں اس کا نزول کبھی دن کو، کبھی رات کو، کبھی سفر میں، کبھی حضر میں، کبھی گھر اور کبھی میدان جنگ میں ہوتا رہا اور ہمیشہ حسبِ ضرورت اس کی چند آیات جن کی تعداد بالعموم تین سے دس تک ہوتی تھی نازل ہوتیں۔ آپ ذرا غور فرمایئے کہ اس طرح آیات کا تدریجی نزول تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ کو محیط ہے۔ اس عرصہ میں متغیر حالات وقوع پذیر ہوتے رہے اور قرآن کبھی اس دوران ایک جلد کی صورت میں مرتب بھی نہ ہو سکا بلکہ لوگ اپنے طور پر کاغذوں، کپڑوں، پتھروں اور ہڈیوں کے ٹکڑوں پر لکھ کر محفوظ کرتے رہے۔ اس انداز سے اس کا نزول اور جمع و تدوین عمل میں آیا پھر بھی یہ ہر قسم کے اختلاف سے یکسر پاک رہا تو اس کے منزل من اللہ اور مبنی بر حق ہونے میں کیا شبہ باقی رہ سکتا ہے!

۴۔ ندرتِ اُسلوب و نظمِ کلام

عہدِ نزولِ قرآن تک عربوں میں قصائد، مکتوبات، خطابات اور محاورات کے صرف چار معروف اسالیب متداول تھے، وہ کسی اور اسلوبِ بیان سے واقف ہی نہ تھے۔ ان معینہ اور معلومہ اسالیب سے مختلف ایک نیا اسلوب بیان پیدا کر لینا قرآن حکیم ہی کا ایک اعجاز تھا۔

قرآن کی ندرت کا اسلوب اور منفرد انداز آج تک کسی اور ادب میں پیدا نہیں ہو سکا۔ عام کتابیں ابواب و فصول پر مشتمل ہوتی ہیں لیکن قرآن ایسی کسی تبویب و تفصیل سے پاک ہے اور نہ اس کے مختلف مضامین کو الگ الگ عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کے اسلوبِ بیان اور نظمِ کلام میں ایک آبِ رواں سا تسلسل اور روانی ہے، کسی جگہ پر انقطاع نظر نہیں آتا۔ قرآن نے اپنی بعض سورتوں کو حمد و ثنا سے شروع کیا اور بیان کی وضاحت کی غرض سے، بعض کا اختتام جامع کلمات پر کیا اور بعض کا نصیحتوں پر، کبھی وعدہ اور کبھی تبشیر کا انداز اپنایا، کبھی تہدید کی، کبھی تاکید، کبھی مخلوق کا بیان کیا، کبھی خالق کا، کبھی کائنات کی نشانیاں بیان کیں، کبھی انبیاء اور اُممِ سابقہ کے قصص اور واقعات، کبھی حلت و حرمت کے احکام دیئے کبھی استثناء و رخصت کے، کبھی احقاقِ حق کیا کبھی ابطالِ باطل، کہیں مخاصمہ کا رنگ اپنایا کہیں موعظت کا، کہیں انبیاء و مرسلین کی تعلیمات و خدمات

بیان کیں، کہیں ان کی عظمتوں اور رفعتوں کا ذکر کیا، کہیں خطاب ہے کہیں غیاب اور کہیں تکلم، اندازِ کلام بغیر تکلف کے بڑی بے ساختگی سے بدلتا رہتا ہے لیکن حلاوت اور دلکشی برقرار رہتی ہے اور آیات کا ربط کہیں متاثر نہیں ہوتا۔ قرآن کے اُسلوبِ بیان اور نظمِ کلام کے سلسلے میں مزید دو اُمور قابلِ توجہ ہیں:

(الف) انتشارِ مطالب

(ب) تکرارِ مضامین

قرآنی علوم اور معارف و مطالب عام طور پر پانچ انواع پر مشتمل ہیں:

علم الأحكام، علم المخاصمة، علم التذكير بآلاء الله، علم التذكير بأيام الله و علم التذكير بالموت۔(۱)

الف) قرآنی اسلوب میں انتشارِ مطالب کا معنی یہ ہے کہ قرآن اس امر کی رعایت نہیں کرتا کہ اس سورت میں صرف فلاں نوع کا علم ذکر کیا جائے گا اور دوسری سورت میں فلاں نوع کا بلکہ اس کی ایک ہی سورت میں متعدد انواع کے مطالب و معارف بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ ایک علم کے ساتھ متصلاً دوسرا علم بیان کرنا کسی دوسری کتاب میں تو یقیناً مذاقِ لطیف پر گراں گزرتا ہوگا لیکن قرآنی اعجاز کا یہ عالم ہے کہ بدلتے ہوئے مضامین و مطالب کے باوجود بیان اور تفہیم میں بے ساختہ روانی اور لطافت برقرار رہتی ہے۔ یہاں تک کہ کسی کو یہ محسوس بھی نہیں ہوتا کہ اب روئے سخن بدل گیا ہے۔ بات بغیر کسی تکلیف اور تکلف کے دل میں اترتی چلی جاتی ہے۔

جیسے سورۃ الکوثر پر نظر ڈالیے:

اِنَّا اَعْطَيْنٰکَ الْکَوْثَرَo فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انْحَرْo اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُo(۲)

’’بیشک ہم نے آپ کو (ہر خیر وفضیلت میں) بے انتہا کثرت بخشی ہےo پس

(۱) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، الفوز الکبیر

(۲) القرآن، الکوثر، ۱۰۸:۱۔۳

آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں (یہ ہدیۂ تشکر ہے)o بیشک آپ کا دشمن ہی بے نسل اور بے نام ونشان ہوگا۔‘‘

اس مختصر سی سورت کی تین آیتوں میں چار جملے ہیں۔ تینوں آیتوں میں احکام مختلف ہیں، لیکن ایک دوسرے سے معنوی اعتبار سے پیوست اور مربوط معلوم ہوتے ہیں۔ چاروں جملوں میں الگ الگ اور اپنی اپنی جگہ مستقل معانی و مطالب بیان کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلے عطائے نعمت کا بیان ہے پھر حکمِ عبادت ہے، آخر میں مخالفوں کے لیے چیلنج ہے بلکہ پیشین گوئی بھی ہے۔ گویا انتشارِ مطالب میں بھی معنوی اتحاد اور تسلسل کی کیفیت ابھرتی نظر آتی ہے۔

ب) تکرارِ مضامین میں حکمت و مصلحت یہ ہے کہ بعض اوقات صرف ایک حقیقت سے دوسرے کو آگاہ کرنا مقصود ہوتا ہے، اور بعض اوقات اسے سامع کے دل میں جاگزیں کرنا مطلوب ہوتا ہے: پہلے مقصد کے لیے تو صرف ایک مرتبہ کا بیان کافی رہتا ہے لیکن دوسرے مقصد کے لیے بات کو بار بار مختلف انداز سے بیان کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس نوع کے مضامین کے لیے قرآن کے پیش نظر ایک خاص مقصدِ تخاطب ہوتا ہے چنانچہ ایک ہی مضمون بار بار بیان ہوا۔ لیکن ہر دفعہ نئی حکمت و موعظت کے ساتھ اس کی کئی پرتیں کھلتی چلی گئیں؛ مثلاً سورہ شعراء میں اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَاٰیَةً ط وَمَا کَانَ اَکْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَo وَ اِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُo(۱) آٹھ بار آیا ہے، سورہ قمر میں وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍo(۲) چار مرتبہ آیا ہے، سورہ مرسلات میں وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَo(۳) دس بار آیا ہے، سورہ رحمٰن میں فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِo(۴) اکتیس مرتبہ آیا ہے لیکن ہر جگہ نہ صرف ایک نیا لطف اور منفرد کیفیت نصیب ہوتی ہے بلکہ اس تکرار سے دل و دماغ پر اکتاہٹ کی بجائے ہر بار

(۱) القرآن، الشعراء، ۲۶:۹، ۶۸، ۱۰۴، ۱۲۲، ۱۴۰، ۱۵۹، ۱۷۵، ۱۹۱

(۲) القرآن، القمر، ۵۴:۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰

(۳) القرآن، المرسلات، ۷۷:۱۵، ۱۹، ۲۴، ۲۸، ۳۴، ۳۷، ۴۰، ۴۵، ۴۷، ۴۹

(۴) القرآن، الرحمٰن، ۵۵:۱۳، ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۸، ۳۰، ۳۲، ۳۴، ۳۶، ۳۸، ۴۰، ۴۲، ۴۵، ۴۷، ۴۹، ۵۱، ۵۳، ۵۵، ۵۷، ۵۹، ۶۱، ۶۳، ۶۵، ۶۷، ۶۹، ۷۱، ۷۳، ۷۵، ۷۷

نئے معانی و غوامض اور اسرار و رموز منکشف ہوتے ہیں۔

۵۔ فصاحت و بلاغت

قرآن کا اسلوب سادگی اور سلاست کے علاوہ فصاحت و بلاغت کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہے جس کا معارضہ آج تک بڑے بڑے فصحاء و بلغاء نہیں کر سکے۔ اس میں مقتضائے حال کی رعایت، استعارہ و کنایہ اور صنائع و بدائع کا استعمال ناقابل بیان حسن اور ادبی چاشنی پیدا کرنے کا موجب بنتا ہے۔

علامہ کرمانی اپنی کتاب 'العجائب' میں لکھتے ہیں کہ معاندینِ اسلام نے عرب و عجم کے تمام کلام ڈھونڈ مارے مگر کوئی کلام بھی حسنِ نظم، جودتِ معانی، فصاحتِ الفاظ اور ایجاز میں اس کی مثل نہ ملا اور انہیں بالآخر اس امر پر متفق ہونا پڑا کہ انسانی طاقت قرآن کی آیت کی مثل لانے سے قاصر ہے۔

قرآن کی فصاحت و بلاغت کا یہ اعجاز ہے کہ دنیائے عرب کے ادبی شاہکار 'سبع معلقات' ...... سات اساتذہ کے لاجواب قصائد و غزلات ...... جو خانہ کعبہ کے دروازے پر آویزاں تھے، نزولِ قرآن کے بعد اس لئے اتار لیے گئے کہ قرآنی فصاحت و بلاغت کا کوئی شے بھی معارضہ نہیں کر سکتی۔

فصاحت قرآنی کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

الف) مجاز و کنایہ

۱۔ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ۔(۱)

''تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں، پس تم اپنی کھیتیوں میں جیسے چاہو آؤ۔''

۲۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔(۲)

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۲۳

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۱۸۷

’’وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو۔‘‘

۳۔ أَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ۔(۱)

’’یا تم نے (اپنی) عورتوں کو چھوا ہو (یعنی ان سے مباشرت کی ہو)۔‘‘

مذکورہ بالا آیات میں بیان کی بے ساختگی اور اظہار کی بے تکلفی بھی ہے اور کمال درجہ حیاء و شرافت کی آئینہ داری بھی۔ اشاروں کنایوں میں نہایت حسن و خوبی کے ساتھ ایسے مضامین اور احکام و مسائل بیان کر دیئے گئے ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا ادیب اشارت اور صراحت کے ایسے خوبصورت امتزاج سے بیان نہیں کر سکتا۔

ب) تشبیہ و استعارہ

۱۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ۔(۲)

’’اس کے نور کی مثال (جو نورِ محمدی کی شکل میں دنیا میں روشن ہوا) اس طاق (نما سینۂ اقدس) جیسی ہے جس میں چراغ (نبوت روشن) ہے۔‘‘

۲۔ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا۔(۳)

’’گدھے کی طرح جس نے کتابیں اٹھا رکھی ہوں۔‘‘

یہاں علم سے صحیح فائدہ نہ اٹھانے والوں کی کیفیت کس قدر خوبصورت انداز میں بیان کی گئی ہے۔

۳۔ وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ○ وَ الصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ○(۴)

’’اور رات کی قسم جب اس کی تاریکی جانے لگے ○ اور صبح کی قسم جب اس کی

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۴۳

(۲) القرآن، النور، ۲۴: ۳۵

(۳) القرآن، الجمعہ، ۶۲: ۵

(۴) القرآن، التکویر، ۸۱: ۱۷، ۱۸

روشنی آنے لگے o‘‘

ان دو آیات میں رات کے دھیرے دھیرے رخصت ہونے اور صبح کے رفتہ رفتہ آنے کا ذکر جس دلکش انداز میں کیا گیا ہے وہ ادبی چاشنی میں اپنی مثال آپ ہے۔

اِسی طرح ایجاز کی مثال ملاحظہ ہو:

۴۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ۔(۱)

’’تمہارے لئے قصاص (یعنی خون کا بدلہ لینے) میں ہی زندگی (کی ضمانت) ہے۔‘‘

امام سیوطی نے ’الاتقان‘ میں لکھا ہے کہ اس آیت میں ۲۰ صنعتیں بیان ہوئی ہیں۔

۶۔ صوتی حسن و ترنم

قرآن حکیم کی ہر آیت اور اس کے مطلع و مقطع میں ایک خاص قسم کا صوتی حسن و جمال پایا جاتا ہے۔ یہ معنوی نغمگی اور باطنی موسیقیت شعری اوزان وقوافی سے مبرا ہونے کے باوجود جمالیاتی اہتزاز و بالیدگی کا احساس دلاتی ہے۔ قرآن کی سحر بیانی کافی حد تک اس حسن صوتی پر منحصر ہے۔ اس اعتبار سے قرآنی سورتیں تین (۳) اَقسام پر منقسم ہیں: ’طویل‘ مثلاً سورۃ النساء، ’متوسط‘ مثلاً سورۃ الاعراف اور الانعام، اور ’قصیر‘ مثلاً سورۃ الشعراء اور الدخان۔ صوتی ترنم کی یہ کیفیت ہر شخص کے لئے عجیب لطف و شگفتگی کا سامان پیدا کر دیتی ہے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا يَسْطُرُوْنَ o(۲)

۲۔ وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا o فَالْعَاصِفَاتِ عَصْفًا o وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا o

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۱۷۹

(۲) القرآن، القلم، ۶۸:۱

فَالْفَارِقَاتِ فَرْقًاo فَالْمُلْقِيَاتِ ذِكْرًاo عُذْرًا اَوْ نُذْرًاo(۱)

۳۔ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْo وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْo وَ اِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْo وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ oلِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْo(۲)

۴۔ وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌo لِّسَعْیِهَا رَاضِیَةٌo فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍo لَّا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَةًo فِیْهَا عَیْنٌ جَارِیَةٌ o(۳)

۵۔ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَاo وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَاo وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَاo وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰهَاo وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَاo وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَاo وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَاo فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَاo قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَاo وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا o(۴)

۶۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَاo وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَاo وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَاo(۵)

۷۔ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًاo فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا o(۶)

مذکورہ بالا آیات میں سے ہر ایک کا اختتامی لفظ ایک خاص صوتی نغمگی پیدا کر رہا ہے۔ الفاظ کا چناؤ اور وزن، ان کا آپس میں ربط، جوڑ اور ترکیب، پھر ان میں تلفظ کی سلاست اور بہاؤ ایک عجیب موسیقیت اور موزونیت کی فضا پیدا کرتا ہے۔ ان آیات کو بار بار پڑھیں، سادگی سے پڑھیں یا مترنم انداز میں زبان میں رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی اور ہر لمحہ عجیب سی حلاوت کا یک گونہ احساس ہونے لگتا ہے۔ مستزاد یہ کہ اگر مذاقِ سلیم اور حسِ

(۱) القرآن، المرسلات، ۷۷: ۱۔۶

(۲) القرآن، المرسلات، ۷۷: ۸۔۱۲

(۳) القرآن، الغاشیہ، ۸۸: ۸۔۱۲

(۴) القرآن، الشمس، ۹۱: ۱۔۱۰

(۵) القرآن، الزلزال، ۹۹: ۱۔۳

(۶) القرآن، العادیات، ۱۰۰: ۴،۵

لطیف ہو تو ان آیات کے صوتی آہنگ سے ہی کسی حد تک معنی و مفہوم کی ترجمانی ہونے لگتی ہے مثلاً سورۃ الناس کو بار بار پڑھیں تو ہر آیت کا آخری حرف 'س' نرمی، پستی، سیٹی کی آواز کثرت استعمال کے باعث سرگوشی کی فضا پیدا کر دیتا ہے۔ یہی سرگوشی اور وسوسہ اندازی اس سورت کا بنیادی موضوع ہے۔

۷۔ احوالِ غیب کا بیان

قرآن حکیم کے اعجازِ بیان کا ایک بہت بڑا ثبوت اس میں احوال غیبی کا بیان ہے۔ قرآن مجید نے اپنی اس حیثیت کو خود اپنے لفظوں میں اس طرح واضح کیا ہے:

ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهِ اِلَیۡکَ۔(۱)

''(اے محبوب!) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں۔''

ایک اور مقام پر اس کی تصریح کرتے ہوئے فرمایا:

تِلۡکَ مِنۡ اَنۡبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهَاۤ اِلَیۡکَ ۚ مَا کُنۡتَ تَعۡلَمُهَاۤ اَنۡتَ وَ لَا قَوۡمُکَ مِنۡ قَبۡلِ هٰذَا۔(۲)

''یہ (بیان ان) غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اس سے قبل نہ آپ انہیں جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم۔''

قرآنی اعجاز کا یہ پہلو خود نبی اکرم ﷺ کے معجزات سے نمایاں ہوا۔ حضور ﷺ کبھی علومِ غیب کے بیان میں بخل نہیں کرتے تھے۔ سائل جس قسم کا بھی سوال لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا، تسلی بخش جواب پا کر جاتا تھا۔ حضور ﷺ کے ہمہ جہت علم کے اس گوشے کا ذکر قرآن حکیم یوں کرتا ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الۡغَیۡبِ بِضَنِیۡنٍ ۝(۳)

---

(۱) القرآن، آل عمران، ۳: ۴۴

(۲) القرآن، ہود، ۱۱: ۴۹

(۳) القرآن، التکویر، ۸۱: ۲۴

’’اور وہ (نبی مکرم ﷺ) غیب (کے بتانے) پر بالکل بخیل نہیں ہیں (مالکِ عرش نے ان کے لئے کوئی کمی نہیں چھوڑی)o‘‘

قرآن حکیم میں احوالِ غیب کا بیان کئی اعتبارات سے آیا ہے لیکن یہاں وضاحت کے لئے صرف دو کا ذکر کیا جاتا ہے:

الف) اُمَمِ سابقہ کے احوال و واقعات

ب) مستقبل کی پیشین گوئیاں

الف) اُمَمِ سابقہ کے اَحوال و واقعات

قرآنِ حکیم نے اُمَمِ سابقہ اور گزشتہ انبیاء کے حوالے سے بہت سے واقعات وحالات بیان کئے ہیں جن میں سے کئی ایک کا ذکر پہلی کتابوں میں سرے سے موجود ہی نہ تھا اور بعض کا ذکر پہلی کتابوں میں ہے لیکن وہ اس قدر محرف ومتبدل صورت میں ہے کہ اس کی صحت کے بارے میں کسی کے پاس کوئی یقینی شہادت موجود نہیں۔ قرآن نے ان احوال وواقعات اور انبیاء کی تعلیمات وخدمات کو سند تصدیق عطا کر دی اس لئے اس کا لقب مُصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ (اپنے سے پہلے کی تصدیق کرنے والا) قرار پایا۔

قرآن مجید نے کئی مقامات پر حضرت آدم و حوا علیہما السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، خضر علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، داؤود علیہ السلام، یونس علیہ السلام، ذوالکفل علیہ السلام، صالح علیہ السلام، شعیب علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ و مریم علیہما السلام اور اَصحابِ کہف وغیرہم کے حالات کا بیان ہے۔ یہ سب علوم غیبیہ ہیں۔

ان کے علاوہ قومِ ہود، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ لوط اور دیگر اقوام وملل کا ذکر تذکیر بایام اللہ کے انداز میں کیا گیا ہے۔ اسی طرح فرعون، نمرود، قارون اور ہامان وغیرہم کے احوال کا بیان ہے۔ ان کے علاوہ بھی قرآن حکیم میں اسی قبیل کے متعدد واقعات مذکور ہیں۔

ب) مستقبل کی پیشین گوئیاں

اعجازِ قرآن کے داخلی دلائل میں سے یہ دلیل بھی بہت مؤثر اور فیصلہ کن ہے کہ قرآن نے بعض پیشین گوئیاں ایسے حالات میں کیں جن میں ظاہراً ان کے وقوع پذیر ہونے کا کوئی امکان دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ مخالفینِ قرآن وہ پیشین گوئیاں سن کر حیران وششدر رہ گئے لیکن تاریخ شاہد ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ پیشین گوئیاں اپنے اپنے وقت پر حقائق و وقائع کے قالب میں ڈھلتی چلی گئیں۔ یہ سب کچھ اب تاریخ کا ناقابل تردید حصہ بن چکا ہے جو زبانِ حال سے قرآن کی صداقت وحقانیت کا اعلان کر رہا ہے۔ ذیل میں چند قرآنی پیشین گوئیاں بیان کی جاتی ہیں:

(۱) غلبۂ روم کی پیشین گوئی

یہ پیشین گوئی سب سے نمایاں اور حیرت انگیز ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

الٓمّٓ ○ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ○ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ○ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ط لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ۔(۱)

’’الف، لام، میم ○ رومی مغلوب ہو گئے ○ قریب ہی کی سرزمین (یعنی شام و فلسطین) میں وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے ○ چند ہی برسوں میں (جن کی حد نو برس ہے)، حکم اللہ ہی کا ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔‘‘

اس پیشین گوئی کے اعلان یعنی رومیوں کے آغاز شکست سے ٹھیک آٹھ برس بعد ۶۲۲ء میں رومیوں کے تن مردہ میں پھر حیاتِ نو پیدا ہو گئی۔ وہ اسی کاہل وعشرت پرست کمانڈر ہرقل کے زیرِ قیادت منظّم ہو کر ایرانیوں پر حملہ آور ہوئے۔ ۶۲۳ء میں یعنی پیشین

(۱) القرآن، الروم، ۳۰: ۱۔۴

گوئی کے ٹھیک نویں برس رومی فتح وکامرانی سے ہمکنار ہوئے۔ بالآخر یہ فتح اس شان سے پایۂ تکمیل کو پہنچی کہ انہوں نے مشرقی مقبوضات کا ایک ایک شہر واپس لے لیا اور ایرانیوں کو باسفورس اور نیل کے کناروں سے ہٹا کر پھر دجلہ وفرات کے ساحلوں تک دھکیل دیا۔ اس طرح قرآن کی پیشین گوئی کے حرف بہ حرف سچ ثابت ہونے پر بے شمار کافر مسلمان ہو گئے۔

(۲) فتح مکہ کی پیشین گوئی

۶ھ میں جب مسلمان صلح حدیبیہ سے واپس لوٹے تو ان میں قدرے مایوسی پائی جاتی تھی۔ وہ اس صلح اور اس کی شرائط کو اپنے لئے شکست کا اعتراف سمجھ رہے تھے یہاں تک کہ بعض نے صاف لفظوں میں اس خیال کا اظہار بھی کر دیا تھا۔ لیکن حضور ﷺ نے ان کے اطمینانِ قلب کے لئے قرآن مجید کی اس پیشین گوئی کا اعلان فرمایا:

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا○(۱)

’’بیشک ہم نے تمہارے لئے عظیم الشان فتح مقدر کر دی ہےo‘‘

اس آیت میں یہ اشارہ تھا کہ حدیبیہ کی صلح کو شکست نہ سمجھو بلکہ یہ درحقیقت پیش خیمہ ہے ایک عظیم الشان فتح کا، جو فتح مکہ کی صورت میں اہلِ ایمان کو حاصل ہونے والی ہے۔ چنانچہ اسی سورت میں فرمایا گیا:

لَتَدۡخُلُنَّ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیۡنَ مُحَلِّقِیۡنَ رُءُوۡسَکُمۡ وَ مُقَصِّرِیۡنَ لَا تَخَافُوۡنَ۔(۲)

’’بیشک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ اگر اللہ چاہے امن و امان سے اپنے سروں کے بال منڈواتے یا ترشواتے ہوئے بے خوف ہو کر۔‘‘

(۱) القرآن، الفتح، ۴۸:۱

(۲) القرآن، الفتح، ۴۸:۲۷

بالآخر اس پیشین گوئی کا ظہور فتحِ مکہ کی صورت میں ۸ھ میں ہوا۔ اس طرح وہ جو صلحِ حدیبیہ کی بظاہر مایوس کن شرائط سے دل گرفتہ تھے اُنہوں نے اس صلح نامے سے حاصل ہونے والی کامیابی کو بدل و جاں تسلیم کر لیا۔ کفارِ مکہ اس معاہدے سے روگرداں ہو گئے جس کا خمیازہ انہیں کئی صورتوں میں بھگتنا پڑا۔

(۳) فتحِ خیبر کی پیشین گوئی

غزوۂ خیبر کی فتح کے بارے میں بھی سورہ الفتح میں پیشین گوئی کرتے ہوئے قرآن مجید میں اِرشاد فرمایا گیا:

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ۔(۱)

’’عنقریب کہیں گے پیچھے بیٹھ رہنے والے، جب تم غنیمتیں لینے چلو تو ہمیں بھی اپنے پیچھے آنے دینا۔‘‘

یہاں جو لوگ حدیبیہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نہیں آئے تھے ان کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ صلحِ حدیبیہ سے واپس لوٹتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے از راہِ بشارت فتحِ خیبر کی پیشین گوئی بھی کر دی اور صراحت کے ساتھ مسلمانوں کو یہ بھی بتا دیا کہ غزوۂ خیبر میں تمہارے ہاتھ بہت سا مالِ غنیمت بھی آئے گا لیکن ہم نے وہ مالِ غنیمت صرف ان مجاہدین کے لئے مخصوص کر دیا ہے جو حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ کے ہمراہ ہیں۔ اس وقت ساتھ نہ دینے والے اس مالِ غنیمت سے بھی محروم رہیں گے۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کی صداقت بھی تاریخِ عالم کے صفحات پر جلی حروف میں رقم ہوئی، خیبر فتح بھی ہوا اور بے شمار مالِ غنیمت بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔

(۱) القرآن، الفتح، ۴۸: ۱۵

(۴) غلبۂ اسلام کی پیشین گوئی

سب سے بڑھ کر حیرت انگیز وہ پیشین گوئی ہے جس میں مسلمانوں کو روئے زمین پر عظیم الشان تمکن واستخلاف اور اقتدار واستحکام کی خوشخبری سنائی گئی تھی، حالانکہ اس وقت روم وایران کی دو عظیم عالمی طاقتیں مشرق ومغرب پر اس طرح قابض ومتصرف تھیں، جس طرح بعد کی دُنیا میں امریکہ اور روس دو سپر طاقتوں کی شکل میں مسلّط تھے، جزیرہ نمائے عرب کے ان صحرانشینوں کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ اپنی بے سروسامانی کے عالم میں وہ بین الاقوامی سطح پر ایک عظیم اور مؤثر طاقت بن کر ابھرنے کا سوچ بھی سکتے تھے کیونکہ اس وقت یہ دونوں عالمی طاقتیں اس انقلابی قوم کو صفحہ ہستی سے نیست ونابود کرنے پر تلی ہوئی تھیں۔ اندریں حالات قرآن نے اس بشارت کا اعلان ان الفاظ میں کیا:

وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔(۱)

’’اللہ نے ایسے لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے (جس کا ایفا اور تعمیل اُمت پر لازم ہے) جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ ضرور انہی کو زمین میں خلافت (یعنی امانتِ اقتدار کا حق) عطا فرمائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو (حقِ) حکومت بخشا تھا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لئے ان کے دین (اسلام) کو جسے اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے (غلبہ و اقتدار کے ذریعہ) مظبوط و مستحکم فرما دے گا اور وہ ضرور (اس تمکن کے باعث) ان کے پچھلے خوف کو (جو ان کی سیاسی، معاشی اور سماجی کمزوری کی وجہ سے تھا) ان کے لئے امن وحفاظت کی حالت سے بدل دے گا۔‘‘

(۱) القرآن، النور، ۲۴: ۵۵

چشمِ فلک نے اس پیشین گوئی کا عملی ظہور بھی مستقبل قریب میں دیکھ لیا۔ عہدِ رسالت مآب ﷺ میں اسلامی فتوحات کے جس سلسلے کا آغاز ہوا تھا، وہ عہدِ خلافتِ راشدہ میں اس قدر وسعت پکڑ گیا کہ روم اور ایران سمیت قریباً ۱۰ لاکھ مربع میل سے زائد رقبہ اسلامی سلطنت کے زیرِ نگین آ گیا۔ عہدِ فاروقی میں مسلمان اسلام کا آفاقی پیغام لے کر بلوچستان کی سرحدوں تک پہنچ چکے تھا، ابھی اسلام کی پہلی صدی ختم نہ ہوئی تھی کہ اسلامی سرحدیں سپین سے آگے فرانس تک پھیل چکی تھیں، مشرق میں سندھ اور ملتان تک، ماوراء النہر سے آگے چین، وسطی ایشیا، شمالی افریقہ تک اسلام کی روشنی پہنچ گئی اور دنیا کے کثیر ترین حصے پر پرچم اسلام لہرانے لگا۔ سطوت اسلام کا یہ پرشکوہ نظارہ قرآنی وعدے کے مطابق تقریباً چھ سو سال تک قائم ودائم رہا۔ زوالِ بغداد کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد پھر ترکوں کی زیرِ قیادت ملت اسلامیہ کی سیاسی قوت مجتمع ہوئی اور بالآخر بین الاقوامی سطح پر غلبہ اسلام کا دور پھر چھ سو سال تک منصۂ عالم پر شہود پذیر رہا۔

اس طرح کی پیشین گوئیاں جو قرآن نے بیان کیں وہ اپنے وقت پر عالمِ خارج میں واقعہ بن کر حقانیتِ قرآن کی حتمی دلیلیں بنیں، وہ تعداد میں اتنی ہیں کہ ان کا شمار آسانی سے نہیں کیا جا سکتا۔

۸۔ نتیجہ خیزی کی ضمانت

قرآنی اعجاز کی دلیلِ ناطق اس کی ہدایت کا نتیجہ خیز ہونا ہے۔ قرآن مجید نے نہ صرف اپنی ہر دعوت کو حتمی، قطعی اور یقینی طور پر فیصلہ کن قرار دیا بلکہ معیارِ صداقت وحقانیت بھی نتیجہ خیزی ہی کو قرار دیا ہے۔ قرآن حکیم نے کامل یقین کے میسر آنے کی جس جس تدبیر کا ذکر کیا ہے وہ بہرصورت تجربی توثیق، مشاہدۂ حقیقت اور نتیجہ خیزی کے تصور پر مبنی ہے۔

قرآن میں نتیجہ خیزی کی ضمانت کا مفہوم یہی ہے کہ اس کے سلسلۂ علم وہدایت کا ہر دعویٰ تجربی توثیق کی بنا پر معروضی نتائج پیدا کرنے کا ضامن ہے جو فی نفسہٖ قرآن ہی

کا اعجاز ہے۔ اس سلسلے میں چند ارشادات قرآنی ملاحظہ ہوں:

۱۔ قرآنی ہدایت کے نزول کا مقصد یہ تھا کہ انسانیت کو دنیا و آخرت میں خوف و غم کی مہیب کیفیت سے نجات دلا دی جائے۔ چنانچہ قرآن نے اپنے اس دعویٰ کی نتیجہ خیزی کا بیان اس طرح کیا:

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ○(۱)

”پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو بھی میری ہدایت کی پیروی کرے گا نہ ان پر کوئی خوف (طاری) ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے○“

۲۔ اسی طرح قرآن فَإِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْغَالِبُونَ (المائدہ، ۵۶:۵) (بیشک اللہ کی جماعت (کے لوگ) ہی غالب ہونے والے ہیں) کا اعلان کر کے اس دنیا میں باطل کے مقابلے میں غلبۂ دین کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ دعویٰ محض اس پر موقوف نہیں کہ مسلمان اس کی آرزو تو کر سکیں لیکن انہیں اس کی عملی اور واقعاتی نتیجہ خیزی کا مشاہدہ نہ ہو سکے۔ چنانچہ اس امر کی ضمانت بھی ساتھ ہی مہیا کر دی گئی:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○(۲)

”اور تم ہمت نہ ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب آؤ گے اگر تم (کامل) ایمان رکھتے ہو○“

۳۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا:

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَ اللهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ○(۳)

(۱) القرآن، البقرہ، ۳۸:۲

(۲) القرآن، آل عمران، ۱۳۹:۳

(۳) القرآن، محمد، ۳۵:۴۷

’’پس تم ہمت نہ ہارو اور (دب کر) صلح کی دعوت نہ دینے لگو، اور تم ہی غالب رہو گے، اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہاری کوششیں بے نتیجہ (یا خسارے میں) نہیں جانے دے گاo‘‘

۴۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَ مَنۡ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فَاِنَّ حِزۡبَ اللّٰہِ ہُمُ الۡغٰلِبُوۡنَo(۱)

’’اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو دوست بنائے گا تو (وہی اللہ کی جماعت ہے اور) اللہ کی جماعت (کے لوگ) ہی غالب ہونے والے ہیںo‘‘

۵۔ اس امر کی مزید وضاحت درج ذیل آیت سے بھی ہوتی ہے:

وَ لَقَدۡ سَبَقَتۡ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الۡمُرۡسَلِیۡنَo اِنَّہُمۡ لَہُمُ الۡمَنۡصُوۡرُوۡنَo وَ اِنَّ جُنۡدَنَا لَہُمُ الۡغٰلِبُوۡنَo(۲)

’’اور بیشک ہمارا یہ وعدہ اپنے ان بندوں کے ساتھ جو انبیاء و رسل تھے پہلے ہی سے ہو چکا ہےo یقیناً ہماری مدد و نصرت انہی کو حاصل رہی ہےo اور یقیناً ہمارا ہی لشکر (یعنی گروہ) باطل کے مقابلے میں ہمیشہ غالب آتا ہےo‘‘

اس آیت سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ خدا کا وعدہ محض خالی دعویٰ نہیں بلکہ فی الواقع اس کارگہِ حیات میں حق و باطل کے درمیان ہونے والی کشمکش میں اہلِ حق کو غالب اور فتح یاب کر دینے کا مژدۂ جانفزا ہے اور یہی دعویٰ قرآن کی نتیجہ خیزی پر دلالت کرتا ہے۔

---

(۱) القرآن، المائدہ، ۵:۵۶

(۲) القرآن، الصّٰفّٰت، ۳۷:۱۷۱۔۱۷۳

۹۔ اُمیّتِ صاحبِ قرآن

حضور ﷺ کی اُمیّت ایک زندہ جاوید حقیقت ہے۔ نبی اُمی ﷺ نے جب تبلیغِ دین کا علم بلند کیا اور مکہ کے کفار و مشرکین کو دامنِ اسلام سے وابستہ ہونے کی دعوت دی تو باطل کے ایوان لرز اُٹھے، حضور ﷺ کو امین اور صادق کہنے والے آپ ﷺ کی جان کے دُشمن ہو گئے، سازشوں کے ایک لامتناہی سلسلے کا آغاز ہوا۔ وہ کون سا افتراء و بہتان تھا جو ان لوگوں نے پیغمبرِ اسلام کے خلاف نہیں باندھا۔ آپ کو (معاذ اللہ) ساحر، کاہن مجنون اور جانے کیا کیا نہ کہا، ایذا رسانی میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا لیکن سب کچھ کہنے اور کرنے کے باوجود پورے عالم کفر میں سے کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو سکی کہ آپ امی نہیں ہیں اور یہ قرآن آپ کا اپنا تحریر کردہ ہے، گویا آپ پر اتہامِ کذب کوئی نہیں لگا سکا۔ آج تک مخالفین اسلام میں سے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکا کہ حضور ﷺ نے اعلانِ نبوت سے قبل یا بعد کسی مکتب میں تعلیم حاصل کی اور کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے ہیں۔ کوئی یہ دعویٰ نہ کر سکا کہ حضور ﷺ نے کسی فاضل سے علوم و معارف، عربی ادب کی فصاحت و بلاغت، شعر و سخن کے اصول اور حکمت و دانائی کے خزانے حاصل کئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ اپنے معاشرے میں اُمّی اور صادق و امین کی حیثیت سے معروف تھے۔ قرآن جیسے علم و معرفت سے معمور کلام کا آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہونا ہی اس کی مُنَزَّل مِنَ اللهِ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اسی لئے ارشاد ربانی ہے:

وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ○ (۱)

"اور آپ نے اس (قرآن) سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھی تھی اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے (کیونکہ) اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست یقیناً شک میں مبتلا ہو جاتے○"

(۱) القرآن، العنکبوت، ۲۹:۴۸

پھر اسی سورہ میں آگے چل کر فرمایا گیا ہے:

اَوَلَمْ یَکْفِهِمْ اِنَّا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ۔(۱)

’’کیا اُن کے لئے یہی (دلیل) کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جو ان پر تلاوت کی جاتی ہے۔‘‘

اس سے پتہ چلا کہ آپ ﷺ پر ایسی کتاب کا نزول ہوا کہ آپ ﷺ کا اسے تلاوت کرنا ہی اس وحی کی صداقت و حقانیت کی روشن دلیل بن گیا۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ کوئی شخص کسی مکتب و مدرسہ یا استاد سے پڑھے بغیر زمانہ گزشتہ و آئندہ کے احوال بیان کرے، عقائدِ صحیحہ کا مدلل اِحقاق اور عقائدِ باطلہ کا قوی اِبطال کرے، انفرادی، اجتماعی اور بین الاقوامی زندگی کے اصول وضوابط بیان کرے، اعلیٰ اخلاق اور مذہبی تعلیمات کا پرچار کرے، طبیعی اور مابعد الطبیعی حقائق کا تفصیلی ذکر کرے، سیاست و معاشرت، اقتصاد و معیشت اور تہذیب و ثقافت کے اصولوں کی تعلیم دے اور ان پر کامیابی سے عمل پیرا بھی ہو، صلح و جنگ اور قومی و بین الاقوامی امور سے متعلق قوانین بنائے، حکمت و دانائی، تدبر و بصیرت اور ضابطۂ اِصلاحِ اَحوال پر مبنی اس اعلیٰ فلسفہ حیات کی بات کرے جو ابد الآباد تک قابلِ عمل اور انقلاب آفریں ہو، لیکن پھر بھی اس کا کلام حق تصور نہ کیا جائے، ایسی کوئی بات کہنا بڑی ناانصافی ہوگا۔ بلاشک وشبہ حضور نبی اکرم ﷺ کا اُمّی ہونا قرآن کی حقانیت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ حضور ﷺ نے اُمّی ہونے کے باوجود مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْنُ کے جمیع علوم خود ربِ ذوالجلال سے حاصل کر لئے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ط وَکَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا○(۲)

’’اور اس نے آپ کو وہ سب علم عطا فرمایا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے○‘‘

(۱) القرآن، العنکبوت، ۵۱:۲۹

(۲) القرآن، النساء، ۱۱۳:۴

۱۰۔ غیر معمولی رعب و دبدبہ

یوں تو اللہ رب العزت نے جملہ انبیاء کرام علیھم السلام کی دعوت کو مؤثر اور نتیجہ خیز بنانے کی خاطر اُنہیں غیر معمولی رعب و دبدبہ سے نوازا مگر حضور ختمی مرتبت ﷺ کو رعب و دبدبہ کی وہ شان عطا کی گئی جو اور کسی نبی اور رسول کے حصے میں نہیں آئی۔ تاریخِ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ بڑے بڑے سردارانِ قریش اور رئیسانِ مکہ آپ ﷺ کی شخصی وجاہت اور وقار و تمکنت سے مرعوب ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ تاریخ کے دامن میں ایسے واقعات محفوظ ہیں کہ ابوجہل، ابولہب، مغیرہ، عتبہ، شیبہ اور امیہ جیسے صاحبانِ رعونت مصطفوی ہیبت و جلال کے سامنے ڈھیر ہوگئے۔ آپ ﷺ کا اتنا رعب و دبدبہ تھا کہ حوالی مدینہ میں آباد قبائل اپنے جمِ غفیر اور کثیر جنگی ساز و سامان کے باوجود اپنے مضبوط قلعوں میں حضور نبی اکرم ﷺ کی پیغمبرانہ جلالت سے تھر تھر کانپنے لگتے تھے۔ کئی قبائل کے سرکردہ افراد تو آپ ﷺ کے مطیع ہوگئے۔

۱۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ۔(۱)

''ایک ماہ کے فاصلہ سے ہی طاری ہونے والے رعب کے ذریعے میری مدد کی

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۱۲۸، کتاب التیمم، رقم: ۳۲۸
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۱۶۸، کتاب الصلاۃ، رقم: ۴۲۷
۳۔ نسائی، السنن، ۱: ۲۱۰، کتاب الغسل والتیمم، رقم: ۴۳۲
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۰۸، رقم: ۶۳۹۸
۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۰۳، رقم: ۳۱۶۴۲
۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۸: ۲۵۷، رقم: ۸۰۰۱
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۲۱۲، رقم حدیث: ۹۵۸
۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۴۳۳، رقم حدیث: ۴۰۶۲

گئی ہے۔''

۲۔ حضرت ابوہریرہ ؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ علی العدو۔(۱)

''دشمن پر رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی۔''

حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایت میں بعض جگہ صرف نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ کے الفاظ ہیں۔(۲)

یہی الفاظ حضرت علی بن ابی طالب ؓ سے بھی مروی ہیں۔(۳)

۳۔ حضرت ابوذر ؓ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

نصرت بالرعب، فیرعب مِنی العدو عن مسیرۃ شھر۔(۴)

''رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے، پس دشمن مجھ سے ایک ماہ کے فاصلہ پر ہی مرعوب ہو جاتا ہے۔''

ایک ماہ کے فاصلہ سے مراد یہ ہے کہ دشمنانِ اسلام پر حضور ﷺ کا رعب اتنے فاصلہ سے طاری ہونے لگتا اور وہ آپ ﷺ کے نام کی ہیبت سے کانپنے لگتے۔

---

(۱) مسلم، الصحیح، ۱: ۳۷۲، کتاب المساجد، رقم: ۵۲۳

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۱۲۳، کتاب السیر، رقم: ۱۵۵۳
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۶۸، رقم: ۷۶۲۰
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۹۵، رقم: ۹۱۳۰
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۰۱، رقم: ۱۰۵۲۴
۵۔ ابویعلی، المسند، ۱۱: ۱۷۶، رقم: ۶۲۸۷

(۳) ۱۔ احمد بن حنبل، ۱: ۹۸، رقم: ۷۶۳
۲۔ بزار، المسند، ۲: ۲۵۱، رقم: ۶۵۶

(۴) احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۴۵، رقم: ۲۱۳۳۷

حافظ عسقلانی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میری دانست میں ایک ماہ کی مسافت کا ذکر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ کفار اور یہود و نصاریٰ کی طاقت کے مراکز ایک ماہ کے زمانی فاصلے پر واقع تھے، جیسے شام، عراق، یمن اور مصر۔ (۱)

۴۔ حضرت ابو امامہ ﷺ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ یسیر بین یدی مسیرۃ شهر یقذف فی قلوب أعدائی۔(۲)

''ایسے رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی جو ایک ماہ کے فاصلے سے میرے آگے آگے چلتا اور میرے دشمنوں کے دلوں میں (اتنے فاصلہ پر ہی) ڈال دیا جاتا ہے۔''

حکیم ترمذی اس حدیث کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

فإذا جعل نصرته من الرعب فقد اعطی جندا لا یقاومه أحد ولم یعط أحد من الرسل ذلک فکان أین ما ذکر من مسیرۃ شهر وقع ذلک الرعب فی قلب عدوه فذل بمکانه۔(۳)

''جب آپ ﷺ کی رعب کے ذریعے مدد کی گئی تو آپ ﷺ کو ایسے لشکر عطا کئے گئے کہ جن کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا، ایسے لشکر کسی اور رسول کو عطا نہیں کئے گئے اور جہاں کہیں بھی ایک ماہ کی مسافت پر آپ ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو دشمن کا دل دہل جاتا اور وہ اسی جگہ پست ہمت ہو جاتا۔''

---

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۶:۱۲۸

(۲) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱:۲۲۲، رقم: ۹۹۹

۲۔ رویانی، المسند، ۲:۳۰۸، رقم: ۱۲۶۰

۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱:۴۱۲

(۳) حکیم ترمذی، نوادر الاصول، ۳:۱۵۱

محمد بن عبدالرحمٰن مبارکپوری اس حدیث کے ذیل میں حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول نقل کرتے ہیں:

فالظاهر اختصاصه به مطلقا، و إنما جعل الغاية منها شهرا لأنه لم يكن بين بلده و بين أحد من أعدائه أكثر منه، و هذه الخصوصية حاصلة له على الاطلاق حتى لو كان وحده بغير عسكر۔(۱)

''یہ بات بڑی واضح ہے کہ رعب کی صفت آپ ﷺ کے ساتھ مطلقاً خاص تھی اور آپ ﷺ کا ایک ماہ ذکر کرنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کے شہر اور آپ ﷺ کے دشمنوں کے درمیان اس مدت سے زیادہ مسافت نہ تھی اور آپ ﷺ کو یہ خصوصیت حاصل رہتی چاہے آپ ﷺ کسی لشکر کے بغیر تنہا ہی کیوں نہ ہوتے۔''

حضور ﷺ کے رعب کی مختلف جہتیں تھیں، ان میں سے ایک جہت دشمن کا عددی کثرت کے باوجود عساکرِ اسلام سے خوف زدہ ہونا تھا۔ اس حوالے سے امام قرطبی لکھتے ہیں:

إن الغزاة إذا خرجوا من ديارهم بالنية الخالصة و ضربوا بالطبل وقع الرعب والهيبة فى قلوب الكفار مسيرة شهر فى شهر، علموا بخروجهم أو لم يعلموا۔(۲)

''جب عساکرِ اسلام اپنے علاقے سے جہاد کی نیت سے نکلنے لگتے اور جنگ کا نقارہ بجاتے تو کفار کے دلوں میں ایک ماہ کے فاصلہ پر ہی اسی مہینے میں رعب طاری ہو جاتا خواہ انہیں مجاہدین کے نکلنے کا علم ہوتا یا نہ ہوتا۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی خصوصیتِ رعب کا مفہوم بایں الفاظ بیان کرتے ہیں:

---

(۱) مبارک پوری، تحفۃ الاحوذی، ۵: ۱۳۵

(۲) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۳: ۴۲۶

ليس المراد بالخصوصية مجرد حصول الرعب بل هو و ما ينشأ عنه من الظفر بالعدو۔(۱)

''اس خصوصیت سے مراد محض رعب کا طاری ہو جانا نہیں بلکہ دشمن پر فتح و کامیابی کا حاصل ہو جانا بھی ہے۔''

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

نصر رسول الله ﷺ بالرعب مسيرة شهرين على عدوه۔(۲)

''دشمن پر دو ماہ کے فاصلہ پر ہی طاری ہوجانے والے رعب کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی مدد کی گئی۔''

یہ اسلام دشمن عناصر شمعِ اسلام کو بجھانے کے منصوبے بناتے مگر جب اپنی چشم تصور سے داعئ اسلام حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھتے تو ان پر آپ ﷺ کا ایسا رعب طاری ہوجاتا کہ ان کے تمام قبیح منصوبے اور ناپاک ارادے پانی کی جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے۔

سمتوں کے ذکر میں اس امر کا اشارہ ہے کہ دشمن چاہے سامنے سے آئے یا عقب سے حضور ﷺ کا رعب اس پر یکساں طور پر طاری ہوتا اور وہ اسلام کی قوت کے سامنے اپنے آپ کو بے بس پاتا۔

اچانک دیکھنے والوں کا مرعوب ہونا

آپ ﷺ کے رعب ودبدبہ کا یہ عالم تھا کہ کوئی اجنبی اور ناواقف شخص جونہی آپ ﷺ کو دیکھتا تو لرزہ براندام ہوکر رہ جاتا۔

---

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۶:۱۲۸

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱:۶۴، رقم حدیث: ۱۱۰۵۶

۲۔ صنعانی، سبل السلام، ۱:۹۳

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۵۹

۱۔ حضرت علی شیرِ خدا ﷺ سے روایت ہے:

من رأہ بدیھۃ ھابہ۔(۱)

''جو شخص اچانک حضور ﷺ کے سامنے آتا مرعوب ہو جاتا۔''

مگر جونہی وہ رحمتِ عالم ﷺ کے قریب آتا اس کا سب خوف جاتا رہتا اور وہ آپ ﷺ کی قربت میں طمانیت محسوس کرتا۔

۲۔ حضرت ابن ابی رمثہ ﷺ طبیب تھے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ میں جب مدینہ منورہ میں آیا تو میں نے ابھی رسول اللہ ﷺ کی زیارت نہیں کی تھی۔ اچانک آپ ﷺ باہر تشریف لائے، آپ ﷺ نے دو سبز کپڑے زیب تن فرما رکھے تھے، میں نے اپنے بیٹے سے کہا: خُدا کی قسم! یہی اللہ کے رسول ہیں۔ پس میرا بیٹا رسول اللہ ﷺ کے رُعب و دبدبے کے باعث کانپنے لگا۔ (۲)

۳۔ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو مسجد نبوی میں دیکھا تو آپ ﷺ کے پیغمبرانہ جلال کی تاب نہ لاسکیں اور اُن پر رُعب طاری ہوگیا۔ (۳)

میدانِ جنگ میں دشمن پر رعب طاری ہونا

میدانِ جنگ میں بھی یہی رعب اور دبدبہ دُشمنوں کو مبہوت کئے رہتا اور اُنہیں

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۹۹، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۳۸
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۲، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ
۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف ۶:۳۲۸، رقم: ۳۱۸۰۵
۴۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۳:۳۱
۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۰

(۲) احمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۲۸

(۳) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۲۶۲، کتاب الأدب، رقم: ۴۸۴۷
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۲۳۵، رقم: ۵۷۰۷

ہزیمت اٹھانا پڑتی۔ غزوۂ بدر کے موقع پر کفار کے دلوں پر جو رعب طاری ہوا اس کا ذکر قرآن مجید میں یوں ہوا ہے:

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ۔(۱)

''ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب ڈال دیں گے۔''

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إن أبا سفيان قد أصاب منكم طرفا، و قد رجع و قذف الله فى قلبه الرعب۔(۲)

''بیشک ابوسفیان کو تمہاری طرف سے سخت دھچکا لگا ہے اور وہ مکہ لوٹ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں رعب ڈال دیا۔''

۲۔ دوسرے مقام پر ارشادِ خداوندی ہے:

سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ۔(۳)

''میں ابھی کافروں کے دلوں میں رُعب اور ہیبت ڈالے دیتا ہوں۔''

۳۔ اسی حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ۔(۴)

''اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں (ایسی) دہشت ڈال دی (کہ وہ تمہارے مقابلے کی ہمت ہی نہ کرسکے)۔''

---

(۱) القرآن، آل عمران، ۳:۱۵۱

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ۱:۴۱۲

(۳) القرآن، الانفال، ۸:۱۲

(۴) القرآن، الاحزاب ۳۳:۲۶

ایک کافر کا مرعوب ہونا

ایک مرتبہ دوران سفر حضور ﷺ ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام فرما تھے کہ اچانک وہاں ایک اعرابی آنکلا (۱) اور آپ ﷺ کی تلوار...... جو آپ ﷺ نے درخت کی شاخ سے لٹکا رکھی تھی ...... لے کر کہنے لگا:

من یمنعک منی؟

''اب تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: میرا خدا۔

یہ سن کر وہ شخص اتنا مرعوب ہوا کہ اس نے فوراً تلوار نیام میں کر لی۔

یہ واقعہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو خود بیان فرمایا جس کے راوی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہیں۔(۲)

محمد بن کعب القرظی کی روایت میں ہے کہ اس وقت بدو کا ہاتھ کانپنے لگا، تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور وہ درخت سے جا ٹکرایا جس سے اس کا دماغ پاش پاش ہو گیا۔(۳)

---

(۱) اس شخص کا نام بعض روایات میں دعثور بن حارث اور بعض میں غورث بن حارث مذکور ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے 'الاصابہ (۵:۳۲۸)' میں لکھا ہے کہ اس شخص نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۰۶۵، ۱۰۶۶، کتاب الجہاد، رقم: ۲۷۵۳، ۲۷۵۶

۲۔ بخاری، الصحیح، ۴:۱۵۱۵، ۱۵۱۶، کتاب المغازی، رقم: ۳۹۰۵، ۳۹۰۸

۳۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۷۸۶، کتاب الفضائل: رقم: ۸۴۳

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۳۱۱، رقم: ۱۴۳۷۴

(۳) ۱۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۳۷۰

۲۔ ماوردی، اعلام النبوہ، ۱:۱۳۳

←

سردارانِ قریش کا مرعوب ہونا

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنھما اپنے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابوجہل کو حضرت حمزہ ﷺ سے مکہ میں ملاقات کے بعد یہ کہتے ہوئے سنا: اے گروہِ قریش! محمد (ﷺ) مدینہ پہنچ چکے ہیں اور وہ ہمارے حالات دریافت کرنے کے لئے ہراول دستے بھی بھیج رہے ہیں مزید وہ اس تاک میں ہیں کہ انہیں ہماری طرف سے کوئی تکلیف پہنچے اور تصادم کا کوئی موقع انہیں ہاتھ آسکے۔ اس لئے مصلحت اسی میں ہے کہ تم ان کے سامنے آنے اور مڈھ بھیڑ سے گریز کرو۔ بیشک وہ اس وقت ایک بپھرے ہوئے شیر کی مانند غیظ وغضب کی حالت میں ہیں۔ ان کے برہم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تم نے انہیں تعاقب کرتے ہوئے شہر بدر کر دیا۔ خدا کی قسم! اس کے ہاں ایسے ساحر ہیں جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے اوراس کے ساتھیوں کوایسی غیبی طاقتوں کی مدد حاصل ہے جن کا سامنا کرنے کی تم میں تاب نہیں۔ پھرتم بنی قیلہ کی دشمنی کوتو جانتے ہی ہو کہ وہ کس طرح ہمارے دشمنوں کا مددگار ہے۔ ابوجہل کی یہ بات سن کر مطعم بن عدی نے اسے کہا: اے ابوالحکم! میں نے تمہارے اس بھائی سے ...... جسے تم نے جلا وطن کر دیا ہے ...... زیادہ قول کا سچا اور وعدے کا پکا کسی اور کونہیں پایا اورتم نے اس کے ساتھ جوسلوک کیا ہے اس کے بعدتم اپنے لوگوں کو اس کے قریب پھٹکنے سے باز رکھو۔ اس پر ابوسفیان بن حارث نے کہا تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ تم اس پر پہلے سے بھی زیادہ سخت رویہ روا رکھو۔(۱)

اس روایت سے قریشی سرداروں کی بوکھلاہٹ اورگھبراہٹ کا پتہ چلتا ہے۔

۳۔ اصبہانی ،اخلاق النبی ﷺ ، ۱:۲۴۳

۴۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۶:۲۴۳

۵۔ طبری، جامع البیان، ۶:۳۰۸

۶۔ رازی ،التفسیر الکبیر،۱۲:۴۹

۷۔ ابن کثیر تفسیر القرآن العظیم،،۲:۸۰

(۱) طبرانی ،المعجم الکبیر،۲:۱۲۳،رقم:۱۵۳۲

قیصرِ روم کا مرعوب ہونا

قیصر روم ہرقل کو جب حضور ﷺ کا مکتوب ملا تو اس نے سردارِ قریش ابوسفیان جو کہ تجارت کے سلسلہ میں وہیں تھا اپنے دربار میں بلوایا اور اس سے آپ ﷺ کے بارے چند سوالات کئے۔ آپ ﷺ کے نامہ مبارک سے ہرقل پر جو رعب و دبدبہ طاری ہوا اسے ابوسفیان اپنے ساتھیوں سے یوں بیان کرتا ہے:

لقد أمِرَأمرُ ابن أبي كبشة، إنه يخافه ملك بني الأصفر فمازلت موقنا أنه سيظهر حتى ادخل الله عليّ الإسلام۔(۱)

’’بخدا! ابو کبشہ (۲) کے بیٹے (محمد ﷺ) کی شان بہت بڑھ گئی اتنی کہ ان سے شہنشاہ روم ڈرنے لگا۔ اس وقت سے مجھے اس بات کا یقین ہوگیا کہ حضور ﷺ بہت جلد غالب ہوں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام داخل فرمادیا۔‘‘

ہرقل کے مزید خوف زدہ ہونے اور مرعوب ہونے کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

ابن ناظور جو ہرقل کا دوست اور ایلیاء کا حاکم تھا بیان کرتا ہے کہ ہرقل جب بیت المقدس آیا تو ایک دن پریشان نظر آیا۔ اس پر اس کے بعض اراکین سلطنت نے پوچھا: کیا بات ہے؟ آپ کا مزاج ہم خلاف معمول پا رہے ہیں۔ ہرقل علم نجوم جانتا تھا، اراکین کے سوال کرنے پر اس نے بتایا:

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، ۱:۹، کتاب بدء الوحي، رقم: ۷

۲۔ مسلم، الصحيح، ۳:۱۳۹۶، کتاب الجهاد والسير، رقم: ۱۷۷۳

(۲) ابو حاتم کا قول ہے کہ ابو کبشہ حضور ﷺ کی نانی جان کے والد تھے۔ وہ شام کی طرف نکل گئے اور وہاں نصاریٰ کے دین کو پسند کرنے لگے پھر قریش کی طرف لوٹے اور اس بات کا اظہار کیا تو قریش نے انہیں عتاب کا نشانہ بنایا، قریش حضور ﷺ کو ان کی طرف منسوب کر کے پکارتے اور کہتے کہ یہ بھی اس کی طرح نصاریٰ کا دین لے آیا ہے۔(۱)

---

(۱) ابن حبان، الصحيح، ۲:۱۷۱، رقم: ۶۷۶۲

إنی رأیت اللیلة حین نظرت فی النجوم ملک الختان قد ظهر۔(۱)

’’میں نے آج رات جب ستاروں میں نظر کی تو یہ دیکھا کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ (حضور نبی اکرم ﷺ) غالب ہوگیا ہے۔‘‘

والیٔ یمن کے سفیر کے تاثرات

حضور نبی اکرم ﷺ نے کسریٰ ایران خسرو پرویز کو اپنا مکتوب ایلچی کے ہاتھ بھیجا تو اس نے غصے سے آگ بگولہ ہوکر آپ ﷺ کے نامہ مبارک کو پرزے پرزے کردیا اور والیٔ یمن کو حکم دیا کہ وہ اس مدعیٔ نبوت کو گرفتار کرنے کے لئے دو آدمی روانہ کرے اور اسے ہمارے سامنے پیش کرے۔ والیٔ یمن نے تعمیلِ حکم میں دو ایرانیوں کو اس مقصد کے لئے مدینہ روانہ کردیا۔ ان میں سے ایک کا نام بابویہ تھا۔ اپنی اس ناکام مہم سے واپسی پر وہ والیٔ یمن باذان کے دربار میں آیا تو اس نے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

ما کلمت رجلا قط أهیب عندی منه۔(۲)

’’میں نے آپ (ﷺ) سے بڑھ کر کسی کو بارعب نہیں دیکھا۔‘‘

حضور ﷺ کا یہ رعب و دبدبہ اور ہیبت و جلال سپاہ کی کثرت اور اسلحہ کی فراوانی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ یہ آپ ﷺ کی پیغمبرانہ خصوصیت تھی جو اسلام کی شوکت و سربلندی اور ترویج واشاعت کے لئے بروئے کار آئی حتیٰ کہ وعدۂ الٰہی کے مطابق دینِ اسلام تمام ادیانِ باطلہ پر غالب ہوکر رہا۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح ۱: ۹، کتاب بدء الوحی، رقم: ۷

۲۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵: ۳۴۳، رقم: ۹۷۲۴

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۸: ۱۸، رقم: ۷۲۷۰

۴۔ ابن منده، الایمان، ۱: ۲۹۱، رقم: ۱۴۳

(۲) ۱۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۱۳۴

۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنهایہ، ۴: ۲۷۰

۳۔ سیوطی، الخصائص الکبری، ۲: ۱۸

۱۱۔ جوامعُ الکلم (کلام کی جامعیت و اِختصار کا حُسن)

حضور نبیٔ اکرم ﷺ گفتگو میں اختصار فرماتے، جچے تُلے الفاظ کا چناؤ اس سلیقہ سے کرتے کہ ذوق سلیم جھوم جھوم اٹھتا، رعنائیِ خیال کو وجد آجاتا، آپ ﷺ کے کلامِ بلاغت نظام کا ایک لفظ بھی زائد معلوم نہ ہوتا، فصاحت و بلاغت کا نور حرف حرف سے عیاں ہوتا، فرموداتِ مصطفیٰ ﷺ براہِ راست دل میں اتر جاتے اور حاضرین کے لبوں پر تبسم کے پھول کھل اٹھتے۔

حضور ﷺ صاحبِ کلام ہیں، آپ ﷺ کو چلتا پھرتا قرآن کہا گیا ہے۔ اور بقول اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا خلق سرتاپا قرآن ہی تو ہے۔ جس طرح قرآن کے حرف حرف میں جامعیت کے چراغ روشن ہیں، حکمت و آگہی کے سمندر ہر سطر میں موجزن ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے کلام میں بھی یہی جوہر رکھا اور علم و دانش کے سمندروں کی روانی اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمائی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضور ﷺ کو دیگر انبیاء پر جن چھ چیزوں کے باعث فضیلت دی گئی ان میں سے ایک 'جوامع الکلم' ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

أعطیتُ جوامع الکلم۔(۱)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱:۱۷۱، ۳، کتاب المساجد، رقم:۵۲۳
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۱۲۳، ابواب السیر، رقم:۱۵۵۳
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۴۱۱، رقم:۹۳۲۶
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۱۱، ۳۱۲، رقم:۶۴۰۱، ۶۴۰۳
۵۔ ابو یعلی، المسند، ۱۱: ۳۷۷، رقم:۶۴۹۱
۶۔ ابوعوانہ، المسند، ۱:۳۹۵
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹:۵

’’میں جوامع الکلم سے نوازا گیا ہوں۔‘‘

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

بعثتُ بجوامع الکلم۔(۱)

’’میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں۔‘‘

جوامع الکلم کی چیدہ چیدہ مثالیں

حکمت و دانائی کی وہ باتیں جو حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمائیں اور جو قیامت تک کے لئے نصابِ زندگی قرار پائیں، ان میں سے چند احادیث درج کی جارہی ہیں جن کا دامن علم وحکمت اور دانائی کے موتیوں سے بھرا ہوا ہے:

معلمِ اعظم حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ لَا فَقْرَ أَشَدُّ مِنَ الْجَهْلِ، وَلَامَالَ أَعْوَدُ مِنَ الْعَقْلِ، وَلَا وَحْدَةَ أَوْحَشُ مِنَ الْعُجْبِ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۰۸۷، کتاب الجهاد والسیر، رقم: ۲۸۱۵
۲۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۵۷۳، کتاب التعبیر، رقم: ۶۶۱۱
۳۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۵۴، کتاب الاعتصام، رقم: ۶۸۴۵
۴۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۷۱، کتاب المساجد، رقم: ۵۲۳
۵۔ نسائی، السنن، ۶: ۳، کتاب الجهاد، رقم: ۳۰۸۷
۶۔ نسائی، السنن، ۶: ۴، کتاب الجهاد، رقم: ۳۰۸۹
۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۶۴، رقم: ۷۵۷۵
۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۵۵، رقم: ۹۸۶۷
۹۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۷۷، رقم: ۶۳۶۳
۱۰۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۳۳۰، رقم: ۱۱۷۰

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۳: ۶۹، رقم: ۲۶۸۸
۲۔ قضاعی، مسند الشهاب، ۲: ۳۸، رقم: ۸۳۶

←

’’جہالت سب سے بڑی تنگدستی ہے، عقل سے بہتر کوئی دولت نہیں اور خود پسندی سے بڑھ کر وحشت ناک کوئی تنہائی نہیں۔‘‘

۲۔ اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفِدُ۔(۱)

’’قناعت نہ ختم ہونے والی دولت ہے۔‘‘

۳۔ حُبُّکَ الشَّیْئَ يُعْمِی وَ يُصِمُّ۔(۲)

۳۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۵: ۱۷۹، رقم: ۷۸۸۹

۴۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۲: ۳۶، رقم: ۱۳۲

۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۲۸۳

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۷: ۸۴، رقم: ۶۹۲۲

۲۔ قضاعی، مسند الشھاب، ۱: ۷۲، رقم: ۶۳

۳۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۳: ۲۳۶، رقم: ۴۶۹۹

۴۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، ۱: ۲۱۱

۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۲۵۶

۶۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۲: ۱۳۳، رقم: ۱۹۰۰

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۳۴، کتاب الأدب، رقم: ۵۱۳۰

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۹۴، رقم: ۲۱۷۴۰

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۴۵۰، رقم: ۲۷۵۸۸

۴۔ قضاعی، مسند الشھاب، ۱: ۱۵۷، رقم: ۲۱۹

۵۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲: ۳۴۰، رقم: ۱۴۵۴

۶۔ بیہقی، شعب الایمان، ۱: ۳۷۹، رقم: ۴۵۷

۷۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۲: ۱۰۷، رقم: ۱۸۵۳

۸۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۳: ۱۱۷

۹۔ عجلونی کشف الخفاء، ۱: ۴۱۰، رقم: ۱۰۹۵

۱۰۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۲: ۲۶۱، رقم: ۲۲۷۳

''کسی شے کی محبت تجھے اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔''

۴۔ ان من البیان لسحرا۔(۱)

''بیشک بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔''

۵۔ إنّ من الشعرِ حکمًا۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۱۷۶، کتاب الطب، رقم: ۵۴۳۴
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲:۵۹۴، کتاب الجمعہ، رقم: ۸۶۹
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۳۷۶، کتاب البر و الصلۃ، رقم: ۲۰۲۸
۴۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۳۰۲، کتاب الادب، رقم: ۵۰۰۷
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۲۶۳
۶۔ حاکم، المستدرک، ۳:۷۱۰، رقم: ۶۵۶۸
۷۔ ابویعلیٰ، المسند، ۴:۲۲۰، رقم: ۲۳۳۲
۸۔ ابویعلیٰ، المسند، ۴:۲۵۴، رقم: ۲۵۸۱
۹۔ ابویعلیٰ، المسند، ۱۰:۱۲، رقم: ۵۶۳۹
۱۰۔ ابویعلیٰ، المسند، ۱۰:۱۳، رقم: ۵۶۴۰
۱۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱:۲۶۰، رقم: ۷۵۶
۱۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰:۱۰۳، رقم: ۱۰۰۹۴
۱۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱:۲۸۷، رقم: ۱۱۷۵۸

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۳۷۶، کتاب الأدب، رقم: ۲۰۲۸
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۱۳۸، کتاب الادب، رقم: ۲۸۴۵
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۳۰۳، کتاب الادب، رقم: ۵۰۱۱
۴۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۲۳۶، رقم: کتاب الأدب، رقم: ۳۷۵۶
۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵:۲۷۱، رقم: ۲۶۰۰۷
۶۔ شاشی، المسند، ۲:۲۲۳، رقم: ۷۹۵
۷۔ طیالسی، المسند، ۱:۷۶، رقم: ۵۵۶

←

’’بیشک اشعار میں سے بعض حکمت و دانائی (سے لبریز) ہوتے ہیں۔‘‘

آپ ﷺ کا یہ فرمان ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

أن من الشعر حکمۃ۔(۱)

’’بیشک اشعار میں سے بعض حکمت و دانائی (سے لبریز) ہوتے ہیں۔‘‘

۶۔ اَلْحَیَاءُ کُلُّهُ خَیْرٌ۔(۲)

۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱:۲۸۷، رقم: ۱۱۷۵۹

۹۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱:۲۸۸، رقم: ۱۱۷۶۳

۱۰۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲:۲۰۰، رقم: ۱۲۸۸۸

۱۱۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۲:۹۸، رقم: ۹۶۲

۱۲۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۲:۹۹، رقم: ۹۶۶

۱۳۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴:۲۹۷

۱۴۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴:۲۹۹

(۱) ۱۔ بخاری، ۵:۲۲۷۶، کتاب الأدب، رقم: ۵۷۹۳

۲۔ بخاری، الادب المفرد، ۱:۲۹۷، رقم: ۸۵۸

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۱۳۷، کتاب الأدب، رقم: ۲۸۴۴

۴۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۳۰۳، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۱۰

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵:۲۷۱، رقم: ۲۶۰۰۵

۶۔ ابویعلی، المسند، ۹:۴۱، رقم: ۵۱۰۴

۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰:۱۶۷، رقم: ۱۰۳۴۵

۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱:۲۸۷، ۲۸۸، رقم: ۱۱۷۶۰، ۱۱۷۶۲

۹۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۲:۹۹، رقم: ۹۶۴

۱۰۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴:۲۹۶، ۲۹۷

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱:۶۴، کتاب الإیمان، رقم: ۳۷

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۲۵۲، کتاب الأدب، رقم: ۴۷۹۶

←

’’شرم و حیا کل کی کل خیر ہے۔‘‘

۷۔ لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِیْ يَمْلِکُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ۔(۱)

’’طاقتور وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑ دے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو اپنے قابو میں رکھے۔‘‘

۸۔ إِيَّاکُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَکْذَبُ الْحَدِيْثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَ کُوْنُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا۔(۲)

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۲۶، ۴۳۶، ۴۴۰، ۴۴۲، ۴۴۵

۴۔ رویانی، المسند، ۱: ۱۲۸، رقم: ۱۲۸، ۱۳۱

۵۔ قضاعی، مسند الشهاب، ۱: ۷۵، رقم: ۶۸

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸: ۲۰۲، رقم: ۴۹۳، ۲۰۶، ۲۲۲، ۲۲۷

۷۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۱۵۱، رقم: ۲۳۱

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۶۷، کتاب الأدب، رقم: ۵۷۶۳

۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۰۱۴، کتاب البر والصلہ، رقم: ۲۶۰۹

۳۔ امام مالک، الموطا، ۲: ۹۰۶، رقم: ۱۶۱۴

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۳۶، رقم: ۷۲۱۸

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۶۸، رقم: ۷۶۱۷

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۱۷، رقم: ۱۰۷۱۳

۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۳۰۵، رقم: ۸۲۶۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۵۳، کتاب الأدب، رقم: ۵۷۱۷

۲۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۱۹۷۶، کتاب النکاح، رقم: ۴۸۴۹

۳۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۵۴، کتاب الادب، رقم: ۵۷۱۹

۴۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۴۷۴، کتاب الفرائض، رقم: ۶۳۴۵

←

’’بدگمانی سے بچو، اس لئے کہ بدگمانی سراسر جھوٹی بات ہے، دوسروں کی عیب جوئی سے اجتناب کرنا اور نہ ہی ایسی باتوں کی ٹوہ میں لگنا، ایک دوسرے سے حسد نہ کرنا اور ایک دوسرے سے رُخ نہ پھیرنا، ایک دوسرے سے بُغض نہ رکھنا۔ خدا کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا۔‘‘

۹۔ اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ، التَّقْوٰی هٰهُنَا ...... وَ يُشِيْرُ اِلٰی صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ...... بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ وَ مَالُهُ وَ عِرْضُهُ۔(۱)

۵۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۸۵، کتاب البر، رقم: ۲۵۶۳
۶۔ ابوداود، السنن، ۴: ۲۸۰، کتاب الادب، رقم: ۴۹۱۷
۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۸۷، رقم: ۷۸۴۵
۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۱۲، رقم: ۸۴۸۵
۹۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۶۵، رقم ۱۰۰۰۲
۱۰۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۷۰، رقم: ۱۰۰۸۰
۱۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸: ۲۲۲، رقم: ۸۴۶۱
۱۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶: ۸۵، رقم: ۱۱۲۳۹
۱۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۱۸۰، رقم: ۱۳۸۱۳

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۸۶، کتاب البر والصلہ، رقم: ۲۵۶۴
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۲۵، کتاب البر والصلۃ، رقم: ۱۹۲۷
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶: ۹۲، رقم ۱۱۲۷۶
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۷۷، رقم: ۷۷۱۳
۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۷۴، رقم: ۱۸۳
۶۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۲۸۱، رقم: ۶۶۶۰
۷۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۳: ۱۳۱، رقم: ۳۳۷۷

’’مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، کوئی اپنے بھائی پر نہ ظلم ڈھائے، نہ اسے ذلیل کرے، اور نہ اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھے، آپ ﷺ نے تین بار اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا...... تقویٰ یہاں ہے، انسان کے لئے یہی برائی بہت زیادہ ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے، ایک مسلمان پورے کا پورا یعنی اس کا مال، اس کا خون اور اس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔‘‘

۱۰۔ إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ أَعْمَالِكُمْ۔(۱)

’’اللہ رب العزت تمہارے چہروں یا تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا، وہ تو تمہارے قلوب اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔‘‘

۱۱۔ اِتَّقِ اللهَ فِي عُسْرِكَ وَ يُسْرِكَ۔(۲)

’’آسانی اور تنگی ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔‘‘

۱۲۔ لَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ، فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ۔(۳)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۸۷، کتاب البر و الصلہ، رقم: ۲۵۶۴
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۳۸۸، کتاب الزہد، رقم: ۴۱۴۳
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۱۱۹، رقم: ۳۹۴
۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۳۲۸، رقم: ۱۰۴۷۷
۵۔ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ۷: ۱۲۴
۶۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۲۸۲، رقم: ۷۳۸

(۲) ۱۔ ہندی، کنز العمال، ۳: ۸۹، رقم: ۵۶۲۸
۲۔ عجلونی، کشف الخفا، ۱: ۴۳، رقم: ۸۲

(۳) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۱۹، کتاب الأشربۃ، رقم: ۳۳۷۱
۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۶۲، رقم: ۷۲۳۱
۳۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۸: ۵۸، رقم: ۷۹۵۶

←

''شراب سے بچو کیونکہ یہ ہر برائی کی چابی ہے۔''

۱۳۔ اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ۔(۱)

''جب تو حیا نہیں کرتا تو جو تیرا دل چاہے وہ کر۔''

۱۴۔ اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا۔(۲)

۴۔ عبدالرزاق، المصنف، ۹: ۲۳۸

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۳۰۴

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۲۸۸

۷۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۳: ۱۷۸، رقم: ۳۵۷۰

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۶۸، کتاب الأدب، رقم: ۵۷۶۹

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۲۵۲، کتاب الأدب، رقم: ۴۷۹۷

۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۴۰۰، کتاب الزہد، رقم: ۴۱۸۳

۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳: ۲۲۴، رقم: ۲۹۸۶

۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۷: ۲۳۰، رقم: ۶۴۰

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۱، رقم: ۱۷۱۳۹

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۷۳، رقم: ۲۲۳۹۹

۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۸۳، رقم، ۲۳۳۰۲

۹۔ طیالسی، المسند، ۱: ۸۶، رقم: ۶۲۱

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۶۵، رقم: ۶۵۴۱

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۱۹، رقم: ۷۰۴۰

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۲۴۶، رقم: ۳۵۷۲۹

۴۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۱۳۱، رقم: ۳۲۰

۵۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲: ۱۳۳، رقم: ۱۰۵۵

۶۔ بخاری، الادب المفرد، ۱: ۱۳۸، رقم: ۱۳۸

۷۔ ابن رجب، جامع العلوم والحکم، ۱: ۱۶۵

۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۴۴۹، رقم: ۷۲۳۶

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

''رحم کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

۱۵۔ اِسمَح یُسمَح لَکَ۔(۱)

''سخاوت کر کہ تجھ پر سخاوت ہو۔''

۱۶۔ أَسلِم تَسلَم۔(۲)

''مسلمان ہو جا کہ بچ جائے۔''

۱۷۔ اَلجَمَاعَةُ رَحمَةٌ، وَ الفُرقَةُ عَذَابٌ۔(۳)

۹۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۱: ۸۲، رقم: ۲۵۴

۱۰۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۳: ۲۱۰، رقم: ۳۷۲۰

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۴۸، رقم: ۲۲۳۳

۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۵: ۲۱۱، رقم: ۵۱۱۲

۳۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۲: ۲۸۱، رقم: ۱۱۶۹

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۱۹۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۹، کتاب بدء الوحی، رقم: ۷

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، ۳: ۱۳۹۶، رقم: ۱۷۷۳

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۴۹۵، رقم: ۶۵۵۵

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۷۲، رقم: ۶۶۷۹

۵۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۴۸، رقم: ۴۳۶۲

۶۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۹۲، رقم: ۶۹۸۳

۷۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۵۶۴، رقم: ۸۵۸۲

۸۔ ابو عوانہ، المسند، ۴: ۲۶۸، رقم: ۶۷۱۸

۹۔ ابو عوانہ، المسند، ۴: ۲۷۰، رقم: ۶۷۲۸

۱۰۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۷: ۷۰، رقم: ۲۴۷۸

(۳) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۷۵

۲۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۱: ۴۳، رقم: ۱۵ ←

’’جماعت اللہ تعالیٰ کی رحمت اور تفرقہ عذاب کا موجب ہوتا ہے۔‘‘

۱۸۔ اَلْجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ الْأُمَّهَاتِ۔(۱)

’’جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔‘‘

۱۹۔ اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ۔(۲)

’’حکمت مؤمن کی گمشدہ میراث ہے۔‘‘

۲۰۔ خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِيْ مُؤْمِنٍ: اَلْبُخْلُ، وَسُوْءُ الْخُلُقِ۔(۳)

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۱۸۲

۴۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۳۹۹، رقم: ۱۰۷۴

۵۔ ہندی، کنز العمال، ۷: ۵۵۸، رقم: ۲۰۲۴۱

(۱) ۱۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۱: ۱۰۲، رقم: ۱۱۸

۲۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۲: ۱۱۶، رقم: ۲۶۱۱

۳۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۴۰۱، رقم: ۱۰۷۸

۴۔ ہندی، کنز العمال، ۱۶: ۴۶۱، رقم: ۴۵۴۳۹

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۱، کتاب العلم، رقم: ۲۶۸۷

۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۳۹۵، کتاب الزہد، رقم: ۴۱۶۹

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۲۴۰، رقم: ۳۵۶۸۱

۴۔ رویانی، المسند، ۱: ۷۵، رقم: ۴۳

۵۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۱: ۶۵، رقم: ۳۵

۶۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۱: ۱۱۸، رقم: ۱۰۲

۷۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۲: ۱۵۲، رقم: ۲۷۷۱

(۳) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۴۳، ابواب البر والصلۃ، رقم: ۱۹۶۲

۲۔ طیالسی، المسند، ۱: ۲۹۳، رقم: ۲۲۰۸

۳۔ ابو یعلی، المسند، ۲: ۴۹۰، رقم: ۱۳۲۸

۴۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۰۷، رقم: ۹۹۶

’’دو خصلتیں مومن میں جمع نہیں ہوسکتیں: کنجوسی اور بداخلاقی۔‘‘

۲۱۔ اَلْخَلْقُ کُلُّھُمْ عِیَالُ اللهِ، فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَی اللهِ اَنْفَعُھُمْ لِعِیَالِهٖ۔(۱)

’’تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اور مخلوق میں سے اللہ کو محبوب تر وہ شخص ہے جو اس کے کنبہ کو زیادہ نفع پہنچائے۔‘‘

۲۲۔ خَیْرُ الْأُمُوْرِ أَوْسَطُھَا۔(۲)

۵۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۱: ۲۱۱، رقم: ۳۱۹

۶۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۴۲۳، رقم: ۱۰۸۲۷

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۸۶، رقم: ۱۰۰۳۳

۲۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۲: ۲۵۵، رقم: ۱۳۰۵

۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۴۳، رقم: ۷۴۴۶

۴۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۲۰۱، رقم: ۲۹۹۵

۵۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۲: ۱۰۲

۶۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۴: ۲۳۷

۷۔ ذہبی، میزان الاعتدال، ۷: ۳۰۱، رقم: ۹۸۸۵

(۲) ۱۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۲۴، رقم: ۳۷۷

۲۔ زرقانی، شرح الموطا، ۴: ۳۱۶

۳۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۴۶۹، رقم: ۱۲۴۷

۴۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۲: ۲۴۳، رقم: ۲۲۰۹

۵۔ جرجانی، التعریفات، ۱: ۱۰۰، رقم: ۴۷۲

درج ذیل کتب میں أوسطھا کی بجائے أوساطھا ہے:

۱۔ ابن أبي شیبہ، المصنف، ۷: ۱۷۹، رقم: ۳۵۱۲۸

۲۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۵: ۲۶۱، رقم: ۶۶۰۱

۳۔ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ۲: ۲۸۶

←

’’بہترین کام وہ ہیں جن میں میانہ روی ہو۔‘‘

۲۳۔ خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِأَهْلِهِ، وَ أَنَا خَیْرُکُمْ لِأَهْلِیْ۔(۱)

’’تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کیلئے بہترین ہے اور تم میں سے میں اپنے گھر والوں کے لئے بہترین ہوں۔‘‘

۱۲۔ مالِ غنیمت کا حلال ہونا

تاریخِ انبیاء کا مطالعہ بتاتا ہے کہ سابقہ انبیاء و رسل اور ان کی امتوں کے لئے مالِ غنیمت کا استعمال جائز نہ تھا۔ وہ دشمن کے مال اور سلب شدہ اشیاء کو جمع تو کرتے تھے لیکن اس میں تصرف نہیں کرسکتے تھے۔ ان کی قبولیت کی علامت یہ تھی کہ آگ اترتی اور اس کو کھاجاتی اور عدم قبولیت کی صورت میں آگ نازل نہ ہوتی تھی۔ یہ اختصاص اور امتیاز

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷: ۱۴۲

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۷۰۹، کتاب المناقب، رقم: ۳۸۹۵

۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۶۳۶، کتاب النکاح، رقم: ۱۹۷۷

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۴۸۴، رقم: ۴۱۷۷

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۴۹۱، رقم: ۴۱۸۶

۵۔ بزار، المسند، ۳: ۲۴۰، رقم: ۱۰۲۸

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۴۶۸

۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۲۲۸، رقم: ۱۱۰۱۴

۸۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸: ۲۰۵

۹۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۷: ۱۳۸

۱۰۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۴: ۴۳۰

۱۱۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۳۱۹، رقم: ۱۳۱۵

۱۲۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۴۶۳، رقم: ۱۲۴۴

۱۳۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۶: ۳۵۹

صرف حضورختمی مرتبت ﷺ اور آپ کی امت کو حاصل ہے کہ اُن کے لئے اموالِ غنیمت کو حلال قرار دیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كانت الأنبياء يعزلون الخمس، فتجئ النار فتأكله، و أمرت أنا أن أقسمها في فقراء أمتي۔(۱)

''انبیاء کرام مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کرتے تھے جس پر آگ اترتی اور اسے ہڑپ کر جاتی، جبکہ مجھے (خصوصیت کے ساتھ) یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اُس مال کو اپنی اُمت کے فقراء و مساکین میں تقسیم کروں۔''

اس ضمن میں ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے جس میں ایک نبی (حضرت یوشع بن نون علیہ السلام) کے جہاد کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

...... حتى فتح الله عليه، فجمع الغنائم فجاءت ...... يعني النار ...... لتأكلها فلم تطعمها، فقال: إن فيكم غلولا، فليبايعني من كل قبيلة رجل، فلزقت يد رجل بيده، فقال: فيكم الغلول، فلتبايعني قبيلتک، فلزقت يد رجلين أوثلثة بيده، فقال: فيكم الغلول، فجاؤوا برأس مثل رأس بقرة من الذهب، فوضعوها، فجاءت النار فأكلتها ثم أحلَّ اللهُ لنا الغنائم، رأىٰ ضعفنا و عجزنا، فأحلها لنا۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۴۳۳، رقم: ۴۰۶۴

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۵۸

۳۔ ذہبی، میزان الاعتدال، ۳: ۱۶۴، رقم: ۳۰۵۰

۴۔ عسقلانی، لسان المیزان، ۳: ۴، رقم: ۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۱۳۶، کتاب فرض الخمس، رقم: ۲۹۵۶

←

”...... یہاں تک کہ اللہ نے انہیں فتح عطا فرمائی، اب انہوں نے اموالِ غنیمت کو (ایک جگہ) جمع فرما دیا، اُسے جلانے کے لئے آگ آئی، لیکن اس آگ نے غنیمت کے اموال کو نہ جلایا تو انہوں نے فرمایا: تم میں کسی نے مالِ غنیمت میں چوری کی ہے، ہر قبیلے میں سے فرداً فرداً ہر شخص مجھ سے بیعت کرے، ایک شخص کا ہاتھ اُن کے دستِ مبارک سے چپک گیا، فرمایا: تمہارے ہی قبیلے میں (سے کسی نے) چوری کی ہے، اب تمہارے قبیلے کا ایک ایک شخص آئے اور مجھ سے بیعت کرے۔ اب دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ اُن کے دستِ مبارک سے چپک گیا۔ فرمایا: تم ہی نے چوری کی ہے۔ اب وہ (چور) گائے کے سر کے برابر سونا لائے، اب پھر آگ آئی اور سب اموالِ غنیمت کو جلا گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری و عاجزی دیکھتے ہوئے اسے ہمارے لئے حلال فرمایا۔“

حلتِ مغانم کا شمار ان پانچ خصوصیات میں ہوتا ہے جو حضور ﷺ کو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے مقابلے میں عطا ہوئیں اور جن کا ذکر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أحلت لِیَ المغانم، و لم تَحِلَّ لأحدٍ قبلی۔(۱)

”میرے لئے غنیمتیں حلال ہوئیں، مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوئیں“

بعض کتب میں 'المغانم' کی جگہ 'الغنائم' کا لفظ مذکور ہے۔(۲)

۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۳۶۶، کتاب الجہاد والسیر، رقم: ۱۷۴۷

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۱۷، رقم: ۸۱۸۵

۴۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن ۶: ۱۳۱

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۱۲۸، کتاب التیمم، رقم: ۳۲۸

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶: ۲۹۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۷۰، کتاب المساجد، رقم: ۵۲۱

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۰۸، رقم: ۶۳۹۸

←

اُممِ سابقہ کے لئے مالِ غنیمت کی حرمت کی تہ میں بعض حکمتیں کارفرما تھیں۔ علامہ عینی اس بارے میں رقمطراز ہیں:

جعل هذا في حقهم حتى لا يكون قتالهم لأجل الغنيمة لقصورهم في الأخلاص، و أما تحليلها في حق هذه الأمة فلكون الأخلاص غالبا عليهم۔(۱)

''سابقہ امتوں میں مالِ غنیمت کو آگ اس لئے بھسم کر جاتی تھی تاکہ اُن کا جہاد مالِ غنیمت کے لئے نہ ہو (بلکہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے ہو)، کیونکہ ان کے اندر اخلاص کی کمی تھی، اور امت مسلمہ کیلئے اس لئے حلال کیا گیا کہ اس کے اندر اخلاص کا غلبہ ہے۔''

غزوۂ بدر وہ پہلا معرکہ تھا جو حق و باطل کے مابین ہوا۔ اُس معرکے میں مسلمان بے سروسامانی کے عالم میں کفار و مشرکین کے سامنے صف آرا ہوئے۔ دشمن کے کثیر سامانِ حرب، مالی وسائل کی فراوانی اور عددی برتری کے باوجود اللہ کی غیبی مدد و نصرت سے مسلمانوں کو فتح مبین حاصل ہوئی اور دشمن عبرتناک شکست سے دوچار ہونے کے بعد اپنے اموال و اسباب چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کر گیا۔ اس کا چھوڑا ہوا مالِ غنیمت جمع کیا گیا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا۔(۲)

۳۔ طبرانی نے 'المعجم الکبیر (۷:۱۵۴: رقم:۶۶۷۴)' میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۴۔ احمد بن حنبل نے 'المسند (۵:۱۴۵، رقم:۲۱۳۳۷)' میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۱) بدر الدین عینی، عمدۃ القاری، ۱۵:۴۴

(۲) القرآن، الانفال، ۸:۶۸، ۶۹

''اگر اللہ کی طرف سے پہلے ہی (معافی کا حکم) لکھا ہوا نہ ہوتا تو یقیناً تم کو اس (مالِ فدیہ کے بارے) میں جو تم نے (بدر کے قیدیوں سے) حاصل کیا تھا بڑا عذاب پہنچتاo سو تم اس میں سے کھاؤ جو حلال، پاکیزہ مال غنیمت تم نے پایا ہے۔''

مزید ارشاد فرمایا:

وَعَدَكُمُ اللهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ۔(۱)

''اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے (کہ) تم ان کو حاصل کرو گے، پس (فوری طور پر خیبر کی فتح میں) یہ غنیمت تو تم کو جلدی دے دی اور تم سے لوگوں کے ہاتھ روک دیے۔''

۱۳۔ تمام روئے زمین کا مسجد ہونا

اسلام کے سوا جتنے بھی مذاہب ہیں ان میں عبادت کرنے کے لئے چار دیواری میں محصور عمارت کا ہونا ضروری تصور کیا گیا ہے۔ ان مذاہب کے پیروکاروں کے نزدیک خدا صرف مخصوص جگہوں میں موجود ہوتا ہے، ان سے باہر اس کی پرستش اور عبادت نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ عیسائی اپنے کلیساؤں سے باہر خدا کی عبادت بجا نہیں لاتے، یہودی اپنے صومعوں اور مقررہ قربان گاہوں کے علاوہ نہ تو اس کی پرستش کرتے ہیں اور نہ کوئی نذرانے بطور قربانی پیش کرتے ہیں، یہاں تک کہ بت پرست بھی چار دیواریوں کے اندر پوجا پاٹ کی رسم ادا کرتے ہیں۔ اسلام نے آکر توحید کا وہ عالمگیر تصور پیش کیا جس نے تمام زمانی و مکانی حد بندیوں کو ختم کر دیا۔ اس آفاقی مذہب میں خدا چار دیواری میں محدود نہیں، اسے دشت وصحرا اور کوہ و بیاباں میں کہیں بھی پکارا جاسکتا ہے اور اس کے آگے عبادت کے لئے سرِ نیاز خم کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ اِرشادِ ربانی

(۱) القرآن، الفتح، ۴۸: ۲۰

ہے:

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ۔(۱)

’’پس تم جدھر بھی رخ کرو ادھر ہی اللہ کی توجہ ہے (یعنی ہر سمت ہی اللہ کی ذات جلوہ گر ہے)۔‘‘

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے پانچ ایسی امتیازی خصوصیات عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے اور کسی کو نہیں دی گئیں:

آپ ﷺ نے اس خصوصیت کا ذکر بایں الفاظ فرمایا:

جعلت لی الأرض مسجدا و طهورا، فأيما رجل من أمتی أدركته الصلاة فليُصَلِّ۔(۲)

’’روئے زمین کو میرے لئے مسجد یعنی سجدہ گاہ اور پاک بنا دیا گیا، اب میری اُمت کا جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پالے نماز ادا کر سکتا ہے۔‘‘

حضور ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کی رو سے ہر جگہ کو سجدہ گاہ بنانے کی اجازت ہے سوائے ان مقامات کے جہاں نماز ادا کرنا شرعاً ممنوع ہے، مثلاً قبرستان، اصطبل، حمام اور وہ جگہیں جہاں نجاست پڑی ہو۔

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۱۱۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۱۲۸، کتاب التیمم، رقم:۳۲۸

۲۔ بخاری، الصحیح، ۱:۱۶۸، کتاب الصلاہ، رقم:۴۲۷

۳۔ ترمذی، السنن، ۴:۱۲۳، ابواب السیر، رقم:۱۵۵۳

۴۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۱۸۸، کتاب الطہارۃ، رقم:۵۶۷

۵۔ نسائی، السنن، ۱:۲۱۰، کتاب الغسل والتیمم، رقم:۴۳۲

۱۴۔ حفاظت کا اُلوہی اِہتمام

حضور نبی اکرم ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو دیکھتے ہی دیکھتے پورا عالمِ کفر آپ ﷺ کی جان کے درپے ہوگیا۔ مشرکینِ مکہ نے آپ ﷺ کی دعوتِ حق کی راہ میں روڑے اٹکانے اور آپ ﷺ کو تبلیغی مساعی سے روکنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ انہوں نے حضور ﷺ کو بے پناہ تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں۔ دشمن آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھا دیتے اور دورانِ عبادت آپ ﷺ پر کوڑا کرکٹ پھینک دیتے۔ طائف کے بازاروں میں اوباش لڑکوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا گیا جنہوں نے آوازے کسے اور آپ ﷺ پر پتھروں کی بارش کر دی جس سے جسمِ اقدس لہولہان ہوگیا۔ نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ معاشرتی مقاطعہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کو پورے خاندان سمیت شعب ابی طالب میں محصور کر دیا۔ جب ایذا رسانیوں کے تمام حربے آپ ﷺ کی تبلیغی سرگرمیوں کی راہ کی رکاوٹ نہ بن سکے تو کفار و مشرکینِ مکہ آپ ﷺ کے قتل کی سازشوں کے جال بُننے لگے اور ہجرت کی رات قتل کے اِرادہ سے ننگی تلواریں لے کر تمام رات آپ ﷺ کے گھر کے باہر کھڑے رہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ صبر و استقامت اور جرأت و عزیمت کے کوہ گراں تھے۔ آپ ﷺ نے تمام تر مزاحمتوں اور مخالفتوں کے باوجود دعوتِ حق کو پھیلانے کا مشن جاری رکھا جس کے نتیجے میں جبر و استحصال کے شکار لوگ پہلے اِکا دُکا اور پھر گروہ در گروہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ جوں جوں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کی خبریں دشمنان اسلام کو پہنچیں، ان کی راتوں کی نیندیں حرام ہونے لگیں۔ ان کی آتشِ عداوت کے شعلے اور بھڑک اٹھے اور غلبۂ اسلام کی تحریک زور پکڑنے کے ساتھ ساتھ ان کے سفاکیوں اور اذیت رسانیوں کا سلسلہ بھی اپنی انتہاء کو پہنچ گیا۔ انہوں نے حضور ﷺ کی آواز کو خاموش کرنے کے لئے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی مگر ذات خداوندی آپ ﷺ کی محافظ تھی اور اس کی رحمت قدم قدم پر آپ ﷺ کو اپنے حصار میں لئے ہوئے تھی۔ اوائلِ اسلام کے دور میں اپنے طور پر آپ ﷺ کے مشفق چچا حضرت ابو طالب آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے آپ

ﷺ کے دشمنوں کو ایک ڈھال کی طرح روکے ہوئے تھے۔ گاہے ایسا بھی ہوتا کہ وہ آپ ﷺ کی حفاظت کی غرض سے کسی قابل اعتماد شخص کو آپ ﷺ کے ساتھ بھیج دیتے۔ پھر جب اہلِ اسلام کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوگیا تو آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ نے یہ فریضہ اپنے ذمہ لے لیا۔

حضور ﷺ کا خود حفاظتی تدابیر اختیار فرمانا

جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کی حفاظت کا وعدہ نہیں کیا گیا تھا آپ ﷺ نے حفاظتی تدابیر اختیار فرمائیں۔ احادیث میں ان تدابیر کا ذکر متعدد مقامات پر ملتا ہے۔

۱۔ عن عائشة قالت: سهر رسول الله ﷺ مقدمه المدينة ليلة۔ فقال: ليت رجلاً صالحا يحرسني الليلة۔ قالت: فبينما نحن كذلک إذ سمعنا خشخشة السلاح۔ فقال: من هذا؟ فقال: سعد بن أبي وقاص۔ فقال: له رسول الله ﷺ: ما جاء بک؟ قال سعد: وقع في نفسي خوف على رسول الله ﷺ فجئت أحرسه، فدعا له رسول الله ﷺ ثم نام۔(۱)

’’اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو آپ ﷺ کی آنکھ نہ لگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کاش! کوئی نیک مرد ہوتا جو باقی رات میرے لئے حفاظتی پہرہ دیتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم اسی خیال میں تھے کہ ایک شخص کے ہتھیاروں کی آواز سنی تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کون؟ انہوں نے عرض کیا: سعد بن ابی وقاص۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: میرے دل میں خوف آیا کہ کوئی آپ کو ضرر نہ پہنچائے سو میں حاضر ہوا ہوں

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۵۰، ابواب المناقب، رقم: ۳۷۵۶

کہ آپ کے لئے پہرہ دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اِن کے لئے دعا فرمائی اور پھر آپ ﷺ سو گئے۔‘‘

۲۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسجدِ نبوی میں حضور ﷺ کی حفاظت کیلئے پہرہ دیا کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ بن سلمہ نے بیان کیا کہ میں نے جعفر بن عبداللہ بن حسین سے اسطوان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

ان هذه المحرس كان علی بن أبی طالب يجلس فی صفحتها التی تلی القبر مما يلی باب رسول الله ﷺ يحرس النبی ﷺ۔(۱)

’’یہ جائے نگرانی کی وہ چوکی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کے نزدیک واقع ہے اور آپ ﷺ کے حجرۂ اقدس کے دروازے سے ملی ہوئی ہے۔ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت (کا مقدس فریضہ) سرانجام دیا کرتے تھے۔‘‘(۱)

یہی نہیں بلکہ عام معمولاتِ زندگی میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محافظت کی غرض سے آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے:

۳۔ عن عطاء بن أبی ميمونة: سمع أنس بن مالک يقول: كان رسول الله ﷺ يدخل الخلآء، فأحمل أنا و غلام إداوة من مآء و عنزة۔(۲)

(۱) سمہودی، وفاء الوفاء، ۲: ۴۴۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۶۹، کتاب الوضوء، رقم: ۱۵۱
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۲۲۷، کتاب الطہارت، رقم: ۲۷۱
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۷۱، رقم: ۱۲۷۷۷
۴۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱: ۴۶، رقم: ۸۷
۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱: ۱۴۱، رقم: ۱۶۲۱

←

''عطاء بن ابی میمونہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: جب رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو میں اور میرا ہم عمر لڑکا پانی کا برتن اور نیزہ لے کر آپ ﷺ کے ساتھ چلتے تھے۔''

۴۔ حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس ﷺ ان لوگوں میں سے تھے جو آپ ﷺ کی حفاظت کیا کرتے۔ پس جب یہ آیت ...... 'وَ اللہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ' نازل ہوئی تو وہ آپ ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری سے دستبردار ہو گئے۔ یہی روایت حضرت عصمہ بن مالک خطمی سے بھی ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ ہم رات کے وقت حضور ﷺ کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آیت ...... وَ اللہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (اور اللہ (مخالف) لوگوں سے آپ (کی جان) کی (خود) حفاظت فرمائے گا) ...... نازل ہوئی۔ پس آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے پہرہ اٹھا دیا گیا۔''(۱)

۵۔ انتظامی ضرورت کے تحت محافظ اور دربان کا تذکرہ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ میں ملتا ہے:

واقعۂ ایلاء کے موقع پر حضرت عمر فاروق ﷺ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کے خدمت گزار حضرت رباح دروازے پر موجود تھے، جنہیں آپ ﷺ نے حضور ﷺ سے ملاقات کی اجازت طلب کرنے کے لئے

۶۔ نووی، شرح صحیح مسلم، ۳: ۱۶۲

۷۔ زیلعی، نصب الرایہ، ۱: ۲۱۳

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۴: ۲۱، رقم: ۳۵۱۰
۲۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۲۵۵، رقم: ۴۱۸
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۱۷
۴۔ سیوطی، لباب النقول فی اسباب النزول: ۹۴

کہا۔ شرفِ یاریابی کی اجازت ملنے پر ہی آپ ﷺ حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔

حضرت عمر بن خطاب ﷺ روایت کرتے ہیں:

و إذا النبی ﷺ قد صعد فی مشربة له و علی باب المشربة وصیف فأتیته فقلت استأذن لی فأذن لی۔(۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ اپنے بالا خانے پر تشریف فرما تھے اور بالا خانے کے دروازے پر ایک غلام تھا، میں نے اُس کے پاس جا کر کہا کہ مجھے اجازت لے دو۔ پس اُس نے مجھے اجازت لے دی۔''

ذاتی حفاظت کا فریضہ انجام دینے والے صحابہ کرام ﷺ

سیرت النبی ﷺ میں ہمیں درج ذیل صحابہ کرام ﷺ کے نام ملتے ہیں جنہوں نے مختلف اوقات میں حضور ﷺ کی ذاتی حفاظت کی ذمہ داری نبھانے کی سعادت حاصل کی:

۱۔ حضرت سعد بن معاذ ﷺ غزوۂ بدر کے میدان میں العریش کے باہر نگران و محافظ کے طور پر مقرر تھے۔

۲۔ حضرت سعد بن معاذ ﷺ غزوۂ اُحد میں حضور نبی اکرم ﷺ کے مکان پر محافظ دستے کے افسر کے طور پر مقرر تھے۔

۳۔ حضرت اسید بن حضیر ﷺ غزوۂ اُحد میں حضور نبی اکرم ﷺ کے مکان پر محافظ دستے کے افسر متعین تھے۔

۴۔ حضرت سعد بن عبادہ ﷺ غزوۂ اُحد میں حضور نبی اکرم ﷺ کے مکان پر محافظ دستے

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۹۷، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۰۵
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۱۱۰۶، کتاب الطلاق، رقم: ۱۴۷۹
۳۔ ابن حبان، ۹: ۴۹۷، رقم: ۴۱۸۸

کے افسر متعین تھے۔

۵۔ حضرت محمد بن مسلمہ ﷺ غزوۂ اُحد میں پچاس سپاہیوں کے دستہ کے افسر متعین تھے۔

۶۔ حضرت ذکوان بن عبد قیس ﷺ نے غزوۂ اُحد میں شیخین کے مقام پر حضور نبی اکرم ﷺ کے محافظ کے طور پر فرائض سرانجام دیئے۔

۷۔ حضرت سعد بن عبادہ ﷺ حمراء الاسد میں حضور نبی اکرم ﷺ کے محافظ تھے۔

۸۔ حضرت حباب بن منذر ﷺ حمراء الاسد میں حضور نبی اکرم ﷺ کے محافظ تھے۔

۹۔ حضرت سعد بن معاذ ﷺ نے حمراء الاسد میں حضور نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۰۔ حضرت اوس بن خولی ﷺ نے حمراء الاسد میں حضور نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۱۔ حضرت قتادہ بن نعمان ﷺ نے حمراء الاسد میں حضور نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۲۔ حضرت عبید بن اوس ﷺ نے حمراء الاسد میں حضور نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۳۔ حضرت عباد بن بشر ﷺ نے حمراء الاسد میں حضور نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۴۔ حضرت عباد بن بشر ﷺ نے ذات الرقاع میں حضور نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۵۔ حضرت عمار بن یاسر ﷺ نے ذات الرقاع میں حضور نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۶۔ حضرت عباد بن بشر ﷺ نے حدیبیہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کے فرائض

سرانجام دیئے۔

۱۷۔ حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۸۔ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے وادئ القریٰ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیئے۔

۱۹۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے بھی غزوۂ حنین میں آپ ﷺ کے ذاتی محافظوں کے طور پر خدمت انجام دی۔

یہی نہیں بلکہ حضور ﷺ نے حفاظت کے اِنتظامات کو بہتر بنانے کے لئے جاسوسی کا نظام بھی قائم فرمایا تھا جس کا مقصد تھا کہ ذاتی حفاظت کے علاوہ دشمن اور اس کے لشکر کے رازوں اور ان کے معاملات سے آگاہی بھی ہوتی رہے۔ ایسے بہت سے صحابہ کرام تھے جنہیں آپ ﷺ نے جاسوسی (intelligence) کے فرائض سونپ رکھے تھے۔ اسی طرح سکیورٹی کے لیے آپ ﷺ نے گشتی دستے بھی تشکیل دیئے۔

حفاظتی انتظامات کے ذیل میں گھوڑوں اور اسلحے کا انتظام بھی کیا گیا تھا اور ان پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متعین کئے گئے تھے۔ اس نوع کی ڈیوٹی انجام دینے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۲) حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ (۳) حضرت اوس رضی اللہ عنہ (۴) حضرت عبدالرحمٰن بن اسد رضی اللہ عنہ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی حفاظتی خدمت کے حوالے سے کتنے زیادہ محتاط و باخبر تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ غزوۂ بدر میں آپ ﷺ کی قیام گاہ کے باہر حفاظتی دستہ پہرہ دے رہا تھا۔ مسلسل جاگتے رہنے سے آپ ﷺ کو اونگھ آ گئی آپ ﷺ جب آرام فرمانے لگے تو ڈیوٹی پر موجود حفاظتی دستے کے بارے میں اطمینان محسوس نہ کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خود ننگی تلوار لے کر آئے اور پہرے دار بن کر

کھڑے ہو گئے اور اس طرح سکیورٹی کی ڈیوٹی انجام دی۔ اُن کے ساتھ سکیورٹی گارڈ میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر بھی پہرہ دیا۔ حضرت زبیر بن عوف رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق کے موقع پر یہ فریضہ سرانجام دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت اسد بن وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ نے مختلف مواقع پر وادیوں میں اور مختلف سفروں کے دوران پہرہ دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور کچھ صحابہ فیملی گارڈ کے طور پر مامور تھے۔ ایک صحابی مہرِ نبوت کی حفاظت پر مامور تھے کہ یہ کہیں چوری نہ ہو جائے۔

حفاظتِ مصطفیٰ ﷺ کا اِعلانِ خداوندی

یہ حفاظتی انتظامات سرانجام دیئے جاتے رہے یہاں تک کہ وہ لمحہ آ گیا جب اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی جان کی حفاظت خود اپنے ذمے لے لی اور بذریعہ وحی اس کا اعلان عام فرما دیا۔

حضور ﷺ کی حفاظت کو اپنے ذمۂ کرم پر لینے کے حوالے سے درج ذیل آیات کریمہ نازل فرمائی گئیں:

۱۔ **وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا۔**(۱)

''اور (ان کی گستاخانہ باتوں اور دل آزارانہ رویہ سے آپ غمگین نہ ہوں اور) آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار فرمایئے، بہر حال آپ تو ہماری نظروں میں ہیں۔''

۲۔ **اَلَيْسَ اللهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔**(۲)

''کیا اللہ اپنے بندۂ (خاص، سرکارِ دو عالم ﷺ کی حفاظت اور طمانیتِ قلب)

(۱) القرآن، الطور، ۵۲:۴۸

(۲) القرآن، الزمر، ۳۹:۳۶

کے لئے کافی نہیں۔''

۳۔ وَ اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ط وَ یَمْکُرُوْنَ وَ یَمْکُرُ اللهُ ط وَاللهُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ○(۱)

''اور جب کافر لوگ آپ کے خلاف خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ وہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو (وطن سے) نکال دیں اور (اُدھر) وہ سازشی منصوبے بنا رہے تھے اور (اِدھر) اللہ (ان کے مکر کے رد کے لئے اپنی) تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر (خفیہ) تدبیر فرمانے والا ہےo''

۴۔ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ۔(۲)

''بیشک مذاق کرنے والوں (کو انجام تک پہنچانے) کے لئے ہم آپ کو کافی ہیںo''

۵۔ وَاللهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ۔(۳)

''اور اللہ (مخالف) لوگوں سے آپ (کی جان) کی (خود) حفاظت فرمائے گا۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

کان النبی ﷺ یُحرَسُ حتی نزلت هذه الآیة: وَاللهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ فأخرج رسول الله ﷺ رأسه من القبة، فقال: یٰأیها الناس! انصرفوا، فقد عصمنی الله۔(۴)

''حضور نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کا اہتمام کیا جاتا رہا یہاں تک کہ آیت وَاللهُ

(۱) القرآن، الانفال، ۸:۳۰

(۲) القرآن، الحجر، ۱۵:۹۵

(۳) القرآن، المائدہ، ۵:۶۷

(۴) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۲۵۱، ابواب تفسیر القرآن، رقم:۳۰۴۶

۲۔ حاکم، المستدرک، ۲:۳۴۲، رقم:۳۲۲۱

۳۔ بیہقی، السنن الکبری، ۹:۸

یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ نازل ہوئی۔ اس پر آپ ﷺ نے خیمہ سے سر انور نکالا اور فرمایا: ''اے میرے صحابہ! چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا ذمہ خود لے لیا ہے۔''

ذاتی حفاظت کی تدابیر خلافِ توکل نہیں

اب اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ حفاظت تو اللہ کے ذمہ ہے، وہی جان و مال کے نفع و نقصان کا مالک ہے، سو حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ قرآن و سنت کے تصورِ حفاظت سے اس مغالطے کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم کی واضح تعلیمات اور سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ذاتی حفاظت کے لئے تدابیر اختیار کرنا، مسلح محافظ رکھنا، اسلحہ کا اہتمام کرنا اور دیگر ممکنہ وسائل کو بروئے کار لانا نہ صرف جائز ہے بلکہ حکمِ قرآنی اور سنتِ رسول ﷺ کے عین مطابق ہے۔

حفاظت کا قرآنی تصور

قرآن حکیم کی روشنی میں اہلِ ایمان کے لئے انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر دفاع کا اہتمام کرنا بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَکُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا۔(۱)

''اے ایمان والو! اپنی حفاظت کا سامان لے لیا کرو پھر (جہاد کے لئے) متفرق جماعتیں ہو کر نکلو یا سب اکٹھے ہو کر کوچ کروo''

مذکورہ بالا آیت مبارکہ کی روشنی میں دفاع اور حفاظت کا جائزہ لیں تو اس کی دو جہتیں قرار پاتی ہیں:

۱۔ ذاتی حفاظت (Personal security)

۲۔ قومی دفاع (National defence)

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۷۱

اگر ثقافتی روایات اور حقوق العباد کے تحفظ کے حوالے سے معاشرے کا جائزہ لیں تو دو طرح کے معاشرے ہمارے سامنے آتے ہیں:

(ا) ایک ایسا معاشرہ جہاں ریاست و حکومت عوام و خواص کے مال و جان اور آبرو کی حفاظت کا مؤثر اہتمام کرتی ہے۔ ایسی ریاست میں اسلحہ رکھنا اور ذاتی سطح پر اس نوعیت کے اہتمام کرنا نہ صرف یہ کہ غیر قانونی اقدام ہے بلکہ اس کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ دنیا بھر میں ایسے ممالک کی مثال ہمارے سامنے ہے جہاں قانون کے نفاذ کی صورتِ حال تسلی بخش ہے اور وہاں شہریوں کو خود حفاظتی اقدامات کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اس ضمن میں مغرب میں انگلینڈ، سکینڈے نیویا کے ممالک اور کئی عرب ممالک ہیں جہاں حکومت امن و امان کے قیام کی ذمہ داری اس خوش اسلوبی سے نبھاتی ہے کہ کسی کے جان و مال کو خطرہ نہیں ہوتا بلکہ اکثر وہاں شرح جرائم نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں انفرادی سطح پر اسلحہ رکھنے کی کسی کو اجازت نہیں۔

(ب) دوسرا معاشرہ وہ ہے جہاں قانون کی حکمرانی کا کوئی تصور نہیں اور طوائف الملوکی (anarchy) کا دور دورہ ہے وہاں حکومتی نا اہلی کا یہ عالم ہے کہ ڈاکہ زنی، قتل و غارت گری، حملے اور قانون شکنی آئے روز کا معمول ہوتے ہیں۔ عوام الناس تو کجا سیاسی و مذہبی رہنما تک محفوظ نہیں ہوتے۔ جہاں اس طرح کا ماحول ہو، ریاست کی طرف سے قیام امن اور حفاظت کو یقینی نہ بنایا جا رہا ہو اور حالات اس قدر مخدوش ہوں وہاں انفرادی سطح پر اپنی حفاظت کا اہتمام کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس لئے لوگ اپنے اپنے وسائل کے مطابق اپنی حفاظت کا اہتمام ذاتی طور پر کرتے ہیں۔ پہلے زمانے میں چوروں اور ڈاکوؤں کا خطرہ ہوتا تھا سو لوگ اپنے گھروں میں پہریدار رکھتے تھے جو ساری ساری رات جاگ کر پہرے دیتے اور محلے بھر کی حفاظت کا اہتمام کرتے تھے۔

آیت کا دوسرا پہلو قومی دفاع سے متعلق ہے، اگر دشمن کی طرف سے قومی و ملکی سلامتی کو خطرہ لاحق ہو تو حکومت پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس کی حفاظت کے لیے اپنی افواج کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق تیار کرے اور جدید اسلحہ سے لیس کرے۔

احادیثِ نبویہ میں حفاظت کا تصور

اپنی جان، مال اور عزت و آبرو کی محافظت کا اہتمام اور اسکے لئے حفاظتی تدابیر اختیار کرنا احادیثِ نبویہ سے ثابت ہے۔ حفاظت کے لئے اہتمام کی اہمیت اس سے واضح ہوتی ہے کہ حدیثِ مبارکہ کی رو سے گھر میں کتا رکھنا خیر و برکت میں کمی کے باعث معیوب سمجھا جاتا ہے مگر اس کے باوجود گھر کی حفاظت اور شکار کے لئے کتا رکھنا جائز ہے۔ اس حوالے سے درجِ ذیل روایات قابلِ غور ہیں۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من امسک کلبا فإنه ینقص کل یوم من عمله قیراط إلا کلب حرث أو ماشية۔(۱)

''جس نے کتا پالا ہر روز ایک قیراط کے برابر اجر اس کے اجر سے کم ہوتا رہے گا سوائے اُس کے جس نے کھیتی یا مویشیوں کی نگرانی کے لئے کتا پالا ہو۔''

۲۔ ایک دوسری روایت میں حضرت ابن مغفل ﷺ بیان کرتے ہیں:

أمر رسول اللہ ﷺ بقتل الکلاب، ثم قال: ما بالھم و بال الکلاب؟ ثم رخص فی کلب الصید و کلب الغنم۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲:۸۱۷، کتاب المزارعہ، رقم: ۲۱۹۷

۲۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۲۰۷، کتاب بدء الخلق، رقم: ۳۱۴۶

۳۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۲۰۳، کتاب المساقاۃ، رقم: ۱۵۷۵

۴۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۸۰، ابواب الصید، رقم: ۱۴۸۹

۵۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۰۶۹، کتاب الصید، رقم: ۳۲۰۴

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱:۲۳۵، کتاب الطہارہ، رقم: ۲۸۰

۲۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۲۰۰، کتاب المساقات، رقم: ۱۵۷۳

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۵۶

''رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم فرمایا۔ پھر فرمایا: کتے لوگوں کو کیا تکلیف دیتے ہیں؟ چنانچہ پھر شکاری کتے اور ریوڑ کی (حفاظت کرنے والے) کتے رکھنے کی اجازت دے دی۔''

مذکورہ بالا احادیث سے درج ذیل نکات مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ اگر کسی نفع رساں چیز کے ضائع و برباد ہونے یا چوری ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اسکی حفاظت ضروری ہو جاتی ہے۔

۲۔ کھیتی اور مویشیوں کی حفاظت ضروری ہے اس لئے کہ کھیتی اور مویشی ایسا مال ہے کہ جس پر انسانی معیشت کا انحصار ہے اور اس کا ضائع ہونا مالک کا معاشی نقصان تصور ہوگا۔ لہٰذا اس معاشی نقصان سے بچنے کے لئے حضور ﷺ نے حفاظت کی غرض سے کتا رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حفاظت کے لئے صرف کتا رکھنا جائز ہے اور باقی حفاظتی تدابیر ممنوع ہیں، بلکہ اس کا حقیقی اطلاق ہر اس حفاظتی تدبیر پر ہوگا جس سے جان و مال اور عزت و آبرو کی مکمل طور پر حفاظت ہو سکے۔ چنانچہ اگر معاشی نقصان کے خطرے کے پیش نظر حفاظتی تدابیر اختیار کرنا ناگزیر ہو تو انسانی جان اور عزت و آبرو کی سلامتی کے لئے حفاظتی تدابیر اختیار کرنا اور ذاتی محافظ و اسلحہ رکھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ بعض اوقات ضروری ہو جاتا ہے۔

ذاتی حفاظت کا اہتمام کرنا سنت نبوی ﷺ ہے اور آپ ﷺ نے یہ حفاظتی اہتمام اس وقت ختم کیا جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت کا وعدہ مل گیا، جبکہ اس سے قبل آپ ﷺ کا حفاظتی اقدامات اختیار فرمانا توکل ہی کے تحت تھا۔ اگر یہ خلاف توکل ہوتا تو آپ ﷺ اللہ کے نبی ہوتے ہوئے حفاظتی پہرے دار کیوں متعین فرماتے؟

لہٰذا مخدوش حالات میں جہاں مال اور آبرو محفوظ نہ ہو وہاں حفاظتی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں۔ آج جو حال ہمارے معاشرے کا ہوچکا ہے اور جس طرح آئے روز اخبارات کے ذریعے بے شمار واقعات ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں ان حالات میں اگر

ذاتی حفاظت کا اہتمام کیا جائے تو یہ قطعاً توکل کے خلاف نہ ہوگا اور نہ ہی یہ کہا جائے گا کہ زندگی اور موت چونکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں لہٰذا اس طرح کے انتظامات خلاف شرع ہیں، کیونکہ شریعت مطہرہ میں جہاں توکل کی تعلیم دی گئی ہے وہاں تدبیر اختیار کرنے کی اہمیت بھی بیان کی گئی ہے اور اسے بھی فرائض کی طرح ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔ اس تصور کی وضاحت ایک حدیث نبوی سے ہوتی ہے۔

حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے:

قال رجل: يا رسول الله! أعقلها و أتوكل، أو أطلقها و أتوكل؟ قال: أعقلها و توكل۔(۱)

’’ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اونٹ باندھوں اور توکل کروں یا کھول کر توکل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: باندھ کر توکل کرو۔‘‘

یہاں ہمیں توکل اور تدبیر کا باہمی تعلق نظر آتا ہے۔ روایات کے مطابق جب توکل اختیار کرتے ہوئے کوئی صحابی اپنی اونٹنی کو کھلا چھوڑ کر بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضر ہوگئے اور انہوں نے آپ ﷺ کے استفسار پر عرض کیا کہ وہ اپنی اونٹنی اللہ کے توکل پر چھوڑ آئے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسے توکل نہیں کہتے، واپس جاؤ اور اپنی اونٹنی کی ٹانگیں باندھو۔ یعنی پہلے تدبیر کرو، پھر توکل اختیار کرو۔

یعنی تدبیر اختیار کرنا لازمی ہے پھر نتیجہ اور انجام اللہ کے سپرد کر دے، یہ توکل ہے۔ اگر ان تمام تر تدابیر کے باوجود بھی کوئی گزند پہنچتی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے، وہی ان تدابیر کو مؤثر بنانے والا ہے۔

اگر یہ اصول بنا دیا جائے کہ حفاظتی تدابیر خلافِ توکل ہیں تو کسی بیمار کے لئے جائز نہیں ہوگا کہ وہ بیماری کی صورت میں ڈاکٹر یا حکیم کے پاس علاج کے لئے جائے

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۶۶۸، ابواب صفۃ القیامہ، رقم: ۲۵۱۷

۲۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۷:۲۱۶، رقم: ۲۶۵۸

کیونکہ بیماری اور شفاء کا مالک تو اللہ ہے، سو اللہ کو چھوڑ کر ڈاکٹر یا حکیم کی طرف شفا کے لئے رجوع کرنا کس طرح جائز ہوگا؟ مگر عقل سلیم رکھنے والا ہر شخص یہ کہے گا کہ ایسا تصور اور نقطۂ نظر سرے سے روح شریعت کے خلاف ہے۔ یہ دنیا عالم اسباب ہے۔اور یہاں اسباب کو اختیار کرنا فرائض میں سے ہے اور اسباب و تدابیر کو اختیار کرتے ہوئے مسببُ الاسباب اور مدبرُ الامور پر بھروسہ رکھنا ہی حقیقی توکل ہے جس کا حکم متذکرہ بالا آیۂ مبارکہ (النساء، ۴:۷۱) میں دیا گیا ہے کہ اہل ایمان اپنی حفاظت کے لئے ہتھیار اٹھالیا کریں اور مسلح ہوکر چلا کریں کیونکہ ایسے حالات میں جہاں جان مال اور آبرو محفوظ نہیں اپنی حفاظت کا اہتمام نہ کرنا اور حفاظتی تدابیر اختیار نہ کرنا خود ہلاکت کو دعوت دینا ہے جو قرآن حکیم کی نظر میں کسی طور بھی مستحسن نہیں:

وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔(۱)

’’اور اپنے ہی ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔‘‘

۱۵۔ حضور ﷺ کے معترضین کو خود اللہ تعالیٰ کا جواب دینا

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں اپنے محبوب کریم ﷺ پر معاندینِ حق کی طرف سے کئے گئے اعتراضات کا جواب خود دیا جبکہ سابقہ انبیاء کرام علیھم السلام کا معمول یہ تھا کہ وہ اپنی تکذیب کرنے والوں کی تردید میں خود اپنی صفائی پیش کرتے تھے۔

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے جب ان پر انگشتِ اعتراض بلند کرتے ہوئے کہا:

اِنَّا لَنَرٰكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ○(۲)

’’بیشک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں (مبتلا) دیکھتے ہیں○‘‘

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۱۹۵

(۲) القرآن، الاعراف، ۷:۶۰

حسب ارشادِ قرآنی حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دوٹوک جواب دیتے ہوئے فرمایا:

يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ○(۱)

’’اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں لیکن (یہ حقیقت ہے کہ) میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول (مبعوث ہوا) ہوں○‘‘

۲۔ جب حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم نے جھٹلایا اور زباں درازی کرتے ہوئے یوں کہا:

اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ○(۲)

’’(اے ہود!) بیشک ہم تمہیں حماقت میں (مبتلا) دیکھتے ہیں اور بیشک ہم تمہیں جھوٹے لوگوں میں گمان کرتے ہیں○‘‘

تو حضرت ہود علیہ السلام نے ان معاندینِ حق کو آڑے ہاتھوں لیا اور اپنے من جانب اللہ مامور ہونے کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ○(۳)

’’اے میری قوم! مجھ میں کوئی حماقت نہیں لیکن (یہ حقیقت ہے کہ) میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول (مبعوث ہوا) ہوں○‘‘

۳۔ فرعون ...... جو خدا ہونے کا دعویدار اور ملک و قوم کے سیاہ و سفید کا مالک بنا ہوا تھا ...... نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے اعلانِ رسالت کے خلاف اپنے اِفترا پردازی پر مبنی ردِ عمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

---

(۱) القرآن، الاعراف، ۷:۶۱

(۲) القرآن، الاعراف، ۷:۶۶

(۳) القرآن، الاعراف، ۷:۶۷

اِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا○(۱)

’’میں تو یہی خیال کرتا ہوں کہ اے موسیٰ تم سحر زدہ ہو○‘‘

فرعون کے رد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب یہ تھا:

وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا○(۲)

’’اور میں تو یہی خیال کرتا ہوں کہ اے فرعون! تم ہلاک زدہ ہو (تو جلدی ہلاک ہوا چاہتا ہے)○‘‘

۴۔ اہلِ مدین نے تکبر و رعونت سے اپنے نبی حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب ان الفاظ میں کی:

اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْنَا ضَعِیْفًاج وَ لَوْ لَا رَھْطُکَ لَرَجَمْنٰکَ وَ مَآ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ○(۳)

’’اور ہم تمہیں اپنے معاشرے میں ایک کمزور شخص جانتے ہیں اور اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے اور (ہمیں اسی کا لحاظ ہے ورنہ) تم ہماری نگاہ میں کوئی عزت والے نہیں ہو○‘‘

حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کی زباں درازیوں کا جواب یوں دیا:

یٰقَوْمِ اَرَھْطِیْٓ اَعَزُّ عَلَیْکُمْ مِّنَ اللهِ ط وَ اتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَکُمْ ظِهْرِیًّا ط اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ○(۴)

’’اے میری قوم! کیا میرا کنبہ تمہارے نزدیک اللہ (تعالیٰ) سے زیادہ معزز ہے

---

(۱) القرآن، الإسراء، ۱۷:۱۰۱

(۲) القرآن، الإسراء، ۱۷:۱۰۲

(۳) القرآن، ھود، ۱۱:۹۱

(۴) القرآن، ھود، ۱۱:۹۲

اورتم نے اسے (گویا) اپنے پسِ پشت ڈال رکھا ہے، بیشک میرا رب تمہارے (سب) کاموں کو احاطہ میں لئے ہوئے ہےo‘‘

یہ تو قرآن میں درج بعض انبیاء کرام علیہم السلام کے جوابات تھے جو انہوں نے حق کو جھٹلانے والوں کے اعتراضات پر دیئے لیکن جب کفار نے ہمارے آقائے نامدار ﷺ کی نسبت طعن وتنقیص کی تو اللہ ﷻ نے بذاتِ خود اُس کی تردید فرمائی، جس سے حضور ﷺ کی شانِ محبوبیت عیاں ہے۔ چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ کفار مکہ نے حضور ﷺ کے حق میں گستاخی کا ارتکاب کرتے ہوئے کہا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌo(۱)

’’اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا ہے بیشک تم دیوانے ہوo‘‘

اللہ تعالیٰ نے کفار کی اس بات کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍo(۲)

’’آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیںo‘‘

۲۔ حضور ﷺ نے جب مشرکین مکہ کو جھوٹے معبودوں کی پرستش چھوڑنے کی تلقین فرمائی تو وہ یوں کہنے لگے:

اَئِنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍo(۳)

’’کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک مجنون شاعر (کے کہنے) کی وجہ سے چھوڑ دیں گےo‘‘

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں اپنے محبوبِ کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کی

---

(۱) القرآن، الحجر، ۱۵:۶

(۲) القرآن، القلم، ۶۸:۲

(۳) القرآن، الصافات، ۳۷:۳۶

تصدیق کرتے ہوئے فرمایا:

بَلۡ جَآءَ بِالۡحَقِّ وَ صَدَّقَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ○(۱)

''(وہ مجنون اور شاعر نہیں) بلکہ وہ (دین) حق لے کر آئے ہیں اور (جملہ) پیغمبروں کی تصدیق فرماتے ہیں○''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَمَا عَلَّمۡنٰهُ الشِّعۡرَ وَ مَا یَنۡۢبَغِیۡ لَهٗ ؕ(۲)

''اور ہم نے ان کو نہ شعر کہنا سکھایا اور نہ یہ ان کے شایانِ شان ہے○''

۳۔ کفار و مشرکین مسلمانوں سے کہتے:

اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا○(۳)

''تم تو محض ایک ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جو سحر زدہ ہے (اس پر جادو کر دیا گیا ہے)○''

اللہ تعالیٰ نے ان کی گمراہی کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا:

اُنۡظُرۡ کَیۡفَ ضَرَبُوۡا لَکَ الۡاَمۡثَالَ فَضَلُّوۡا فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَبِیۡلًا○(۴)

''(اے حبیب!) دیکھئے (یہ لوگ) آپ کے لئے کیسی (کیسی) تشبیہیں دیتے ہیں پس یہ گمراہ ہو چکے اب راہِ راست پر نہیں آ سکتے○''

۴۔ کفار نے قرآن حکیم کی حقانیت پر اعتراض کرتے ہوئے کہا:

---

(۱) القرآن، الصافات، ۳۷:۳۷

(۲) القرآن، یٰسٓ، ۳۶:۶۹

(۳) القرآن، الاسراء، ۱۷:۴۷

(۴) القرآن، الاسراء، ۱۷:۴۸

لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ○(۱)

’’اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس (کلام) کے مثل کہہ سکتے ہیں یہ تو اگلوں کی (خیالی) داستانوں کے سوا (کچھ بھی) نہیں ہے○‘‘

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس زعمِ باطل کا منہ توڑ جواب نہایت ہی فصاحت و بلاغت کے ساتھ یوں ارشاد فرمایا:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ○(۲)

’’فرما دیجئے: اگر تمام انسان اور جنات اس بات پر جمع ہوجائیں کہ وہ اس قرآن کے مثل (کوئی دوسرا کلام بنا کر) لائیں گے تو (بھی) وہ اس کی مثل نہیں لاسکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں○‘‘

۵۔ کفار نے حضور ﷺ پر اعتراض کیا کہ قرآن انہوں نے خود گھڑ لیا ہے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ۔

’’کیا کفار یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے کفار کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○(۳)

’’فرما دیجئے! تم بھی اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور اللہ کے سوا (اپنی مدد کیلئے) جسے بھی بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو○‘‘

---

(۱) القرآن، الانفال، ۸:۳۱

(۲) القرآن، الإسراء، ۱۷:۸۸

(۳) القرآن، ہود، ۱۱:۱۳

۶۔ حضور ﷺ پر قرآن کے تدریجاً نازل ہونے پر کفار کا اعتراض یہ تھا:

لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً۔(۱)

''اس (شخص) پر قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ نازل کیا گیا۔''

اللہ تعالیٰ کا جواب یوں نازل ہوا:

كَذٰلِكَ ج لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ○(۲)

''اس طرح (ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل ہوا) تاکہ ہم اس سے آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اسے بتدریج نازل کیا ہے○''

۷۔ حضور ﷺ کی رسالت پر کفار کا اعتراض یوں وارد ہوا:

لَسْتَ مُرْسَلًا۔(۳)

''آپ پیغمبر نہیں ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس ہرزہ سرائی کا جواب یوں نازل فرمایا:

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا م بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ○(۴)

''فرما دیجئے: (میری رسالت پر) میرے اور تمہارے درمیان اللہ بطور گواہ کافی ہے اور وہ شخص بھی جس کے پاس (صحیح طور پر آسمانی) کتاب کا علم ہے○''

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے جواب یوں نازل فرمایا:

يٰسٓ ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ○ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○(۵)

''یٰسین (اے سردارِ دو عالم، یا سید المرسلین، اے صاحبِ سر، اے سراپا راز، اے سراپا سماعت، یعنی اے محمد)○ قسم ہے قرآن محکم کی○ بیشک آپ (اللہ کے)

(۱) القرآن، الفرقان، ۲۵:۳۲

(۲) القرآن، الفرقان، ۲۵:۳۲

(۳) القرآن، الرعد، ۱۳:۴۳

(۴) القرآن، الرعد، ۱۳:۴۳

(۵) القرآن، یٰس، ۳۶:۱،۲،۳

پیغمبروں میں سے ہیں۔‘‘

۸۔ حضور ﷺ کی بعثتِ مبارکہ پر کفار نے اعتراض کیا:

اَبَعَثَ اللهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا○(۱)

’’کیا اللہ نے (ایک) انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔‘‘

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا:

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا○(۲)

’’فرما دیجئے: اگر زمین میں (انسانوں کی بجائے) فرشتے چلتے پھرتے سکونت پذیر ہوتے تو یقیناً ہم (بھی) ان پر آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر اتارتے۔‘‘

۹۔ کفار نے حضور ﷺ کی بشریت پر طنزاً کہا:

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ○(۳)

’’یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔‘‘

اس پر اللہ تعالیٰ کا جواب اترا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ○(۴)

’’اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں سب کے سب (انسان تھے

(۱) القرآن، الاسراء، ۱۷:۹۴

(۲) القرآن، الإسراء، ۱۷:۹۵

(۳) القرآن، الفرقان، ۲۵:۷

(۴) القرآن، الفرقان، ۲۵:۲۰

انسانوں کی طرح) کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھےo‘‘

۱۰۔ کفار نے حضور ﷺ کے منصب نبوت و رسالت پر فائز کئے جانے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا:

لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍo(۱)

’’یہ قرآن ان دونوں بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ ہواo (مکہ اور طائف کے بڑے بڑے سرداروں کو چھوڑ کر ایسے شخص کا کیوں انتخاب کیا گیا جس کو مال و دولت کچھ حاصل نہیں)o‘‘

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے اعتراض کا یوں جواب دیا گیا:

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَo(۲)

’’کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمتِ (خاص یعنی نبوت) کو بانٹنا چاہتے ہیں (حالانکہ ہم نے ان کو رحمت عام یعنی دنیاوی روزی کی تقسیم کا بھی حق نہیں دیا کیونکہ) دنیاوی زندگی میں ان کی روزی ہم (خود) تقسیم کرتے ہیں اور بعض (لوگوں) کے درجے بعض پر بلند کرتے ہیں تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے (اور دنیا کا انتظام چلتا رہے) اور آپ کے رب کی رحمت (یعنی نبوت) ان کے مال و دولت سے کہیں بہتر ہے جس کو یہ جمع کرتے رہتے ہیںo‘‘

۱۱۔ کفار نے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے عقیدہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا:

---

(۱) القرآن، الزخرف، ۴۳:۳۱

(۲) القرآن، الزخرف، ۴۳:۳۲

هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ○

''کیا ہم تم کو ایک (ایسا) آدمی بتائیں جو تمہیں (یہ) خبر دیتا ہے کہ جب تم (مر کر) بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر نئے سرے سے پیدا ہو گے○''

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس ہرزہ سرائی کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ○(۱)

''(ان کا کہنا ہے کہ یا تو) اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے یا اسے جنون ہے (درحقیقت کفار خود جھوٹے ہیں) بات یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ آفت میں (مبتلا) ہیں اور گمراہی میں بہت دور جا پڑے ہیں○''

ہم دیکھتے ہیں کہ قرآنِ حکیم میں کسی مقام پر بھی کفار و مشرکین کی یاوہ گوئیوں اور ہرزہ سرائیوں کا جواب ہمارے آقا و مولا حضور سرورِ کائنات ﷺ نے اپنی زبانِ حق ترجمان سے نہیں دیا بلکہ اللہ جل مجدہٗ خود ان معاندینِ حق کی اِفترا پردازیوں اور کذب بیانیوں کا رد فرماتا رہا۔

۱۲۔ ایک دفعہ حضور ﷺ مسجد حرام سے نکل رہے تھے کہ بابِ بنی سہم میں ایک دشمنِ اسلام عاص بن وائل سہمی کچھ دیر آپ ﷺ سے الجھتا رہا۔ جب وہ حرم میں داخل ہو گیا تو بعض زعمائے قریش نے اس سے پوچھا: عاص بن وائل! کس سے باتیں کر رہے تھے؟ اس پر وہ گستاخ بولا: اسی ابتر (بے نسل) سے۔ اس کا اِشارہ حضور ﷺ کی طرف تھا جن کا صاحبزادہ جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھا، تھوڑا عرصہ پہلے انتقال فرما چکا تھا۔ اس بدبخت نے آپ ﷺ کو یہ طعنہ دیا کہ اب زندگی بھر آپ ﷺ کا نام لینے والا کوئی نہیں رہا۔ اس بد باطن کی زبان درازی اور طعن آمیز گفتگو کا خود خالقِ کائنات نے جواب

---

(۱) القرآن، السبا، ۳۴: ۷، ۸

دیا اور سورۂ کوثر میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُO(۱)

''بیشک آپ کا دشمن ہی بے نسل اور بے نام و نشان ہوگاO''

۱۳۔ اِسی طرح ایک بار کئی دن تک سلسلۂ وحی منقطع رہا تو کفار نے بے پرکی اڑادی کہ خدا نے (معاذ اللہ) آپ ﷺ کو چھوڑ دیا ہے۔ اس پر یہ فرمان خداوندی نازل ہوا:

وَ الضُّحٰیO وَ الَّیْلِ اِذَا سَجٰیO مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰیO(۲)

''قسم ہے چاشت کے وقت کی (جب آفتاب بلند ہوکر اپنا نور پھیلاتا ہے)O اور قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائےO آپ کے رب نے (جب سے آپ کو منتخب فرمایا ہے) آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی (جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے) ناراض ہوا ہےO''

۱۴۔ جب منافقین نے اپنے خبثِ باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضور ﷺ کی زوجۂ مطہرہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی براَت میں یہ آیات نازل فرمائیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْکِ عُصْبَةٌ مِّنْکُمْ ط لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّکُمْ ط بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ط لِکُلِّ امْرِیءٍ مِّنْهُمْ مَّا اکْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَ الَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌO لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْکٌ مُّبِیْنٌO لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِکَ عِنْدَ اللهِ هُمُ الْکٰذِبُوْنَO وَلَوْ لَا فَضْلُ اللهِ عَلَیْکُمْ

(۱) القرآن، الکوثر، ۱۰۸:۳

(۲) القرآن، الضحیٰ، ۹۳:۱۔۳

وَرَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖۗ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ ۝ وَلَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖۗ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ۝ یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ (۱)

’’بیشک جن لوگوں نے (عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ پر) بہتان لگایا (وہ بھی) تم ہی میں سے ایک جماعت ہے، تم اس (بہتان کے واقعہ) کو اپنے حق میں برا مت سمجھو بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر (ہو گیا) ہے (کیونکہ تمہیں اسی حوالہ سے احکام شریعت مل گئے اور عائشہ صدیقہ کی پاکدامنی کا گواہ خود اللہ بن گیا جس سے تمہیں ان کی شان کا پتہ چل گیا)، ان میں سے ہر ایک کے لیے اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس نے کمایا اور ان میں سے جس نے اس (بہتان) میں سب سے زیادہ حصہ لیا اس کے لیے زبردست عذاب ہے ۝ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اس (بہتان) کو سنا تھا تو مومن مرد اور مومن عورتیں اپنوں کے بارے نیک گمان کر لیتے اور (یہ) کہہ دیتے کہ یہ کھلا (جھوٹ پر مبنی) بہتان ہے ۝ یہ (افترا پرداز لوگ) اس (طوفان) پر چار گواہ کیوں نہ لائے پھر جب وہ گواہ نہیں لا سکے تو یہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں ۝ اور اگر تم پر دنیا و آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس (تہمت کے) چرچے میں تم پڑ گئے ہو اس پر تمہیں زبردست عذاب پہنچتا ۝ جب تم اس (بات) کو (ایک دوسرے سے سن کر) اپنی زبانوں پر لاتے رہے اور اپنے منہ سے وہ کچھ کہتے رہے جس کا (خود) تمہیں کوئی علم نہ تھا اور اس (چرچے) کو معمولی بات خیال کر رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے حضور بہت بڑی (جسارت ہو رہی تھی) ۝

(۱) النور، ۲۴: ۱۱۔ ۱۷

اور جب تم نے یہ (بہتان) سنا تھا تو تم نے (اسی وقت) یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے لیے یہ (جائز ہی) نہیں کہ ہم اسے زبان پر لے آئیں (بلکہ تم یہ کہتے کہ اے اللہ! تو پاک ہے (اس بات سے کہ ایسی عورت کو اپنے حبیب مکرم ﷺ کی زوجہ بنا دے)، یہ بہت بڑا بہتان ہےo اللہ تم کو نصیحت فرماتا ہے کہ پھر کبھی بھی ایسی بات (عمر بھر) نہ کرنا اگر تم اہلِ ایمان ہوo‘‘

۱۵۔ حارث بن قیس سہمی جو کہ عطلہ سے منسوب مجہول النسب تھا اور اس کا نسب اس کی ماں کی طرف کیا جاتا تھا، یعنی وہ حرامی تھا۔ وہ مشرک پتھر کے بتوں کی پرستش کرتا۔ کبھی ایک پتھر کو پکڑتا اور جب اس سے زیادہ خوبصورت پتھر کو دیکھتا تو اس کی عبادت کرنے لگتا۔ وہ اپنے بت پرست ساتھیوں کے سامنے لاف زنی کرتا اور حضور ﷺ کی شان میں زبان درازی کرتے ہوئے کہتا: محمد (ﷺ) نے اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو دھوکا دے رکھا ہے کہ ہم مرنے کے بعد بھی زندہ رہیں گے، جبکہ محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کے مقابلے میں بخدا ہمیں حیاتِ ابدی نصیب ہوگی یہاں تک کہ ہم پر کئی زمانے گزر جائیں گے۔ اس کی مذمت میں یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں:

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا o اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا o(۱)

’’کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے، تو کیا آپ اس پر نگہبان بنیں گےo کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ (نہیں،) وہ تو چوپایوں کے مانند (ہو چکے) ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ ہیںo‘‘

اُس کی اِہانتِ رسول ﷺ نے اسے وہ روزِ بد دکھایا کہ اس نے مچھلی کھائی اور

(۱) القرآن، الفرقان، ۲۵: ۴۳، ۴۴

اس کی پیاس اتنی بڑھ گئی کہ پیٹ بھر کر پانی پیتا تھا مگر پیاس پھر بھی نہ بجھتی تھی، یہاں تک کہ پانی پیتے پیتے اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کو ذبح کر دیا گیا تھا۔ بعضوں نے یہ بھی کہا کہ اس کا سر پیپ سے بھر گیا، جس کے زہر سے اس کی موت واقع ہوگئی۔(۱)

۱۶۔ شیخین اور ابن اسحاق نے حضرت خباب بن الارت کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے: وہ فرماتے ہیں کہ میں لوہار تھا اور میں نے عاصی بن وائل کے کہنے پر تلواریں اور بعض روایات کے مطابق ایک تلوار بنائی اور اس کی قیمت کا تقاضا کیا تو وہ گستاخِ رسول کہنے لگا کہ میں اس وقت تک قیمت ادا نہیں کروں گا جب تک تم محمد (ﷺ) کی تکفیر نہیں کرتے۔ میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور اس بدباطن سے کہا کہ میں یقیناً اُن (محمد ﷺ) کی تکفیر نہیں کروں گا حتی کہ اللہ تعالیٰ تجھے مارے اور پھر سے زندہ کر دے۔ وہ کہنے لگا کہ کیا میں مروں گا اور پھر زندہ کیا جاؤں گا؟ میں نے کہا: کیوں نہیں۔ اس نے طنزاً کہا: مجھے مرنے اور دوبارہ زندہ ہونے تک چھوڑ دو، اس کے بعد جب مجھے مال و اولاد دیئے جائیں گے تب میں تمہاری قیمت ادا کر دوں گا، اور اس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی اور کہا کہ تیرا صاحب (محمد ﷺ) نہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے زیادہ عظمت والا ہے اور نہ اللہ کا رسول ہے۔ اس پر اللہ رب العزت کی طرف سے یہ آیات نازل ہوئیں:

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا○ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا○ كَلَّا ط سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا○ وَّ نَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَ يَاْتِيْنَا فَرْدًا○(۲)

’’کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہنے لگا: مجھے (قیامت کے روز بھی اسی طرح) مال و اولاد ضرور دیئے جائیں گے○ وہ غیب پر مطلع ہے یا اس نے خدائے رحمٰن سے (کوئی) عہد لے رکھا ہے○

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۳۶۱

(۲) القرآن، مریم، ۱۹: ۷۷۔۸۰

ہرگز نہیں! اب ہم وہ سب کچھ لکھتے رہیں گے جو وہ کہتا ہے اور اس کے لئے عذاب (پر عذاب) خوب بڑھاتے چلے جائیں گےo اور (مرنے کے بعد) جو یہ کہہ رہا ہے اس کے ہم ہی وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا۔‘‘

بلاذری نے نقل کیا ہے کہ ایک دن وہ اپنے سفید خچر پر سوار ایک گھاٹی میں اترا اور اپنا خچر دیوار کے ساتھ باندھ دیا۔ وہ ایسا کر رہا تھا کہ اس کے پاؤں میں کانٹا چبھا جس سے اس کے پاؤں میں اتنی سوجن ہوئی کہ وہ پھول کر اونٹ کی گردن کی طرح ہو گیا اور اسی سوجن سے ہلاک ہو گیا۔(۱)

۱۷۔ اعلانِ بعثت کے بعد کچھ عرصہ تک دعوتِ دین کا کام خفیہ طور پر ہوتا رہا اور صرف چند افراد، جن میں حضور ﷺ کی زوجۂ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کے نوعمر چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ شامل تھے، حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ پھر اللہ رب العزت کی طرف سے جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی:

وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَ قْرَبِيْنَo(۲)

’’آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئےo‘‘

تو اس حکمِ الٰہی کی تعمیل میں آپ ﷺ نے اپنے اعزہ و اقربا کو کوہ صفا کے دامن میں جمع ہونے کی دعوت دی۔ اس پکار کو سنتے ہی اہل قریش کے چیدہ چیدہ افراد آپ کا پیغام سننے کے لئے موجود ہوئے۔ حضور ﷺ پہاڑ پر کھڑے ہو کر تمام لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

’’اگر میں تمہیں اس بات سے متنبہ کروں کہ پہاڑ کے عقب میں دشمن کا ایک لشکرِ جرار تم پر حملہ کرنے کے لئے تیار کھڑا ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کر لو گے؟ سب بیک زبان پکار اٹھے: کیوں نہیں! ہم نے آپ کی زبان سے آج تک سوائے سچ کے اور

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۴۶۲

(۲) القرآن، الشعراء، ۲۶:۲۱۴

کچھ نہیں سنا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں آگاہ اور خبردار کرتا ہوں کہ اگر تم کفر اور شرک کی روش سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب تمہیں اپنی گرفت میں لے لے گا اور تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ یہ سن کر حضور ﷺ کا حقیقی چچا ابو لہب واہی تباہی بکنے لگا اور آپ کی طرف اشارہ کر کے کہا:

تباً لک! ألھٰذا جمعتنا؟(۱)

”تو برباد ہو جائے، (نعوذ باللہ!) کیا تو نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا؟“

رب ذوالجلال کو اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ ابولہب کا گستاخانہ اندازِ گفتگو نہایت ناگوار گزرا اور اس کے جواب میں آپ ﷺ پر ایک پوری سورۃ اتار کر اپنے شدید غیض و غضب کا اظہار یوں فرمایا:

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ○ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ○ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ○(۲)

”ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ و برباد ہو جائے (اس نے ہمارے حبیب پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی ہے)○ اسے اس کے (موروثی) مال نے کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور نہ ہی اس کی کمائی نے○ عنقریب وہ شعلوں والی آگ میں پڑ جائے گا○“

غزوہ بدر کے اختتام کے فوراً بعد وہ انتقامِ الٰہی کی گرفت میں آ گیا۔ اسے ایک ایسی پھنسی نکل آئی جسے اہل عرب بہت منحوس سمجھتے اور اس کو متعدی جان کر ایسے مریض

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۹۰۲، ۱۹۰۳، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۴۵۲۳
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۹۳، کتاب الإیمان، رقم: ۲۰۸
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۵۱، ابواب تفسیر القرآن، رقم: ۳۳۶۳
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۸۱، رقم: ۲۵۴۴

(۲) القرآن، اللہب، ۱۱۱: ۱۔۳

کے قریب بھی نہ پھٹکتے۔ چنانچہ ابولہب کے بیٹوں نے بھی اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیا۔ وہ کئی روز اذیت اور درد سے تڑپتا رہا اور بے بسی کی موت مرگیا، تین دن تک اس کی لاش بے گور وکفن پڑی رہی لیکن کسی نے اس کو دفن کرنے کی زحمت بھی گوارا نہ کی۔ اس کی لاش پھٹ گئی اور اس سے بدبو اٹھنے لگی۔ بدنامی کے خوف سے اس کے بیٹوں نے اس کی لاش کو ایک گڑھے میں دھکیل دیا اور اسے پتھروں سے ڈھانپ دیا۔ (۱)

۱۸۔ ابولہب کی بیوی کا نام اَروہ اور کنیت اُمِ جمیل تھی۔ وہ حضور ﷺ کی دشمنی میں اپنے لعین شوہر سے بھی آگے بڑھی ہوئی تھی۔ اُس بدبخت عورت کا معمول تھا کہ جنگل سے خاردار جھاڑیاں اٹھا کر لاتی اور رات کی تاریکی میں اس راستے پر بچھا دیتی جہاں سے آپ ﷺ کا گزر ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس کی مذمت فرمائی اور کڑے عذاب کی وعید سنائی:

وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ○ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ○ (۲)

''اور اس کی (خبیث) عورت (بھی) جو (کانٹے دار) لکڑیوں کا بوجھ (سرپر) اٹھائے پھرتی ہے (اور ہمارے حبیب کے تلووں کو زخمی کرنے کے لئے رات کو ان کی راہوں میں بچھا دیتی ہے) اس کی گردن میں کھجور کی چھال کا (وہی) رسہ ہوگا (جس سے کانٹوں کا گٹھا باندھتی ہے) ○''

۱۹۔ گستاخانِ رسول ﷺ میں ولید بن مغیرہ کا نام بھی سرفہرست ہے اس کی زبان درازیاں اور اہانت پردازیاں حد سے گزر گئیں تو اللہ رب العزت نے اس کی مذمت اور کڑی وعید کا اظہار درج ذیل آیات کریمہ میں فرمایا:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ○ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ○ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ○ عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ○ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِيْنَ ○ (۳)

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۴۶۳

(۲) القرآن، اللہب، ۱۱۱:۴۔۵

(۳) القرآن، القلم، ۶۸:۱۰۔۱۴

’’اور آپ کسی قسمیں کھانے والے ذلیل (جھوٹے) شخص کی باتیں نہ مانیں○ جو لوگوں کو طعنہ دیتا اور چغلی کھاتا رہتا ہے○ جو نیک کام سے لوگوں کو روکتا ہے، حد سے بڑھا ہوا بدکار ہے○ جو بدزبان ہے، اس پر طرہ یہ کہ (انہیں خصلتوں کے باعث) بدنام (ہے)○ (یہ زعم اور گھمنڈ کافر کو) اس لئے ہے کہ وہ مال و اولاد والا ہے○‘‘

قرآن حکیم نے مذکورہ آیات میں اِہانت و گستاخی کا اِرتکاب کرنے والے کی نو (۹) واضح نشانیاں اور علامات بالترتیب (۱) کُلَّ حَلَّافٍ (بہت زیادہ جھوٹی قسمیں اٹھانے والا)، (۲) مَهِينٍ (کمینہ و ذلیل، عقل و فہم سے عاری)، (۳) هَمَّازٍ (بہت زیادہ طعن و تشنیع، عیب جوئی کرنے والا)، (۴) مَشَّاءٍۢ بِنَمِيمٍ (بہت زیادہ چغلی کھانے والا)، (۵) مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ (نیکی اور بھلائی کے کاموں سے بہت زیادہ منع کرنے والا)، (۶) مُعْتَدٍ (بہت بڑا ظالم، حدِ اعتدال سے بڑھنے والا)، (۷) اَثِيْمٍ (بہت زیادہ معصیت کار و گناہگار)، (۸) عُتُلٍّ (سخت جھگڑالو اور تکرار جو)، (۹) آخر میں زَنِيْمٍ (ولد الزنا، حرام زادہ) گنوائی ہیں۔

ولید بن مغیرہ میں یہ تمام اخلاقی رذائل بدرجہ اتم موجود تھے۔ قرآن مجید نے اس دریدہ دہنی اور ہرزہ سرائی کے جواب میں جو وہ حضور ﷺ کی شان میں کرتا رہتا تھا اُس کی ماہیت و حقیقت کو کھلے عام بیان کر دیا۔ اس بات میں امام اسماعیل حقی نے عُتبی کا یہ قول نقل کیا ہے:

لا نعلم أن الله تعالیٰ وصف أحدا، و لا ذکر من عیوبه ما ذکر من عیوب الولید بن المغیرة، فألحق به عار إلایفارقه أبدا۔(۱)

’’ہم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی اور شخص کے اِتنے برے اوصاف بیان کئے ہوں جتنے ولید بن مغیرہ کے ذکر کئے ہیں۔ ان عیوب میں اس کے خلاف ایک ایسا عیب بھی لگایا گیا ہے جو کلنک کے ٹیکے کی طرح کبھی بھی اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔‘‘

---

(۱) اسماعیل حقی، تفسیر روح البیان، ۱۰:۱۱۴

۱۶۔ بے مثال فہم و فراست

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو فہم و فراست اور ذکاوت و فطانت سے بدرجہ اتم نواز رکھا تھا جس نے آپ ﷺ کے شخصی کمالات کو اور بھی چار چاند لگا دیئے تھے۔

موجودہ معروضی حالات کے تناظر اور سائنسی ترقی اور ارتقاء کی روشنی میں جب ہم حضور ﷺ کے کارناموں پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں تو یہ بات اظہر من الشّمس دکھائی دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اندر انسانِ کامل کی تمام صلاحیتیں ودیعت کر رکھی تھیں۔

آپ ﷺ نے دس سال کے مختصر عرصہ میں جو عظیم الشان فکری و نظری، علمی و روحانی، سیاسی و اقتصادی اور سماجی وثقافتی انقلاب برپا کیا اس کے لئے صدیاں درکار تھیں۔ یہ تاریخ کا نادر الوقوع معجزہ ہے جو آپ ﷺ کے ہاتھوں سرانجام پایا۔ اس کے لئے آپ ﷺ کو کم و بیش چھوٹی بڑی ۸۳ مہمیں سر کرنا پڑیں، جن میں ۲۸ غزوات بھی شامل تھے کہ اُن میں آپ ﷺ نے ذاتی طور پر حصہ لیا جبکہ باقی ۵۵ آپ ﷺ کے نامزد کردہ صحابہ کرام ﷺ کی سرکردگی میں کامیابی سے ہمکنار ہوئیں لیکن یہ بات طے ہے کہ تمام غزوات و سرایا کی منصوبہ بندی آپ ﷺ ہی نے فرمائی۔ ان میں کوئی مہم اپنے انجام کے اعتبار سے ناکامی سے دوچار نہیں ہوئی۔

حضور ﷺ کی مدبرانہ فہم و فراست ہر میدان میں اپنی مثال آپ تھی۔ عسکری مہمات میں آپ ﷺ نے کمال درجے کی دانشمندانہ حکمتِ عملی اور عسکری بصیرت کا مظاہرہ کیا، دشمن پر اپنی فوجی نقل و حرکت کو کبھی ظاہر نہ ہونے دیا، غیر معروف راستوں سے اپنے لشکر کو ایسے مقام پر لے گئے جو دشمن کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوتا، اپنی فوج کے پڑاؤ کا مقام بھی خود متعین کیا، سامان رسد، پانی، خوراک اور دیگر ضروریات (logistic needs) کا تعین پیش نظر رکھا اور اسلامی عساکر کی پیش قدمی اور دفاع کا نقشہ بھی خود بنایا۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ کی عسکری امور میں عملی تربیت فرمائی اور ان کو موقع محل کی مناسبت سے مختلف میدانوں اور محاذوں پر بھیجنے کی منصوبہ بندی آپ ﷺ کی بے

پناہ فکری صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ غزوۂ بدر کی صف بندی، غزوۂ احد میں پہاڑ کو عقب میں رکھنے، غزوۂ احزاب میں خندق کھودنے اور غزوۂ خیبر کے موقع پر دشمن پر اچانک صبح سویرے ہلہ بولنے جیسے اقدامات اور غزوۂ طائف میں دبابہ اور منجنیق کا استعمال آپ ﷺ کی باکمال جنگی حکمت عملی پر دلالت کرتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے تعلیم و تربیت کے ایک مربوط نظام کے ذریعے صحابہ کرام ﷺ کی ایک ایسی جماعت تیار کی جو امورِ مملکت چلانے کی مکمل طور پر اہل تھی، ریاستِ مدینہ کے انتظام و انصرام میں ان کی کارکردگی مثالی نوعیت کی تھی۔

آپ ﷺ نے بعد میں آنے والوں کے لئے بیش بہا ذخیرۂ احادیث چھوڑا جن کا ایک ایک لفظ آپ ﷺ کی بے مثال فہم و دانش اور ذہانت و فطانت کی گواہی دیتا ہے اور ہر ہر جملہ علم و حکمت کا بے بہا گنجینہ اور دینی و دنیوی حقائق کا آئینہ دار ہے۔ یہ ذخیرہ احادیث اس قدر پر مغز اور جامع ہے کہ بڑے بڑے غیر مسلم فصحائے عرب آپ ﷺ کی بے مثال فہم و فراست پر حیرت و استعجاب سے دم بخود ہوگئے اور ان کی ایک کثیر تعداد مشرف بہ اسلام ہوگئی۔

فہم و فراستِ مصطفیٰ ﷺ کی چند تاریخی مثالیں

حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے آپ ﷺ کی بے مثال فہم و فراست کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

ا۔ حجرِ اسود کی تنصیب

تصفیہ طلب مسائل کو سلجھانے اور معاملات کی تہ تک پہنچنے میں آپ ﷺ کو اوائل عمری ہی سے کمال درجے کا ملکہ حاصل تھا۔ اعلانِ نبوت سے بہت پہلے آپ ﷺ کے عنفوانِ شباب کے دور کا واقعہ ہے کہ کعبہ کی ازسرِ نو تعمیر کے دوران جب حجرِ اسود کی تنصیب کا موقع آیا تو قبائل کے سردار اس سعادت کو حاصل کرنے کی زبردست خواہش رکھتے تھے۔ اس سے باہمی آویزش کی ایسی فضا پیدا ہوگئی کہ قبائلی عصبیت اور جوش کی وجہ سے تلواریں نیام سے باہر نکل آئیں۔ قریب تھا کہ کشت و خون کی نوبت آ جاتی مگر بعض سنجیدہ

اور سمجھدار لوگوں کی مداخلت سے وہ مرحلہ وقتی طور پر ٹل گیا اور یہ طے پایا کہ کل جو شخص پہلے حرم میں داخل ہوگا اس سے اس جھگڑے کا فیصلہ کرا لیا جائے۔

اگلے دن جب حضور ﷺ سب سے پہلے حرم میں آتے دکھائی دیئے تو سب لوگ بے ساختہ پکار اٹھے: ''لو صادق اور امین محمد (ﷺ) آ گئے۔'' تمام قبائل آپ ﷺ کی ثالثی پر بے چون و چرا راضی ہو گئے۔ آپ ﷺ نے کمال تدبر و دانشمندی سے حجرِ اسود کو ایک چادر میں رکھا اور سردارانِ قوم اس کے چاروں کونے تھام کر اسے نصب کرنے کی جگہ پر لے گئے جہاں آپ ﷺ نے اسے اٹھا کر دیوار میں چن دیا۔ اس پر ہر طرف سے نعرہ ہائے تحسین بلند ہوئے اور فضا 'مرحبا صد مرحبا' کی صداؤں سے گونجنے لگی۔ آپ ﷺ کی معاملہ فہمی اور تدبر نے قبائلِ عرب کو ایک بہت بڑی خانہ جنگی سے بچا لیا اور آپ ﷺ کی دانشمندی سے ایک ایسا فیصلہ عمل میں آیا جس سے سب قبائلی سردار مطمئن ہو گئے، میان سے نکلی ہوئی تلواریں دوبارہ میان میں چلی گئیں اور امن و مفاہمت کی فضا قائم ہوگئی۔(۱)

۲۔ مواخاتِ مدینہ

مواخاتِ مدینہ بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی فہم و فراست اور عقل و دانش کا ایک فقید المثال مظاہرہ تھا۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد مہاجرین بے سروسامانی کے عالم میں مکہ میں اپنے گھر بار اور کاروبار چھوڑ آئے تھے۔ اگرچہ ان میں بعض حضرات صاحبِ ثروت اور مالدار بھی تھے، تاہم کفار و مشرکین کی نگاہوں سے چھپ کر نکلنے کی وجہ سے وہ عجلت میں اپنے ساتھ کچھ بھی نہ لا سکے تھے۔ خاندانی حمیت، ایمانی غیرت اور خودداری کی بنا پر یہ لوگ کسی کے آگے دستِ سوال دراز کرنا بھی پسند نہ کرتے تھے اور شدت سے اس امر کے خواہشمند تھے کہ ان کا معاشی مسئلہ مستقل بنیادوں پر آبرومندانہ طریقے سے حل کر دیا جائے۔ ان محروم المعیشت اور مفلوک الحال مہاجرین کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے ایک دیرپا اور مستقل آبادکاری (permanent rehabilitation) کے انتظام

---

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۱:۱۹۷

۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۱۷۱

کی ضرورت تھی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے کمالِ حکمت و دانشمندی سے ان کے درمیان بھائی چارے کا ایک ایسا مثالی نظام قائم کر دیا جسے تاریخ میں مواخاتِ مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مکان پر مسلمانوں کا ایک عظیم اجتماع ہوا جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے حکماً ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔(۱)

یہ بھائی چارہ محض نام کا نہ تھا بلکہ اسلامی خلوص اور للہیت کا آئینہ دار تھا۔ انصار نے مہاجرین کو اپنا بھائی بنا کر اور انہیں اپنے نصف مال میں شریک کر کے ایثار و قربانی کی ایک ایسی مثال پیش کی دنیا جس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

مواخاتِ مدینہ کے درج ذیل دائمی اور دیرپا اثرات دیکھنے میں آئے مثلاً:

۱۔ اس کے ذریعے حضور ﷺ نے مہاجرین و انصار کو معاشی طور پر مضبوط اور مستحکم کر دیا اور وہ خود انحصاری کی بنیاد پر جلد اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔

۲۔ کفار و مشرکین جو یہ توقع کر رہے تھے کہ ہجرت کے بعد مہاجرین کا معاشی مستقبل مخدوش اور غیر محفوظ ہو جائے گا ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔

۳۔ مواخات مدینہ کے بعد مسلمانوں نے اپنے آپ کو دفاعی حیثیت سے مضبوط اور منظم بنا لیا۔ غزوۂ بدر میں کفار و مشرکین کے خلاف انہیں شاندار کامیابی نصیب

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۶۳۶:۵، ابواب المناقب، رقم:۳۷۲۰

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳۳۶:۳، رقم:۵۵۸۰

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۶:۶، رقم:۵۴۰۴

۴۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۳۸:۳

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲۳۸:۱

۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۲۲۶:۳

۷۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۲۱۰:۷

۸۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲۶۳:۲

۹۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲۷۰:۲۔۲۹۲

ہوئی اور عالمِ کفر کو منہ کی کھانی پڑی۔

۴۔ اسلامی ثقافت کو مربوط مجلسی اور معاشرتی اقدار کی بنیاد فراہم ہوگئی۔

۵۔ اعتماد و احترام کی ایسی فضا پیدا ہوئی جس سے باہمی روابط کو استحکام نصیب ہوا۔

۶۔ نوزائیدہ ریاست مدینہ کے خزانے کو ہر قسم کے معاشی دباؤ سے محفوظ کر دیا گیا۔

۷۔ فکری اور نظری رشتے خون کے رشتوں سے زیادہ پائیدار ثابت ہوئے۔

۸۔ اسلامی تشخص کی اکائی مکمل طور پر صورت پذیر ہوئی۔

۳۔ میثاقِ مدینہ

ہجرت کے بعد حضور ﷺ نے اپنی مثالی فہم و فراست کو بروئے کار لاتے ہوئے اہلِ مدینہ کے مابین ایک تحریری معاہدہ ’’میثاق مدینہ‘‘ کے عنوان سے قائم کر دیا۔ اس معاہدے نے مدینہ کے دفاع کو ناقابل تسخیر بنانے میں تاریخی کردار ادا کیا۔ اس سے امن عامہ بحال کرنے میں بہت مدد ملی۔ میثاق مدینہ نے مختلف تہذیبوں کے اختلاط و اشتراک کے لئے ایک قانونی بنیاد فراہم کر دی۔(۱)

میثاقِ مدینہ کے اثرات

دنیا کے پہلے تحریری دستور ’’میثاق مدینہ‘‘ کے تحت نہ صرف مدینہ میں موجود تمام طبقات ایک سیاسی وحدت میں بدل گئے اور وہاں کافی عرصے سے رائج سیاسی نزاع‘ سیاسی استحکام میں بدل گیا بلکہ تحریک اسلام کے حوالے سے بھی میثاق مدینہ کے دیرپا اثرات مرتب ہوئے۔ جو تحریک اسلام کے فروغ اور سرزمین عرب میں کفر و شرک کے خاتمے پر منتج ہوئے:

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا تشخص صرف دعوتی یا تبلیغی ہی نہ رہا بلکہ آپ ﷺ کو سربراہ مملکت تسلیم کرلیا گیا۔ اسی طرح اس دستور کے تحت سیاسی، سماجی، عسکری اور قانونی وعدالتی اختیارات کا مرکز آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو تسلیم کرلیا گیا۔

۲۔ مدینہ میں پہلی مرتبہ ایک باقاعدہ منظم ریاست وجود میں آئی اور اسے ایک مضبوط

---

(۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۳: ۳۲

آئینی و دستوری اساس فراہم کر دی گئی جسے داخلی یا خارجی دشمنوں کی کوئی بھی سازش متزلزل نہ کرسکی۔

۳۔ اسلام کو ایک مذہبی تحریک سے ماسوا مدینہ میں مختلف طبقات کی موجودگی کے باوُجود ایک سیاسی قوت بھی تسلیم کرلیا گیا۔

۴۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سیاسی حیثیت کے اعتراف نے مدینہ وگرد ونواح میں اسلام کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

۵۔ یہ معاہدہ تحریک اسلام کی تاریخ میں ایک بہت بڑی پیش قدمی تھا۔ جس سے اسلام کو بے شمار علاقائی، سماجی، سیاسی اور مذہبی اکائیوں میں ایک نمایاں حیثیت مل گئی اسلام ایک مذہبی و دعوتی تحریک سے بلند ہوکر اس دور کی باقاعدہ سیاسی حکومتوں اور سلطنتوں کی سطح پر آ گیا۔

۶۔ مسلمان مکہ سے مدینہ میں نووارد تھے، جہاں کے مختلف سیاسی، سماجی اور معاشرتی حالات میں قدم جمانے کے لئے مسلمانوں کو پر امن فضا درکار تھی۔ اگرچہ اب وہ کفار مکہ کی ستم آرائیوں سے محفوظ و مامون ہوچکے تھے مگر وہ اس حقیقت سے بھی غافل نہ تھے کہ کفار مکہ مسلسل ان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ میثاق مدینہ کے تحت یہود اور مشرک قبائل ان کے حلیف بن گئے اور ریاست مدینہ کے دفاع کی ذمہ داری کو سب نے مشترکہ طور پر قبول کرلیا۔ اگر میثاق مدینہ کے ذریعے مسلمانوں نے اپنی دفاعی حکمت عملی کو ٹھوس اور محفوظ بنیادوں پر استوار نہ کر لیا ہوتا تو کفار کی مدینہ کی طرف پیش قدمی کی صورت میں مسلمان اتنا موثر ردعمل نہ ظاہر کرسکتے اور اپنے دفاع میں انہیں کہیں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔

۷۔ میثاق مدینہ نے دفاعی معاہدہ ہونے کے ناطے ریاست مدینہ کے لئے ایک حفاظتی حصار کا کام کیا۔ اس کے علاوہ گرد ونواح کے قبائل پر مسلمانوں کی فوقیت اور برتری کی دھاک بیٹھ گئی کیونکہ مدینہ طیبہ میں یہود نے جو کہ غیر معمولی اثر و رسوخ کے حامل تھے آپ ﷺ کی سیاسی حاکمیت اور اقتدار کو تسلیم کرلیا تھا۔ اگرچہ قبل ازیں اسلام کو ایک نیا مذہب سمجھ کر اتنی اہمیت نہیں دی جاتی تھی مگر اس نمایاں سیاسی پیش

رفت کے بعد گرد و نواح کے قبائل نے بھی اسلام کا دست و باز بننا شروع کر دیا۔

۸۔ میثاقِ مدینہ میں تمام ریاستی طبقات کے ساتھ برداشت، بقائے باہمی اور احترام و وقار کا سلوک روا رکھنے پر آپ ﷺ کی صلح جُو، اعلیٰ ظرف اور معتدل مزاج قیادت کا تصور ابھرا۔ اس طرح مخالفین نے آپ ﷺ کے خلاف جو غلط فہمیاں پھیلا رکھی تھیں وہ چھٹنے لگیں۔ عوام الناس کو آپ ﷺ کے قریب آنے کا موقع ملا اور اس طرح تحریک اسلام کے فروغ کا باعث بنا۔

۹۔ میثاقِ مدینہ کے تحت ریاستِ مدینہ میں ایک عادلانہ اور منصفانہ معاشرے کا قیام ممکن ہوا۔ اس سے قبل مذہبی اور سماجی اختلافات و تضادات کے باعث ہر قبیلہ اپنے اپنے رسوم و رواج کے تحت مقدمات کا فیصلہ کرتا تھا۔ میثاق مدینہ کے تحت پہلی مرتبہ یہاں ایک مرکزی عدالتی نظام وجود میں آیا۔ جس کے تحت آخری اعلیٰ ترین عدالتی اتھارٹی حضور نبی اکرم ﷺ کو تسلیم کیا گیا۔ اگرچہ میثاق مدینہ کے تحت لوکل لاء کا احترام بھی محفوظ رکھا گیا مگر ایک مرکزی عدالتی نظام کے قیام سے باہمی تضادات اور قانونی انتشار کا خاتمہ ہو گیا۔

۱۰۔ میثاق مدینہ کی کثیر الجہاتی افادیت ہی کا نتیجہ تھا کہ اسلام کی قوت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ ہجرت کے وقت مہاجر و انصار صحابہ کرام ﷺ کی تعداد ۴۰۰ تھی۔ صلح حدیبیہ کے وقت یعنی ۶ ہجری میں یہ تعداد ۱۴۰۰ ہو گئی جبکہ فتح مکہ کے وقت مسلمانوں کا لشکر ۱۰،۰۰۰ افراد پر مشتمل تھا۔ طائف کے محاصرے میں ۱۲،۰۰۰ مسلمان شریک تھے اور ہجرت کے صرف ۱۰ سال بعد حجۃ الوداع کے تاریخی موقع پر موجود مسلمانوں کی تعداد سوا لاکھ کے قریب تھی۔ ۱۰ سال کے قلیل عرصے میں سرزمین عرب کے وسیع و عریض حصہ اور کثیر تعداد افراد کو اسلام کا حصہ بنا دینا آپ ﷺ کی بے مثال بصیرت اور موثر و نتیجہ خیز حکمت عملی کا نتیجہ تھا، جس میں میثاقِ مدینہ کو ایک اساسی سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔

۴۔ دشمن کی تعداد معلوم کرنے کا حیرت انگیز طریقہ

آپ ﷺ نے غزوہ بدر کے موقع پر دشمن کی تعداد کا پتہ چلانے کے لئے حیرت انگیز طریقے سے کام لیا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں دشمن کے لشکر کو پانی پلانے والا (سقہ) پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس سے دشمن کی تعداد کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح ہوتے ہیں۔ اس نے کہا: ایک دن دس اور دوسرے دن نو۔ اس پر آپ ﷺ نے حساب لگایا کہ دشمن کی تعداد نو سو اور ہزار کے درمیان ہے۔ (۱)

۵۔ غزوۂ اُحد میں حضور ﷺ کی دفاعی حکمتِ عملی

غزوۂ اُحد کے موقع پر حضور ﷺ نے دفاعی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے اپنی پشت کی طرف احد پہاڑ کی جانب سے ممکنہ خطرے کے پیشِ نظر ۵۰ تیر اندازوں کا ایک دستہ حضرت عبداللہ بن جبیر ﷺ کی قیادت میں مقرر فرما دیا اور انہیں یہ حکم دیا:

إن رأيتمونا تتخطفنا الطير، فلا تبرحوا من مكانكم هذا حتى أرسل إليكم۔ (۲)

”اگر تم یہ بھی دیکھو کہ ہمیں پرندے اچک رہے ہیں تب بھی تم یہ جگہ نہ چھوڑنا تاآنکہ میں تمہیں خود بلاؤں۔“

ایک دوسری روایت کے مطابق جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

و إن رأيتمونا نقتل فلا تنصرونا فان رأيتمونا قد غنمنا فلا

---

(۱) ا۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۱۵

۲۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۳: ۴۲

(۲) ا۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۱۰۵، کتاب الجہاد، رقم: ۲۸۷۴

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۵۱، کتاب الجہاد، رقم: ۲۶۶۲

۳۔ احمد، المسند، ۴: ۲۹۳

تشریکونا۔(۱)

”اگر تم ہمیں شہید ہوتے ہوئے بھی دیکھو تو ہماری مدد کو نہ آنا اور اگر تم ہمیں مالِ غنیمت حاصل کرتے ہوئے دیکھو تو بھی ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا۔“

آپ ﷺ کا یہ حکم آپ ﷺ کی دفاعی بصیرت اور عسکری حکمت عملی کا مظہر تھا۔ جب تک یہ تیرانداز اپنی جگہ پر موجود رہے، لشکرِ کفار کو عقب سے حملہ آور ہونے کی جرأت نہ ہوئی مگر جونہی اُنہوں نے حضور ﷺ کے حکم کو مکمل طور پر نہ سمجھنے کے باعث اس جگہ کو چھوڑا، جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ دُشمن نے موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس درے سے ہلہ بول دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو کافی جانی نقصان اُٹھانا پڑا۔

غزوۂ اُحد ہی میں آپ ﷺ کی دانشمندانہ حکمت عملی کی دوسری مثال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور باوجود اس کے کہ ان پر تکان کے آثار نمایاں تھے اور اُنہیں دُشمن کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعاقب کیا مگر دُشمن دُور نکل چکا تھا، حضور ﷺ کی اس حکمت عملی سے نہ صرف مجاہدین کا حوصلہ (morale) بلند ہوا بلکہ دُشمن اس قدر نفسیاتی دباؤ کا شکار ہوا کہ اسے دوبارہ حملہ آور ہونے کی ہمت نہ ہوتی۔

۶۔ خندق کی تجویز قبول کرنا

غزوۂ خندق کے موقع پر مدینہ منورہ کی حفاظت کے لئے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کی تجویز پیش کی تو آپ ﷺ نے اُسے قبول کر لیا اور دس دس گز زمین کے یونٹ بنا کر لوگوں کو اس انتہائی مشکل اور صبر آزما کام پر مامور کر دیا اور خود بنفس نفیس بھی اس مہم میں شریک ہو گئے۔ اِس دوران میں آپ ﷺ کے اعلیٰ کردار اور ایثار و بے نفسی کی یہ قابل تقلید مثال دیکھنے میں آئی کہ خندق کی کھدائی کے دوران آپ

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۳۲۴، رقم: ۳۱۶۳

۲۔ احمد، المسند، ۱: ۲۸۷، رقم: ۲۶۰۹

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۳۰۱، رقم: ۱۰۷۳۱

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۴۰

ﷺ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے جبکہ آپ ﷺ کے ساتھیوں نے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھا ہوا تھا۔(۱)

یہ فقر و فاقہ اور عسرت کے ایام تھے اور موسم بھی انتہائی شدید اور حوصلہ شکن تھا مگر آپ ﷺ نے ایک لاکھ دُشمن کی طاقت کو جس جرأت و پامردی اور شجاعت سے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا وہ آپ ﷺ کی جنگی بصیرت، معاملہ فہمی اور فراست کا منہ بولتا ثبوت ہے

۷۔ صلح حدیبیہ

حضور ﷺ کی فہم و فراست اور بصیرت کا ایک بین ثبوت صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہے۔ ۶ ہجری میں ۱۵۰۰ صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ جنگی ہتھیاروں کے بغیر عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن جب آپ ﷺ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ کو مشرکینِ مکہ کے ناپاک عزائم کا علم ہوگیا۔ آپ ﷺ نے حضرت عثمان غنی ﷺ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ بھیجا اور خود حدیبیہ کے مقام پر ہی قیام فرمایا۔ جنگ سے بچنے کے لئے کفارِ مکہ سے مذاکرات ہوئے اور ایک صلح نامہ تحریر کیا گیا جسے 'صلح حدیبیہ' کے نام سے جانا جاتا ہے، بظاہر یہ صلح نامہ مسلمانوں کے حق میں نہ تھا اور یوں لگتا تھا کہ یہ دباؤ کے تحت ہوا ہے۔ اس معاہدے کا ایک فوری ردِ عمل مکی مسلمان حضرت ابوجندل ﷺ کو پابہ زنجیر لے جانے کی صورت میں ظاہر ہوا جس نے مسلمانوں کے جذبات مشتعل کر دیئے۔ لیکن بظاہر مسلمانوں کے حق میں نہ ہونے کے باوجود قرآن کی رو سے یہ 'فتح مبین' کا آغاز تھا۔ صلح حدیبیہ میں سخت شرائط کے تحت مخالفین سے صلح کر لینا اور ایک امکانی جنگ کو ٹال دینا آپ ﷺ کی کامیاب سیاسی حکمتِ عملی تھی۔ اس کے نتیجے میں بہت سارے لوگ خونریزی سے بچ گئے، مستقبل قریب میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے راہیں کھلتی چلی گئیں اور انجام کار آخری فتح یعنی فتح مکہ کی منزل قریب سے قریب تر ہوگئی۔(۲)

---

(۱) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۴:۱۰۰

(۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲:۹۵

صلح حدیبیہ کا ایک اور فائدہ یہ ہوا کہ اس سے صورتحال کو سنبھالا مل گیا۔ اِن نازک لمحات میں جب مسلمانوں کی افرادی قوت دشمن سے کم تھی اور اہلِ اسلام کے سر پر دو محاذوں پر جنگ کا شدید خطرہ منڈلا رہا تھا: ایک کفارِ مکہ کی طرف سے، دوسرا خیبر کے یہودیوں کی طرف سے۔ اس سنگین صورتحال میں جب بڑے بڑے اپنے اوسان خطا کر بیٹھتے ہیں اور اپنی تمام بصیرت اور معاملہ فہمی کے باوجود کوئی عقدہ حل نہیں کر سکتے برموقع ایسی حکمتِ عملی اختیار کرنا جس سے پیدا ہونے والی نازک صورتِ حال پر قابو پایا جاسکے حضور ﷺ کی فہم و فراست کا بیّن ثبوت ہے۔

۸۔ فتح مکہ

رمضان المبارک ۸ ہجری میں فتح مکہ کا معرکہ بغیر قتال سر کر لینا حضور ﷺ کی بصیرت کا وہ شاہکار ہے جس کی کوئی نظیر کسی جنگی تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ ﷺ نے موقع کے پیش نظر درج ذیل حکمتِ عملی اختیار فرمائی:

۱۔ آپ ﷺ نے عشاء کے وقت رات کی تاریکی میں دشمن پر عددی برتری کا نفسیاتی رعب طاری کرنے کے لئے دس (۱۰،۰۰۰) مجاہدین کے خیموں کے اردگرد آگ جلانے کا حکم دیا، اس سے مشرکینِ مکہ پر اتنی ہیبت طاری ہوگئی کہ وہ بغیر لڑے ہتھیار ڈالنے پر تیار ہوگئے۔

۲۔ دشمن کو کمزور اور پست حوصلہ (demoralize) کرنے کے لئے انہیں گھر میں محصور ہونے کی صورت میں امان دی گئی اور عام امن و امان (general amnesty) کا اعلان کر دیا گیا۔

۳۔ لشکرِ اسلام کے سپہ سالاروں کو مختلف سمتوں سے شہرِ مکہ میں داخل ہونے کا حکم ملا جیسا کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو اپنے لشکر کے ساتھ شمال کی طرف سے، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو شمال مغرب سے، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مغربی سمت سے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جنوبی سمت سے داخل ہونے کے احکام دیئے گئے۔ خود حضور نبی اکرم ﷺ مقام اذاخر سے مکہ میں داخل ہوئے۔ مختلف راستوں

سے داخل ہونے کا مقصد نفسیاتی طور پر دشمن کو پست حوصلہ کرنا تھا۔(۱)

۹۔ ایک شبہ کا ازالہ

حضور ﷺ کی فہم و بصیرت کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ بنی غزارہ کا ایک شخص آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اپنی اہلیہ کی کردارکشی کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میری بیوی نے ایک سیاہ فام بچے کو جنم دیا ہے۔ حضور ﷺ نے اس کے دل میں رینگنے والے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنے کے لئے فرمایا:

هل لک من إبل؟

''کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟''

اس نے جواب دیا: ہاں۔

آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا:

فما ألوانها؟

''ان کے رنگ کیا ہیں؟''

اس نے جواب دیا: سرخ رنگ کے ہیں۔

آپ ﷺ نے اس سے مزید پوچھا:

هل فيها من أورق؟

''کیا ان میں کوئی خاکستری رنگ کا بھی ہے؟''

اس نے عرض کیا: جی ہاں، ان میں خاکستری رنگ کا بھی ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے استفسار فرمایا کہ اس میں یہ رنگ کس طرح آیا؟ وہ کہنے لگا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ رنگ کے اعتبار سے اپنی اصل سے مشابہ ہو گیا ہو۔ اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

و هذا عسیٰ أن يكون نزعة عرق۔(۲)

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲:۱۳۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲:۱۱۳۷، کتاب اللعان، رقم: ۱۵۰۰

۲۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۰۳۲، کتاب الطلاق، رقم: ۴۹۹۹

←

’’اور اسی طرح ہو سکتا ہے وہ (بچہ) رنگ میں اپنے اصل کے مشابہ ہو گیا ہو۔‘‘

۱۷۔ خازن و قاسم ہونا

اس وسیع و عریض کائنات میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت اور حیطۂ اختیار میں ہے، تمام ارضی و سماوی خزانوں کا وہی مالک و مختار ہے اور وہ ان خزانوں میں سے جسے چاہتا ہے جتنا چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو کائنات کی ہر نعمت اور ہر اعزاز سے نوازا، خزانوں کی کنجیاں آپ ﷺ کے تصرف میں دے دیں، آپ ﷺ کو قاسم بنایا یعنی آپ ﷺ خلقِ خدا میں اللہ کی نعمتیں تقسیم کرنے والے ہیں۔ آج تک کوئی سائل درِ مصطفیٰ ﷺ سے خالی ہاتھ نہیں لوٹا، عطائے خداوندی اور تقسیمِ مصطفوی کا یہ سلسلہ کل بھی جاری تھا، آج بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ جس طرح اپنے بندوں پر نوازشاتِ پیہم سے ربِ کائنات کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آتی اسی طرح محبوبِ خدا ﷺ کی شانِ قاسمیت بھی لفظِ زوال سے ناآشنا ہے۔ بادشاہوں کا جاہ و جلال تو ڈھلتی چھاؤں کا نام ہے، قصرِ شاہی کے انہدام کے ساتھ شاہی خزانے بھی رزقِ زمین بن جاتے ہیں، رعایا پر انعام و اکرام کی بارش کے باوجود ان کا دستِ عطا ایک مقام پر رک جاتا ہے لیکن عطائے ربِّ کریم پر گردشِ ماہ و سال کے اثر انداز ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، آقائے دوجہاں ﷺ پر ہونے والی عطا وقت اور مقام کی حدود و قیود سے ماورا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ (۱)

’’اور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۴۳۹، ابواب الولاء والھبہ، رقم: ۲۱۲۸

۴۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۲۷۸، کتاب الطلاق، رقم: ۲۲۶۰

۵۔ نسائی، السنن، ۶: ۱۷۸، کتاب الطلاق، رقم: ۳۴۷۹

۶۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۶۴۵، کتاب النکاح، رقم: ۲۰۰۲

(۱) القرآن، الضحی، ۹۳: ۵

جائیں گے o‘‘

مذکورہ آیہ کریمہ کی تفسیر میں علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ھو عدۃ کریمۃ شاملۃ لما أعطاہ اللہ تعالیٰ ﷻ فی الدنیا من کمال النفس، و علوم الأولین والآخرین، و ظھور الأمر و اعلاء الدین بالفتوح، والواقعۃ فی عصرہ ﷺ، و فی أیام خلفائہ علیہ الصلوۃ والسلام، وغیرھم من الملوک الإسلامیۃ و فشو الدعوۃ، والإسلام فی مشارق الأرض و مغاربھا ولما ادخر جل وعلا لہ علیہ الصلوۃ والسلام فی الآخرۃ من الکرامات التی لا یعلمھا إلا ھو جل جلالہٗ و عم نوالہ۔(۱)

’’یہ اللہ تعالیٰ کا کریمانہ وعدہ ہے جو ان تمام عطیات پر مشتمل ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو دنیا میں سرفراز فرمایا یعنی کمال نفس، اولین و آخرین کے علوم، اسلام کا غلبہ، دین کی سربلندی، ان فتوحات کے باعث جو عہدِ رسالت مآب ﷺ میں ہوئیں اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں ہوئیں یا دوسرے مسلمان بادشاہوں نے حاصل کیں اور اسلام کا دنیا کے مشارق و مغارب میں پھیل جانا۔ اس طرح عنایات و نوازشات کا ایک بے پایاں سلسلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کے لئے آخرت کے لئے محفوظ رکھا ہے جس کی حقیقت اور نہایت اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جان سکتا۔‘‘

اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام فخر الدین رازی رقم طراز ہیں:

و دلت ھذہ الآیۃ علی أنہ تعالی یعطیہ کل ما یرتضیہ۔ (۲)

’’یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو ہر اس نعمت سے نوازے گا جس کی آپ ﷺ تمنا کریں گے۔‘‘

اس آیت کا استنباط اگر احوالِ آخرت کے حوالے سے کیا جائے تو اس سے مراد

---

(۱) آلوسی، تفسیر روح المعانی، ۳۰:۱۶۰

(۲) رازی، التفسیر الکبیر، ۳۱:۲۱۲

آپ ﷺ کا وہ اختیار ہے جس کی رو سے آپ ﷺ اپنے ہر کلمہ گو امتی کی شفاعت فرمائیں گے جس کے نتیجے میں وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اگر احوال دنیا کے حوالے سے کریں تو اس کو آقائے دو جہاں ﷺ کے جان نثار صحابہ ﷺ کی دشمنانِ اسلام پر نصرت و فتح یابی سے تعبیر کیا جائے گا۔ دنیا نے دیکھا کہ لوگ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہونے لگے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے تمام دشمن زیر ہو گئے اور قلیل عرصے میں بلادِ عرب پر اسلام کا غلبہ ایک زندۂ جاوید حقیقت بن گیا، پھر چشمِ فلک نے یہ منظر بھی دیکھا کہ آپ ﷺ کے خلفائے راشدین اس وقت کی دو سپر طاقتوں قیصر و کسریٰ سے ٹکرا گئے اور پے در پے مطلق العنان بادشاہوں کی حکومتوں اور ظالم و جابر آمروں کو شکست فاش دی۔ عساکر اسلام کی ہیبت و جلالت سے تمام رکاوٹیں اور مزاحمتیں ریت کی دیوار ثابت ہوئیں اور شرق تا غرب میدان، پربت، وادیاں اور صحرا اسلام کی ایمان افروز اور حیات آفریں صداؤں سے گونجنے لگے۔

عطائے خداوندی کے باب میں ایک اور مقام پر یوں اِرشاد ہوا:

اِنَّا اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ ۝(۱)

’’بیشک ہم نے آپ کو (ہر خیر و فضیلت میں) بے انتہا کثرت بخشی ہے۝‘‘

آیہ کریمہ میں مذکورہ لفظ ’الۡکَوۡثَر‘ کے کوزے میں معنوی طور پر حضور ﷺ کے فضائل و خصائص کے کیا کیا سمندر بند کر دیئے گئے ہیں اس کا کچھ اندازہ ائمہ تفسیر کے بعض اقوال سے ہوتا ہے:

۱۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

الكوثر: هو فوعل من الكثرة صيغة مبالغة الشئ الكثير كثرة مفرطة۔(۲)

’’کوثر کثرت سے ماخوذ ہے اس کا وزن فوعل ہے جو مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے: کسی چیز کا اتنا کثیر ہونا کہ اس کا اندازہ نہ لگایا جا سکے۔‘‘

(۱) القرآن، الکوثر، ۱۰۸:۱

(۲) آلوسی، تفسیر روح المعانی، ۳۰:۲۴۵

۲۔ امام قرطبی لکھتے ہیں:

و العرب تُسَمّی کل شیء کثیر فی العدد والقدر والخطر کوثرا۔(۱)

’’جو چیز تعداد میں، قدر و قیمت میں اور اپنی اہمیت کے لحاظ سے بہت زیادہ ہو، عرب اسے کوثر کہتے ہیں۔‘‘

۳۔ امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں:

أما الکوثر فھو فی اللغة فوعل من الکثرة، وھو المفرط فی الکثرة۔(۲)

’’لغت میں کوثر کثرت سے فوعل کے وزن پر آتا ہے اور اس کا معنی وہ چیز ہے جس کی کثرت میں زیادتی کی جائے۔‘‘

عام قاعدہ یہ ہے کہ موصوف اور صفت دونوں کا ذکر یکجا ہوتا ہے لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، الکوثر جو صفت ہے وہ مذکور ہے لیکن اس کا موصوف مذکور نہیں اس میں پوشیدہ حکمت کے بارے میں علماء کا کہنا ہے کہ کوثر فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو وہ سب کچھ عطا کر دیا ہے جس کا کوئی اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ کو جو کچھ عطا کیا گیا وہ بے حد و حساب عطا کیا گیا، اس میں تخصیص کا کوئی محل نہ تھا کہ کس کا ذکر کیا جائے اور کس کا ذکر نہ کیا جائے، اس لئے صفت بیان فرما دی لیکن موصوف کو سامع اور قاری پر چھوڑ دیا۔ اس سے بتانا یہ مقصود ہے کہ محبوب ﷺ کو عطا کی جانے والی نعمتیں بے حد و حساب ہیں اور ان کا کوئی شمار نہیں۔

علمائے تفسیر نے ’اَلْکَوْثَر‘ کے باب میں متعدد روایات نقل کی ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا

الکوثر نھر فی الجنة، حافتاہ من ذھب و مجراہ علی الدر والیاقوت، تربته أطیب من المسک، وماء ہ أحلی من العسل و

(۱) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۲۰: ۲۱۶، رقم: ۱۱۰۸

(۲) رازی، التفسیر الکبیر، ۲۲: ۱۲۴

أبيض من الثلج۔(۱)

''کوثر جنت کی ایسی نہر ہے جس کے کنارے سونے کے ہیں، اس کا فرش موتیوں اور یاقوت سے بنا ہوا ہے، اس کی مٹی کستوری سے زیادہ معطر ہے، اس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ صاف و شفاف ہے۔''

۲۔ بعض علماء 'اَلْکَوْثَر' سے نبوت و رسالت مراد لیتے ہیں۔

۳۔ بعض علمائے کرام 'اَلْکَوْثَر' سے قرآن حکیم مراد لیتے ہیں۔

۴۔ بعض نے 'اَلْکَوْثَر' سے دینِ اسلام مراد لیا ہے

۵۔ بعض علماء کے نزدیک خیال میں اس سے صحابہ کرام ﷺ مراد ہیں۔

۶۔ بعض علماء کے نزدیک 'اَلْکَوْثَر' سے مراد حضور ﷺ کی شانِ رفعت کا بیان ہے۔

۷۔ بعض نے 'اَلْکَوْثَر' سے مراد حضور ﷺ کے دل کا نور لیا ہے۔

۸۔ بعض کے نزدیک اس سے مقامِ محمود مراد ہے۔

۹۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

الكوثر: الخير الكثير الذى أعطاه الله إياه۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۴۹، ابواب تفسیر القرآن، رقم: ۳۳۶۱

۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۴۵۰، ابواب فضائل القرآن، رقم: ۴۳۳۴

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۶۷، رقم: ۵۳۵۵

۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۰۶، رقم: ۳۱۶۶۲

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۴۵، رعقم: ۳۴۰۹۸

۶۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۹: ۱۰۰، رقم: ۹۲۴۶

۷۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۳۰: ۳۲۰، ۳۲۴، ۳۲۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۴۰۵، کتاب الرقاق، رقم: ۶۲۰۷

۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۵۸۶، رقم: ۳۹۷۹

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۳، رقم: ۳۱۷۶۶

۴۔ ابن مبارک، الزہد، ۱: ۵۶۲، رقم: ۱۶۱۴

''کوثر سے مراد خیرِ کثیر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمایا۔''

امام فخر الدین رازی اس کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المراد من الكوثر جميع نعم الله تعالىٰ علىٰ محمد ﷺ، منقول عن ابن عباس، لأن لفظ الكوثر يتناول النعم الكثيرة، فليس حمل الآية على بعض هذه النعم أولىٰ من حملها على الباقي، فوجب حملها على الكل۔(۱)

''کوثر سے مراد حضرت محمد ﷺ پر کی جانے والی اللہ کی جمیع نعمتیں ہیں، یہی معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ (عقلی طور پر بھی یہی معنٰی متعین ہے) کیونکہ لفظ کوثر میں بے شمار نعمتیں شامل ہیں لہٰذا ان نعمتوں میں سے بعض نعمتوں کو مراد لینا اور دوسری نعمتوں کو ترک کر دینا ترجیح بلا مرجح ہے۔ اس آیہ کریمہ کو ایسے معنٰی پر محمول کرنا چاہیے جو تمام نعمتوں اور معانی کو محیط ہو۔''

علامہ اسماعیل حقی 'اَلْکَوْثَر' کے حوالے سے متعدد ائمہ تفسیر کے اقوال نقل کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں:

و الأظهر أن جميع نعم الله داخلة في الكوثر، ظاهرة أو باطنة، فمن الظاهرة خيرات الدنيا و الآخرة، و من الباطنة العلوم اللدنيه الحاصلة بالفيض الإلهي بغير اكتساب۔(۲)

''یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری ظاہری و باطنی نعمتیں کوثر میں داخل ہیں۔ ظاہری نعمتوں سے مراد دُنیا و آخرت کی بھلائیاں ہیں اور باطنی نعمتوں سے مراد علوم لدنیہ ہیں جو بغیر کسب کے محض فیضانِ الٰہی سے حاصل ہوتے ہیں۔''

کوثر کا حقیقی مفہوم

لفظ کوثر، کثرت سے مشتق ہے۔ جیسے جوہر جہر سے نکلا ہے اور جہر کے معنی ظہور کے ہیں اور جوہر اسے کہیں گے جس میں ظہور غایت درجہ کا ہوگا، وہاں مراتبِ ظہور کی انتہا

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۳۲:۱۲۸

(۲) اسماعیل حقی، تفسیر روح البیان، ۱۰:۵۲۴

ہو گی۔ اس طرح کوثر بروزن فوعل مبالغہ کا صیغہ ہے، جو غایتِ کثرت کو چاہتا ہے۔ کوثر کا معنی ’غایت کثرت‘ ہوا اور غایت جس شے کی ہوتی ہے وہ اس سے خارج ہوتی ہے۔ پس جو کثرت کی غایت ہو گی وہ کثرت سے خارج ہو گی۔ اگر وہ اس میں داخل ہو تو غایت نہ رہی بلکہ خود کثرت کا جزو قرار پائے گی اور جو کثرت کا جزو ہو وہ کثرت کی غایت نہیں بن سکتا بلکہ وہ کثرت ہی رہے گا کوثر نہیں ہو گا۔ پس ضرورت ہے کہ کثرت غایتِ کثرت سے خارج ہو اور کثرت سے خارج صرف وحدت ہے اس میں اور کوئی شے نہیں۔ ہر شے داخل کثرت ہے۔ کثرت کی غایت وہ مقام ہے جہاں کثرت ختم ہو جاتی ہے اور جہاں کثرت ختم ہو اسی مقام کو وحدت کہتے ہیں۔ کثرت ساری کائنات کا مقام ہے اور وحدت فقط رب کا مقام ہے۔ یہی کوثر کا مدلولِ اتم ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اتنا کچھ عطا کیا جس پر ساری کثرتیں ختم ہیں اور وہ فقط ذاتِ حق ہے۔

پس اِنَّا اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ کا مفہوم یہ ہوا کہ اے حبیب! ہم تیرے ہو گئے، اور جب خود ہم تیرے ہو گئے تو سب کچھ خود بخود تیرا ہو گیا۔ جب وحدت تیری ہو گئی تو کثرت ساری کی ساری تیری ہو گئی یعنی ہر کوئی تیرا ہو گیا۔

یہاں اللہ رب العزت نے کوثر عطا فرمائے جانے کو حضور نبی اکرم ﷺ پر ذاتی احسان سے تعبیر کیا ہے۔ یہ احسانِ عظیم احسان تب ہی بنتا ہے کہ عطا ہونے والی چیز خود حضور نبی اکرم ﷺ سے اعلیٰ و برتر ہو نہ کہ آپ ﷺ سے ادنیٰ۔ اگر عطا کی گئی چیز خود حضور نبی اکرم ﷺ سے کمتر ہو تو اس میں کمالِ احسان والی بات کیا ہو گی؟ جنت، نہرِ جنت، حوضِ جنت، ملائکہ، حور و قصور، عرش و کرسی اور لوح و قلم ان سب اشیاء سے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات بلند و برتر اور اعلیٰ ہے۔ حضور ﷺ سے اعلیٰ ذات صرف ذاتِ خدا ہے۔ کثرت سے مراد تمام نعمتیں ہیں اور کوثر سے مراد تمام نعمتوں کی غایت ہے، جہاں سے تمام نعمتیں صادر ہوتی ہیں اور جہاں پر تمام نعمتیں ختم ہوتی ہیں، سو یہی ذاتِ حق اور مقامِ وحدت ہے جو کوثر کا مدلولِ اتم ہے۔

متذکرہ بالا موضوع پر متعدد احادیث مذکور ہیں:

۱۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ: أوتيت بمقاليد الدنيا على فرس أبلق، عليه قطيفة من سندس۔(۱)

''حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ دنیا (کے خزانوں) کی کنجیاں ایک چتکبرے گھوڑے پر میرے پاس لائی گئیں (اور) اس چتکبرے گھوڑے پر ریشم کے پالان تھے۔''

۲۔ حضرت معاویہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إنما أنا قاسم و الله يعطي۔(۲)

''بیشک میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ مجھے عطا فرمانے والا ہے۔''

یہ حدیث اِن الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

و الله المعطي و أنا القاسم۔(۳)

''اور اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے جبکہ میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں۔''

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۲۸، رقم: ۱۴۵۵
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۷۹، رقم: ۶۳۶۴
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۲۰
۴۔ اصبہانی، دلائل النبوہ، ۱: ۱۹۱، رقم: ۲۴۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۱۶، کتاب العلم، رقم: ۷۱
۲۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۶۷، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، رقم: ۶۸۸۲
۳۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۱۹، کتاب الزکاۃ، رقم: ۱۰۳۷
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۳۴، رقم: ۷۱۹۳
۵۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳: ۴۲۵، رقم: ۵۸۳۹
۶۔ ابویعلی، المسند، ۱۰: ۲۳۸، رقم: ۵۸۵۵
۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹: ۳۲۹، رقم: ۷۵۵
۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹: ۳۹۰، رقم: ۹۱۵

(۳) بخاری، الصحیح، ۳: ۱۱۳۴، کتاب الخمس، رقم: ۲۹۴۸

۳۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إنما جعلت قاسما أقسم بينكم۔(۱)

’’مجھے تقسیم کرنے والا بنایا گیا ہے، میں ہی تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔‘‘

یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

إنما بعثت قاسما أقسم بينكم۔(۲)

’’مجھے قاسم بنا کر بھیجا گیا ہے، میں ہی تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔‘‘

مذکورہ بالا روایت اِن مختصر الفاظ کے ساتھ بھی مذکور ہے:

إنما أنا قاسم، أقسم بينكم۔(۳)

’’میں ہی قاسم ہوں، تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔‘‘

---

(۱) ا۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۱۳۳، کتاب الخمس، رقم: ۲۹۴۶
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۸۳، کتاب الاداب، رقم: ۲۱۳۳
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۱۳، رقم: ۱۴۴۰۳
۴۔ ابو یعلی، المسند، ۳: ۴۳۴، رقم: ۱۹۲۳
۵۔ بخاری، الادب المفرد، ۱: ۲۹۲، رقم: ۸۳۹
۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۳۳۸

(۲) ا۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۸۳، کتاب الاداب، رقم: ۲۱۳۳
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۰۳، رقم: ۱۴۲۸۸
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۶۹، رقم: ۱۵۰۰۶
۴۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۳۰۸، رقم: ۷۷۳۵
۵۔ بخاری، الادب المفرد، ۱: ۲۹۲، رقم: ۸۳۹

(۳) ا۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، کتاب الآداب، رقم: ۲۱۳۳
۲۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۹۰، کتاب الادب، رقم: ۵۸۴۳
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۳۰۸، رقم:
۴۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۳۳۷

اس جہان رنگ و بو میں حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ و نائب ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بخششوں اور عطاؤں کی تقسیم کے متولی بھی ہیں۔ دنیا وآخرت میں جس کسی کو بھی کوئی نعمت ملی وہ حضور ﷺ ہی کے وسیلے اور واسطے سے ملی۔ آپ ﷺ ہر ایک کو اس کی طلب کے مطابق عطا فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ ہی کے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانوں کی چابیاں ہیں، ان خزانوں میں سے جو کچھ بھی کسی کو عطا ہوتا ہے وہ آپ ﷺ ہی کے ہاتھوں عطا ہوتا ہے۔ اس حوالے سے چند روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عقبہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إنی أعطیت مفاتیح خزائن الأرض۔ (۱)

''بیشک مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں۔''

۲۔ قاضی عیاضؒ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قد أوتی ﷺ خزائن الأرض و مفاتیح البلاد۔ (۲)

''مجھے زمین کے خزانوں اور شہروں کی کنجیاں عطا کی گئیں۔''

۳۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۴۵۱، کتاب الجنائز، رقم:۱۲۷۹
۲۔ بخاری، الصحیح، ۴:۱۴۹۸، کتاب المغازی، رقم:۳۸۵۷
۳۔ بخاری، الصحیح ۵:۲۳۶۱، کتاب الرقاق، رقم:۶۰۶۲
۴۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۴۰۸، کتاب الرقاق، رقم:۶۲۱۸
۵۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۷۹۵، کتاب الفضائل، رقم:۲۲۹۶
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۷:۴۷۳، رقم:۳۱۹۸
۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۸:۱۸، رقم:۳۲۲۴
۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۱۴۹، ۱۵۳

(۲) ۱۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱:۲۷
۲۔ نبہانی، جواہر البحار، ۱:۲۰

فبينا أنا نائم رأيتني أتيت بمفاتيح خزائن الأرض، فوضعت في يدي۔(۱)

''میں نے عالم خواب میں خود کو دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور وہ میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔''

۴۔ حضرت ابو مویہبہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قد أوتيت بمفاتيح خزائن الدنيا و الخلدِ۔(۲)

''مجھے تمام خزائنِ دنیا اور جنت کی کنجیاں دی گئیں ہیں۔''

۵۔ حضرت علی ﷺ کی روایت کے مطابق حضور ﷺ نے فرمایا:

أعطيت مفاتيح الأرض۔ (۳)

---

(۱) ا۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۰۸۷، کتاب الجهاد، رقم: ۲۸۱۵

۲۔ بخاری، الصحیح، ۶:۲۵۷۳، کتاب التعبير، رقم: ۶۶۱۱

۳۔ بخاری، الصحیح، ۶:۲۶۵۴، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنه، رقم: ۶۸۴۵

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۶۴، رقم: ۷۵۷۵

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۶۸، رقم: ۷۶۲۰

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۹۵، رقم: ۹۱۳۰

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۴۵۵، رقم: ۹۸۶۷

۸۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۲۷۷، رقم: ۶۳۶۳

۹۔ ابویعلی، المسند، ۱۱:۱۷۶، رقم: ۶۲۸۷

۱۰۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۴۸، رقم: ۱۳۰۹۶

۱۱۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳:۳، رقم: ۴۳۹۵

۱۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳:۴، رقم: ۱۴۲۹۷۔

۱۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۱:۱۶۱، رقم: ۱۳۹

(۲) دارمی، السنن، ۱:۵۰، رقم: ۷۸

(۳) ا۔ احمد، المسند، ۱:۹۸، رقم: ۷۶۳

←

’’مجھے زمین (کے خزانوں) کی کنجیاں عطا کی گئیں۔‘‘

۱۸۔ تشریعی اختیارات

اسلام میں قانون عطا کرنے کے حوالے سے حضور ﷺ کی دو حیثیتیں ہیں: ایک حیثیت شارح کی ہے اور دوسری شارع کی۔ پہلی حیثیت میں قرآن کے مجمل احکام کی تفصیل اور تشریح کا اختیار آپ ﷺ کو عطا کیا گیا اور دوسری حیثیت کے اعتبار سے آپ ﷺ کو ان چیزوں کے بارے میں حکم صادر فرمانے کا اختیار عطا ہوا جن کے متعلق قرآن کریم خاموش ہے یا اس میں کوئی واضح حکم نہیں دیا گیا۔ چنانچہ شریعت میں اوامر و نواہی اور حلال وحرام صرف وہی نہیں جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں بلکہ سنت سے بھی ان کا ثبوت متحقق ہوتا ہے۔ اوامر و نواہی اور تحلیل و تحریم کے یہی اختیارات حضور ﷺ کے تشریعی اختیارات ہیں جو قرآن حکیم کی متعدد آیات اور آپ ﷺ کی متعدد احادیث سے ثابت ہیں

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔(۱)

’’وہ انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور اُن کے بارِ گراں اور طوق (قیود) جو ان پر (نافرمانیوں کے باعث مسلط) تھے، ساقط فرماتے (اور انہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔‘‘

۲۔ طبرانی نے ’المعجم الکبیر (۱۷: ۲۷۸، رقم: ۷۶۷)‘ میں یہ حدیث عقبہ بن عامر ﷺ سے روایت کی ہے۔

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۰۴، رقم: ۳۱۶۴۴

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۲۱۳، رقم: ۹۶۵

(۱) القرآن، الاعراف، ۷: ۱۵۷

آیتِ مذکورہ میں صراحتاً حضور ﷺ کے تشریعی اختیارات کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے بطور شارعِ اسلام آپ ﷺ کی پیغمبرانہ عظمت و جلالت کا اظہار ہوتا ہے۔

۲۔ ارشادِ خداوندی ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ۔(۱)

’’اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہلِ حق) صاحبانِ امر کی، پھر اگر کسی مسئلے میں تم باہم اختلاف کرو تو اُسے (حتمی فیصلہ کے لئے) اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو۔‘‘

مذکورہ آیت میں اللہ ربّ العزت نے یہ حکم دیا ہے کہ کسی معاملے میں حتمی فیصلے کیلئے نہ صرف قرآن سے رہنمائی حاصل کرو، بلکہ رسول ﷺ کی طرف بھی رجوع کرو۔ آیت میں کسی معاملے کو اللہ کی طرف لوٹانے سے مراد کتاب اللہ کی طرف لوٹانا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹانے سے مراد حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں براہِ راست آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے اور بعد از وصال آپ ﷺ کی سنت کی طرف رجوع کرنا ہے۔

۳۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَطِيْعُوا اللهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔(۲)

’’اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔‘‘

قرآنِ حکیم میں جہاں جہاں بھی اطاعتِ رسول کو اطاعتِ خداوندی کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے وہاں اطاعتِ خداوندی سے وہ اوامر و نواہی پر عمل پیرا ہونا ہے جو قرآن میں مذکور ہیں، اور اطاعتِ رسول سے مراد ان احکام کی پیروی ہے جو نبی اکرم ﷺ نے صادر فرمائے اور قرآن میں ان کا ذکر نہیں۔ یہ احکام اگر قرآن میں مذکور ہوتے تو ان احکام کو بھی اطاعتِ خداوندی کے زمرے میں شمار کیا جاتا۔

۴۔ ارشادِ خداوندی ہے:

---

(۱) القرآن، النساء، ۴:۵۹

(۲) القرآن، المائدہ، ۵:۹۲

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○(۱)

’’اور وہ اپنی (یعنی نفس کی) خواہش سے کلام نہیں فرماتے○ وہ تو وہی فرماتے ہیں جو (اللہ کی طرف سے) اُن پر وحی ہوتی ہے○‘‘

آیتِ مذکورہ میں بیان کیا گیا ہے کہ نطقِ رسول ﷺ کا انحصار وحی پر ہے، لفظ یَنْطِقُ اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں مراد صرف قرآن ہی نہیں بلکہ حدیثِ رسول بھی اس میں شامل ہے، کیونکہ قرآن کے لئے تلاوت یا قرأت کے الفاظ مخصوص ہیں۔ وَمَا یَنْطِقُ فرما کر واضح کر دیا گیا ہے کہ وحی سے محض قرآن مراد نہیں بلکہ اس میں حضور ﷺ کی قول و فعل پر مبنی سنتِ مطہرہ بھی داخل ہے۔

۵۔ باری تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

وَ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔(۲)

’’اور جو کچھ رسول تم کو دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رُک جاؤ (یعنی جو کچھ رسول ﷺ اپنا تشریعی اختیار سمجھتے ہوئے عطا فرمائیں، خوشی خوشی لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے اپنے لئے خیر بھلائی سمجھ کر رُک جاؤ)۔‘‘

حضور ﷺ کے تشریعی مقام پر متعدد احادیث بھی موجود ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت مقدام بن معدیکرب ﷺ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ألا! هل عسٰى رجل يبلغهُ الحديث عنّي و هو متكئ على أريكته، فيقول: بيننا و بينكم كتاب الله ﷻ، فما وجدنا فيه حلالا استحللناه، وما وجدنا فيه حراما حرمناه، وإن ما حرم رسول الله ﷺ كما حرم الله۔ (۳)

---

(۱) القرآن، النجم، ۵۳: ۳، ۴

(۲) القرآن، الحشر، ۵۹: ۷

(۳) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۳۸، کتاب العلم، رقم: ۲۶۶۴

←

’’سن لو! عنقریب ایک آدمی کے پاس میری حدیث پہنچے گی اور وہ اپنی مَسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوا کہے گا: ہمارے اور تمہارے درمیاں اللہ کی کتاب (کافی) ہے، ہم جو چیز اس میں حلال پائیں گے اُسے حلال سمجھیں گے اور اُسے حرام سمجھیں گے جو اس میں حرام پائیں گے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے جس کو حرام کیا وہ ویسا ہی ہے جیسے اللہ کا حرام کیا ہوا۔‘‘

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے ہی مروی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ألا! إني أوتيت الكتاب و مثله معه، ألا! يوشك رجل شبعان على أريكته، يقول: عليكم بهذا القرآن، فما وجدتم فيه من حلال فأحلوه، وما وجدتم فيه من حرام فحرموه۔ ألا! لا يحل لكم الحمار الأهلي و لا كل ذى ناب من السبع و لا لقطة معاهد إلا أن يستغني عنها صاحبها، و من نزل بقوم فعليهم أن يقروه فإن لم يقروه فلهٔ أن يعقبهم بمثل قراه۔(۱)

۲۔ ابن ماجه، السنن، ۱: ۶، المقدمه، رقم: ۱۲

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۳۲

۴۔ دارمی، السنن، ۱: ۱۵۳، رقم: ۵۸۶

۵۔ دارقطنی، السنن، ۴: ۲۸۶

۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۲۰۸

۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰: ۲۷۴، رقم: ۶۴۹

۸۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۹۱، رقم: ۳۷۱

۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۷۶، رقم: ۱۳۲۲۰

۱۰۔ مزی، تہذیب الکمال، ۶: ۷۲

۱۱۔ عسقلانی، لسان المیزان، ۱: ۳

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۲۰۰، کتاب السنة، رقم: ۴۶۰۴

۲۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲: ۱۳۷، رقم: ۱۰۶۱

۳۔ مروزی، السنة، ۱۱۱، رقم: ۴۰۳

''آگاہ رہو! مجھے کتاب (قرآن) عطا کی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز بھی۔ خبردار رہو! قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا شخص اپنی مسند سے ٹیک لگائے ہوئے کہے گا: (لوگو!) صرف قرآن تمہارے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے، لہٰذا قرآن میں جسے حلال پاؤ اُسے حلال سمجھو اور جسے قرآن میں حرام پاؤ اُسے حرام سمجھو۔ آگاہ رہو! تمہارے لئے گھریلو گدھا حلال نہیں اور نہ کوئی درندہ اور نہ معاہد کا گرا پڑا مال، مگر جبکہ مالک کو اس کی ضرورت نہ ہو۔ اگر کوئی شخص کسی بستی میں (بطور مسافر) ٹھہرے تو اس کے باشندوں پر لازم ہے کہ اس کی مہمان نوازی کریں، اگر وہ ایسا نہ کریں تو وہ ان سے اس مہمانی کے برابر تاوان وصول کر سکتا ہے۔''

۲۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

لا ألفين أحدكم متكئا على أريكته يأتيه أمر مما أمرت به أو نهيت عنه، فيقول: لا أدري، ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه۔(۱)

''میں تم میں سے کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس میرا کوئی حکم یا ممانعت پہنچے تو وہ اس کے جواب میں یہ کہے: میں نہیں جانتا، ہمیں جو کچھ اللہ کی کتاب میں ملا اُس کی پیروی کریں گے۔''

۳۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أيحسب أحدكم متكئا على أريكته قد يظن أن الله لم يحرم شيئا إلا ما في هذا القرآن؟ ألا! و إني و الله قد وعظت و أمرت و

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۳۷، کتاب العلم، رقم: ۲۶۶۳
۲۔ ابو داؤد، السنن، ۴: ۲۰۰، کتاب السنۃ، رقم: ۴۶۰۵
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۶، المقدمہ، رقم: ۱۳
۴۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۹۰، رقم ۳۶۸
۵۔ حمیدی، المسند، ۱: ۲۵۲، رقم: ۵۵۱
۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۲۰۹

نهيت عن أشياء إنها لمثل القرآن أو أكثر، و أن الله تعالیٰ لم يحل لكم أن تدخلوا بيوت أهل الكتاب إلا بإذن، و لا ضرب نسائهم و لا أكل ثمارهم إذا أعطوكم الذی عليهم۔(۱)

’’کیا تم میں سے کوئی اپنی مسند پر ٹیک لگا کر یہ سمجھتا ہے کہ اللہ نے کوئی چیز حرام قرار نہیں دی مگر وہی جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے؟ سن لو! میں نے نصیحت کرتے اور حکم دیتے ہوئے اور بعض چیزوں سے منع کرتے ہوئے جو کہا وہ بھی قرآن کی طرح ہے بلکہ اس کی تعداد زیادہ ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہیں اہلِ کتاب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے کی اجازت دی، نہ ان کی عورتوں کو مارنے کی، نہ ان کے پھل کھانے کی، جب وہ اپنے واجبات تم کو ادا کریں۔‘‘

۴۔ حضور ﷺ حضرت معاذ بن جبل ﷺ کو قاضی بنا کر یمن روانہ فرمانے لگے تو ان سے پوچھا کہ آپ فیصلہ کیسے کریں گے؟ صحابی رسول ﷺ نے عرض کیا: یارسول اللہ! قرآن حکیم کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: اگر قرآن میں نہ پاؤ تو پھر کیسے فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذ ﷺ نے عرض کی: تو پھر سنتِ رسول کے مطابق فیصلے کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر سنت میں بھی نہ پاؤ تو پھر؟ انہوں نے عرض کی: تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

الحمد لله الذی وَفَّقَ رَسولَ رسولِ الله۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ ابو داود، السنن، ۳: ۱۷۰، کتاب الخراج والإمارة والفئ، رقم: ۳۰۵۰

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۲۰۴

۳۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۷: ۱۸۵، رقم: ۷۲۲۶

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، ۳: ۶۱۶، کتاب الأحکام، رقم: ۱۳۲۷

۲۔ ابوداود، السنن، ۳: ۳۰۳، کتاب الأقضیة، رقم: ۳۵۹۲

۳۔ نسائی، السنن، ۸: ۲۳۱، کتاب آداب القضاة، رقم: ۵۳۹۹

۴۔ احمد، المسند، ۵: ۲۳۰، رقم: ۲۲۰۶۰

’’اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے بھیجے جانے والے نمائندے کو یہ توفیق عطا فرمائی۔‘‘

مذکورہ حدیث سے واضح ہو رہا ہے کہ ہم بعض احکام قرآن حکیم میں نہیں پاتے اور ہمیں حدیثِ نبوی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ یہ بات منشائے خداوندی کے عین مطابق ہے۔

۵۔ قرآن اور سنت قانونِ اسلامی کے دو بڑے ماخذ ہیں جن پر مضبوطی سے قائم رہا جائے تو انسان کبھی بھی گمراہی کی دلدل میں نہیں اُتر سکتا۔ فرمانِ رسول ﷺ ہے:

إنی قد ترکت فیکم شیئین، لن تضلوا بعدهما کتاب اللہ و سنتي۔(۱)

’’میں تمہارے اندر دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہو گے، وہ (دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔‘‘

۶۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

فعلیکم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین۔(۲)

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۷۲، رقم: ۳۱۹
۲۔ دارقطنی، السنن، ۴: ۲۴۵
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۱۱۴

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، ۵: ۴۴، کتاب العلم، رقم: ۲۶۷۶
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۱۵، المقدمۃ، رقم: ۴۲
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶
۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸: ۲۴۹
۵۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۷۴، رقم: ۳۲۹
۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۱: ۸۰، ۲۵۷
۷۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۸: ۶۶
۸۔ یوسف بن موسیٰ، معتصر المختصر، ۲: ۱۷۱

←

’’تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کی متابعت لازم ہے۔‘‘

۷۔ یہ بھی حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔(۱)

’’جس نے میری سنت سے منہ موڑا پس وہ مجھ سے نہیں۔‘‘

یعنی حضور ﷺ کی سنت سے روگردانی کرکے دائرہ ایمان میں داخل ہونے کا تصور باطل ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ مقننِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور حضور ﷺ اس کے نائب اور مظہر ہیں، لہٰذا آپ ﷺ کے یہ اختیارات نیابتی اور تفویضی ہیں، پس حضور ﷺ کا امر و نہی اور تحلیل و تحریم درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اطاعتِ رسول ﷺ کو اطاعتِ خداوندی کا درجہ حاصل ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۹۔ مروزی، السنہ، ۱: ۲۷

۱۰۔ زرقانی، شرح الموطا، ۱: ۱۵۰

۱۱۔ ظاہری، المحلی، ۱۱: ۳۵۶

۱۲۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۲: ۲۷۰، رقم: ۲۲۹۳

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۱۹۴۹، کتاب النکاح، رقم: ۴۷۷۶

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۱۰۲۰، کتاب النکاح، رقم: ۱۴۰۱

۳۔ نسائی، السنن، ۶: ۶۰، کتاب النکاح، رقم: ۳۲۱۷

۴۔ عبدالرزاق، المصنف، ۶: ۱۶۷، رقم: ۱۰۳۷۴

۵۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱: ۹۹، رقم: ۱۹۷

۶۔ ابن ابی عاصم، السنہ، ۱: ۳۱

۷۔ یوسف بن موسیٰ، معتصر المختصر، ۲: ۲۸۲

۸۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۳: ۲۲۸

۹۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۱: ۴۶، رقم: ۹۱

۱۰۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۱۹: ۳۴۰

۱۱۔ ظاہری، المحلی، ۴: ۱۶۶

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ۔(۱)

’’جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی‘‘

حضور ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

فمن أطاع محمدا ﷺ فقد أطاع الله، و من عصٰی محمدا ﷺ فقد عصی الله۔(۲)

’’جس نے محمد (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد (ﷺ) کی نافرمانی کی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔‘‘

علامہ ابن تیمیہ نے اس تصور کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

فقد أقامه الله مقام نفسه في أمره و نهيه و إخباره و بيانه، فلا يجوز أن يفرق بين الله والرسول في شئ من هذه الأمور۔(۳)

’’اللہ تعالیٰ نے اپنے اوامر و نواہی اور اخبار و بیان میں حضور ﷺ کو اپنے ہی مقام پر فائز فرما دیا ہے، لہٰذا ان امور میں سے کسی ایک میں بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان تفریق کرنا ہرگز جائز نہیں۔‘‘

وہ احکام جن کا بیان قرآن میں مذکور نہ تھا اور ان کی تشریع (قانون سازی) براہ راست سنتِ نبوی ﷺ سے ہوئی، ان کی درج ذیل اقسام ہیں:

۱۔ تشریعِ جنائی

اس سے مراد جرم و سزا سے متعلق وہ شرعی احکام ہیں جن کی تشریع براہ راست حضور ﷺ نے فرمائی، مثلاً حدِ شرب، حدِ رجم، وغیرہ۔

حرمتِ شراب کا حکم قرآنِ مجید میں ہے، جس پر درج ذیل آیہ کریمہ دلالت کرتی ہے:

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۸۰

(۲) بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۵۵، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ، رقم: ۶۸۵۲

(۳) ابن تیمیہ، الصارم المسلول: ۴۱

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ۔(۱)

’’بیشک شراب اور جوا اور (عبادت کے لئے) نصب کئے گئے بت اور (قسمت معلوم کرنے کے لئے) فال کے تیر (سب) ناپاک شیطانی کام ہیں، سوتم ان سے (کلیتًا) پرہیز کرو۔‘‘

لیکن قرآن میں کسی جگہ شراب پینے کی سزا بیان نہیں کی گئی۔ اس کا تعین حضور ﷺ نے فرمایا جو کہ اسی ۸۰ کوڑے ہے، یہ حکم احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے:

۱۔ عن أنس بن مالک: أن النبی ﷺ أتی برجل قد شرب الخمر، فجَلَده بجریدتین نحو أربعین۔ قال: وفعله أبوبکر فلما کان عمر استشار الناس، فقال عبدالرحمن: أخف الحدود ثمانین، فأمر به عمر۔(۲)

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی آپ ﷺ نے اس کو دو چھڑیوں سے چالیس بار مارا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو اُنہوں نے (اس کے بارے میں) لوگوں سے مشورہ کیا تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: کم از کم حد اسی کوڑے ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (مجرم کو) اسی کوڑے مارنے کا حکم دیا۔‘‘

۲۔ عن الحسن قال هم عمر بن الخطاب أن یکتب فی المصحف أن رسول الله ﷺ ضرب فی الخمر ثمانین۔(۳)

(۱) القرآن، المائدہ، ۵: ۹۰

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۳۳۰، کتاب الحدود، رقم: ۱۷۰۶

۲۔ ترمذی، الصحیح، ۴: ۴۸، کتاب الحدود، رقم: ۱۴۴۳

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳: ۲۵۰، رقم: ۵۲۷۶

(۳) ۱۔ عبدالرزاق، المصنف، ۷: ۳۷۹، رقم: ۱۳۵۴۸

’’حضرت حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ﷺ نے یہ ارادہ کیا کہ مصحف میں یہ لکھ دیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب نوشی پر اسی (۸۰) کوڑے مارے۔‘‘

۳۔ عن عبداللہ بن عمرو أن النبی ﷺ قال: من شرب بسقة خمر فاجلدوه ثمانین۔(۱)

’’حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے شراب پی اُسے اسی (۸۰) کوڑے مارو۔‘‘

درحقیقت ابتدائے اسلام میں رسول اللہ ﷺ نے شراب نوشی کی کوئی معین حد مقرر نہیں فرمائی تھی۔ بعد میں حضور اکرم ﷺ نے اسی (۸۰) کوڑے مقرر فرما دیئے۔

اسی طرح حدِ رجم یعنی شادی شدہ مرد وعورت کو زنا کی صورت میں سنگسار کرنے کی سزا اور مرتد کی سزائے موت بھی سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے اور اسے حضور ﷺ نے اپنے تشریعی اختیار سے متعین کیا ہے۔

۲۔ تشریعِ سبب

وہ حکم جو کسی دیگر قانونی فعل کے سبب سے وجود میں آیا مگر اس کی تشریع سنت نبوی ﷺ سے ہوئی۔ اس کی مثال قاتل کا مقتول کی وراثت سے محروم ہونا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

۱۔ لا یرث القاتل شیئًا۔(۲)

’’قاتل (مقتول) کا وارث نہیں۔‘‘

---

(۱) ۱۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۳: ۱۵۸
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۶: ۲۷۹

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۱۸۹، کتاب الدیات، رقم: ۴۵۶۴
۲۔ عبدالرزاق، المصنف، ۹: ۴۰۴
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶: ۲۲۰
۴۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۳: ۴۱۱، رقم: ۵۲۵۸

۲۔ لیس لقاتل میراث ۔(۱)

’’قاتل کے لیے میراث نہیں‘‘

۳۔ لیس للقاتل شیء۔(۲)

’’قاتل کے لئے (مقتول کی وراثت سے) کچھ نہیں۔‘‘

قاتل قتل سے قبل شرعاً مقتول کی وراثت کا حقدار تھا، مگر حضور ﷺ نے قتل کے سبب قاتل کو مقتول کی وراثت سے محروم قرار دے دیا۔

۳۔ تشریعِ کفارہ

اس سے مراد ہے کہ کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی یا اس کی تکمیل میں کمی یا کوتاہی کے ازالہ کے لئے حضور ﷺ نے جو احکامات صادر فرمائے، اس کی ایک مثال کفارہ صوم (روزے کا کفارہ) ہے۔ قرآن حکیم میں جہاں روزے کے احکامات کا ذکر واضح طور پر بیان ہوا ہے وہاں روزہ توڑنے کا کفارہ بیان نہیں ہوا۔ اس کا کفارہ حضور ﷺ نے متعین فرمایا۔

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، ۲: ۸۸۴، کتاب الدیات، رقم: ۲۶۴۶
۲۔ دار قطنی، السنن، ۴: ۹۶، رقم: ۸۵
۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۲۷۹، رقم: ۳۱۳۹۴
۴۔ عبدالرزاق، المصنف، ۹: ۴۰۳

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۸۹، کتاب الدیات، رقم: ۴۵۶۴
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۷۹، رقم: ۶۳۶۸
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۹، رقم: ۳۴۷
۴۔ مالک، الموطا، ۲: ۸۶۷، رقم: ۱۵۵۷
۵۔ شافعی، المسند، ۱: ۲۰۱
۶۔ دار قطنی، السنن، ۴: ۹۵، رقم: ۸۳
۷۔ عبدالرزاق، المصنف، ۹: ۴۰۳
۸۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۲۸۰، رقم: ۳۱۳۹۷

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھے کہ ایک شخص مجلس میں آیا اور عرض کرنے لگا:

یارسول اللہ! هلكتُ۔ قال: ما لكَ؟ قال: وقعتُ على امرأتي وأنا صائم۔ فقال رسول اللہ ﷺ: هل تجد رقبة تعتقها؟ قال: لا۔ قال: فهل تستطيع أن تصوم شهرين متتابعين؟ قال: لا۔ فقال: فهل تجد إطعام ستين مسكينا؟ قال: لا ۔ قال: فمكث النبي ﷺ، فبينا نحن على ذلك أتي النبي ﷺ بعرق فيه تمر، و العرق المِكتل۔ قال: أين السائل؟ فقال: أنا۔ قال: خذ هذا فتصدق به۔ فقال الرجل أعلى افقر مني يارسول اللہ؟ فواللہ ما بين لابتيها، يريد الحرتين، أهل بيت أفقر من أهل بيتي۔ فضحك النبي ﷺ حتى بدت أنيابهٗ، ثم قال: أطعمه أهلكَ۔(۱)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۸۴، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۳۴، ۱۸۳۵

۲۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۹۱۸، کتاب الهبہ، رقم: ۲۴۶۰

۳۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۴۶۷، کتاب کفارات الأیمان، رقم: ۶۳۳۱

۴۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۴۶۸، کتاب کفارات الأیمان، رقم: ۶۳۳۲

۵۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۸۱، کتاب الصیام، رقم: ۱۱۱۱

۶۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۳: ۱۰۲، کتاب الصوم، رقم: ۷۲۴

۷۔ ابو داود، السنن، ۲: ۳۱۳، کتاب الصوم، رقم: ۲۳۹۰

۸۔ نسائی، السنن الکبری، ۲: ۲۱۲، ۲۱۳، رقم: ۳۱۱۷۔۳۱۱۸

۹۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۴۱، رقم: ۷۲۸۸

۱۰۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۸۱، ۷۷۷۱

۱۱۔ عبدالرزاق، المصنف، ۴: ۱۹۴، رقم: ۷۴۵۷

۱۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۴، رقم: ۷۸۲۹، ۷۸۳۳، ۷۸۳۶

۱۳۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۲: ۶۰

’’یارسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟ اس نے عرض کیا کہ میں رمضان المبارک میں (بحالتِ روزہ) اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو ایک غلام یا لونڈی آزاد کر سکتا ہے وہ عرض کرنے لگا: نہیں یارسول اللہ۔ فرمایا: کیا تو مسلسل دو مہینے کے روزے رکھ سکتا ہے؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ پھر وہ بیٹھا رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس ایک ٹوکرا کھجور کا آیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: سائل کہاں گیا؟ وہ کہنے لگا: حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تھیلا لے جا اور خیرات کر دے۔ وہ کہنے لگا خیرات تو اس پر کروں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو۔ خدا کی قسم مدینے کی اس پوری بستی میں مجھ سے بڑھ کر کوئی محتاج نہیں۔ اِس پر آپ ﷺ مسکرائے یہانتک کہ دندان مبارک اندر تک نظر آنے لگے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے لے جا اور اپنے گھر والوں کو کھلا (تیرا کفارہ ادا ہوجائے گا)۔‘‘

۴۔ تشریعِ امر

اس سے مراد وہ شرعی احکام ہیں جن کا وجوب براہِ راست فرمان رسول ﷺ سے ثابت ہے۔ حضور ﷺ کے اس اختیار کا اظہار درج ذیل احادیث سے ہوتا ہے:

۱۔ لولا أن أشق علی أمتي لأمرتهم بالسواک مع کل صلوٰۃ۔(۱)

’’اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑ جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں ان پر لازم قرار دے دیتا کہ ہر نماز کے وقت مسواک کریں۔‘‘

۲۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۳۰۳، کتاب الجمعۃ، رقم: ۸۴۷
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۱۰، رقم: ۲۳۵۳۳
۳۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۱: ۴۳
۴۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۱۹: ۵۸
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۲: ۹۷

لو لا أن أشق علی امتی لفرضت علیھم السواک کما فُرضت علیھم الوضوء۔(۱)

''اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑ جانے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں ان پر مسواک اُسی طرح لازم قرار دے دیتا جس طرح ان پر وضو لازم قرار دیا گیا ہے۔''

۳۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں خطاب کیا اور فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالٰی نے تم پر حج فرض کیا ہے، پس تم حج کیا کرو۔ ایک صحابی نے کھڑے ہوکر پوچھا: کیا ہر سال حج کرنا لازمی ہوگا؟ آپ ﷺ خاموش ہوگئے، اس نے یہ بات تین مرتبہ کی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

لو قلت: نعم، لوجبت، ولما استطعتم۔ ثم قال: ذرونی ما ترکتکم، فإنما ھلک من کان قبلکم بکثرۃ سؤالھم واختلافھم علی أنبیائھم، فإذا أمرتُکم بشیء فأتوا منہ ما استطعتم، و إذا نھیتکم عن شیء فدعوہ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۱۴، رقم: ۱۸۳۵
۲۔ ابویعلی، المسند، ۱۲: ۷۱، رقم: ۶۷۱۰
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۶۴، رقم: ۱۳۰۱
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۲۲۱
۵۔ مقدسی، الأحادیث المختارہ، ۸: ۳۹۴

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۹۷۵، کتاب الحج، رقم: ۱۳۳۷
۲۔ نسائی، السنن، ۵: ۱۱۰، کتاب مناسک الحج، رقم: ۲۶۱۹
۳۔ نسائی، السنن، ۵: ۱۱۱، کتاب مناسک الحج، رقم: ۲۶۲۰
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۰۸، رقم: ۱۰۶۱۵
۵۔ دارقطنی، السنن، ۲: ۲۸۱، رقم: ۲۰۴
۶۔ دارقطنی، السنن، ۲: ۲۸۲، رقم: ۲۰۶
۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۱۸، رقم: ۳۷۰۴

←

’’اگر میں ہاں کر دیتا تو ہر سال حج واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔ پھر فرمایا: جو میں چھوڑ دوں، اس بارے میں مجھ سے سوال نہ کرو۔ بے شک تم سے پہلے لوگ کثرت سوال اور انبیاء سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو حسبِ استطاعت اس پر عمل کرو اور جب تمہیں کسی چیز سے منع کر دوں تو اُسے چھوڑ دیا کرو۔‘‘

لفظ لوجبت سے یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اگر اپنے تشریعی اختیارات استعمال کرتے ہوئے کسی بات کا حکم فرما دیں تو وہ واجب ہو جاتی ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری اس حدیث کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

و لیعلم أن الفرض و الحرام یثبت بالحدیث أیضا کما یدل حدیث الباب۔(۱)

’’اور جان لو کہ فرض اور حرام کا ثبوت حدیثِ نبوی سے بھی ہو جاتا ہے، جیسا کہ مذکورہ حدیث اس امر پر دلالت کر رہی ہے۔‘‘

۵۔ تشریعِ نہی

اس سے مراد وہ شرعی احکام ہیں جن کا حرام ہونا براہِ راست سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے، مثلاً آپ ﷺ نے مردوں پر ریشم اور سونے کا پہننا حرام قرار دے دیا۔ ارشاد فرمایا:

حرم لباس الحریر والذهب علی ذکور اُمتي۔(۲)

۸۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۱۹، رقم: ۳۷۰۵

۹۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴: ۱۲۹، رقم: ۲۵۰۸

۱۰۔ بیہقی، السنن الکبری، ۴: ۳۲۵، رقم: ۸۳۹۸

(۱) انور شاہ کشمیری، العرف الشذی، ۳۱۱

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۱۷، کتاب اللباس، رقم: ۱۷۲۰

۲۔ مقدسی، المغنی، ۱: ۳۴۴

۳۔ زیلعی، نصب الرایہ، ۴: ۲۲۳

←

''ریشم اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔''

۶۔ تشریعِ شہادت

اس سے مراد مقدمات میں عدالتی ضابطہ جات اور شہادات کے وہ قوانین ہیں جن کی تشریع (قانون سازی) براہِ راست سنتِ نبوی سے ثابت ہے، مثلاً اِرشادِ گرامی ہے:

البينة على المدعي و اليمين على المدعىٰ عليه۔(۱)

''مدعی پر دلیل پیش کرنا واجب ہے اور مدعا علیہ پر انکار کی صورت میں قسم واجب ہے۔''

۷۔ تشریعِ اِستثناء

اس سے مراد وہ استثنائی احکام ہیں جو براہ راست سنتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہیں، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔ ریشمی کپڑا پہننے کا اِستثنائی حکم

شریعتِ مطہرہ کی رُو سے مرد کے لئے ریشمی کپڑا پہننا حرام ہے، لیکن حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو کسی جسمانی عارضہ کے باعث ریشمی کپڑا پہننے کی خصوصی اِجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أن عبد الرحمن بن عوف و الزبير: شكوا إلى النبي ﷺ ...... يعني القمل ...... فَأرْخَصَ لهما في الحرير، فرأيتُه عليهما في غزاة۔(۲)

۴۔ عسقلانی، تلخیص الحبیر، ۱: ۵۲

۵۔ شمس الحق، عون المعبود، ۱۱: ۷۳

(۱) ا۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۳: ۶۲۶، کتاب الأحکام، رقم: ۱۳۴۱

۲۔ دار قطنی، السنن، ۴: ۱۵۷

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۲۵۳

۴۔ شمس الحق، عون المعبود، ۱۰: ۲۳

(۲) بخاری، الصحیح، ۳: ۱۰۶۹، کتاب الجہاد والسیر، رقم: ۲۷۶۳

’’حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں جوئیں پڑنے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے انہیں ریشم پہننے کی اِجازت مرحمت فرمائی۔ پس میں نے غزوات کے دوران اُن دونوں کو ریشم پہنے دیکھا۔‘‘

اِسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے:

أن النبی ﷺ رخص لعبد الرحمن بن عوف و الزبیر رضی اللہ عنہما فی قمیص من حریر من حکة کانت بهما۔(۱)

’’نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو خارش کے سبب ریشمی کپڑا پہننے کی اجازت دی۔‘‘

۲۔ سونا پہننے کا استثنائی حکم

شریعت کا یہ حکم کہ سونے کا زیور پہننا مرد کے لئے حرام ہے، حضور ختمی مرتبت ﷺ کا عطا کردہ ہے اور یہ حکم قرآن مجید میں کہیں مذکور نہیں، لیکن حضور ﷺ کو یہ اِستثنائی اِختیار بھی حاصل تھا کہ آپ ﷺ اپنے اُمتیوں میں سے جس کسی کو چاہیں سونا پہننے کی اجازت مرحمت فرما دیں۔ اِس ضمن میں کتبِ تاریخ و سیر میں سراقہ بن مالک کا واقعہ درج

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۰۶۹، کتاب الجهاد والسیر، رقم: ۲۷۶۲، ۲۷۶۴
۲۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۱۹۶، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۰۱
۳۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۶۴۶، کتاب اللباس والزینة، رقم: ۲۰۷۶
۴۔ نسائی، السنن، ۸:۲۰۲، رقم: ۵۳۱۱
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۲۷، رقم: ۱۲۳۱۰
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۷۳، رقم: ۱۳۹۱۲
۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲:۲۴۶، رقم: ۵۴۳۰
۸۔ ابویعلی، المسند، ۶:۲۰، رقم: ۳۲۴۹
۹۔ رویانی، المسند، ۲:۳۸۰، رقم: ۱۳۵۵
۱۰۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۲۶۸، رقم: ۵۸۷۰

ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ مکہ سے سفرِ ہجرت پر روانہ ہوئے تو کفار و مشرکینِ مکہ نے اِعلان کیا کہ جو کوئی (معاذ اللہ) آپ ﷺ کو گرفتار کر کے لائے گا اُسے ایک سو سرخ اُونٹ بطور انعام دیئے جائیں گے۔ انعام کے لالچ میں سراقہ آقائے دو جہاں ﷺ کی تلاش میں نکل پڑا اور گھوڑا سرپٹ دوڑاتے ہوئے اُس پتھریلے راستے کی طرف جانکلا جدھر آپ ﷺ اپنے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جا رہے تھے۔ گھوڑے کے قدموں کی چاپ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو اُن کی نظر سراقہ پر پڑی اور وہ گھبرا گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! گھبراتے کیوں ہو؟ اُسے آنے دو۔ جب وہ قریب آیا تو حضور ﷺ نے پوچھا: سراقہ کس لئے آئے ہو؟ آپ ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ سراقہ کا گھوڑا گھٹنوں سمیت پتھریلی زمین میں دھنس گیا۔ وہ چیخ اُٹھا: میں غریب آدمی ہوں، اس لئے لالچ میں آ گیا تھا، مجھے معاف کر دیں، میں آپ صلی اللہ علیک و سلم کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں۔ اِس پر حضور ﷺ نے فرمایا: سراقہ! تم اپنے آپ کو غریب کہتے ہو، حالانکہ میں تمہارے بازوؤں میں کسریٰ ایران کے سونے کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔

روایت کے الفاظ ہیں:

و لما أراد الإنصراف، قال له: کیف بک یا سراقة إذا تسورت بسواری کسریٰ۔(۱)

”اور جب وہ رُخصت ہونے لگا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے سراقہ! اُس وقت تیری کیا شان ہوگی جب تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔“

بعض کتب میں یہ الفاظ منقول ہیں:

کیف بک إذا لبست سواری کسریٰ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ حلبی، إنسان العیون فی سیرة الامین المأمون، ۲:۲۲۱

(۲) ۱۔ ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، ۲:۵۸۱

۲۔ نووی، تہذیب الاسماء و اللغات، ۱:۲۰۵، رقم: ۲۰۰

۳۔ عسقلانی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ۳:۴۱، رقم: ۳۱۱۷

۴۔ مناوی، فیض القدیر، ۳:۴۹۹

’’تیری کیا شان ہوگی جب تو کسریٰ کے سونے کے کنگن پہنے گا!‘‘

اس بات کو کئی سال گزر گئے حضور ﷺ کا وِصال ہو گیا اور خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلافت پر متمکن ہوئے ان کے عہدِ خلافت میں ایران فتح ہوا تو مسجد نبوی کے صحن میں مالِ غنیمت کے انبار لگ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مال کے ڈھیر میں کوئی چیز تلاش کرتے نظر آئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! کیا تلاش کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: شاہِ ایران کے سونے کے کنگن تلاش کر رہا ہوں اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ سفرِ ہجرت کے دوران میں میرے آقا ﷺ نے سراقہ سے فرمایا تھا کہ میں تیرے ہاتھوں میں کسریٰ ایران کے سونے کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔ اب یہ نہیں ہوسکتا کہ آقا ﷺ کی زبانِ حق ترجماں سے نکلی ہوئی کوئی بات غلط ہو جائے۔ مفتوحہ علاقے سے جو مال آیا ہے، اس میں یہ کنگن ضرور آئے ہوں گے۔ آپ یہ ذکر کر رہے تھے کہ ایک صحابی نے تین سونے کے کنگن نکال کر پیش کر دیئے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سراقہ بن مالک کو طلب فرمایا اور اُنہیں اپنے ہاتھوں سے سونے کے وہ کنگن پہنائے، جو ازروئے شرع کسی بھی دوسرے مرد کے لئے حرام ہیں۔(۱)

اِس ضمن میں امام شافعی کا کہنا ہے:

و إنما ألبسهما سراقة لأن النبی ﷺ قال لسراقة و أنظر إلی ذراعيه: كأني بک قد لبست سواری کسریٰ۔(۲)

’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو وہ دونوں (کنگن) پہنائے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے سراقہ رضی اللہ عنہ کے بازو دیکھ کر فرمایا تھا: میں ان بازوؤں میں کسریٰ کے سونے کے کنگن پہنے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔‘‘

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ بڑے فخر سے وہ طلائی کنگن زیب بازو کئے مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں خرامِ ناز سے چلتے اور کوئی انہیں روکنے والا اس لئے نہ ہوتا کہ خود آقا ﷺ نے یہ طلائی کنگن ان کے لئے حلال فرما دیئے تھے۔ اس سے یہ بات اَظہر من الشّمس ہے کہ جو

---

(۱) بیہقی، السنن الکبری، ۶: ۳۵۷، رقم: ۱۲۸۱۲

(۲) شافعی، الام، ۴: ۱۵۷

بات زبانِ مصطفیٰ ﷺ سے نکل گئی وہ حکمِ شریعت بن گئی۔

۱۹۔ تکوینی اِختیارات

اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، وہ جس شے کو چاہے امرِ کن سے عدم سے وجود میں لے آئے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ (۱)

"(اس کے یہاں تو بس ارادہ کی دیر ہے) اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز (کو پیدا کرنے) کا ارادہ کرتا ہے اس سے کہتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے ○"

آیتِ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کی شانِ تکوین کا ذکر ہے۔ وہ اپنے مقرب اور برگزیدہ بندوں میں سے جسے چاہتا ہے مقامِ تکوین پر فائز فرماتا ہے۔ لفظ کُنْ کے ذریعے جو کہا جاتا ہے اِذنِ الٰہی سے وہی ہو جاتا ہے۔ مقبولانِ بارگاہِ اِلٰہی کی اس صفت سے شرک لازم نہیں آتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ذاتی، اور اس کے ان بندوں کی عطائی ہوتی ہے۔

اللہ ﷻ نے اپنے حبیب ﷺ کو جہاں اپنے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائیں وہیں آپ ﷺ کو تصرف و تکوین کے لامحدود اختیارات سے بھی نوازا۔ متعدد احادیث مبارکہ میں حضور ﷺ مقامِ تکوین پر جلوہ گر نظر آتے ہیں، ان میں سے بعض کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

۱۔ ایک لڑکی کا قبر میں زندہ ہونا

حضور رحمتِ عالم ﷺ کو یہ گوارا نہیں تھا کہ کوئی شخص جسے اسلام کی دعوت دی گئی اور اس نے ایمان لانا کسی چیز کے ساتھ مشروط کر دیا تو وہ شرط پوری نہ ہونے کے باعث دولتِ ایمان سے محروم رہ جائے، چنانچہ بہت سی روایات اس پر شاہد ہیں کہ حضور نبی اکرم

---

(۱) القرآن، یٰسین، ۳۶: ۸۲

ﷺ نے اپنی نبوت کی تصدیق کے لئے اشجار سے اپنی رسالت کی گواہی دلانے اور پتھروں سے کلمہ پڑھوانے جیسے معجزات اتمامِ حجت کے لئے دکھلائے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو دعوتِ اسلام دی تو اس نے کہا کہ میں اس وقت تک اسلام قبول نہیں کروں گا جب تک آپ میری فوت شدہ بچی کو زندہ نہ کر دیں، پس حضور ﷺ اس بچی کی قبر پر تشریف لے گئے اور اسے آواز دی۔ وہ بچی قبر میں بول اٹھی اور کہا:

لبیک و سعدیک!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں حاضر ہوں اور سب سعادتیں آپ کے لئے ہیں۔''

آپ ﷺ نے اس بچی سے پوچھا: کیا تو دنیا میں واپس آنا چاہتی ہے؟ تو اس نے عرض کیا:

لا، و اللہ یا رسول اللہ! إنی وجدت اللہ خیراً لی من أبوی و وجدت الآخرۃ خیراً لی من الدنیا۔(۱)

''نہیں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیک وسلم! خدا کی قسم میں نے اللہ کو اپنے حق میں اپنے والدین سے بہتر اور آخرت کو دنیا سے بہتر پایا۔''

۲۔ مردہ کا کلام کرنا

حضور رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میری امت میں سے ہی ایک شخص بعد از

(۱) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۵۷۷

۲۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۷:۶۱

۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۳۶۹

۴۔ نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین: ۴۲۲

۵۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱:۲۱۱

وفات کلام کرے گا۔

۱۔ حضرت حذیفہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

یکون فی أمتی رجل یتکلم بعد الموت۔(۱)

’’میری امت میں ایک شخص ہوگا جو بعد اَز موت کلام کرے گا۔‘‘

حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور حضرت زید بن حارثہ ﷺ اور بعض دیگر افراد نے اپنی وفات کے بعد کلام کیا۔

امام حلبیؒ فرماتے ہیں:

و منها إخباره ﷺ أن رجلا من أمته یتکلم بعد الموت فکأن کذلک و هو زید بن حارثة و تکلم غیره أیضا۔(۲)

’’حضور ﷺ کے معجزات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے خبر دی کی میری امت میں سے کوئی شخص بعداز وفات کلام کرے گا پس ایسا ہی ہوا اور وہ زید بن حارثہ ﷺ تھے اور ان کے علاوہ بھی کئی نے بعد از وفات کلام کیا۔‘‘

۲۔ حضرت زید بن خارجہ ﷺ نے بھی بعد از وفات کلام کیا۔

ان زید بن خارجة تکلم بعد الموت (۳)

’’حضرت زید بن خارجہ ﷺ نے اپنی وفات کے بعد کلام کیا۔‘‘

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۶: ۷۲، رقم: ۵۸۲۶
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۹۱

(۲) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۳۶۹

(۳) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۱: ۳۳۶، رقم: ۱۰۵۹
۲۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۲: ۵۴۷، رقم: ۸۴۴
۳۔ عسقلانی، الاصابہ، ۲: ۳۶۷، رقم: ۲۳۵۱

۳۔ اس حوالے سے ایک اور روایت ہے، جس میں حضرت زید بن خارجہ بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے منقول ہے:

زيد بن خارجه بن أبی زهير الخزرجی الأنصاری شهد بدرا، توفی زمان عثمان هو الذی تكلم بعد الموت۔(۱)

''حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر میں حصہ لیا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں فوت ہوئے، انہوں نے بعد اَز مرگ کلام بھی کیا۔''

۳۔ ذبح شدہ بکری کا زندہ ہونا

ایک دن جاں نثارِ مصطفیٰ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے حضور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوت کا شرف حاصل کیا۔ اُنہوں نے اِس دعوت میں ایک بکری ذبح کی۔ جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھانا تناول کر چکے تو آخر میں حضور رحمتِ عالم ﷺ نے ذبح ہونے والی بکری کی ہڈیاں اکٹھی کیں، اُن پر کچھ پڑھا تو وہ بکری زندہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

و كان رسول الله ﷺ يقول لهم: كلوا و لا تكسروا عظما، ثم انه جمع العظام فی وسط الجفنة، فوضع يده عليها، ثم تكلم بكلام لم أسمعه، فإذا الشاة قد قامت تنفض أذنيها، فقال لی: خذ شاتک، فأتيت إمرأتی، فقالت: ما هذا؟ قلت: هذه و الله شاتنا

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۳: ۳۸۳، رقم: ۱۲۸۱
۲۔ ابن حبان، الثقات، ۳: ۱۳۸، رقم: ۴۶۰
۳۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۳: ۳۵۳، رقم: ۷۴۷
۴۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۰: ۶۰
۵۔ عسقلانی، الاصابہ، ۸: ۱۴۸، رقم: ۱۱۸۳۵

ذبحنا، دعا الله فأحياها لنا، قالت: أشهد أنه رسول الله ﷺ۔(۱)

’’حضور ﷺ صحابہ کرام ﷺ سے فرمایا کرتے: کھاؤ مگر ہڈیاں مت توڑو، بعد میں ہڈیوں کو بڑے برتن میں جمع کیا گیا، حضور ﷺ نے ان پر ہاتھ مبارک رکھا اور کچھ پڑھا جس کو میں نہ سن سکا، پھر اچانک بکری کان جھارٹی اٹھ کھڑی ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی بکری لے لو، میں وہ بکری لے کر گھر آیا تو میری بیوی نے حیرانی سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں نے جواباً کہا کہ یہ وہی بکری ہے جو ہم نے ذبح کی تھی، حضور ﷺ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ زندہ کر دیا۔ اس پر وہ بولی: ’’میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔‘‘

۴۔ لکڑی کی شاخ کا تلوار بننا

غزوۂ بدر میں حضرت عکاشہ ﷺ بن محصن کی تلوار دورانِ جنگ ٹوٹ گئی تو وہ آقائے نامدار ﷺ کی خدمتِ اقدس میں آ کر عرض پرداز ہوئے: یا رسول اللہ! میری تلوار ٹوٹ گئی ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے اپنے اس جاں نثار صحابی کو درخت کی ایک خشک شاخ عطا فرما دی۔

’’جب انہوں نے آپ ﷺ سے وہ چھڑی لے کر فضا میں لہرائی تو وہ لوہے کی انتہائی مضبوط اور چمکدار تلوار بن گئی، حضرت عکاشہ ﷺ اس سے لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ اس تلوار کا نام ’عود تھا۔‘‘(۲)

---

(۱) ۱۔ نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین: ۴۲۱
۲۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۵۷۸
۳۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۷: ۶۶
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۱۰۹
۵۔ الخصائص الکبریٰ، ۲: ۱۱۲

(۲) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۸۵

←

اس طرح کی متعدد روایات کتب حدیث میں مذکور ہیں۔

۵۔ اُحد پہاڑ کا وجد میں آنا

ایک دن تاجدار کائنات ﷺ اپنے تین جلیل القدر صحابہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی معیت میں احد پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ پہاڑ اپنے بخت رسا پر وجد میں آ گیا۔ اتنی عظیم ہستیوں کی موجودگی کے احساس نے اسے اتنا بے خود بنا دیا کہ عالمِ وجد میں اس پر لرزہ طاری ہوگیا۔ اس پر تاجدارِ کائنات ﷺ نے اپنے قدم مبارک سے اسے چمکارا اور ارشاد فرمایا: اے جبلِ احد! ٹھہر جا کہ تیرے اوپر نبی، صدیق اور شہید جلوہ گر ہیں۔(۱)

۶۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما پر آگ کا ٹھنڈا ہونا

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مشرکین نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو آگ میں ڈالا تو حضور ﷺ کا ادھر سے گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور یوں فرمانے لگے:

یا نار کونی بردا و سلاما علی عمار کما کنت علی إبراهيم۔

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۱۸۸

۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲:۴۲۹

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳:۲۹۰

۵۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۱:۴۱۱

۶۔ نووی، تہذیب الاسماء واللغات، ۱:۳۱۰

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۴۸، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۳۴۸۳

۲۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۴۴، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۳۴۷۲

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۲۴، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۹۷

۴۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۲۱۲، کتاب السنہ، رقم: ۴۶۵۱

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۱۲، ۱۲۱۲۷

”اے آگ عمار پر ایسے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا جیسے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہو گئی تھی۔“(۱)

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے لئے وہ آگ گل وگلزار میں تبدیل ہو گئی۔

۷۔ کھجور کے خشک تنے کا گریہ و زاری کرنا

استن حنانہ کا واقعہ بھی حضور ﷺ کی تکوینی شان کا مظہر ہے۔ اُس ستون کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت اس طرح ہے:

كان النبي ﷺ يخطب إلى جذع، فلما اتخذ المنبر تحوّل إليه فحن الجذع، فأتاه فمسح يده عليه۔(۲)

”رسالت مآب ﷺ ایک کھجور کے تنے کے ساتھ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب منبر تیار ہو گیا تو آپ ﷺ اُسے چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ اُس تنے نے رونا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ اُس کے پاس تشریف لے گئے اور اُس پر دستِ شفقت رکھا۔“

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما تنے کی کیفیت بیان کرتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۲۴۸
۲۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۴۴۳
۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۱۳۴
۴۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۸۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۱۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۹۰
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۹۴، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۲۷
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۴۳۵، رقم: ۶۵۰۶
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۱۹۵، رقم: ۵۴۸۹

فصاحت النخلة صياح الصبی، ثم نزل النبی ﷺ فضمها إليه، تئن أنين الصبی الذی يسكن۔(۱)

''کھجور کے تنے نے بچوں کی طرح گریہ و زاری شروع کر دی تو حضور ﷺ منبر سے اُتر کر اُس کے قریب کھڑے ہو گئے اور اُسے اپنی آغوش میں لے لیا، اس پر وہ تنا بچوں کی طرح سسکیاں لیتا خاموش ہو گیا۔''

حضرت انس بن مالک اور حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ اُس تنے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فسمعنا لذالک الجذع صوتا کصوتِ العشار، حتی جاء النبی ﷺ فوضع يده عليها فسكنت۔(۲)

''ہم نے اُس تنے کے رونے کی آواز سنی، وہ اُس طرح رویا جس طرح کوئی اُونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے حتٰی کہ آپ ﷺ نے تشریف لا کر اُس پر اپنا دستِ شفقت رکھا اور وہ خاموش ہو گیا۔''

صحابہ کرام ﷺ فرماتے ہیں:

لولم أحتضنه لحن إلی يوم القيامة۔(۳)

''اگر آپ ﷺ اس ستون کو بانہوں میں لے کر چپ نہ کراتے تو قیامت تک

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۱۴، رقم: ۳۳۹۱

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۹۵، رقم: ۵۴۸۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۱۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۹۲

۲۔ دارمی، السنن، ۱:۳۰، رقم: ۳۴

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۹۵، رقم: ۵۴۸۷

۴۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ۱:۲۵۳

۵۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۹۸

(۳) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۴۵۴، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، رقم: ۱۴۱۵

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۶۳

←

روتا رہتا۔‘‘

یہ آپ ﷺ کی پشتِ اقدس کے لمس کا اثر تھا کہ ایک بے جان اور بے زبان لکڑی میں آثارِ حیات نمودار ہوئے جس کا حاضرینِ مجلس نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔

۸۔ ایک گستاخِ رسول کا چہرہ بگڑنا

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان فلان يجلس إلى النبي ﷺ فإذا تكلم النبي ﷺ بشيء اختلج وجهه، فقال له النبي ﷺ: كن كذلك فلم يزل يختلج حتى مات۔(۱)

’’فلاں شخص (حکم بن ابی العاص) حضور ﷺ کے پاس بیٹھتا، حضور ﷺ جب کلام فرماتے تو وہ اپنا چہرہ بگاڑتا، حضور ﷺ نے اسے فرمایا: ایسا ہی ہو جا، تو مرتے دم تک اس کا چہرہ بگڑا رہا۔‘‘

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

ایک اور روایت میں یہ واقعہ اس طرح مذکور ہے کہ حکم بن عاص نے تضحیک کے طور پر حضور ﷺ کے چلنے کی نقل اتاری۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۱۹، رقم: ۳۱۷۴۶

۴۔ ابو یعلی، المسند، ۶: ۱۱۴، رقم: ۳۳۸۴

۵۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۹۶، رقم: ۱۳۳۶

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۷۸، رقم: ۴۲۴۱

۲۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۳۷

۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۱۳۲

۴۔ ابو نعیم، دلائل النبوہ، ۱: ۳۷

۵۔ عسقلانی، الاصابہ، ۲: ۱۰۵

کن کذلک۔ فکان یرتعش حتی مات۔(۱)

’’ایسا ہی ہو جا، تو مرتے دم تک اس پر رعشہ طاری رہا۔‘‘

مذکورہ بالا روایات اس بات کی شہادت فراہم کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو خالقِ کائنات نے تکوینی اختیارات عطا فرمائے تھے۔ آپ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے جو بات نکل جاتی وہ پوری ہو کر رہتی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کے مقامِ تکوین کو کیا خوب بیان کیا ہے:

وہ زباں جس کو سب ’کُنْ‘ کی کنجی کہیں
اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

۲۰۔ ہوائے نفس سے حفاظت

اللہ ﷻ نے انسانی قالب میں عقل، قلب اور روح کی طرح نفس کو بھی ایک مستقل جوہر کے طور پر پیدا فرمایا ہے۔ اسی نفس کے بارے میں قرآن فرماتا ہے:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّا رَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ۔ (۲)

’’بے شک نفس تو برائی کا بہت ہی حکم دینے والا ہے سوائے اس کے جس پر میرا رب رحم فرما دے۔‘‘

عام انسان کا نفس جو نفسِ امّارہ ہے اسے برائی پر اکساتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے کچھ بندوں کا نفس اس خصلت سے پاک ہوتا ہے، وہ انہیں اس کے برعکس نیکی کا مشورہ دیتا ہے، اسے نفسِ مطمئنہ کہا جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے نفوسِ قدسیہ یقیناً اسی درجہ پر فائز ہوتے ہیں اور ان کے توسل سے اولیاء کو بھی یہ مقام عطا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضور نبیِ اکرم ﷺ کی ذات جس طرح شیطانی حملوں سے محفوظ تھی اسی طرح نفسانی خواہشات و

(۱) نبہانی، جواہر البحار، ۳: ۱۹

(۲) القرآن، یوسف، ۱۲: ۵۳

ملذات سے بھی پاک اور مبرا تھی۔ آپ ﷺ اپنی ذاتی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے تھے اور آپ ﷺ کے فرمودات پر شیطانی اور نفسانی اثرات کا شائبہ تک نہ ہوتا۔ اسی لئے علمائے تحقیق کا کہنا ہے کہ حضور ﷺ کی زبانِ حق ترجمان سے نکلے ہوئے اِرشادات احکامِ شریعت اور اوامر و نواہی کا اسی طرح ماخذ ہیں جس طرح قرآنی احکام چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىO اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىO عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰىO(١)

''اور وہ اپنی (یعنی نفس کی) خواہش سے بات ہی نہیں کرتےO وہ تو وہی فرماتے ہیں جو (اللہ کی طرف سے) ان پر وحی ہوتی ہےO اُن کو سکھایا زبردست قوت والے نےO''

حضور سید عالم ﷺ سے یہ اعلان بھی کرایا گیا کہ میں تو صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جو وحی الٰہی ہوتی ہے اور میرا کوئی قول یا عمل میری اپنی خواہش کے تابع نہیں ہوتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ط قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ج اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ج اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍO(٢)

''وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اس (قرآن) کے سوا کوئی اور قرآن لے آیئے یا اسے بدل دیجئے۔ (اے نبیٔ مکرم!) فرما دیجئے: مجھے حق نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو فقط جو میری طرف وحی کی جاتی ہے (اس کی) پیروی کرتا ہوں، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بیشک میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوںO''

(١) القرآن، النجم، ٥٣: ٣۔٥

(٢) القرآن، یونس، ١٠: ١٥

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی سیرتِ مطہرہ اس پر شاہد عادل ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی نجی زندگی میں بھی کبھی کوئی بات خلافِ حق یا خلافِ واقعہ نہیں کہی، ہر حال میں آپ ﷺ کے اقوال و افعال اللہ تعالیٰ کی متعین کردہ حدود کے اندر رہے۔ آپ ﷺ مزاحاً بھی کوئی بات فرما دیتے تو اس میں بھی کوئی پہلو خلافِ واقعہ نہ ہوتا، آپ ﷺ کے مزاح سے شگفتہ مزاجی کا اظہار ہوتا تھا اور اس میں بھی شائستگی اور تہذیب کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹتا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! إنک تداعبنا۔

''یا رسول اللہ! کبھی کبھار آپ ہم سے مزاح بھی فرما لیتے ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

إنی لا أقول إلا حقا۔(۱)

''بلاشبہ میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرا معمول تھا کہ جو کچھ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے سنتا اسے قلم بند کر لیتا تاکہ وہ محفوظ رہے۔ قریش کے کچھ لوگوں نے اس پر ازرہِ اعتراض کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھی آخر انسان ہیں، ممکن ہے آپ ﷺ کبھی بتقاضائے بشریت کوئی ایسی بات کہہ دیتے ہوں جو غصے میں آپ ﷺ کی زبان پر آجاتی ہو۔ اس پر میں نے ہر بات لکھنے کا معمول ترک کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد میں

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۵۷، کتاب البر والصلہ، رقم: ۱۹۹۰
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۴۰، رقم: ۸۴۶۲
۳۔ بخاری، الادب المفرد، ۱: ۱۰۲، رقم: ۲۶۵
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۲۴۸
۵۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸: ۳۰۵، رقم: ۸۷۰۶
۶۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۱۷

نے اس بات کا ذکر حضور ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے اپنے دہنِ اقدس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

أكتب، فو الذی نفسی بيده! ما يخرج منه إلا الحق۔ (۱)

’’تم لکھتے رہو، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میری زبان سے کلمۂ حق کے سوا کبھی کوئی بات نہیں نکلتی۔‘‘

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے ہر قول مبارک کی طرح آپ ﷺ کا ہر عمل بھی وحی الٰہی کے تابع تھا۔ آپ ﷺ اپنی ذاتی خواہش سے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے قول کی طرح فعل کے اعتبار سے بھی معصوم عن الخطاء تھے۔

قرآن میں آپ ﷺ سے کہلوایا گیا:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ط اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓی اِلَیَّ۔ (۲)

’’آپ فرما دیجئے کہ میں کوئی نیا رسول (تو) نہیں آیا (مجھ سے پہلے بھی پیغمبر گزر چکے ہیں)، میں (ازخود یہ) نہیں جانتا کہ مجھے کن حالات سے گزرنا ہے اور تم کو کن حالات سے، مجھ کو تو اُس وحی کی اِتباع کرنا ہے جو میری طرف آتی ہے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۱۸، کتاب العلم، رقم: ۳۶۴۶

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۳۱۳، رقم: ۲۶۴۲۸

۳۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۸۷، رقم: ۳۵۹

۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۲۴۷

۵۔ مزی، تہذیب الکمال، ۳۱: ۳۸

۶۔ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ۱: ۷۱

(۲) القرآن، الاحقاف، ۴۶: ۹

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو ہر طرح کی بے راہروی اور گمراہی سے محفوظ کر دیا گیا، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰیO مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَ مَا غَوٰیO(۱)

’’قسم ہے ستارے (یعنی نورِ مبین) کی جب وہ (معراج سے) اترOتمہارا رفیق (اللہ کا رسول) نہ بہکا اور نہ راہ سے بے راہ ہواO‘‘

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی ذات کے حوالے سے ہر اس عمل کو خارج از امکان قرار دیا گیا جس سے آپ ﷺ کے کردار پر حرف آتا۔ قرآن حکیم کے مطالعہ سے ایک بات کا خصوصیت کے ساتھ پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ اپنی پوری زندگی صراطِ مستقیم پر گامزن رہے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ ﷺ نے اس سے سرِ مو انحراف کیا ہو۔ آپ ﷺ کی سیرت و کردار کے اس پہلو کا ذکر درج ذیل ارشادات ربانی میں کیا گیا ہے:

۱۔ فَاسْتَمْسِکْ بِالَّذِیْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍO(۲)

’’پس آپ اس کو جو آپ کی طرف وحی کیا گیا مضبوط پکڑے رہیں بیشک آپ صراطِ مستقیم پر ہیںO‘‘

۲۔ فَلِذٰلِکَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ وَ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللهُ مِنْ کِتٰبٍ وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ۔ (۳)

’’پس (آپ ان کا خیال نہ فرمائیں) آپ ان کو اسی (دینِ حق) کی طرف بلاتے رہیے اور (حسبِ معمول) آپ اسی پر قائم رہیے جیسا کہ آپ کو حکم ملا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجئے، اور فرما دیجئے کہ میں تو ہر کتاب پر جو

---

(۱) القرآن، النجم، ۵۳:۱،۲

(۲) القرآن، الزخرف، ۴۳:۴۳

(۳) القرآن، الشوریٰ، ۴۲:۱۵

اللہ نے اتاری ہے ایمان رکھتا ہوں اور مجھ کو اس کا حکم ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو مطاعِ مطلق بنایا اور آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا، اس بنا پر آپ ﷺ کے ہر قول وعمل کی محافظت ونگرانی کی گئی اور آپ ﷺ کی ذات سے کسی خطا و نافرمانی کا صادر ہونا خارج از امکان قرار دیا گیا۔

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے اقوال و افعال کی عصمت سے مراد ہے کہ آپ ﷺ معصوم عن الخطا تھے۔ قرآن حکیم کی درج ذیل آیہ کریمہ بڑی وضاحت سے اس بات پر دلالت کرتی ہے:

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْکَ وَ رَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْکَ ط وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَکَ مِنْ شَيْءٍ۔(۱)

’’اور (اے حبیب!) اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت نہ ہوتی تو ان (دغابازوں) میں سے ایک گروہ یہ اِرادہ کر چکا (تھا) کہ آپ کو بہکا دیں، جبکہ وہ محض اپنے آپ کو ہی گمراہ کر رہے ہیں اور آپ کا تو کچھ بگاڑ ہی نہیں سکتے۔‘‘

۲۱۔ شیطان سے حفاظت

جب ابلیس نے تمرّد و اِنحراف کی راہ اختیار کی اور اس کے نتیجے میں اسے مردود و ملعون بنا کر راندۂ درگاہ کر دیا گیا تو اس نے برملا اسی موقع پر حلف اُٹھا کر اپنے اس عزم مذموم کا اظہار کیا کہ وہ بنی نوع انسان کو گمراہ کر کے چھوڑے گا۔ ابلیس کے اس ارادے کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح موجود ہے:

قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ ○ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۱۳

الْمُخْلَصِيْنَ○(۱)

’’(شیطان) بولا: تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا○ سوائے تیرے اُن برگزیدہ بندوں کے جو (میرے اور نفس کے فریبوں سے) خلاصی پا چکے ہیں○‘‘

اسی طرح ایک اور مقام پر شیطان کے اس عزم کا بیان ہے:

قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِيْ لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ○ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ○(۲)

’’ابلیس نے کہا: اے پروردگار! اس سبب سے جو تو نے مجھے گمراہ کیا میں (بھی) یقیناً ان کے لئے زمین میں (گناہوں اور نافرمانیوں) کو خوب آراستہ و خوشنما بنا دوں گا اور ان سب کو ضرور گمراہ کر کے رہوں گا○ سوائے تیرے اُن برگزیدہ بندوں کے جو (میرے اور نفس کے فریبوں سے) خلاصی پا چکے ہیں○‘‘

مذکورہ بالا آیات سے واضح ہے کہ شیطان نسلِ اِنسانی کو راہِ ہدایت سے بھٹکانے اور ضلالت و گمراہی کے گڑھوں میں دھکیلنے کی ناپاک سعی کر رہا ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ طرح طرح کے حربے استعمال کرتا ہے۔ قرآن میں اس کا ذکر یوں آیا ہے:

قَالَ فَبِمَآ أَغْوَيْتَنِيْ لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ○ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِيْنَ○(۳)

’’اس (ابلیس) نے کہا: پس اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے (مجھے قسم

---

(۱) القرآن، ص، ۳۸: ۸۲، ۸۳

(۲) القرآن، الحجر، ۱۵: ۳۹، ۴۰

(۳) القرآن، الاعراف، ۷: ۱۶، ۱۷

ہے کہ) میں (بھی) ان (افرادِ بنی آدم کو گمراہ کرنے) کے لیے تیری سیدھی راہ پر ضرور بیٹھوں گا (تا آنکہ انہیں راہِ حق سے ہٹا دوں)O پھر میں یقیناً ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے ان کے پاس آؤں گا اور (نتیجتاً) تو ان میں سے اکثر لوگوں کو شکر گزار نہ پائے گاO‘‘

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقبول و منتخب بندے شیطان کے جال میں نہیں آسکتے کیونکہ وہ اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ (سوائے تیرے اُن برگزیدہ بندوں کے جو (میرے اور نفس کے فریبوں سے) خلاصی پا چکے ہیں) کے تحت شیطانی گمراہی سے محفوظ و مامون ہوتے ہیں۔ اُنہی بندگانِ خدا کے بارے قرآن فرماتا ہے :

اِنَّهٗ لَیۡسَ لَهٗ سُلۡطَانٌ عَلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰی رَبِّهِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَO(۱)

’’بیشک اسے ان لوگوں پر کچھ(بھی)غلبہ حاصل نہیں ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیںO‘‘

قرآنی شہادت کے مطابق اگرچہ تمام مقربانِ خدا شیطان لعین کے حملوں سے محفوظ و مامون کر دیئے گئے ہیں مگر حفاظت کا جو اہتمام اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے لئے کیا وہ کسی اور کے لئے نہیں کیا گیا۔ اس سلسلے میں خالقِ کائنات نے جو حفاظتی اِقدامات فرمائے ان میں واقعۂ شقِ صدر خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔

حضور ﷺ کی عمر مبارک کا تیسرا یا چوتھا سال تھا کہ آپ ﷺ کا پہلا شق صدر ہوا۔ ملائکہ نے انگلی کے اشارے سے آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا اور خون کی ایک پھٹکی نکالی اور یہ کہہ کر اسے الگ کر دیا:

هذا حظ الشيطان منک۔(۲)

(۱) القرآن، النحل، ۱۶:۹۹

(۲) ا۔ مسلم، الصحیح، ۱:۱۴۷، کتاب الایمان، رقم: ۱۶۲

←

’’(اے اللہ کے محبوب!) یہ شیطان کا حصہ ہے۔‘‘

پھر ملائکہ نے اس کی جگہ مشیتِ ایزدی کے مطابق علم و عرفان اور حکمت و بصیرت کے نورانی موتی بھر دیئے، قلب انور کو آبِ زمزم سے دھویا اور اُسے سینہ مبارک کے اندر رکھ کر بند کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں خوف زدہ ہوگئی اور آپ ﷺ کو بلاتاخیر آپ ﷺ کی والدہ کے پاس لے گئی۔ وہ اُنہیں اپنے درمیان پا کر متحیر ہوئیں اور کہا: حلیمہ تمہیں تو اسے اپنے پاس رکھنے کا بہت شوق تھا۔ اچانک تم میرے بیٹے کو چھوڑنے کیوں آ گئی ہو؟ وہ کہنے لگیں: ’’کچھ ایسے واقعات پیش آئے ہیں جن سے اندیشہ ہوا کہ کہیں ہمارے اس بیٹے کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔‘‘

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کہنے لگیں: حلیمہ مجھے سچ سچ بتاؤ کہ اصل ماجرا کیا ہے؟ ان کے اصرار پر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے جو کچھ واقعہ ہوا تھا من و عن بیان کر دیا۔ وہ فرمانے لگیں:

كلا! و الله ما للشيطان عليه من سبيل، و إن لبني لشأنا، أفلا أخبرك خبره، قالت: قلت بلى، قالت: رأيت حين حملت به، أنه خرج مني نور أضاء لي قصور بصرى من أرض الشام ثم حملت به فوالله مارايت من حمل قط كان اخف ولا أيسرمنه، و وقع حين ولدته وانه لواضع يديه بألارض، رافع رأسه الى

٢۔ ابن حبان، الصحیح، ١٤: ٢٤٢، رقم: ٦٣٣٤

٣۔ ابن حبان، الصحیح، ١٤: ٢٤٩، رقم: ٦٣٣٦

٤۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ١: ٣٣٠، رقم: ٦٥٨

٥۔ حاکم، المستدرک، ٢: ٥٧٥، رقم: ٣٩٤٩

٦۔ احمد بن حنبل، المسند، ٣: ٢٨٨، رقم: ١٤١٠١

٧۔ ابو یعلی، المسند، ٦: ١٠٨، رقم: ٣٣٧٤

السماء۔(۱)

’’تمہیں اُن ﷺ کے بارے میں شیطان کا اندیشہ ہے۔ خدا کی قسم! شیطان ان کے پاس نہیں پھٹک سکتا، میرے بیٹے کی شان ہی نرالی ہے، کیا تمہیں اس کا حال بتاؤں؟ میں نے کہا ضرور۔ آپ فرمانے لگیں جب میں امید سے تھی تو میں نے خواب دیکھا کہ میرے اندر سے ایک ایسا نور برآمد ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے۔ بخدا اس دوران مجھے آپ ﷺ کا پیٹ میں اٹھانا اتنا آسان اور ہلکا محسوس ہوتا تھا کہ کبھی کسی عورت کو نہ ہوا ہوگا اور پیدائش کے وقت آپ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے اور سر مبارک آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔‘‘

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر ایک کے ساتھ شیطان لگا دیا گیا ہے۔ صحابہ کرام ﷺ نے ازرہِ استفسار عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے ساتھ بھی؟

اس پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جواباً فرمایا:

و إیای، إلا أن اللہ أعاننی علیہ فأسلم، فلا یأمرنی إلا بخیر۔(۲)

---

(۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۱:۳۰۲

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۲۱۶۷،۲۱۶۸، کتاب صفۃ القیامہ والجنہ والنار، رقم:۲۸۱۴

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۹۷، رقم:۳۷۷۹

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۳۲۶، رقم:۶۴۱۶

۴۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱: ۳۳۰، رقم: ۶۵۸

۵۔ بزار، المسند، ۵:۲۵۴، رقم:۱۸۷۱

۶۔ ابویعلی، المسند، ۹:۷۷، رقم:۵۱۴۳

۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۷:۳۰۹، رقم:۷۲۲۲

۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰:۴۲۱، رقم:۱۰۱۷

''ہاں، میرے ساتھ بھی، لیکن ربِ کائنات نے اُس کے مقابلے میں میری مدد و نصرت فرمائی، پس وہ مسلمان ہوگیا اور مجھ سے خیر کے سوا کوئی دوسری بات نہیں کہتا۔''

کتبِ احادیث میں ایسی متعدد روایات ہیں جن سے مترشح ہے کہ مختلف جنات و شیاطین مکروفریب کا جال پھیلا کر آپ ﷺ کو اپنا نشانہ بنانا چاہتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص لطف و کرم سے ان کے حملوں اور مکارانہ چالوں سے آپ ﷺ کو محفوظ رکھا۔ چند روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ عن أنس رضی الله عنه أن النبی ﷺ كان ساجدا بمكة، فجاء إبليس فأراد أن يطأ على عنقه، فنفخه جبريل نفخة بجناحه فما استوت قدماه على الأرض حتى بلغ الأردن۔(۱)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ مکہ میں حالت سجدہ میں تھے کہ ابلیس آپ ﷺ کی گردن روندنے کے ارادے سے آیا، پس جبرئیل امین نے ایک زور دار پھونک ماری جس سے اس کے پاؤں زمین پر نہ ٹھہر سکے اور وہ اُردن میں جا گرا۔''

۲۔ عن أبی التياح قال: قلت لعبد الرحمن بن خنبش التميمی ...... كيف صنع رسول الله ﷺ ليلة كادته الشياطين؟ فقال: إن الشياطين تحدرت تلك الليلة على رسول الله ﷺ من الأودية و الشعاب، و فيهم شيطان بيده شعلة نار، يريد أن يحرق بها وجه رسول الله ﷺ، فهبط إليه جبريل عليه السلام فقال: يا محمد! قل۔ قال: ما أقول؟ قال: قل: أعوذ بكلمات الله التامة من شر ما خلق و

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳:۱۶۷، رقم: ۲۸۴۷

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۲۹

۳۔ ابن حبان، العظمۃ، ۵:۱۶۷۵، رقم: ۱۱۷۳۷

ذرأ و برأ، ومن شرما ینزل من السماء و من شرما یعرج فیھا، و من شر فتن اللیل و النھار، و من شرکل طارق إلاطارقاً یطرق بخیر یا رحمان۔ قال: فطُفئت نارھم و ھزمھم اللہ تبارک و تعالٰی۔(۱)

''ابو تیاح سے روایت ہے کہ انہوں نے عبدالرحمٰن بن خنبش سے پوچھا: ...... رسول اللہ ﷺ نے شیاطین کے ساتھ کیا سلوک کیا جس رات انہوں نے آپ ﷺ کو دھوکا دینا چاہا؟ تو (ابی التیاح نے) فرمایا: اس رات پہاڑوں اور وادیوں سے شیاطین آئے جو رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں تھے، ان میں سے ایک شیطان کے ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھا جس سے وہ رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور کو جلانا چاہتا تھا، پس آپ ﷺ کے پاس جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: اے محمد! فرمایئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: میں کیا کہوں؟ انہوں نے کہا: آپ فرمایئے: اللہ تعالٰی کے کامل کلمات کی بدولت میں پناہ مانگتا ہوں اس کی مخلوق کی برائی سے جو اس نے پیدا کی، اور اس برائی سے جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور اس سے جو آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے، اور دن رات کے فتنوں کی برائی سے، اور رات کے وقت آنے والے کی برائی سے مگر وہ جو خیر کے ساتھ رات کو آئے، اے رحم کرنے والے! پس ان شیاطین کی آگ بجھ گئی اور اللہ تعالٰی نے اُنہیں ہزیمت سے دو چار کیا۔''

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے مطابق حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن عفریتاً من الجن تفلّت علیّ البارحۃ لیقطع علیّ الصلاۃ

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۱۹

۲۔ ابن عبد البر، التمہید، ۲۴: ۱۱۳، ۱۱۴

۳۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۲: ۳۰۳، رقم: ۲۴۸۲

فأمكنني الله منه، فأردت أن أربطه إلى سارية من سواري المسجد، حتى تصبحوا و تنظروا اليه كُلّكم، فذكرت قول أخي سليمان: رب اغفرلي و هب لي ملكا لا ينبغي لأحد من بعدي۔ فرده خاسئاً۔(۱)

’’گذشتہ رات ایک بہت بڑا شیطان میرے پاس آیا تاکہ وہ میری نماز توڑ دے پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر غلبے کی طاقت عطا فرمائی، اور میں نے ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں تاکہ (اے صحابہ) تم سارے کے سارے اسے دیکھو۔ پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آئی: **رب هب لي ملكا لا ينبغي لاحد من بعدي** (یا رب! مجھے وہ سلطنت عطا فرما کہ میرے بعد ویسی کسی کو حاصل نہ ہو)، سو اللہ نے اسے ناکام و نامراد واپس کیا۔‘‘

شیطان لعین کو خدا کی طرف سے ڈھیل دی گئی ہے، اُسے اختیار ہے کہ وہ دنیا کی ہر شے کا روپ دھار سکتا ہے مگر وہ کسی کے خواب میں بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۱۷۶، کتاب الصلاۃ، رقم: ۴۴۹

۲۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۲۶۰، کتاب أحادیث الأنبیاء، رقم: ۳۲۴۱

۳۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۸۰۹، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۴۵۳۰

۴۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۸۴، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، رقم: ۵۴۱

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۹۔۳۲۸، رقم: ۶۴۱۹

۶۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۴۴۳، رقم: ۱۱۴۴۰

۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۲۱۹، رقم: ۳۰۰۱

۸۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۴۶۷، رقم: ۱۷۳۱

۹۔ اسحاق بن راھویہ، ۱: ۱۴۸، رقم: ۸۸

من رآنی فی المنام فقد رآنی، فإن الشیطان لا یتمثل فی صورتی۔(۱)

’’جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔‘‘

ربِ کائنات کا اپنے بندوں پر بے پایاں احسان ہے کہ اس نے انہیں ابلیسی حملوں سے بچاؤ کے لئے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی وساطت سے قرآنِ حکیم جیسا نسخۂ کیمیا عطا فرمایا جس میں درج الوہی ہدایات پر عمل پیرا ہونے سے وہ ابلیس لعین کے ہر شر سے محفوظ رہ سکیں گے۔

اِرشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ○(۲)

’’اور (اے انسان) اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ (ان امور کے خلاف) تجھے ابھارے تو اللہ سے پناہ طلب کیا کر، بیشک وہ سننے والا جاننے والا ہے○‘‘

۲۲۔ ہمہ وقت مستجابُ الدعوات ہونا

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو مقام محبوبیت پر فائز فرمایا اور قرب و وصال کے اعلیٰ ترین درجہ سے نوازا۔ آپ ﷺ کے فیضان کو کائنات میں عام کرنے کے لئے رب کائنات نے آپ ﷺ کو مستجاب الدعوات بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب ﷺ کو اپنی امت کے حق میں دعا کرنے کا حکم فرمایا اور اس امر کی یقین دہائی کرائی کہ آپ کی دعا

---

(۱) بخاری، الصحیح، ۱:۵۲، کتاب العلم، رقم:۱۱۰

(۲) القرآن، الاعراف، ۷:۲۰۰

اُمت کے لئے باعثِ تسکین ہو گی۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَ صَلِّ عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّهُمۡ۔(۱)

''اور اُن کے حق میں دعا فرمائیں، بیشک آپ کی دعا اُن کے لئے (باعث) تسکین ہے۔''

حضور ﷺ کی دعاؤں کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ ﷺ بارگاہ ایزدی میں ہاتھ اٹھاتے تو اِجابتِ حق دعا کے قبول ہونے کا مژدہ لئے والہانہ انداز سے لپکتی ہوئی آتی۔ روایات میں ہے کہ آپ ﷺ کی مانگی ہوئی ساری دعائیں بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئیں اور ان کے فوری اثرات بھی دیکھنے میں آئے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی دُعا میں تاثیر کے حوالے سے فرماتے ہیں:

إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان إذا دعا لرجل أصابته و أصابت ولده و ولد ولده۔(۲)

''حضور ﷺ جب کسی کے لئے دُعا فرماتے تو اس کی برکت کے اثرات متعلقہ شخص اور اس کی اولاد اور پھر اولاد کی اولاد تک جاری رہتے۔''

حضور ﷺ کی چند دعاؤں کی تفصیل ذیل میں مذکور ہے:

---

(۱) القرآن، التوبہ، ۹:۱۰۳

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۳۸۵، رقم: ۲۳۳۲۵

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۹۳، رقم: ۲۹۷۳۸

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۶۸

۴۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۱۴۴، رقم: ۲۱۴

۵۔ مناوی، فیض القدیر، ۵:۱۳۲

ا۔ عطائے علم وحکمت کی دعا

ا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور دعا کی:

اللهم! علمه الحكمة۔(۱)

’’اے اللہ! اسے حکمت و دانائی عطا فرما۔‘‘

بعض کتب احادیث میں یہ الفاظ مذکور ہیں:

اللهم! علمه الحكمة و تأويل الكتاب۔(۲)

’’اے اللہ! اسے حکمت و دانائی اور کتابِ (قرآن) کی تفسیر کا علم عطا فرما۔‘‘

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے:

ان النبی ﷺ دخل الخلاء، فوضعت له وضوءًا۔ قال: من وضع هذا؟ فأخبر، فقال: اللهم! فقهه فی الدين۔(۳)

---

(۱) ا۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۷۱، کتاب المناقب، رقم: ۳۵۴۶
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۸۰، ابواب المناقب، رقم: ۳۸۲۴
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۲۳۸، رقم: ۱۰۵۸۸
۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۳۴۵، رقم: ۱۱۹۶۱
۵۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۷: ۳۵۱، رقم: ۷۷۰۲

(۲) ا۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۵۸، المقدمہ، رقم: ۱۶۶
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۳۶۵

(۳) ا۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۶۶، کتاب الوضوء، رقم: ۱۴۳
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۳۵، رقم: ۳۱۰۲
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۵۳۱، رقم: ۷۰۵۵
۴۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۶۱۵، رقم: ۶۲۸۰

←

’’ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو میں نے آپ ﷺ کے لئے وضو کا پانی بھر کر رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ پانی کس نے بھرا ہے۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا تو آپ ﷺ نے یہ دعا دی: اے اللہ! اُسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما۔‘‘

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی اس دُعا کے نتیجے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو علم وحکمت کے وہ موتی عطا ہوئے کہ وہ مفسرِ قرآن بنے۔

۲۔ مال و اولاد میں کثرت و برکت کی دُعا

حضور ﷺ نے اپنے مقربین اور خدّام کو مال اور اولاد میں کثرت و برکت کی دُعائیں بھی دیں۔ ایک دفعہ حضور ﷺ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے اور ان کی درخواست پر آپ ﷺ نے اُن کے اہلِ خانہ کے لئے دُعائے خیر و برکت فرمائی، جس میں بالخصوص اپنے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مال و اولاد میں کثرت اور برکت کے لئے دعا فرمائی۔ اس کے الفاظ یہ تھے:

اللهم! ارزقه مالا و ولدا و بارک له۔(۱)

۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۲۶۳، رقم: ۱۰۶۱۴

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۱۱۰، رقم: ۱۱۲۰۴

۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۷۰، رقم: ۱۲۵۰۶

۸۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۱۰: ۱۶۹، رقم: ۱۶۷

۹۔ اسحاق بن راہویہ، المسند، ۱: ۲۳۰، رقم: ۳۲

۱۰۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۳۶۵

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۹۹، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۸۱

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۹۷، رقم: ۸۲۹۲

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۰۸، رقم: ۱۲۰۷۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۸۸، رقم: ۱۲۹۷۶

←

''اے اللہ! انس کو مال و دولت اور اولاد عطا فرما اور اُن میں برکت عطا فرما۔''

حضور ﷺ کی اس دُعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدائے رحیم و کریم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مال و دولت میں خوب برکت دی کہ وہ انصار میں سب سے مالدار صحابی بنے، اور اُن کی اولاد کا سلسلہ بھی بہت دراز ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میری والدہ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی: یا رسول اللہ! انس آپ کا خدمت گزار ہے اس کے لئے اللہ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں، تو آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

اللهم! أكثر ما له، و ولده، و بارک له فيما أعطيتهُ۔(۱)

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۳:۲۷۰، رقم: ۹۹۰

۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۶:۱۵۳، رقم: ۷۱۸۶

۷۔ ابویعلی، المسند، ۶:۷۷، رقم: ۳۸۷۸

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۳۳۶، کتاب الدعوات، رقم: ۵۹۸۴

۲۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۳۳۳، کتاب الدعوات، رقم: ۵۹۷۵

۳۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۳۴۵، کتاب الدعوات، رقم: ۶۰۱۸

۴۔ مسلم، الصحیح، ۱:۴۵۷، کتاب المساجد، رقم: ۶۵۸

۵۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۹۲۸، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۴۸۰

۶۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۹۲۹، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۴۸۱

۷۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۸۲، ابواب المناقب، رقم: ۳۸۲۹

۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۹۳، رقم: ۱۳۰۳۶

۹۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۴۸، رقم: ۱۳۶۱۹

۱۰۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶:۴۳۰، رقم: ۲۷۴۶۶

۱۱۔ ابویعلی، المسند، ۵:۴۶۹، رقم: ۳۲۰۰

۱۲۔ ابویعلی، المسند، ۶:۱۶، رقم: ۳۲۲۸

←

’’اے اللہ! اس کے مال و اولاد کو زیادہ کر اور جو اسے عطا فرمایا ہے اس میں برکت عطا فرما۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ کی مذکورہ دعا کی قبولیت کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فو اللہ! إن مالی لکثیر، و إن ولدی و ولد ولدی لیتعادّون علی نحو المائۃ، الیوم۔(۱)

’’اللہ کی قسم آج میرے پاس مال کی فراوانی ہے، آج میری اولاد اور اُن کی اولاد تقریباً سو (۱۰۰) افراد سے متجاوز ہے۔‘‘

یہی روایت ان الفاظ کے ساتھ بھی مذکور ہے:

فلقد دفنت من صلبی سوی ولد ولدی خمسا و عشرین و مائۃ، و إن أرضی لیثمر فی السنۃ مرتین وما فی البلد شیٔ یثمر مرتین غیرھا۔(۲)

’’میں نے اپنی پشت سے اپنی اولاد کی اولاد کے علاوہ ایک سو پچیس نفوس دفن کئے اور میری زمین سال میں دو مرتبہ پھل دیتی ہے اور پورے علاقے میں میری زمین کے علاوہ کسی کی زمین نہیں جو سال میں دو مرتبہ پیداوار دے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۲۹، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۴۸۱

۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۱: ۱۴۵

۳۔ ابو علا مبارکپوری، تحفۃ الاحوذی، ۱۰: ۲۲۳

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۲۴۸، رقم: ۷۱۰

۲۔ بخاری، الادب المفرد، ۱: ۲۲۷، رقم: ۶۵۳

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷: ۱۹

۴۔ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ۸: ۲۶۷

۵۔ عسقلانی، الاصابہ، ۱: ۱۲۸

حضور ﷺ کی مذکورہ بالا دعا ان الفاظ کے ساتھ بھی مذکور ہے:

اللهم! أكثر ماله و ولده و أطل عمره و اغفر له۔(۱)

''یا اللہ! اس کے مال و اولاد میں اضافہ فرما اور اس کی عمر دراز کر اور اس کی مغفرت فرما۔''

حضرت انس ﷺ اس دعا کا اثر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فكثر مالي حتى صار يطعم في السنة مرتين، و كثر ولدي حتى قد دفنت من صلبي أكثر من مائة، و طال عمري حتى قد استحييت من أهلي، واشتقت لقاء ربي، و أما الرابعة يعني المغفرة۔(۲)

''پس میرا مال کثیر ہو گیا یہاں تک کہ سال میں دو مرتبہ کھایا جاتا ہے، میری اولاد کثیر ہوئی کہ میں نے خود اپنی پشت سے سو سے زائد نفوس کو دفن کیا، میری عمر اتنی لمبی ہوئی کہ مجھے اپنے خاندان میں شرم محسوس ہونے لگی اور مجھے اپنے رب کی ملاقات کا اشتیاق ہوا اور چوتھی بخشش (کی مجھے امید ہے)۔''

۳۔ قحط سالی میں بارش کی دُعا

متعدد روایات میں ہے کہ حضور ﷺ سے جب بارش کی دُعا کے لئے درخواست کی گئی تو آپ ﷺ کی دُعا سے بارش ہوئی اور قحط سالی دُور ہو گئی۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ قحط سالی میں لوگوں نے بارش نہ ہونے کا شکوہ کیا، جس پر حضور ﷺ نے لوگوں کو تلقین فرمائی کہ فلاں

(۱) ۱۔ ابو یعلی، المسند، ۷: ۲۳۳، رقم: ۴۲۳۶
۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۱۶۲، رقم: ۵۰۷
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷: ۱۹
۴۔ ابو علا مبارکپوری، تحفۃ الاحوذی، ۱۰: ۲۲۳

(۲) ابو یعلی، المسند، ۷: ۲۳۳، رقم: ۴۲۳۶

دن ایک جگہ جمع ہو جائیں، اس دن باران رحمت کے لئے دُعا کی جائے گی۔ چنانچہ اس روز صبح ہوتے ہی آپ ﷺ منبر پر تشریف لے آئے اور لوگوں سے فرمایا: تم نے خشک سالی کی شکایت کی ہے اور یہ کہ اس سال وقت پر بارش نہیں ہوئی۔ ایسے موقعوں پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں دُعا مانگنے کا حکم دیا ہے اور یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہاری دُعا قبول کرے گا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ○ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ۔ اللهم! أنت الله لا إله إلا أنت الغنی و نحن الفقرآء، و أنزل علینا الغیث واجعل مآ أنزلت لنا قوة و بلاغا إلٰی حین۔

’’سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کی پرورش فرمانے والا ہے○ نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والا ہے○ روزِ جزا کا مالک ہے○ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ الٰہی! تو ہی خداوند ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو غنی ہے اور ہم محتاج ہیں، ہم پر رحمت کی بارش نازل فرما اور اسے ایک مقررہ وقت تک ہمارے لئے قوت اور روزی کا وسیلہ قرار دے۔‘‘

آپ ﷺ نے دُعا کے لئے ہاتھ اتنے اُوپر اُٹھائے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، منبر سے نیچے اُترے اور دو رکعت نماز پڑھائی، اتنے میں بادل آیا، گرجا، چمکا اور خدا کے حکم سے برسا، ابھی آپ ﷺ مسجد تک نہیں پہنچے تھے کہ موسلا دھار بارش سے ندی نالے بہنے لگے، جب آپ ﷺ نے لوگوں کو جلدی جلدی سے گھروں کی طرف جاتے دیکھا تو (انسانی فطرت پر) مسکرا پڑے اور فرمایا:

أَشْهَدُ أَنَّ اللهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِیْرٌ وَّ أَنِّیْ عَبْدُ اللهِ وَ رَسُوْلُهُ۔(۱)

(۱) ۱۔ ابوداود، السنن، ۱: ۳۰۴، کتاب الصلاۃ، رقم: ۱۱۷۳

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۳۴۹، رقم: ۶۲۰۲

←

''میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے اور میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔''

۴۔ موسمی شدائد سے بچنے کی دُعا

لوگ شدید گرمی اور سردی میں موسمی ناہمواریاں اور سختیوں سے بچنے کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ سے دُعا کے درخواست گزار ہوتے تو آپ ﷺ دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیتے۔ مثال کے طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میرے لئے دُعا فرمائی:

اللهم! اذهب عنه الحر و البرد۔

''اے اللہ! تو اس سے گرمی اور سردی (کی تکلیف) ختم فرما دے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ سردیوں میں موسم گرما کے اور گرمیوں میں موسم سرما کے کپڑے پہنتے پھر بھی انہیں گرمی و سردی کوئی تکلیف نہ دیتی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فما وجدت حرا ولا برداً بعد يومئذ۔(۱)

۳۔ حاکم، المستدرک، ۱:۶۷۶، رقم: ۱۲۲۵

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۳:۲۷۱، رقم: ۹۹۱

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۷:۱۰۹، رقم: ۲۸۶۰

۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۱:۳۲۵

۷۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱:۱۶۰، رقم: ۶۰۴

۸۔ اصبہانی، دلائل النبوہ، ۱:۴۴

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۴۳، المقدمہ، رقم: ۱۱۷

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵:۱۵۲، رقم: ۸۵۳۶

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۹۹، رقم: ۷۷۸

۴۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۲:۲۷۵، رقم: ۶۵۵

۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹:۱۲۲

←

’’اس دن (کی دعا) کے بعد آج تک میں نے کبھی گرمی محسوس کی نہ سردی۔‘‘

۵۔ مغفرت و رحمت اور غنائے قلب کی دُعا

حضور نبی اکرم ﷺ اپنے رب سے اپنے غلاموں کی بخشش کے لئے رحمت اور غنائے قلب کی دعائیں مانگتے۔ حضرت ابوحویرث ﷺ سے روایت ہے کہ ایک وفد نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا، جس میں ایک نوعمر شخص بھی تھا۔ اس نے عرض کیا:

یا رسول الله! اقض لی حاجتی۔

’’اے اللہ کے رسول! میری حاجت پوری فرمایئے۔‘‘

حضور ﷺ نے اس نوجوان سے استفسار فرمایا:

ما حاجتک؟

تمہاری حاجت کیا ہے؟

اُس نے عرض کیا: ’’آپ میرے لئے مغفرت و رحمت اور غنائے قلب کی دُعا فرمائیں۔‘‘ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

اللهم! اغفرله و ارحمه واجعل غناه في قلبه۔

’’اے اللہ! اس کی بخشش فرما اور اس پر رحمت نازل فرما اور اسے غنائے قلب عطا فرما۔‘‘

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ لوگ واپس چلے گئے۔ اگلے سال حج کے موقع پر منیٰ کے مقام پر اُنہوں نے حضور علیہ السلام سے دوبارہ ملاقات کی تو آپ ﷺ نے اس نوجوان کے بارے میں دریافت فرمایا۔ اُنہوں نے عرض کیا:

ما رأينا مثله أقنع منه بمارزقه الله۔

’’ہم نے اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر اس سے بڑھ کر قناعت کرنے والا نہیں

دیکھا‘‘

اس پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إني لأرجو أن يموت جميعا۔(۱)

’’مجھے یقین ہے کہ وہ (مذکورہ بالا) تمام (صفات) کے ساتھ فوت گا۔‘‘

۶۔ درازئ عمر اور چہرے کی خوبصورتی کے لئے دُعا

حضور نبی اکرم ﷺ سے ایسی دُعائیں بھی منسوب ہیں جو آپ ﷺ نے بعض صحابہ کی درازئ عمر اور چہرے کی وجاہت وخوبصورتی کے لئے فرمائیں۔

حضرت ابو زید انصاری ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے طلب کیا اور فرمایا:

أدن مني۔

’’میرے قریب ہو جا۔‘‘

جب میں آپ ﷺ کے قریب ہوا تو آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک میرے سر اور داڑھی پر پھیرا اور فرمایا:

اللهم! جمله و أدم جماله۔(۲)

’’اے اللہ! تو اسے خوبصورت بنا دے اور اس کی خوبصورتی کو قائم رکھ۔‘‘

روایات میں ہے کہ آپ ﷺ کے اس صحابی کی عمر سو برس سے زیادہ ہوئی اور نہ

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۳۲۳

۲۔ سیوطی، الخصائص الکبری، ۲:۴۷

۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱۰:۲۰۲

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۷۷

۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱۰:۲۰۸

صرف یہ کہ ان کے چہرے کی کشادگی اور زیبائی میں کوئی فرق نہ آیا بلکہ ان کے سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں سفیدی کا نام ونشان تک بھی نہ تھا۔

۷۔ تحفظِ عفت وعصمت کی دُعا

حضرت ابو امامہ ﷺ سے روایت ہے کہ ایک نوجوان محسنِ انسانیت ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور درخواست کی: ''یارسول اللہ! مجھے بدکاری یعنی زنا کی اجازت دیجئے۔'' یہ سن کر حاضرین اس پر برس پڑے اور لعنت و ملامت کرنے لگے۔ حضور ﷺ نے لوگوں کو روکا اور نوجوان کو ملائمت اور پیار سے اپنے قریب بلایا اور پوچھا: 'أتحبه لأمک' (کیا تم اپنی ماں سے یہ حرکت پسند کرو گے)؟ وہ لرز گیا اور عرض کرنے لگا: نہیں، یارسول اللہ! کیا کوئی ماں سے بھی ایسا کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم جس سے بھی کرو گے وہ کسی نہ کسی کی ماں ہی ہو گی۔'' آپ ﷺ نے نوجوان کو مزید جھنجھوڑا اور کہا: 'أفتحبه لإبنتک' (کیا تم اپنی بیٹی سے ایسا کرنا پسند کرو گے)؟ اس نے کہا: نہیں، یارسول اللہ! پھر پوچھا: 'أفتحبه لأختک' (کیا اپنی بہن سے ایسا کرنا پسند کرو گے)؟ اُس نے نفی میں جواب دیا۔ اس طرح خالہ اور پھوپھی کے بارے میں دریافت کیا اور وہ کہتا رہا کہ کوئی بھی اپنی بہن، بیٹی، خالہ، پھوپھی سے ایسا نہیں کرتا۔ آپ ﷺ فرماتے گئے کہ ہاں تم ٹھیک کہتے ہو، کوئی صحیح الدماغ شخص ایسا پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اُسے آغوش میں لے لیا اور اس پر ہاتھ رکھ کر دُعا کی:

اللھم! اغفر ذنبه و طهر قلبه و حصن فرجه۔(۱)

''الٰہی! اس نوجوان کا گناہ بخش دے اور اس کے دل کو پاک کر دے اور اس کی عصمت کی حفاظت فرما۔''

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۲۵۶، رقم: ۲۲۲۶۵

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۴:۳۶۲، ۳۶۳، رقم: ۵۴۱۵

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱:۱۲۹

راوی بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد اس نوجوان کی کایا پلٹ گئی اور یہ حال ہو گیا کہ وہ اپنی نگاہیں نیچے کئے رہتا اور کسی کی طرف بھی بری نظر سے نہ دیکھتا۔

۸۔ صحت و شفایابی کی دُعا

حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ روایت کرتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی معیت میں مکہ مکرمہ گیا، وہاں جاکر بیماری نے آلیا جو اتنی شدت اختیار کرگئی کہ جان کے لالے پڑ گئے، نوبت یہاں تک پہنچی کہ وصیت نامہ تیار کرلیا۔ حضور ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس سرزمین پر موت آرہی ہے جہاں سے ہجرت کی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں تو زندہ رہے گا۔ پھر آپ ﷺ نے تین دفعہ یہ دعا کی:

اللھم! اشف سعدا۔(۱)

''الٰہی! سعد کو شفا عطا فرما۔''

چنانچہ حضور ﷺ کی دعا سے ان کو شفا ملی اور وہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۴۲، کتاب المرضیٰ، رقم: ۵۳۳۵
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۲۵۳، کتاب الوصیہ، رقم: ۱۶۲۸
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۱۸۷، کتاب الجنائز، رقم: ۳۱۰۴
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۶۷، رقم: ۶۳۱۸
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۶۸، رقم: ۱۴۴۰
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۷۱، رقم: ۱۴۷۴
۷۔ بزار، المسند، ۴: ۴۲، رقم: ۱۲۰۴
۸۔ شاشی، المسند، ۱: ۱۵۱، رقم: ۸۶
۹۔ ابویعلی، المسند، ۲: ۱۱۶، رقم: ۷۸۱
۱۰۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۱۸
۱۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۵۳۹، رقم: ۹۲۰۳

پندرہ سال زندہ رہے اور ایران میں لشکرِ اسلام کے سپہ سالار مقرر ہوئے اور فاتحِ ایران بنے۔

روایت میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ ایک صحابی کی عیادت کے لئے گئے جو بیماری سے انتہائی شکستہ حال اور لاغر ہوگئے تھے۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: کیا تم صحت کی حالت میں اپنے اللہ سے کوئی دعا مانگا کرتے تھے؟ وہ کہنے لگے: ہاں میں دعا مانگتا تھا کہ بارِ خدایا جو عذاب مجھے آخرت میں دینا ہے وہ مجھے اسی دنیا میں دے دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! کیا تم میں اتنی تاب ہے کہ تم دنیا میں اخروی عذاب کے متحمل ہوسکو؟ تم نے یہ دعا کیوں نہیں مانگی:

اَللّٰهُمَّ! اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ○(۱)

”اے اللہ! ہمیں دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بھلائی (سے نواز) اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ○“

آپ ﷺ نے پھر اس کی صحت یابی کی دعا مانگی اور اسے شفا ہوگئی۔(۲)

۹۔ ہدایت یابی کے لئے دعا

حضرت ابوہریرہ ﷺ کی والدہ بارہا دعوتِ اسلام دینے کے باوجود ایمان نہ لائی

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۲۰۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۲۰۶۸، ۲۰۶۹، کتاب الذکر والدعاء والتوبہ والاستغفار، رقم: ۲۶۸۸

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۲۱، ابواب الدعوات، رقم: ۳۴۸۷

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶:۲۶۰، رقم: ۱۰۸۹۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۰۷، رقم: ۱۲۰۶۸

۵۔ ابویعلی، المسند، ۶:۴۲۹، رقم: ۳۸۰۲

۶۔ بخاری، الادب المفرد: ۲۵۳، رقم: ۷۲۷

۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷:۲۳۸، رقم: ۱۰۱۴۷

تھیں اور بدستور حالت کفر پر جمی رہیں۔ ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ حضور ﷺ کو برا بھلا کہنے لگی۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر والدہ کی ہدایت یابی کے لئے دعا کے خواستگار ہوئے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

اللهم! اهد أم أبی هريرة۔(۱)

''اِلٰہی! ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت سے نواز۔''

حضرت ابوہریرہ ﷺ کو اس دعا کی قبولیت کا اس درجہ یقین تھا کہ وہ خوش خوش گھر لوٹے اور گھر کے دروازے پر دستک دی جو اندر سے بند تھا۔ ماں نے کہا کہ دروازے پر ہی ٹھہرے رہو۔ پھر انہوں نے پانی گرنے کی آواز سنی جب وہ غسل کے بعد کپڑے پہن کر باہر آئیں تو دروازہ کھولتے ہی اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ الٹے قدموں واپس آئے اور حضور ﷺ کو یہ خوشخبری سنائی۔ آپ ﷺ نے دونوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

۱۰۔ حضرت عمر ﷺ کے قبول اسلام کے لئے دعا

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے دعا کی:

اللهم! أعز الإسلام بأبی جهل بن هشام أو بعمر۔(۲)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۹۳۸، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۴۹۱
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۱۹، رقم: ۸۲۴۲
۳۔ حاکم، المستدرک، ۲:۶۷۷، رقم: ۴۲۴۰
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۶:۱۰۷، رقم: ۷۱۵۴
۵۔ زرقانی، شرح الموطا، ۴:۳۹۹
(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۱۸، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۸۳
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱:۲۵۵، رقم: ۱۱۶۵۷
۳۔ مقدسی، الاحادیث المختارۃ، ۷:۱۴۳

’’اے اللہ! ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو تقویت عطا فرما۔‘‘

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

اللهم! أعز الإسلام بأحب هذين الرجلين إليک بأبی جهل أو بعمر بن الخطاب۔(۱)

’’اے اللہ! ابوجہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تجھے زیادہ پیارا ہے اس کے ذریعے دین کو تقویت عطا فرما۔‘‘

ان دونوں میں سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اللہ کو زیادہ پیارے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی دعا کو شرف قبول عطا فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہونے کے لئے خود چل کر حضور ﷺ کے قدموں میں آ گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

فجعل الله دعوة رسوله ﷺ لعمر رضی اللہ عنہ فبنى عليه الإسلام و هدم به الأوثان۔(۲)

’’اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی دعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول فرمائی اور ان کے ذریعے اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی اور بتوں کو نیست و نابود فرمایا۔‘‘

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۱۷، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۸۱
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۳۰۵، رقم: ۶۸۸۱
۳۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۵: ۸۸، رقم: ۴۷۵۲
۴۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۲۴۵، رقم: ۷۵۹
۵۔ بزار نے یہ روایت ’المسند (۶: ۵۷، رقم: ۲۱۱۹)‘ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت خباب بن ارث رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۵۹، رقم: ۱۰۳۱۴
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۶۱

۱۱۔ بچے کی ہدایت یابی کی دعا

رافع بن سنان مشرف بہ اسلام ہو گئے لیکن ان کی بیوی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کی ایک بیٹی بھی تھی، مذہب کی بنیاد پر لڑکی کے بارے میں نزاعی صورتِ حال پیدا ہو گئی جس کا مقدمہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ ﷺ نے فریقین کو بلایا اور علیحدہ علیحدہ بٹھا کر دونوں سے کہا کہ وہ لڑکی کو اپنی طرف بلائیں۔ وہ دونوں اسے اپنی اپنی طرف بلاتے رہے۔ لڑکی اپنی والدہ کی طرف بڑھی تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

اللھم! اھدھا۔(۱)

''مولا! اسے ہدایت دے۔''

دعا مانگنے کی دیر تھی کہ لڑکی کا رُخ اپنے باپ کی طرف ہو گیا اور اس طرح لڑکی ہدایت یافتہ ہوئی۔

۱۲۔ سردارانِ مکہ کے حق میں بد دعا اور اس کا اثر

حضور ﷺ نے کفار مکہ کے ان سرداروں کے حق میں جنہوں نے آپ ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ کو اذیتیں دیں اور اپنی سازشوں کے ذریعے اسلام کو بے حد نقصان پہنچایا تھا، نام لے لے کر ان الفاظ کے ساتھ بد دعا کی جو قبول ہوئی:

---

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۲:۲۷۳، کتاب الطلاق، رقم: ۲۲۴۴

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴:۸۳، رقم: ۶۳۸۵

۳۔ احمد بن حنبل، ۵:۴۴۶، رقم: ۲۳۸۰۸

۴۔ دارقطنی، السنن، ۴:۴۳

۵۔ بیہقی، السنن، ۸:۳

۶۔ حاکم، المستدرک، ۲:۲۲۵، رقم: ۲۸۲۸

۷۔ رویانی، المسند، ۲:۴۸۵، رقم: ۱۵۰۹

اللهم! عليک بأبي جهل بن هشام و عتبة بن ربيعة و شيبة بن ربيعة والوليد بن عقبة وأمية بن خلف و عقبة بن أبي معيط۔

''اے اللہ! ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کی گرفت فرما۔''

راوی بیان کرتے ہیں:

فوالذي بعث محمدا ﷺ بالحق! لقد رأيت الذين سمّٰى صرعى يوم بدر، ثم سُحِبوا إلى القليب، قليب بدر۔(۱)

''مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں نے ان تمام کفار کو جن کے نام آپ ﷺ نے لئے تھے بدر کے دن مرا ہوا دیکھا، پھر ان کو کھینچ کر بدر کے کنویں میں ڈال دیا گیا۔

۲۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی جسمانی قوت

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو بے پناہ جسمانی قوت سے نوازا۔ جس طرح دوسرے خصائص میں آپ ﷺ کا کوئی ثانی نہیں اُسی طرح جسمانی قوت میں بھی آپ ﷺ

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۴۱۸، کتاب الجهاد والسير، رقم: ۱۷۹۴
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۹۴، کتاب الوضوء، رقم: ۲۳۷
۳۔ نسائی، السنن، ۱: ۱۶۲، کتاب الطهارة، رقم: ۳۰۷
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۱۷، رقم: ۳۹۶۲
۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۳۳۲، رقم: ۳۶۵۶۳
۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۳۵۵، رقم: ۳۶۶۷۷
۷۔ ابو یعلیٰ، المسند، ۹: ۲۱۱، رقم: ۵۳۱۲
۸۔ ابو عوانہ، المسند، ۴: ۲۸۵، رقم: ۶۷۷۰
۹۔ ابو عوانہ، المسند، ۴: ۲۸۶، رقم: ۶۷۷۳
۱۰۔ طیالسی، المسند، ۱: ۴۳، رقم: ۳۲۵

کا کوئی مدِ مقابل نہیں تھا۔ آپ ﷺ کی اِس خصوصیت کا اِظہار کتبِ سیر و فضائل میں مذکور درجِ ذیل چند واقعات سے ہوتا ہے:

۱۔ خندق کا پتھر توڑنا

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں:

إنا يوم الخندق نحفر، فعَرَضَتْ كُدْيَة شديدة، فجاؤوا النبي ﷺ فقالوا: هذه كدية عرضت في الخندق، فقال: أنا نازل۔ ثم قام و بطنه معصوب بحجر، ولبثنا ثلثة أيام لا نذوق ذوَاقًا، فأخذ النبي ﷺ المِعول فضرب في الكدية، فعاد كثيبا أهْيَلَ، أو أهْيَمَ۔(۱)

''جب ہم خندق کھود رہے تھے تو ایک سخت پتھر نکل آیا (جو کوشش کے باوجود نہیں ٹوٹ رہا تھا) لوگ حضور نبیِ اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک بہت بڑا پتھر نکل آیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں (خود خندق میں) اترتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ اس حال میں کھڑے ہوئے کہ شکم مبارک سے پتھر باندھا ہوا تھا اور ہم نے بھی تین دن سے کچھ کھایا پیا نہ تھا۔ پس آپ ﷺ نے کدال لے کر اس پتھر پر ماری تو وہ ریزہ ریزہ ہوگیا۔''

۲۔ رکانہ پہلوان کو پچھاڑنا

مکہ کے مضافات میں 'رکانہ' نامی ایک پہلوان تھا۔ اس کا نسبی تعلق خاندانِ بنو ہاشم سے تھا، وہ بڑا ہی طاقتور، شہ زور، زبردست رعب و دبدبے کا مالک اور مار دھاڑ کرنے والا دھانسو قسم کا شخص تھا۔ کوہِ اَضم کے دامن میں ایک شاداب وادی تھی جہاں وہ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۵۰۵، کتاب المغازی، رقم: ۳۸۷۵

۲۔ دارمی، السنن، ۱: ۳۳، رقم: ۴۲

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۱۴، رقم: ۳۱۷۰۹

بکریاں چرایا کرتا تھا۔ اس وادی میں کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ لوگ اس کا سامنا کرنے سے کتراتے۔ کفار و مشرکین کے معاندانہ پروپیگنڈے کی وجہ سے وہ حضور ﷺ کے خلاف شدید نفرت کے جذبات رکھتا تھا، اس کی دشمنی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ (معاذ اللہ!) وہ حضور ﷺ کے قتل کے درپے ہو گیا تھا۔

حضور ﷺ کسی قسم کے خطرے کو خاطر میں لائے بغیر ایک روز دعوتِ حق کے مشن پر رکانہ کی وادی میں تن تنہا تشریف لے گئے۔ رکانہ بھی اُدھر آ نکلا، حضور ﷺ کو دیکھ کر بپھر گیا اور تکبر و رعونت کے نشے سے بدمست ہو کر بولا:

یامحمد! أنت الذی تشتم آلھتنا اللّات و العزیٰ؟(۱)

''اے محمد! آپ ہی ہیں جو ہمارے معبود (بتوں) لات و عزیٰ کو گالیاں دیتے ہیں؟''

اس کے بعد وہ مزید ہرزہ سرائی پر اتر آیا اور کہنے لگا: اے محمد! آپ ہمارے معبودوں کو ناتواں ٹھہراتے ہیں اور اپنے خدا کی بڑائی بیان کرتے ہیں۔ اگر میرا آپ کے ساتھ خاندانی رشتہ نہ ہوتا تو آج میں آپ کا کام تمام کر دیتا لیکن میں آپ کو بغیر مقابلہ کئے جانے نہ دوں گا۔ اس کے بعد رکانہ نے حضور ﷺ کو اپنے ساتھ کشتی لڑنے کی دعوت دی اور کہا کہ میں اپنے خداؤں کو پکاروں گا اور آپ اپنے خدا کو مدد کے لئے پکاریں۔ اگر آپ نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں آپ کو دس بکریاں دونگا۔ حضور ﷺ نے اس کا چیلنج قبول کر لیا اور اس سے کشتی لڑنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

حضور ﷺ نے رکانہ کے ہاتھوں میں ہاتھ دیئے اور اس کا پنجہ مروڑا۔ رکانہ کے ہوش اڑ گئے اور وہ درد سے تڑپنے لگا۔ حضور ﷺ نے اسے جھٹکا دیا تو وہ خشک پتے کی مانند زمین پر آ رہا۔ رکانہ کو اپنی قوتِ بازو پر ناز تھا، وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ حضور ﷺ آنِ واحد میں اُسے اس طرح نیچا دکھا دیں گے۔ جو کچھ ہوا اس کی توقع کے برعکس تھا لیکن اسے

(۱) ۱۔ ابونعیم، دلائل النبوہ، ۱:۱۸۹

۲۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۲۱۶

اتفاق سمجھتے ہوئے اس نے ہار نہ مانی۔ چنانچہ اپنے اوسان بحال کر کے اس نے دوبارہ کشتی لڑنے کی درخواست کی جو حضور ﷺ نے منظور فرما لی لیکن اس کا نتیجہ بھی پہلے سے مختلف برآمد نہ ہوا۔ رکانہ تصویرِ حیرت بنا حیران و ششدر رہ گیا کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ حضور ﷺ اِس آسانی سے اُسے پچھاڑ دیں گے، لیکن اُس کی رعونت اب بھی شکست قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ تیسری بار پھر کشتی لڑنے کی اِستدعا کی جو حضور ﷺ نے قبول فرمائی۔ تیسری بار بھی شکست اس کا مقدر بنی اور وہ نبی اکرم ﷺ کے زورِ بازو کی تاب نہ لا کر چاروں شانے چت گر گیا، پھر وہ یوں گویا ہوا:

فلست الذی فعلت بی هذا، إنما فعله إلهک العزیز الحکیم و خذلنی اللّات و العزیٰ۔(۱)

’’یہ سب کچھ آپ نے نہیں کیا بلکہ آپ کے غالب و قادر اور حکیم رب نے (آپ کی مدد کرتے ہوئے) کیا ہے، جبکہ لات و عزّیٰ نے مجھے رُسوا کروا دیا۔‘‘

اکثر روایات میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ کی معجزانہ جسمانی قوت کا عملی مشاہدہ کرنے کے باوجود رکانہ اسلام کی دولت سے محروم رہا۔ تاہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں رکانہ کے قبولِ اسلام کا ذکر ہے وہ فرماتے ہیں:

أن یزید بن رکانة صارع النبی فصرعه النبی ثلاث مرات کل مرة علی مائة من الغنم فلما کان فی الثالثة قال:یامحمد! ما وضع ظهری إلی الأرض أحد قبلک، وما کان أحد أبغض إلیّ منک، و أنا أشهد أن لا إله إلا الله و أنک رسول الله۔(۲)

---

(۱) ا۔ ابونعیم، دلائل النبوہ، ۱:۱۸۹، ۱۹۰، رقم:۲۴۵

۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲:۲۳۵

۴۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۲۱۷

۳۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۶:۲۵۲

(۲) ا۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳:۱۰۴

’’یزید بن رکانہ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے کشتی لڑی تو آپ ﷺ نے اسے تین بار پچھاڑا ہر دفعہ (پچھاڑنے پر اس نے آپ ﷺ کو) سو بکریاں دینے کا وعدہ (کیا) تھا (مگر آپ ﷺ نے اسے تین سو بکریاں معاف کر دیں اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی) تیسری بار شکست کھانے پر اس نے کہا: اے محمد! آج سے پہلے کسی نے زمین کے ساتھ میری پشت نہیں لگائی تھی اور مجھے آپ سے زیادہ کوئی شخص برا نہیں لگتا تھا، لیکن اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ معبودِ برحق ہے اور آپ اس کے رسول ہیں۔‘‘

۳۔ ابوالاسود جمحی پہلوان کو پچھاڑنا

ابوالاسود جمحی بھی سرزمینِ عرب کا ایک نامی گرامی پہلوان تھا۔ علاقے کے تمام پہلوان اس سے خوف کھاتے تھے۔ اس کی طاقت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایک گائے کی کھال پر کھڑا ہو جاتا اور دوسرے پہلوانوں کو حکم دیتا کہ وہ اس کے پاؤں کے نیچے سے کھال کھینچیں۔ دس پہلوان مل کر اس کھال کو کھینچتے اور اسی کشمکش میں جانور کی کھال پھٹ جاتی اور ہر مدمقابل پہلوان اس کھال کے ٹکڑے کو ہاتھ میں لئے اپنے ہی زور میں دور جا گرتا، لیکن کھال کا وہ حصہ جو ابوالاسود کے پاؤں کے نیچے ہوتا جوں کا توں رہتا۔

ایک روز ابوالاسود جمحی نے حضور ﷺ کو چیلنج کرتے ہوئے کہا:

إن صرعتني اٰمنت بک۔

’’اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔‘‘

حضور ختمی مرتبت ﷺ نے اس پہلوان کا چیلنج بھی قبول کر لیا اور مقابلے کے لئے میدان میں تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے پہلی ہی بار اسے زمین پر پٹخ دیا۔ اگرچہ اسے شکستِ فاش سے دوچار ہونا پڑا لیکن وہ بدبخت اپنے وعدے سے مکر گیا اور دولتِ ایمان

سے محروم رہا۔(۱)

۲۴۔ طہارتِ فضلات

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا جسمِ اطہر اتنا نظیف، لطیف اور پاکیزہ تھا کہ اس پر کسی ہلکی سی کثافت کا شائبہ تک بھی نہ تھا۔ آپ کا ظاہری سراپا تو پاک تھا ہی۔ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر سے خارج ہونے والے فضلات مبارکہ بھی پاکیزہ اور طاہر تھے۔ ان کی طہارت متعدد روایات سے ثابت ہے:

ا۔ زمین کا فضلات نگل جانا اور وہاں سے خوشبو کا آنا

آپ ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو اس کے فضلات خوشگوار مہک اور خوشبو کے ساتھ جسم اقدس سے خارج ہوتے، آپ ﷺ بول و براز کے لئے جس قطعۂ زمین کا انتخاب فرماتے وہ اس فضلہ کو یوں نگل لیتا کہ وہاں سوائے خوشبو کی مہکار کے اور کچھ محسوس نہ ہوتا۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا: یا رسول اللہ! جب آپ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے ہیں تو کیا ماجرا ہے کہ آپ کے واپس آنے پر میں اندر جاتی ہوں تو

فلا أری شیئًا إلا أنی کنت أشم رائحة الطیب۔

”مجھے وہاں (فضلات میں سے) کچھ بھی نظر نہیں آتا، میں وہاں صرف خوشبو کی مہکار پاتی ہوں۔

اس پر حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن أجسادنا تنبت علی أرواح أهل الجنة، وما خرج منها ابتلعته

---

(۱) ا۔ قسطلانی، المواهب اللدنیہ، ۲: ۳۶۵

۲۔ زرقانی، شرح المواهب اللدنیہ، ۴: ۲۹۲

الأرض۔(۱)

’’ہمارے (انبیاء علیہم السلام) اجسام اہل جنت کی ارواح کی مانند بنائے گئے ہیں ان سے جو کچھ بھی خارج ہوتا ہے زمین اسے نگل لیتی ہے۔‘‘

قاضی عیاض اس حدیث کے حوالے سے لکھتے ہیں :

و هذا الخبر و ان لم يكن مشهورا فقد قال قوم من أهل العلم بطهارة هٰذين الحدثين منه ﷺ۔(۲)

’’یہ حدیث اگرچہ مشہور نہیں ہے لیکن اہل علم کی ایک جماعت نے (اس کی بناء پر) کہا ہے کہ حضور ﷺ کے بول و براز پاک ہیں۔‘‘

علامہ خفاجی اس کی شرح میں لکھتے ہیں :

نفى المصنف عنه الشهرة دون الصحة، فلا وجه للإعتراض عليه بأنه لا يلزم من نفى الشهرة نفى الصحة۔(۳)

---

(۱) ۱۔قسطلانی، المواہب اللدنیہ،۲: ۳۱۵

۲۔قاضی عیاض، الشفاء،۱: ۴۰

۳۔زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ،۵: ۵۴۲

۴۔سیوطی، الخصائص الکبریٰ،۱: ۱۲۰

۵۔ابن جوزی، الوفاء: ۴۹۲، رقم: ۸۸۴

۶۔ذہبی، میزان الاعتدال،۲: ۲۹۹

۷۔خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۸: ۶۲

۸۔ملا علی قاری، شرح الشفا،۱: ۱۶۲

۹۔مقریزی، امتاع الاسماع،۵: ۳۰۲

۱۰۔عسقلانی، الاصابہ، ۸: ۱۰۸، رقم: ۱۱۷۲۹

۱۱۔ابن کثیر، البدایہ والنہایہ،۵: ۳۳۰

(۲) قاضی عیاض، الشفا،۱: ۴۱

(۳) خفاجی، شرح الشفا،۲: ۲۱

’’مصنف (قاضی عیاض) نے اس حدیث کی شہرت کی نفی کی ہے صحت کی نہیں، پس اس پر اس اعتراض کی کوئی وجہ نہیں کہ شہرت کی نفی سے صحت کی نفی لازم نہیں آتی۔‘‘

امام قسطلانیؒ اور امام زرقانیؒ ایک صحابی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر کے موقع پر حضور ﷺ رفعِ حاجت کے لئے بیت الخلاء تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے باہر تشریف لانے کے بعد وہ صحابی داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں بول و براز کا نشان تک نہیں تھا۔ اسکے بعد وہ صحابی فرماتے ہیں:

و رأیت فی ذلک الموضع ثلاثة أحجار فأخذتهن فوجدت لهن رائحة طيبة و عطرا۔(۱)

’’میں نے وہاں تین ایسے پتھر پائے (جن کو آپ ﷺ نے استعمال فرمایا تھا)، میں نے انہیں اٹھایا تو ان سے خوشگوار مہک اور خوشبو آ رہی تھی۔‘‘

ملا علی القاری نے یہ روایت اختلافِ الفاظ سے بیان کی ہے:

فأخذتهن فإذا بهن يفوح منهن روايح المسک۔(۲)

’’میں نے انہیں اٹھایا تو ان سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی۔‘‘

مذکورہ بالا روایت کے آگے یہ الفاظ بھی ہیں:

فكنت إذا جئت يوم الجمعة المسجد أخذتهن فی كمی، فتغلب رائحتهن رائحة من تطيب و تعطر۔(۳)

---

(۱) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۳۱۴

۲۔ عمر بن علی، غایۃ السول فی خصائص الرسول، ۱: ۳۰۱

(۲) ملا علی قاری، شرح الشفاء، ۱: ۱۶۲

(۳) ۱۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۵: ۵۴۲

۲۔ ملا علی قاری، شرح الشفاء، ۱: ۱۶۲

''میں انہیں جمعہ کے دن مسجد میں اپنی جیب میں لیکر آتا (وہاں) ان کی خوشبو ان تمام خوشبوؤں اور عطروں پر غالب آجاتی جو دوسرے لوگ لگا کر آتے۔''

امام زرقانیؒ نے اس روایت کا مفہوم یوں بیان کیا ہے:

فالمعنی وجدتھن عطراً أی: کالعطر مبالغة، کأن عینھن انقلبت من الحجرية إلی العطرية۔(۱)

''مطلب یہ کہ میں نے اُنہیں عطر پایا، یعنی عطر کی طرح اس میں مبالغہ ہے، گویا پتھر اپنی ماہیت بدل کر عطر کی ماہیت اختیار کر چکے تھے۔''

۲۔ صحابہ کرام ﷺ کا فضلاتِ مبارکہ سے حصولِ برکت

احادیث میں متعدد واقعات اس مضمون کے ملتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام ﷺ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے فضلاتِ مبارکہ کو استعمال کیا۔ جس کی وجہ سے انہیں برکت حاصل ہوئی اور انہیں ان کے عوارضِ جسمانی سے نجات مل گئی۔

۱۔ مشہور صحابیہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک برتن میں پیشاب فرمایا۔ مجھے پیاس محسوس ہوئی تو میں اٹھی اور،

فشربت ما فیھا و أنا لا أشعر أنه بول لطیب رائحته۔(۲)

''میں نے اس پیشاب کو پانی سمجھ کر پی لیا، وہ اپنی بھینی بھینی مہک کی وجہ سے مجھے پیشاب محسوس نہ ہوا۔''

صبح حضور ﷺ نے مجھے بلا کر حکم دیا کہ فلاں برتن میں پیشاب ہے اسے باہر پھینک دو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اسے میں نے پانی سمجھ کر پی لیا ہے۔

---

(۱) زرقانی، شرح المواھب اللدنیہ، ۵: ۵۴۲

(۲) ۱۔ زرقانی، شرح المواھب اللدنیہ، ۵: ۵۴۸، ۵۴۹

۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱۰: ۴۰

فضحک رسول الله ﷺ حتی بدت نواجذه، ثم قال: أما أنکِ لا یفجع بطنکِ بعده أبدا۔(۱)

''یہ سن کر حضور نبی مکرم ﷺ اتنا مسکرائے کہ آپ ﷺ کی مبارک داڑھیں نظر آنے لگیں اور پھر فرمایا: اے اُمِ ایمن! آج کے بعد تیرے پیٹ کو کوئی بیماری لاحق نہ ہوگی۔''

۱۔ قاضی عیاض نے 'الشفاء (۱:۴۰)' میں اس حدیث کے بارے میں کہا ہے:

حدیث هذه المرأة التی شربت بوله ﷺ صحیح الزم الدارقطنی مسلما و البخاری إخراجه فی الصحیح۔

''یہ حدیث صحیح ہے کہ عورت نے آپ ﷺ کا بول مبارک پیا، اور دارقطنی نے کہا ہے کہ اس کے راوی بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔''

۲۔ شارح بخاری امام بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴:۷۰، رقم: ۶۹۱۱

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۵:۸۹

۳۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱:۴۱

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۷۱

۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵:۳۲۶

۶۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۳۱۷

۷۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۵:۵۴۹

۸۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳:۲۰۷

۹۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲:۴۴۱

۱۰۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱۰:۴۰

۱۱۔ السیرۃ الحلبیہ، ۲:۵۱۵

۱۲۔ عسقلانی، الاصابہ، ۸:۱۷۱

۱۳۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۱:۱۰۶

قال بعض شراح البخاری فی بولہ و دمہ وجھان والالیق الطھارۃ۔(۱)

''بعض شارحینِ بخاری نے حضور ﷺ کے بول مبارک اور خون مبارک کے بارے میں کہا ہے کہ ان میں دو صورتیں ہیں اور ان کی طہارت کی صورت لائق تر ہے۔''

۳۔ امام عینی دوسری جگہ اس حوالے سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و ھو یقول بطھارۃ بولہ و سائر فضلاتہ۔(۲)

''وہ آپ ﷺ کے پیشاب اور تمام فضلات کو طاہر کہتے ہیں۔''

۴۔ اَحناف کی کثیر تعداد طہارتِ فضلات کی قائل ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

إختار کثیرون من أصحابنا طھارۃ فضلاتہ علیہ الصلاۃ و السلام۔(۳)

''ہمارے کثیر احناف کا موقف ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے تمام فضلات پاک ہیں۔''

۵۔ ابن حجر عسقلانی علامہ ابن منذر اور علامہ خطابی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و قد تکاثرت الأدلۃ علی طھارۃ فضلاتہ و عد الأئمۃ ذلک فی خصائصہ فلا یلتفت الی ما وقع فی کتب کثیر من الشافعیۃ مما یخالف ذالک فقد استقر الأمر بین ائمتھم علی القول بالطھارۃ۔(۴)

(۱) عینی، عمدۃ القاری، ۳: ۳۵

(۲) عینی، عمدۃ القاری، ۳: ۷۹

(۳) ملا علی قاری، المرقاۃ شرح المشکوٰۃ، ۲: ۵۳

(۴) عسقلانی، فتح الباری، ۱: ۲۷۲

''حضور نبی اکرم ﷺ کے فضلات کی طہارت پر کثیر دلائل موجود ہیں اور ائمہ نے اسے آپ ﷺ کے خصائص میں شمار کیا ہے، اس لیے اس چیز کی طرف توجہ نہ کی جائے جو بہت سے شافعی علماء کی کتابوں میں اس کے خلاف لکھی گئی ہیں کیونکہ ان کے تمام ائمہ سے فضلات کی طہارت کا قول ثابت اور مقرر ہے۔''

ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

صحح بعض الائمة الشافعية طهارة بوله ﷺ و سائر فضلاته، و به قال أبو حنيفة كما نقله فی المواهب اللدنية عن شرح البخاری للعينی، و صرح به البيری فی شرح الأشباه، و قال الحافظ ابن حجر: تظافرت الأدلة علی ذالک و عد الأئمة ذالک من خصائصه ﷺ، و نقل بعضهم عن شرح المشكاة لملا علی القاری أنه قال: اختاره كثير من أصحابنا و أطال فی تحقيقه فی شرحه علی الشمائل فی باب ما جاء فی تعطره عليه الصلاة و السلام۔(۱)

''بعض شافعی ائمہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے پیشاب اور تمام فضلات کو پاک قرار دینے کو صحیح کہا ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے جیسا کہ (قسطلانی) نے 'المواہب اللدنیہ' میں 'عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری للعینی' کے حوالے سے نقل کیا ہے، البیری نے 'الاشباہ' کی شرح میں اس کی تصریح کی ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں اس پر کثیر دلائل موجود ہیں اور ائمہ نے اس (طہارتِ بول و براز) کو حضور ﷺ کی خصوصیات میں شمار کیا ہے، بعض نے ملا علی قاری کی شرح مشکوۃ (المرقاۃ) سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب (احناف) کا قولِ مختار یہی ہے، ملا علی قاری نے اس مسئلہ کی تحقیق پر 'شرح الشمائل' کے باب ''حضور ﷺ کا خوشبو لگانا'' میں طویل گفتگو کی ہے۔''

(۱) الشامی، رد المختار، ۱: ۲۲۳

۳۔ فضلات کی طہارت کا سائنسی و عقلی استدلال

فضلات وہ فاضل مادے ہیں جو جسم میں داخل ہونے والی غذا پر وارد ہونے والے عمل انہضام کے نتیجے میں اخراجی نظام (excretory system) کے ذریعے بول و براز کی صورت میں جسم سے خارج ہوتے ہیں۔ اخراج ہونے والے یہ غذائی مادے ناپاک اور بدبو دار ہوتے ہیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ غذا جو کھانے سے پہلے کُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ (پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ) کے ارشادِ ربانی کے مِصداق پاک اور طیب تھی، کھانے کے بعد ناپاک کیسے ہوگئی اور وہ کون سے عوامل ہیں جو اس تبدیلی کا باعث بنے، جبکہ کوئی نئی چیز انسان کے جسم میں داخل نہیں ہوئی۔

سائنس کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ غذا حلق کے ذریعے آنتوں کے راستے معدے میں داخل ہوتی ہے اور اس پر کارفرما ہونے والے عوامل داخلی ہوتے ہیں جبکہ خارجی عوامل میں سے کسی کا اس پر عمل دخل نہیں ہوتا۔ ذیل میں چند مثالوں سے اس کی وضاحت کی جاتی ہے:

ا۔ کیمیائی تبدیلیوں اور عملِ انہضام سے استدلال

غذا داخلِ معدہ ہوتی ہے تو اس پر کیمیائی تبدیلیاں واقع ہونے لگتی ہیں۔ معدے کے اندر جب غذا ہضم ہو جاتی ہے تو اس کو کیموس (chyme) کہتے ہیں۔ اس کی ہیئت غذاؤں کی نوعیت کے سبب مختلف ہوتی ہے، لیکن اس کا قوام آشِ جو (barleywater) کی طرح گاڑھا اور مزے اور بو میں تُرش ہوتا ہے۔ عملِ انہضام کے ذریعے جب غذا کیموس میں تبدیل ہوتی ہے تو اُس کا مواد اس طرح مخلوط ہو جاتا ہے کہ اس کے اجزائے ترکیبی کی باہمی تمیز دشوار ہو جاتی ہے۔ جب معدہ میں غذا لبلبہ کے عمل سے صفرا اور رطوبت کے ملنے سے تحلیل ہو جاتی ہے اور اس کی رنگت سفید اور دودھیا ہو جاتی ہے تب اسے کیلوس (chyle) کہتے ہیں۔ اس عملِ اِنہضام میں انجذاب کے ذریعے غذا جزوِ بدن بنتی ہے اور فاسد مادے (residues) فضلہ (faeces) کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔

سائنسی مطالعے سے ہمیں معلوم ہوا کہ ان فاسد مادوں کی بدبو اور ناپاکی کا سبب اندرونی کیمیائی عوامل ہیں، اس میں خارجی عوامل کا کوئی عمل دخل نہیں۔

اگر معجزاتی طور پر کسی کا اندرونی نظام اتنا لطیف اور نظیف ہو جائے کہ لعابِ دہن ڈالنے سے تو کھارا پانی میٹھے پانی میں تبدیل ہو جائے، آنکھوں کو لگانے سے آشوبِ چشم سے شفامل جائے تو اس کے بدبو دار اور ناپاک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب سرورِ کائنات ﷺ کا لعابِ دہن اتنا مصفّٰی اور مطہر ہے تو آپ ﷺ کے بدنِ اطہر اور اندرونی نظام کے مواد کیسے غیر مصفّٰی اور ناپاک ہو سکتے ہیں۔ درحقیقت اس کی تفہیم کا مسئلہ ان لوگوں کے لئے ہے جو حضور ﷺ کے اندرونی نظام کو اپنے اندر کارفرما نظام پر قیاس کر لیتے اور اس سے اخذ کردہ نتائج کو بھی من وعن اپنے اوپر منطبق کر لیتے ہیں۔ یہ ذہنیت ہی اس مسئلے کی روح کو سمجھنے میں سب سے بڑی رکاوٹ اور خرابی ہے جس کا ازالہ ہونا چاہیے۔ دراصل خرابی ہمارے ذہن میں ہے کہ وہ حضور ﷺ کے فضائل و خصائص کا ادراک نہیں کر پایا اور سرکارِ دوجہاں ﷺ کو اپنے جیسا بشر سمجھنے کی بیماری میں مبتلا ہے۔ اگر اس بات کا ادراک ہو جائے کہ حضور ﷺ بے مثل بشر ہیں اور آپ ﷺ کے بدنِ اقدس پر اس نظام کا اطلاق نہیں ہوتا جو سائنسی اور طبی اُصولوں کے مطابق عام انسانوں میں کارفرما ہے تو اس مسئلے کے مالۂ اور ما علیہ (pros and cons) کو سمجھنا چنداں مشکل نہ ہو گا۔

۲۔ صیامِ وصال سے استدلال

حضور ﷺ نے مسلسل روزے رکھنا شروع کئے تو آپ ﷺ کی اتباع میں بعض صحابہ بھی لگاتار روزے رکھنے لگے جس کے اثرات ان پر مرتب ہوئے اور وہ روز بروز کمزور ہوتے چلے گئے اور ان کے رنگ پیلے پڑ گئے۔ آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو انہیں منع کر دیا اور فرمایا:

لست کھیئتکم۔(۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۷۸، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۲۲

۲۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۹۳، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۶۲

←

’’میں تمہاری طرح نہیں ہوں (یعنی میری جسمانی ہیئت تمہاری طرح نہیں ہے۔)‘‘

بعض جگہ یہ الفاظ ہیں :

إنی لست مثلکم ۔(۱)

’’میں تمہاری مثل نہیں ہوں ۔‘‘

اس ارشادِ نبوی ﷺ کے مضمرات پر غور کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ بیان روح کا نہیں جسم کا تھا کہ کمزور صحابہ ﷺ کے جسم ہو رہے تھے روح نہیں، ان کی روح تو بلا مبالغہ مزید طاقتور ہوگئی ہوگی۔ اس حدیث مبارکہ کے ذریعے واضح پیغام

۳۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۹۴، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۶۶
۴۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۷۴، کتاب الصیام، رقم: ۱۱۰۲
۵۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۷۶، کتاب الصیام، رقم: ۱۱۰۵
۶۔ ابو داؤد، السنن، ۲: ۳۰۶، کتاب الصوم، رقم: ۲۳۶۰
۷۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۳۰۷، کتاب الصوم، رقم: ۲۳۶۱
۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۲۸، رقم: ۶۱۲۵
۹۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۵۳، رقم: ۶۴۱۳
۱۰۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۸، رقم: ۱۱۰۷۰
۱۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۸۷، رقم: ۱۱۸۴۰
۱۲۔ مالک، الموطا، ۱: ۳۰۰، رقم: ۶۶۷
۱۳۔ مالک، الموطا، ۱: ۳۰۱، رقم: ۶۶۸

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۶۱، کتاب الاعتصام، رقم: ۶۸۶۹
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۷۶، کتاب الصیام، رقم: ۱۱۰۴
۳۔ احمد، المسند، ۲: ۱۰۲
۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۵: ۳۵۵، رقم: ۵۵۳۹
۵۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۲: ۲۴۱، رقم: ۳۲۶۳

دیا گیا کہ حضور ﷺ کا بدن اقدس اور جسمانی نظام ہیئت میں ہماری مثل نہیں، حق بات تو یہ ہے کہ اس کائناتِ انسانی میں کسی فردِ بشر کا نظام بھی حضور ﷺ جیسا نہیں، عالم بشریت میں کسی کی ہیئت بھی حضور ﷺ جیسی نہیں، کوئی بھی آپ سے ہمسری یا مثلیت کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ جب نظام اور ہیئت میں کوئی بشر حضور ﷺ جیسا نہیں تو ہمارے اخراجی نظام کے ذریعے خارج ہونے والے فضلات کیسے آپ ﷺ کے فضلات جیسے ہوسکتے ہیں؟

اسی روایت میں حضور ﷺ کا فرمان ہے:

إني أبيت يطعمني ربي و يسقيني۔(۱)

’’میں اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔‘‘

یہ کھلانا اور پلانا ملکوتی عمل ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کی غذاؤں میں بھی ملکوتی تجلیات اور لاہوتی و جبروتی توانائیوں کا عمل دخل تھا۔ جب آپ ﷺ خوراک تناول فرماتے تو اس کے ساتھ ملکوتی برکتیں بھی شامل ہو جاتیں۔ ان کے ہوتے ہوئے بھی مضراثرات کیسے مرتب ہوسکتے تھے؟ یہ ملکوتی و لاہوتی تجلیات خوراک میں کیمیائی تغیر واقع نہ ہونے دیتیں جس کی وجہ سے حضور ﷺ کے فضلات پاکیزہ اور خوشبودار رہتے۔

۳۔ پسینہ مبارک کی خوشبو سے استدلال

متعدد احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے پسینہ مبارک سے خوشبو آتی تھی، اور اسے شیشیوں میں محفوظ کر کے عطر و کستوری کے طور پر استعمال میں لایا جاتا تھا۔

۱۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں:

كان ريح عرق رسول الله ﷺ ريح المسك، بأبي و أمي! لم أر

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۶۱، کتاب الاعتصام، رقم: ۶۸۶۹

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۷۴، کتاب الصیام، رقم: ۱۱۰۳

۳۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۷۶، کتاب الصیام، رقم: ۱۱۰۴

قبله و لا بعده أحدا مثله۔(۱)

’’حضور ﷺ کے مبارک پسینہ کی خوشبو کستوری سے بڑھ کرتھی۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! میں نے آپ ﷺ جیسا نہ کوئی آپ ﷺ سے پہلے دیکھا اور نہ بعد میں دیکھا۔‘‘

حضور رحمتِ عالم ﷺ کا مبارک پسینہ کائناتِ ارض و سماوات کی ہر خوشبو سے بڑھ کر خوشبودار تھا۔ یہ خوشبو خوشبوؤں کے جھرمٹ میں اعلیٰ اور افضل ترین تھی۔ پسینے کی خوشبو لاجواب اور بے مثال تھی۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ما شممت عنبراً قط و لا مسکا و لا شیئا أطیب من ریح رسول الله ﷺ۔(۲)

’’میں نے حضور ﷺ (کے پسینے) کی خوشبو سے بڑھ کر خوشبودار عنبر اور کستوری یا کوئی اور خوشبودار چیز کبھی نہیں سونگھی۔‘‘

---

(۱) ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۱:۳۱۹

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۱۴، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۰

۲۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۰۶، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۶۸

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۳۶۸، ابواب البر والصلہ، رقم: 2015

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۰۰

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۱۵، رقم: ۳۱۷۱۸

۶۔ ابو یعلی، المسند، ۶:۴۶۳، رقم: ۳۸۶۶

۷۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۷۸، رقم: ۱۲۶۸

۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۴، رقم: ۱۴۲۹

۹۔ ابو نعیم، مسند ابی حنیفہ، ۱:۵۱

۱۰۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۲۸۵، رقم: ۳۴۶

۱۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۲۲۱، رقم: ۶۳۰۳

۳۔ تاجدارِ کائنات ﷺ کے مبارک پسینے کا ذکرِ جمیل حضرت علی رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

كان عرق رسول الله ﷺ في وجهه اللؤلؤ، و ريح عرق رسول الله ﷺ أطيب من ريح المسك الأذفر۔(۱)

''حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر پسینے کے قطرے خوبصورت موتیوں کی طرح دکھائی دیتے اور اس کی خوشبو عمدہ کستوری سے بڑھ کر تھی۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جسمِ اَطہر کے مقدس پسینہ کو محفوظ کر لیتے اور وقتاً فوقتاً اُسے بطور عطر استعمال میں لاتے کہ اُس جیسا عطر رُوئے زمین پر دستیاب نہیں ہو سکتا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے محتشم حضور رحمتِ عالم ﷺ اکثر ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ عموماً آپ ﷺ ہمارے ہاں قیلولہ بھی فرماتے۔ ایک دن میری والدہ ماجدہ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کسی کام سے گھر سے باہر گئی ہوئی تھیں، اُن کی عدم موجودگی میں تاجدارِ کائنات ﷺ ہمارے گھر میں جلوہ افروز ہوئے اور قیلولہ فرمایا:

فقيل لها: هذا النبي ﷺ نائم في بيتک على فراشک۔

''انہیں اطلاع ملی کہ آپ کے ہاں تو سرورِ کونین حضور رحمتِ عالم ﷺ استراحت فرما رہے ہیں۔''

انہوں نے یہ مژدۂ جانفزا سنا تو جلدی جلدی اپنے گھر کی طرف لوٹیں اور دیکھا کہ سید المرسلین حضور رحمتِ عالم ﷺ استراحت فرما رہے ہیں اور جسمِ مقدس پر پسینے کے شفاف قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے ہیں اور یہ قطرے جسمِ اطہر سے جدا ہو کر بستر میں جذب ہو رہے ہیں۔

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۸۶

آگے حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں:

جاء ت أمي بقارورة فجعلت تَسلُت العرق فيها۔

''میری والدہ ماجدہ نے ایک شیشی لے کر اس میں حضور ﷺ کے پسینے کو جمع کرنا شروع کر دیا۔''

اس اثنا میں والیٔ کونین ﷺ بیدار ہو گئے۔ آپ ﷺ نے میری امی جان کو مخاطب کر کے فرمایا:

ما هذا الذي تصنعين؟

''تو یہ کیا کر رہی ہے؟''

امی جان نے احتراماً عرض کی:

هذا عرقک نجعله في طيبنا و هو من أطيب الطيب۔

''(یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!) یہ آپ کا مبارک پسینہ ہے، جسے ہم اپنے خوشبوؤں میں ملاتے ہیں اور یہ تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبودار ہے۔''

ایک روایت کے مطابق حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا جواب کچھ یوں تھا:

نرجو بركته لصبياننا۔

''ہم اسے (جسمِ اطہر کے پسینے کو) اپنے بچوں کو برکت کے لئے لگائیں گے۔''

حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

أصبتِ۔(۱)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۱۵، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۱
۲۔ نسائی، السنن، ۸:۲۱۸، کتاب الزینہ، رقم: ۵۳۷۱
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۲۱
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱:۲۵۴، رقم: ۱۱۳۵

←

’’تو نے درست کیا۔‘‘

اگر پسینہ بننے کے عمل پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ وہی زائد پانی جو گردوں کے عمل (process) سے گزرنے کے بعد پیشاب کی صورت میں خارج ہوتا ہے اگر جسم کے مساموں سے خارج ہو تو پسینہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ یہ پسینہ بننے کا عمل تمام انسانوں میں یکساں طور پر ہوتا ہے۔ اگر معجزۂ حضور ﷺ کے لئے پسینہ خوشبودار ہو سکتا ہے تو آپ ﷺ کا بول و براز کیوں خوشبودار اور پاک نہیں ہو سکتا؟

۴۔ لعابِ دہن سے شفایابی سے استدلال

عام انسانوں کے تھوک سے جراثیم پھیلتے ہیں جن سے متعدد بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، مگر حضور ﷺ کے لعابِ دہن سے بیماروں کو شفا اور امراض کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اس حوالے سے متعدد روایات کتبِ احادیث میں ملتی ہیں کہ حضور ﷺ کے مبارک لعاب دہن سے کسی کے آشوبِ چشم کا عارضہ ٹھیک ہوگیا، کسی کی ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑ گئی، کسی کا بیمار بچہ تندرست ہوگیا، کسی کے کھانے میں اضافہ ہوگیا تو کسی کا کھارا کنواں میٹھا ہوگیا۔ اس قبیل کے بہت سے معجزے لعاب دہن کی برکت سے رونما ہوئے:

غزوۂ خیبر کے موقع پر تاجدارِ کائنات ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کل میں اُس شخص کو علَم دوں گا اور اُسے امیرِ لشکر مقرر کروں گا جس کے ہاتھ پر ربِ ذوالجلال نے خیبر کی فتح مقدر کر دی ہے۔ صبح جب صحابہ کرام ﷺ بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے تو ہر صحابی اِس اعزاز کے حصول کا آرزو مند تھا۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ پر طائرانہ نظر ڈالی اور معاً ارشاد ہوا کہ علی کہاں ہے؟ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ آشوبِ چشم

۵۔ طیالسی، المسند، ۱:۲۷۶، رقم: ۲۰۷۸

۶۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۷۸، رقم: ۱۲۶۸

۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۵:۱۱۹، رقم: ۲۸۹

۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۴، رقم: ۱۴۲۹

۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸:۴۲۸

میں مبتلا ہیں، اس وجہ سے حاضرِ خدمت نہیں ہو سکے۔ حضور ﷺ نے اُنہیں بلا بھیجا:

فلما جاء بصق في عينيه، فدعا له، فبراء حتی کان لم يکن له وجع۔(۱)

’’پس جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے اُن کی آنکھوں میں لعاب مبارک لگایا، پھر ان کے لئے دعا کی تو وہ اسی وقت یوں شفایاب ہو گئے جیسے ان کی آنکھوں میں کوئی درد ہی نہیں تھا۔‘‘

اگر آپ ﷺ کا لعاب دہن جراثیم سے پاک اور صحت بخش ہوسکتا ہے تو جسمِ اقدس سے نکلنے والے فضلات کیوں پاک نہیں ہوسکتے؟

۵۔ جسم کی معجزانہ لطافت سے استدلال

حضور نبی اکرم ﷺ کے جسمِ اقدس کو دنیاوی آلائشوں اور کثافتوں سے کوئی تعلق اور سروکار نہ تھا۔ اسی لیے آپ ﷺ کے جسم اقدس پر مکھی نہ بیٹھتی تھی۔

۱۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جب حضور ﷺ کو رضاعت کے لئے اپنے گھر کی طرف لے کر چلیں تو راستے خوشبوؤں سے معطر ہو گئے۔ وادئ بنو سعد کا کوچہ کوچہ حضور نبئ اکرم ﷺ کے بدنِ اقدس کی نفیس خوشبو سے مہک اٹھا۔ وہ بیان کرتی ہیں:

و لما دخلت به إلی منزلي، لم يبق منزل من منازل بني سعد إلا شممنا منه ريح المسک۔(۲)

’’جب میں حضور ﷺ کو اپنے گھر لائی تو قبیلہ بنوسعد کا کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جس سے ہم نے کستوری کی خوشبو محسوس نہ کی۔‘‘

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، ۳: ۱۳۵۷، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۳۴۹۸
۲۔ بخاری، الصحيح، ۴: ۱۵۴۲، کتاب المغازی، رقم: ۳۹۷۳
۳۔ مسلم، الصحيح، ۴: ۱۸۷۲، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۴۰۶

(۲) صالحی، سبل الهدیٰ والرشاد، ۱: ۳۸۷

۲۔ حضور ﷺ کے بچپن کے بارے میں ایک روایت حضرت ابوطالب بیان کرتے ہیں:

فإذا هو في غاية اللين و طيب الرائحة كأنه غمس في المسک۔(۱)

’’آپ ﷺ کا جسمِ اطہر نہایت ہی نرم و نازک اور اس طرح خوشبو دار تھا جیسے وہ کستوری میں ڈبویا ہوا ہو۔‘‘

۳۔ خوشبوؤں کا قافلہ عمر بھر قدم قدم آپ ﷺ کے ہمرکاب رہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ أحسن الناس لوناً وأطيب الناس ريحاً۔(۲)

’’رسول اللہ ﷺ رنگ کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے اور خوشبو کے لحاظ سے سب سے زیادہ خوشبودار۔‘‘

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ خوشبو آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کی تھی نہ کہ وہ خوشبو جو آپ استعمال کرتے۔ ذاتِ اقدس کسی خوشبو کی محتاج نہ تھی بلکہ خود خوشبو جسمِ اطہر سے نسبت پاکر معتبر ٹھہری۔ اگر حضور ﷺ خوشبو کا استعمال نہ بھی فرماتے تب بھی جسمِ اطہر کی خوشبو سے مشامِ جاں معطر رہتے۔

۱۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

كانت هذه الريح الطيبة صفتها و إن لم يمس طيبا۔(۳)

’’مہک حضور ﷺ کے جسمِ اطہر کی صفات میں سے تھی، اگرچہ آپ ﷺ نے خوشبو استعمال نہ بھی فرمائی ہوتی۔‘‘

۲۔ امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی تصریح کرتے ہیں:

---

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۳۱:۲۱۴

(۲) ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۱:۳۲۱

(۳) نووی، شرح صحیح مسلم، ۲:۲۵۶

ان هذه الرائحة الطيبة كانت رائحة رسول الله ﷺ من غير طيب۔(۱)

”یہ پیاری مہک آپ ﷺ کے جسمِ مقدسہ کی تھی نہ کہ اُس خوشبو کی جسے آپ ﷺ استعمال فرماتے تھے۔“

۳۔ امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی اس منفرد خصوصیت کا ذکر یوں کرتے ہیں:

ريحها الطيبة طبعياً خلقياً خصه الله به مكرمة و معجزة لها۔(۲)

”اللہ تعالیٰ نے بطور کرامت ومعجزہ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر میں خلقتاً اور طبعاً مہک رکھ دی تھی۔“

۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یکے از طبقاتِ عجیبِ آنحضرت طیبِ ریح است که ذاتی وے ﷺ بود بی آنکه استعمال طیب از خارج کند و هیچ طیب بداں نمی رسد۔(۳)

”حضور ﷺ کی مبارک صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بغیر خوشبو کے استعمال کے حضور ﷺ کے جسمِ اطہر سے ایسی خوشبو آتی جس کا مقابلہ کوئی خوشبو نہیں کر سکتی۔“

۵۔ علامہ احمد عبدالجواد دومی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

كان رسول الله ﷺ طيبا من غير طيب، و لكنه كان يتطيب و يتعطر توكيدا للرائحة و زيادة في الإذكاء۔(۴)

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۸۸

(۲) خفاجی، نسیم الریاض، ۱:۳۴۸

(۳) محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۱:۲۹

(۴) دومی، الاتحافات الربانیہ: ۲۶۳

’’حضور ﷺ کا جسمِ اقدس خوشبو کے استعمال کے بغیر بھی خوشبودار تھا لیکن حضور ﷺ اس کے باوجود پاکیزگی و نظافت میں اِضافے کے لئے خوشبو استعمال فرما لیتے تھے۔‘‘

۶۔ شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و قد کان ﷺ طیب الرائحة، و ان لم یمس طیبا کما جاء ذلک فی الأخبار الصحیحة لکنه کان یستعمل الطیب زیادة فی طیب الرائحة۔(۱)

’’احادیثِ صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ کے جسمِ اطہر سے خوشبو کی دلآویز مہک بغیر خوشبو لگائے آتی رہتی۔ ہاں، آپ ﷺ خوشبو کا استعمال فقط خوشبو میں اضافہ کے لئے کرتے۔‘‘

اگر آپ ﷺ کا ظاہری سراپا اِس قدر پاک، طاہر، مصفّٰی، اور خوشبودار تھا تو آپ ﷺ کے باطن کو کسی آلائش سے کیا واسطہ ہوسکتا تھا؟ اس طرح کا کوئی امکان حیطۂ خیال میں بھی نہیں آسکتا۔

۶۔ لمسِ مصطفٰی ﷺ سے پیدا ہونے والی خوشبو سے اِستدلال

احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے مقدس ہاتھوں سے ہر وقت بھینی بھینی خوشبو پھوٹتی تھی۔ آپ ﷺ کسی کے رخسار یا بدن کے کسی اور حصے کو اپنے دستِ اقدس سے مس کرتے تو اس میں ایسی خوشبو پیدا ہو جاتی جو مدتوں باقی رہتی۔

۱۔ حضرت جابر بن سُمرہ رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آقائے محتشم ﷺ مسجد سے باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے باری باری سب بچوں کے رُخساروں پر ہاتھ پھیرا۔ آپ ﷺ نے میرے رُخسار پر بھی ہاتھ پھیرا۔

(۱) ابراہیم بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ:۱۰۹

فوجدتُ ليده برداً أو ريحاً كأنما أخرجها من جؤنةِ عطّار۔(۱)

’’پس میں نے آپ ﷺ کے دستِ اقدس کی ٹھنڈک اور خوشبو یوں محسوس کی جیسے آپ ﷺ نے اُسے ابھی عطار کی ڈبیہ سے نکالا ہو۔‘‘

۲۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ کے دستِ اقدس ہمیشہ معطر رہتے، جو لوگ حضور ﷺ سے مصافحہ کرتے وہ کئی کئی دن دستِ اقدس کی خوشبو کی سرشاری کو مشامِ جان میں محسوس کرتے رہتے:

و كأن كفه كف عطار طيب مسها بطيب أو لا مسها، فإذا صافحه المصافح يظل يومه يجد ريحاً و يضعها على رأس الصبى فيعرف من بين الصبيان من ريحها على رأسه۔(۲)

’’اور آپ ﷺ کے مبارک ہاتھ عطار کے ہاتھوں کی طرح معطر رہتے، خواہ خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں۔ آپ ﷺ سے مصافحہ کرنے والا شخص سارا دن اپنے ہاتھوں پر خوشبو پاتا اور جب کسی بچے کے سر پر دستِ شفقت پھیر دیتے تو وہ (بچہ) خوشبوئے دستِ اقدس کے باعث دوسرے بچوں سے ممتاز ٹھہرتا۔‘‘

۳۔ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نماز ادا فرمائی، اس کے بعد:

و قام الناس، فجعلوا يأخذون يديه فيمسحون بهما وجوههم، قال: فأخذت بيده فوضعتها على وجهى، فإذا هى أبرد من الثلج،

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۴، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۲۹
۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۳، رقم: ۳۱۷۶۵
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۲۲۸، رقم: ۱۹۴۴
۴۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۵۷۳

(۲) ۱۔ ابنِ عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱: ۳۳۷
۲۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۳۰۵

و أطيب رائحة من المسک۔(۱)

''لوگ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کا دستِ اقدس پکڑ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے، میں نے بھی آپ ﷺ کا دستِ انور اپنے چہرے پر پھیرا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔''

اگر آپ ﷺ کے چھو جانے سے نکہت سامانی کی یہ کیفیت پیدا ہوجاتی تھی تو وہ خوراک جس کو آپ ﷺ کے جسم مبارک کے اندر رہنا نصیب ہو جاتا تھا اس کی خوشبو اور مہک کا کیا عالم ہوگا۔

۷۔ بعد از وصال جسد اقدس کے سلامت رہنے سے استدلال

جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا جسم کیمیائی تغیرات سے گزرتا ہے۔ مٹی اس کے جسم سے مس ہوتی ہے تو اس پر کیمیائی طور پر اثر انداز ہوتی ہے جس سے جسم کی ٹوٹ پھوٹ اور گلنے سڑنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور ایک عرصہ گزرنے کے بعد اس کی ہیئت بالکل مسخ ہو کر رہ جاتی ہے۔ مگر یہ طے شدہ امر ہے کہ انبیاء کرام علیھم السلام کے اجسام پر مٹی اثر انداز نہیں ہوتی۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن الله قد حرم علی الأرض أن تأکل أجساد الأنبياء۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۰۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۶۰
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۳۰۹
۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۳:۶۷، رقم: ۱۶۳۸
۴۔ دارمی، السنن، ۱:۳۶۶، رقم: ۱۳۶۷

(۲) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۷،۱۸، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، رقم: ۱۰۸۵
۲۔ نسائی، السنن، ۳:۹۱، کتاب الجمعہ، رقم: ۱۳۷۸
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۸
۴۔ حاکم، المستدرک، ۱:۴۱۳، رقم: ۱۰۲۹

’’بیشک اللہ تعالیٰ نے مٹی پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔‘‘

مٹی کے جسم نہ کھانے کا معنی یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام پر کیمیائی تغیر اثر انداز نہیں ہوتا اس لئے ہزاروں سال گزر جانے کے بعد بھی ان کے اجسام سلامت اور ہر قسم کے تغیر سے پاک ہیں۔

سید الانبیاء حضور ﷺ کا جسمِ اقدس آپ ﷺ کی قبرِ انور میں زندہ و سلامت ہے اور قیامت تک زندہ و سلامت رہے گا۔ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر پر کسی قسم کے کیمیائی تغیرات اثر انداز نہیں ہوتے تھے۔ لہٰذا جو غذا آپ ﷺ کے جسمِ اقدس میں داخل ہوتی تھی اس پر کیمیائی تغیر کیسے اثر انداز ہوسکتا تھا، اس لئے وہ جسمِ اطہر اس خوراک کو بھی جو آپ ﷺ تناول فرماتے ہر قسم کے کیمیائی تغیر سے محفوظ رکھتا تھا۔ یہی سبب تھا کہ آپ ﷺ کے فضلات بھی آلائش سے پاک ہوتے تھے۔

۸۔ نباتات کی نشوونما سے استدلال

اب ہم اس موقف کو ایک مثال کے ذریعے مزید واضح کریں گے:

آپ دو پودے لیں ایک پودے کو کھلی فضا میں لگائیں جہاں ہوا اور روشنی بلا روک ٹوک پہنچتی ہو جبکہ دوسرا پودا اس زمین میں لگائیں جہاں سورج کی روشنی نہ پہنچتی ہو۔ کئی دن گزرنے کے بعد آپ دیکھیں گے کہ پہلا پودا تر و تازہ ہے جبکہ دوسرا پودا مرجھا گیا ہے۔ اس کی کیا سائنسی توجیہ ہوسکتی ہے؟ پہلا پودا جسے ہوا اور روشنی برابر پہنچتی رہی سلامت رہا ہے جبکہ دوسرا پودا جسے پانی ہوا اور غذا کھاد یکساں صورت میں برابر پہنچ رہے تھے مگر سورج کی روشنی سے محروم تھا زندہ و سلامت نہیں رہا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ فرق ہے کہ ایک کو سورج کی روشنی کے ذریعے توانائی ملی جبکہ دوسرے پودے کو سورج کی کرنوں سے محروم رہنا پڑا جس کی وجہ سے اس میں زندگی اور توانائی برقرار نہ رہ سکی۔ جس پودے کو توانائی اور خوراک باہر سے میسر آئی وہ تر و تازہ رہا۔ اس تمثیل سے یہ نکتہ واضح ہوگیا کہ وہ خوراک جو حضور ﷺ کے جسمِ اقدس کے ماحول میں داخل ہوئی اس کی نورانی فضا نے اسے تر و تازہ

رکھا۔ لہٰذا وہ کیمیائی تغیر سے پاک رہی اور اِس سے خارج ہونے والے فضلات پر بھی کسی قسم کا کیمیائی تغیر اثر انداز نہ ہوا۔

۹۔ بدبودار کھاد اور پھولوں کی مہک سے اِستدلال

ایک اور مشاہدہ جو ہم روز مرہ زندگی میں کرتے ہیں ہمارے اس دعوے کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کے فضلات بدبو اور آلودگی سے پاک تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مالی گلاب کا پودا لگاتا ہے تو زمین کو زرخیز بنانے کے لئے گوبر کی کھاد دیتا ہے جو غلاظت والی اور بدبو دار ہوتی ہے۔ گلاب کا پودا اس غلاظت اور بدبو والی کھاد سے خوراک جذب کرتا ہے مگر اس میں جو پھول لگتے ہیں وہ خوش رنگ اور خوشبودار ہوتے ہیں۔ جب گلاب غلیظ گوبر سے پرورش حاصل کر کے مہکار پیدا کر سکتے ہیں تو وہ غذا جو باہر تر و تازہ اور خوشبو دار تھی بطنِ مصطفیٰ ﷺ میں جا کر کیسے بدبودار ہو سکتی ہے، جبکہ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کے اندر بدبو اور آلائشوں کا شائبہ تک بھی نہیں۔

۱۰۔ پاکیزہ فضا کی صحبت سے اِستدلال

اب غذا کے بارے میں غور کریں اس کا پاک اور طیب ہونا ایک مسلمہ امر ہے۔ جب اس غذا کو حضور ﷺ کے جسمِ اقدس میں داخل ہونے سے پہلے ظاہری طور پر صاف اور پاک فضا کی صحبت حاصل تھی جو اس کے تر و تازہ ہونے کا باعث تھی تو آپ ﷺ کے جسمِ اقدس کے اندر کی فضا کے باہر کی فضا سے زیادہ طیب و طاہر ہونے میں کونسی چیز مانع ہو سکتی ہے؟ اگر حضور ﷺ کا اندرونی جسمانی ماحول پاک و طیب ہے اور یقیناً ایسا ہے تو پھر اس میں بدبو، تعفن اور ناپاکی کا شائبہ کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ لہٰذا آپ ﷺ کے فضلات ہر قسم کی بدبو اور ناپاکی سے مبرا تھے۔

۲۵۔ نیند میں بھی قلبِ اَطہر کا بیدار رہنا

حضور ﷺ کا قلبِ اطہر ...... جس پر قرآن نازل ہوا ...... انوار و تجلیاتِ اِلٰہیہ کا

مرکز، نورِ رُشد و ہدایت کا منبع اور شعور و آگہی کا مخزن تھا، وہ قلبِ اطہر غفلت کی ہر کیفیت سے ناآشنا اور حالتِ خواب میں بھی بیدار رہتا تھا۔

آپ ﷺ نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

يا عائشة! إن عينيّ تنامان و لا ينام قلبي۔(۱)

''اے عائشہ! میری آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے۔''

حدیثِ مذکورہ کی شرح میں علامہ خفاجی لکھتے ہیں:

و هذا دليل على أن ظاهره ﷺ بشري وباطنه ملكي، ولذا قالوا: إن نومه لا ينقض الوضوء كما صرحوا به، ولا يقاس عليه غيره من الأمة كما توهم و توضيه بعد نومه استحبابا أو تعليماً لغيره أو لعروض ما يقتضيه۔(۲)

''یہ حدیث مبارکہ حضور ﷺ کے مبارک سراپا کا ظاہر بشری اور باطن ملکوتی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اسی لئے فقہاء نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کی نیند ناقص وضو نہیں تھی اور اس معاملے میں اُمت میں سے کسی شخص کو آپ ﷺ پر قیاس

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۳۸۵، کتاب الجمعہ، رقم:۱۰۹۶
۲۔ بخاری، الصحیح، ۲:۷۰۸، کتاب صلوٰۃ التراویح، رقم:۱۹۰۹
۳۔ مسلم، الصحیح، ۱:۵۰۹، کتاب صلوۃ المسافرین، رقم:۷۳۸
۴۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۲:۳۰۲، کتاب الصلوٰۃ، رقم:۴۳۹
۵۔ ابوداؤد، السنن، ۲:۴۰، کتاب الصلوٰۃ، رقم:۱۳۴۱
۶۔ مالک، الموطا، ۱:۱۲۰، رقم:۲۶۳
۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۶:۱۸۶، رقم:۲۴۳۰
۸۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱:۳۰، رقم:۴۹
۹۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲:۱۹۲، رقم:۱۱۶۶

(۲) خفاجی، نسیم الریاض، ۳:۵۴۵

نہیں کیا جاسکتا۔ نیند سے بیداری کے بعد آپ ﷺ کا بعض اوقات وضو فرما لینا یا تو مستحب ہوتا تھا یا تعلیمِ اُمت کے لئے تھا یا بصورتِ دیگر جس طرح بشری عوارض طاری ہو جانے پر وضو ضروری ہو جاتا ہے آپ ﷺ بھی بتقاضائے بشری وضو فرما لیتے تھے۔''

حضور ﷺ کے قلب بیدار کے بارے میں فرشتوں نے یوں کہا:

إن عينيه تنامان و قلبه يقظان۔(۱)

''بیشک حضور ﷺ کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے۔''

جب جبرائیل امین علیہ السلام نے شقِ صدر کے وقت آپ ﷺ کے قلبِ انور کو دھویا تو کہا:

قلب سديد فيه عينان تبصران و أذنان سمعان۔(۲)

''یہ مضبوط دل ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔''

۲۶۔ حالتِ نماز میں حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل

اگر حضور ﷺ کسی کو آواز دیں اور وہ حالتِ نماز میں آپ ﷺ کا حکم بجا لائے تو نہ صرف یہ کہ اس کی نماز میں خلل واقع نہ ہوتا بلکہ اُسے نماز لوٹانے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نماز ادا کر رہا تھا کہ حضور ﷺ میرے قریب سے گزرے اور مجھے آواز دی۔ میں نماز ادا کرنے کی بنا پر تاخیر سے حاضرِ خدمت ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۱۴۵، ابواب الامثال، رقم: ۲۸۶۱

(۲) ۱۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱:۱۰۳

۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۳:۴۸۱

ما منعک أن تاتینی؟ ألم یقل اللہ: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ۔(۱)

’’تجھے کس چیز نے میرے پاس آنے سے روکا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ’’اے ایمان والو! جب (بھی) رسول تمہیں کسی کام کے لئے بلائیں جو تمہیں (جاودانی) زندگی عطا کرتا ہے تو اللہ اور رسول کو فرمانبرداری کے ساتھ جواب دیتے ہوئے (فوراً) حاضر ہو جایا کرو۔‘‘(۲)

۲۷۔ نزولِ اسرافیل علیہ السلام

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

لقد هبط علیّ ملک من السماء، وما هبط علی نبی قبلی ولا یهبط علی أحد من بعدی وهو إسرافیل۔(۳)

’’میرے پاس آسمان سے وہ فرشتہ اُترا جو نہ مجھ سے پہلے کسی نبی پر اُترا اور نہ بعد میں اُترے گا۔ وہ اسرافیل ہیں۔‘‘

۲۸۔ چودہ نقباء یا وُزراء کا عطا کیا جانا

حضور ﷺ کو صحابہ کی کثیر تعداد عطا کی گئی، ان میں سے ہر ایک صحابی لاتعداد

(۱) القرآن، الانفال، ۸:۲۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴:۱۷۰۴، کتاب تفسیر القرآن، رقم:۴۳۷۰
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵:۱۱، رقم:۸۰۱۰
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶:۳۷۵، رقم:۱۱۲۷۵
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۴۵۰
۵۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲:۳۸، رقم:۸۶۲

(۳) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲:۳۴۸، رقم:۱۳۳۰۹
۲۔ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ۳:۲۵۶
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹:۱۹

خوبیوں کا مالک تھا، اس کثیر تعداد میں سے کچھ صحابہ وہ ہیں جنہیں حضور ﷺ کی طرف سے خصوصی ذمہ داریاں تفویض کی گئیں، انہیں حضور ﷺ کے رفقاء، وزراء اور نقباء کہا جاتا ہے۔ سابقہ انبیائے کو صرف سات نقباء دیئے گئے جبکہ آپ ﷺ کو چودہ نقباء عطا کیے گئے۔ حضور ﷺ نے ان خواص کا ذکر خود فرمایا:

ليس من نبي كان قبلي إلا قد أعطي سبعة نقباء، وزراء، نجباء، و إني أعطيت أربعة عشر وزيرا نقيبا نجيبا، سبعة من قريش، و سبعة من المهاجرين۔ (۱)

''مجھ سے قبل ہر نبی کو سات نقیب، وزیر، نجیب دیئے گئے جبکہ مجھے چودہ وزیر، نقیب، نجیب عطا کیے گئے، (ان میں سے) سات قریش میں سے اور سات مہاجرین میں سے ہیں۔''

ان چودہ نجباء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حمزة و جعفر و علي و حسن و حسين و أبوبكر و عمر و المقداد و عبد الله بن مسعود و أبو ذر و حذيفه و سلمان وعمار و بلال۔(۲)

''حضرت حمزہ، حضرت جعفر، حضرت علی، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت مقداد، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوذر، حضرت حذیفہ، حضرت سلمان، حضرت عمار اور حضرت بلال ﷺ۔''

۲۹۔ کثرتِ معجزات

معجزہ خاصہ نبوت ہوتا ہے۔ اسے نبی کے علاوہ کسی اور سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ ہر معجزہ خرقِ عادت اور معمول سے ہٹے ہوئے واقعات پر مبنی ہوتا ہے جسے دیکھ کر

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۸۸، رقم: ۶۶۵

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، ۱: ۱۴۸، رقم: ۱۲۶۲

۲۔ بزار، المسند، ۳: ۱۱۰، رقم ۸۹۶

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۶: ۲۱۶، رقم: ۶۰۴۹

انسان دنگ رہ جائے اور اس کی عقلی و مادی توجیہ کرنے سے اپنے آپ کو قاصر پائے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک تمام انبیائے کرام کو معجزات عطا کیے گئے لیکن حضور ﷺ کو یہ منفرد امتیاز اور اعزاز حاصل ہے کہ آپ ﷺ کے معجزات تعداد میں دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے زیادہ ہیں۔ قرآن و حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کو ربِّ ذوالجلال نے تینتیس (۳۳) معجزات عطا کئے تھے جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ کو اللہ رب العزت نے سراپا معجزہ بنایا۔ آپ ﷺ کے معجزات تعداد میں اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

امام بیہقی حضور ﷺ کے معجزات کی کثرت کے بارے میں لکھتے ہیں:

فإنهُ أكثر الرسل آياتٍ و بيناتٍ وذكر بعض أهل العلم أن أعلام نبوته تبلغ ألفاً۔(۱)

''حضور ﷺ کے معجزات اور دلائل تمام انبیاء سے زیادہ ہیں، بعض علماء نے ان کی تعداد ایک ہزار بیان کی ہے۔''

امام سیوطی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

أنه أكثر الأنبياء معجزات، فقد قيل أنها تبلغ ألفاً و قيل ثلاثة آلاف۔(۲)

''حضور ﷺ کے معجزات تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے زیادہ ہیں، ان کی تعداد ایک قول کے مطابق ایک ہزار اور ایک قول کے مطابق تین ہزار کے قریب ہے۔''

حضور ﷺ کے معجزات نہ صرف تعداد کے اعتبار سے سے زیادہ ہیں بلکہ نوعیت کے لحاظ سے بھی کثیر ہیں، دیگر انبیاء علیہم السلام کو فقط زمینی معجزات عطا ہوئے جبکہ آپ ﷺ کو آسمانی معجزات سے بھی نوازا گیا۔

امام سیوطی حضور ﷺ کے معجزات کی جامعیت کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

(۱) بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۱۰

(۲) سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲:۱۸۶

انه جمع له كل ما أوتيه الأنبياء من معجزات وفضائل، ولم يجمع ذلك لغيره بل اختص كل بنوع۔ و عد ابن عبد السلام من خصائصه تسليم الحجر وحنين الجذع، قال: ولم يثبت لواحد من الأنبياء مثل ذلك وعد ايضاً نبع الماء من بين الأصابع، وقد عد هذه غيره و عد غيره أيضاً انشقاق القمر۔(۱)

''حضور ﷺ کی ذات میں تمام انبیاء علیہم السلام کے جملہ معجزات وفضائل کو جمع کر دیا گیا جبکہ یہ خصوصیت کسی اور نبی کو عطا نہیں کی گئی بلکہ ہر نبی کو مخصوص نوعیت کے معجزات دیئے گئے، ابن عبد السلام کے مطابق پتھروں کا سلام کرنا اور (کھجور) کے تنے کا رونا وہ معجزات ہیں جن کی مثل پہلے کسی نبی کو کوئی معجزہ نہیں دیا گیا۔ نیز اُنگشتانِ مبارکہ سے پانی کے چشمے پھوٹنا اور چاند کا دوٹکڑے ہونا بھی اسی قبیل کے معجزات ہیں، انہیں دوسرے علماء نے بھی بیان کیا ہے۔'' (۲)

۳۰۔ دجّال کے بارے میں تمام انبیاء سے زیادہ معلومات

حضور ﷺ کو دجال کذّاب کے بارے میں دیگرانبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ معلومات دی گئیں۔ حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے مروی ہے کہ آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا:

إني خاتم ألف نبي و أكثر ما بعث نبي يتبع الا قد حذر أمته الدجال، و أني قد بين لي من أمره ما لم يبين لأحد و انه أعور و ان ربكم ليس بأعور و عينه اليمنى عوراء جاحظة، ولا تخفى كأنها نخامة في حائط مجصص، و عينه اليسرى كأنها كوكب دريّ معه من كل لسان و معه صورة الجنة خضراء يجري فيها

(۱) سیوطی، الخصائص الکبری، ۲: ۱۸۷

(۲) معجزات کے متعلق تفصیل راقم کی کتاب 'سیرۃ الرسول ﷺ (جلد نہم)' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

الماء و صورة النار سوداء تداخن۔(۱)

’’میں ہزار انبیاء کا خاتم ہوں اور انبیاء میں سے اکثر نے اپنی اُمت کو دجال سے ڈرایا۔ اور مجھے دجال کے معاملے میں وہ کچھ بیان کیا گیا جو کسی اور نبی کو نہیں بتایا گیا اور دجال یک چشم گل (کانا) ہوگا اور تمہارا رب ایسا نہیں (بلکہ وہ تو جسم و جسمانیت اور اس کے عوارض سے پاک ہے)، اور اس کی دائیں آنکھ اندھی ابھری ہوئی بدنما ہوگی اور یہ بدنمائی چونا کی ہوئی دیوار پر رینٹ کی طرح ہوگی اور بائیں آنکھ چمکدار ستارے کی مانند ہوگی، وہ ہر زبان جانتا ہوگا اور اس کے پاس سرسبز جنت کی صورت ہوگی جس میں پانی بہہ رہا ہوگا اور سیاہ ترین دھواں دار دوزخ کی صورت ہوگی۔‘‘

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ما بُعِث نبی إلا أنذر أمته الأعور الكذاب، ألا! إنه أعور، و إن ربكم ليس بأعور، و إن بين عينيه مكتوب كافر فيه۔(۲)

’’ہر نبی اپنی امت کو یک چشم کذاب (دجّال) سے ڈراتا رہا۔ خبردار! بیشک وہ ایک آنکھ سے اندھا (یعنی کانا) ہے اور بیشک تمہارا رب ایسا نہیں (بلکہ وہ جسم و جسمانیت اور اس کے عوارض سے پاک ہے)، اور اس (دجال) کی پیشانی پر کافر لکھا ہے۔‘‘

۳۱۔ افضلیتِ عہدِ نبوی ﷺ

عہدِ حضور ﷺ کا زمانہ سب زمانوں سے افضل ہے، اسے خیر القرون بھی کہتے

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۷۹، رقم: ۱۱۷۶۹

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۳۴۶

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۰۸، کتاب الفتن، رقم: ۶۷۱۲

۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۲۴۸، رقم: ۲۹۳۳

۳۔ ابو داؤد، السنن، ۴: ۱۱۶، کتاب الملاحم، رقم: ۴۳۱۶

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۰، رقم: ۱۲۰۲۳

ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

خير الناس قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم۔(۱)

’’سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر اُن کا جو اُن سے قریب ہیں، پھر جو اُن سے قریب ہیں۔‘‘

اگرچہ ہر لمحہ حضور ﷺ کا لمحہ، ہر زمانہ حضور ﷺ کا زمانہ اور ہر صدی حضور ﷺ کی صدی ہے، لیکن وہ لمحہ، وہ زمانہ اور وہ صدی جس میں حضور ﷺ نے اپنی حیاتِ مقدسہ بسر کی سب سے افضل لمحہ، سب سے بہتر زمانہ اور سب سے عظیم صدی تسلیم کیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

بعثت من خير قرون بني آدم قرنا فقرنا حتى كنت من القرن الذي كنت فيه۔(۲)

’’مجھے نوعِ انسانی کے بہترین زمانہ میں مبعوث فرمایا گیا۔ زمانے پر زمانے گزرتے رہے یہاں تک کہ مجھے اس زمانے میں رکھا گیا جس میں موجود ہوں۔‘‘

---

(۱) ا۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۹۳۸، کتاب الشہادات، رقم: ۲۵۰۹
۲۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۳۵، کتاب المناقب، رقم: ۳۴۵۱
۳۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۶۲، کتاب الرقاق، رقم: ۶۰۶۵
۴۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۶۳، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۵۳۳
۵۔ ترمذی، السنن، ۴: ۵۰۰، کتاب الفتن، رقم: ۲۲۲۱
۶۔ ترمذی، السنن، ۴: ۵۴۸، ۵۴۹، کتاب الشہادات، رقم: ۲۳۰۲، ۲۳۰۳

(۲) ا۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۵، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۶۴
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۷۳، رقم: ۸۸۴۴
۳۔ ابویعلی، المسند، ۱۱: ۴۳۱، رقم: ۶۵۵۳
۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۳۹، رقم: ۱۳۹۲

۳۲۔ اَزواجِ مطہرات سے تا ابد حرمتِ نکاح

اللہ تعالیٰ نے امت کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے ساتھ نکاح کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا○(۱)

’’اور یہ تمہارے لئے زیبا نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو بیشک اللہ کے نزدیک یہ بڑا (گناہ) ہے○‘‘

امام قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

فحرم اللہ نکاح أزواجه من بعده، و جعل لهن حکم الأمهات، و هذا من خصائصه تمییزا لشرفه و تنبیها علی مرتبته ﷺ۔(۲)

’’اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح حرام قرار دیا اور انہیں امہات (یعنی امت کی ماؤں) کا درجہ دیا اور یہ خصوصیت آپ ﷺ کے شرف و تکریم اور علوِ مرتبت کی وجہ سے ہے۔‘‘

اس کے بعد وہ امام شافعیؒ کا قول نقل کرتے ہیں:

لا یحل لأحد نکاحهن ومن استحل ذالک کان کافرا۔(۳)

’’کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ امہات المؤمنین کے ساتھ نکاح کرے، جو کوئی اس کو جائز سمجھے وہ کافر ہے۔‘‘

---

(۱) القرآن، الاحزاب، ۳۳:۵۳

(۲) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۱۴:۲۲۹

(۳) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۱۴:۲۲۹

۳۳۔ صاجزادی سے نسبی سلسلہ کا اِجراء

عام دستور اور قاعدہ یہی ہے کہ باپ کی وفات کے بعد اس کا سلسلۂ نسب اس کے بیٹوں سے چلتا ہے، لیکن حضور نبی مکرم ﷺ کا نسب آپ ﷺ کی صاجزادی سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی طرف سے چلا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما اس ضمن میں بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إنّ اللہ ﷻ جعل ذریة کل نبی فی صلبه، و إن اللہ تعالی جعل ذریتی فی صلب علی بن أبی طالب۔(۱)

''اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد (کا سلسلہ) اُس کی صلب سے جاری فرمایا اور میری اولاد (کا سلسلہ) علی بن ابی طالب (سیدہ فاطمۃ الزہراء کے شوہرِ نامدار) کی صلب سے چلے گا۔''

(۱) ۱۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱:۱۷۲، رقم:۶۴۳
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۳:۴۳، رقم: ۲۶۳۰
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹:۱۷۲
۴۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۲:۱۵۷، رقم: ۱۹۶۸
۵۔ شوکانی نے 'نیل الاوطار (۶:۱۳۹)' میں اس حدیث کو قابل حجت قرار دیا ہے۔

باب دُوُم

برزخی خصائص

سفرِ زندگی موت پر اختتام پذیر نہیں ہوتا بلکہ مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے، البتہ زندگی کی نوعیت اور کیفیت بدل جاتی ہے۔

زندگی اور موت کی مختلف حالتوں کے ضمن میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ○(۱)

''تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تمہیں زندگی بخشی، پھر تمہیں موت سے ہمکنار کرے گا اور پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے○''

مذکورہ آیتِ کریمہ میں دو اَموات اور حیاتِ انسانی کی دو اَقسام کا ذکر ہوا ہے:

۱۔ پہلی موت سے مُراد انسان کے سفرِ زندگی کے آغاز سے قبل کی حالت ہے، جب وہ والد کی پشت اور ماں کے رحم میں نطفہ کی شکل میں تھا۔(۲)

۲۔ دوسری موت وہ ہے جس کا نظارہ ہم اپنی روز مرہ زندگی میں کرتے ہیں۔ اس طرح انسان کو یکے بعد دیگرے دو زندگیوں سے سابقہ پڑتا ہے۔

پہلی زندگی سے مراد عالمِ شہادت کی موجودہ زندگی ہے جو ہم اِس دنیائے رنگ و بو میں بسر کر رہے ہیں؛ مگر دوسری زندگی سے مُراد قیامت کی زندگی نہیں بلکہ عالمِ برزخ یعنی موت کے بعد سے قیامت تک کی زندگی ہے۔

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۲۸

(۲) ابن قیم، الروح:۵۰

امام ابن قیم کہتے ہیں کہ اُس زندگی میں (بدکاروں کی) مقید روحیں عذاب میں مبتلا ہوتی ہیں جبکہ (نیکوکاروں کی) آزاد روحوں پر باری تعالیٰ کی نعمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں، وہ آپس میں ملتی ہیں، دُنیا میں اُن پر جو واقعات گذرے ہوتے ہیں اُنہیں یاد کرتی ہیں، اور اُن واقعات پر جو دُنیا والوں کو پیش آتے ہیں تبادلہ خیال بھی کرتی ہیں۔(۱)

لہٰذا جس طرح دُنیاوی زندگی میں نیکی، تقویٰ اور پرہیزگاری کے لحاظ سے بندوں کے مختلف درجات ہیں، اِسی طرح اُن کی حیاتِ برزخی کے بھی مختلف درجات ہیں۔ شہداء کی حیاتِ برزخی عام لوگوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔

امام ابن قیم لکھتے ہیں کہ موت حالتِ عدم کا نام نہیں بلکہ انتقالِ مکانی کا نام ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے والے شہید موت کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔(۲)

موت کے بعد حیات کیسے؟

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○(۳)

”اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں اُنہیں مردہ مت کہا کرو، (وہ مُردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تمہیں (اُن کی زندگی کا) شعور نہیں ○“

یہاں ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے والے کو مُردہ کہنے سے کیوں منع کیا گیا ہے؟ حالانکہ بادی النظر میں موت، موت ہی ہوتی ہے خواہ

---

(۱) ابن قیم، الروح: ۲۶

(۲) ابن قیم، الروح: ۵۱

(۳) القرآن، البقرہ، ۲: ۱۵۴

بخار یا کسی بیماری سے واقع ہو یا میدانِ جہاد میں گولی اور تلوار سے؟ وجہ یہ ہے کہ شہادت کی موت وہ موت ہے جو ہزاروں لوگوں کو زندہ رہنے کا سلیقہ سکھا گئی ہے، شہید نے خود موت کو گلے لگا کر قوم کو زندہ کر دیا ہے۔ اِس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص دیا سلائی کے ذریعے چراغ جلائے اور پھر چراغ سے چراغ جلاتا چلا جائے۔ اب بظاہر دیکھنے میں دیا سلائی تو جل کر راکھ اور معدوم ہو گئی، لیکن اگر اُس دیا سلائی کے جلنے کے عمل اور نتیجہ کو دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ ماچس کی اُس ایک تیلی نے اپنے وجود کی قربانی دے کر ہزاروں وجود روشن کئے اور ہزاروں بجھے ہوئے چراغوں کو روشنی عطا کی۔ اِسی طرح شہید نے اپنی جان اپنے مولا کی راہ میں قربان کر کے بظاہر تو موت کو گلے لگایا ہے، مگر حقیقت میں قوم کو جینے کا سلیقہ سکھایا ہے۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ أَمْثَالِهَا۔(۱)

’’جو کوئی ایک نیکی لائے گا تو اُس کے لئے (بطورِ اَجر) اُس جیسی دس نیکیاں ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے مقرّر کردہ اِس اُصول کے پیشِ نظر جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اُسے اُس جیسی دس نیکیوں کا اَجر عطا کیا جاتا ہے، اِسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی ایک جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے تو اُسے اُس جیسی دس جانیں عطا کی جاتی ہیں۔ لہٰذا اگر ایک جان رکھنے والا دنیا کی نظروں میں زندہ ہے تو ایک جان کے بدلے دس جانیں پانے والے کو کس طرح مُردہ کہا جا سکتا ہے؟ اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ أَمْوَاتًاط بَلْ أَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ○ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ○(۱)

(۱) القرآن، الانعام، ۶: ۱۶۰

’’اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں اُنہیں ہرگز مُردہ خیال (بھی) نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے حضور زندہ ہیں، اُنہیں (جنت کی نعمتوں کا) رزق دیا جاتا ہےo وہ (حیاتِ جاودانی کی) اُن (نعمتوں) پر فرحاں و شاداں رہتے ہیں جو اللہ نے اُنہیں اپنے فضل سے عطا فرما رکھی ہیں اور اپنے اُن پچھلوں سے بھی جو (تاحال) اُن سے نہیں مل سکے (اُنہیں ایمان اور طاعت کی راہ پر دیکھ کر) خوش ہوتے ہیں کہ اُن پر بھی نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گےo‘‘

شہید کو یہ عظیم مرتبہ اُس کی بزرگی اور کرامت کے سبب دیا جاتا ہے۔ یہ بزرگی اور کرامت کیا ہے؟ یہ نکتہ سمجھنے کے لئے ہم شہداء، انبیاء اور صلحاء کے اَحوال کا موازنہ کرتے ہیں:

اُصولِ شہادت پر اَولیاء کرام کی حیاتِ جاوداں کیسے؟

اگر یہ تصور کیا جائے کہ شہید کی بزرگی اور کرامت کا یہ اعلیٰ درجہ اُس کی زندگی میں کی گئی سالہا سال کی اِطاعت و بندگی، محبت و معرفت اور رضائے اِلٰہی کی بناء پر ہے تو اولیاء اللہ کی پوری زندگی میں یہ بزرگی اور کرامت بدرجہ اَولیٰ نظر آتی ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ بزرگی و کرامت اُس کی زندگی کی اطاعت و رضائے الٰہی کو نہیں بلکہ لحۂ وفات کو ملی ہے، جس نے اُسے بعد اَز وفات بھی زندہ رہنے کا درجہ عطا کر دیا۔ پس اگر اُس لمحے کی بزرگی اور کرامت ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُس لمحے کی بزرگی اور کرامت کیا ہے؟ اس لمحے کی بزرگی اور کرامت فی نفسہٖ ایک عمل کی پیداوار ہے، یعنی یہ کہ تلوار یا گولی چلی اور موت واقع ہو گئی۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی اور کی موت جو گولی یا تلوار سے واقع ہو، جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ آئے دن ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے فائرنگ سے مر جاتے

(۱) القرآن، آل عمران، ۳:۱۶۹، ۱۷۰

ہیں؛ یا ذاتی دفاع (self - defence) میں موت واقع ہو جاتی ہے؛ یا چور، ڈاکو اور دہشت گرد ایک دوسرے پر گولی چلاتے ہوئے موت کا نشانہ بن جاتے ہیں، تو کیا یہ موت چور، ڈاکور اور دہشت گرد کو بھی حیات جاوداں عطا کرنے کا سبب بن سکتی ہے؟ اس کا جواب نفی میں ہے کہ ایسی موت چاہے کسی طریقہ سے بھی ہو وہ زندہ رکھنے کا سبب نہیں بنتی، اور یہ ہو نہیں سکتا کہ موت کے یہ اسباب کسی اور میں پائے جائیں تو بعد از مرگ زندہ ہو جائے اور شہید کہلائے۔ لہٰذا اگر گولی یا تلوار سبب نہیں اور قبل اَز موت کی بزرگی و کرامت بھی سبب نہیں تو پھر سبب کیا ہے؟ سبب صرف یہ ہے کہ موت کا طریقہ تو ایک جیسا ہے مگر شہید نے موت رضائے اِلٰہی میں حاصل کی ہے۔ اُس کی موت کا محرّک (motive) اور بنیادی عنصر بوقتِ شہادت اس کا فیصلہ کن اِرادہ اور نیت تھی کہ اُس نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ اُسے موت آ سکتی ہے، عزم و اِرادے سے رضائے اِلٰہی کے لئے موت کو گلے لگایا۔

فی الواقع شہید فقط ایک لحۂ موت سے گزرا اور رضائے اِلٰہی کے حصول کی خاطر زندگی کی قربانی دینے کے سبب اُسے کمال درجہ اور حیاتِ جاودانی مل گئی، جبکہ اَولیاء اور صلحاء کی ساری زندگی کمال درجہ کی رضائے اِلٰہی میں گزری اور اللہ نے اُن پر رَضِیَ اللهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡهُ (اللہ اُن سے راضی ہوگیا اور وہ اُس سے راضی ہوگئے) کی مہر لگائی؛ وہ خواہشاتِ نفس کو ذبح کرتے رہے؛ اپنی ترجیحات، آرام، جسم و جان کے مطالبات اور دیگر خواہشات کو قربان کرتے رہے؛ اُن کی زندگی میں کئی لمحات ایسے بھی آئے جن میں شہوتِ نفس، خواہشِ نفس اور شیطان نے حملہ کر کے دنیاوی و نفسانی لذّات کے لئے معلوم نہیں کیا کیا ترغیب دی ہو گی، لیکن اُنہوں نے رضائے اِلٰہی کی چھری سے اُن عارضی لذّات و ترغیبات کو قربان کر دیا۔ پس اگر شہید رضائے اِلٰہی میں ایک لمحہ کی موت حاصل کرنے کے سبب حیاتِ جاوداں پا گیا، تو جس نے ساری زندگی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رضاء کے خنجر میں رکھا اُسے حیاتِ جاوداں کیونکر نہ ملے گی! اُنہی کشتگانِ حق اولیاء کرام کے لئے کہا گیا ہے:

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں اَز غیب جَانِ دیگر است

اُصولِ شہادت پر اَنبیاء کرام کی حیاتِ جاوداں کیسے؟

جب اللہ تعالیٰ کے ولی کی شہید پر فضیلت ثابت و متحقق ہوگئی تو نبی کو شہید پر بدرجہ اَولیٰ فضیلت حاصل ہوگی۔ نبی کی شہید پر فضیلت دو وجہ سے ہے:

۱۔ نبی کو شہید پر اِس لئے بھی برتری حاصل ہے کہ شہید نے جو حیاتِ جاودانی پائی اُس کی ترغیب دینے والا ہی نبی اور پیغمبر ہے یعنی اس کی بنیاد ہی اللہ کے انبیاء ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من سنّ فی الإسلام سنة حسنة، فله أجرها و أجر من عمل بها بعده، من غير أن ينقص من أجورهم شيء، و من سنّ في الإسلام سنة سيئة، كان عليه وزرها و وزر من عمل بها من بعده، من غير أن ينقص من أوزارهم شيء۔(۱)

’’جو شخص اِسلام میں کسی نیک کام کی اِبتداء کرے اُسے اپنے عمل کا بھی اجر ملے

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲:۷۰۵، کتاب الزکوۃ، رقم: ۱۰۱۷
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴:۲۰۵۹، کتاب العلم، رقم: ۱۰۱۷
۳۔ نسائی، السنن، ۵:۵۵، ۵۶، کتاب الزکوۃ، رقم: ۲۵۵۴
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۲:۳۹، رقم: ۲۳۳۵
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۳۵۷، ۳۵۹
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۸:۱۰۱، ۱۰۲، رقم: ۳۳۰۸
۷۔ بزار، المسند، ۷:۳۶۶، رقم: ۲۹۶۳
۸۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۲:۳۵۰، رقم: ۹۸۰۳
۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴:۱۷۵

گا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی اجر ملے گا، اور اُن سب عاملین کے اَجر میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی۔ اِس کے برعکس جس نے اِسلام میں برے عمل کی ابتداء کی اُسے اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی گناہ ہوگا، اور اُن عاملین کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔‘‘

اِس حدیثِ مبارکہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو شہید وہ عامل ہے جس نے موت کو گلے لگا کر وہ عمل اپنایا جس کا وہ مؤسس اور بانی نہیں۔ اِس عملِ خیر کا بانی وہ ہے جس نے اِس کی طرف رغبت دلائی، دعوت دی، طبیعتوں کو مائل و قائل کیا، اور اس چیز پر لوگوں کا عقیدہ و ایمانِ محکم قائم کیا۔ یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ہیں جن کے فرمان اور سنت کی وجہ سے لوگوں نے حق بات کو سمجھا اور اس پر عمل کیا۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ شہید جو کہ صرف عامل ہے وہ تو اپنی شہادت کے باعث حیاتِ جاوداں پا جائے اور انبیاء کرام علیہم السلام جو کہ مؤسس و بانی ہیں وہ حیاتِ جاوداں سے محروم رہیں اور اُنہیں حیاتِ ظاہری گزارنے کے بعد مردہ سمجھا جائے؟ یہ تو قرآن و سنت کی نفی ہوگی اور قانونِ قدرت کی بھی نفی۔

۲۔ مزید برآں اَنبیاء کرام علیہم السلام کو اِس لئے بھی برتری حاصل ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ جو فضیلت شہیدوں کو ملی وہ اُس اُمت کے پیغمبر کو نہ ملے جس کا اُمتی وہ شہید بھی ہے۔

شہید کی موت تلوار سے حیات میں بدلتی ہے یا دیدار سے؟

یہاں پھر یہ سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ اگر انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء کرام اور شہداء کی حیات کو بھی محض برزخی حیات سمجھ کر قبول کیا جائے تو پھر اُن کی کفار اور فاسقین کے اوپر فضیلت کیا ہے؟ برزخی حیات تو مرنے والے ہر شخص کو مل جاتی ہے اور اُس سے یکساں نوعیت کے سوال و جواب ہوتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمانِ اَقدس ہے:

إن العبد إذا وُضع في قبره، و تولى عنه أصحابه، و إنه ليسمعُ قرع نعالهم۔(۱)

''بندے کو جب اُس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اُس کے ساتھی واپس لوٹتے ہیں تو وہ اُن کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے۔''

اِس کے بعد فرشتے اُسے اٹھائیں گے، اُس سے سوال و جواب ہوں گے، اور اُس کے اعمال کے مطابق اُسے عذاب یا ثواب دیا جائے گا۔

قبر میں مردے کا اٹھایا جانا، اُس سے سوال و جواب ہونا، اور اُس کا ثواب و عذاب کی کیفیات سے دوچار ہونا برزخی زندگی کی علامات ہیں۔ یہ برزخی زندگی ہر کافر و

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۴۶۲، ۴۶۳، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۰۸

۲۔ بخاری نے 'الصحیح' (۱: ۴۴۹، کتاب الجنائز، رقم: ۱۲۷۳) میں باب کا نام ہی **المیت یسمع قرع نعالھم** (مردہ جوتوں کی آہٹ سنتا ہے) رکھا ہے۔

۳۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۲۰۰، ۲۲۰۱، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا، رقم: ۲۸۷۰

۴۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۲۱۰، کتاب الجنائز، رقم: ۳۲۳۱

۵۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۲۵۲، کتاب السنۃ، رقم: ۴۷۵۲

۶۔ نسائی، السنن، ۴: ۹۷، کتاب الجنائز، رقم: ۲۰۴۹، ۲۰۵۰

۷۔ احمد بن حنبل نے 'المسند (۳: ۱۲۶، ۴۴۵)' میں حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت نقل کی ہے۔

۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۲۶، ۲۳۳

۹۔ ابن حبان نے 'الصحیح (۷: ۳۸۰، ۳۸۹، ۳۹۰، ۴۲۲، رقم: ۳۱۱۳، ۳۱۱۸)' میں حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت لی ہے۔

۱۰۔ ابن حبان، الصحیح، ۷: ۳۹۰، رقم: ۳۱۲۰

۱۱۔ حاکم نے 'المستدرک (۱: ۳۷۹، ۳۸۰، رقم: ۱۴۰۳، ۱۴۰۴)' میں حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی احادیث بیان کی ہیں، جسے ذہبی نے امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے۔

فاسق کو بھی ملتی ہے اور مؤمن و متقی کو بھی۔ اگر انبیاء کرام، شہداء کرام اور اولیاء و صلحاء کرام کے لئے صرف حیاتِ برزخی کو ہی ماننا ہے تو پھر اِن میں اور کفار و فاسقین میں کیا فرق رہا؟ لٰہذا جب دونوں کو ایک ہی نوعیت کی حیاتِ برزخی نصیب ہے تو قرآن مجید کو شہداء کی فضیلت بیان کرنے اور یہ تاکید کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ اُنہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اُن کی محض حیاتِ برزخی کو ماننا اور حیاتِ جسمانی کے دیگر احوال اور زندوں جیسی کیفیات کو نہ ماننا قرآن اور احادیث کے کھلے انکار کے مترادف ہے۔ قرآنِ حکیم کا بطور خاص اس کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اُن کی حیاتِ برزخی عام لوگوں کی برزخی زندگی سے مختلف ہے۔ اِسی لئے قرآن کریم نے فرمایا ہے:

بَلْ أَحْيَاءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○(۱)

''(وہ مُردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تمہیں (اُن کی زندگی کا) شعور نہیں○''

یہ وہ زندگی ہے جو انسانی شعور سے بالاتر ہے اور عام انسان اُسے سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس زندگی میں حیاتِ جسمانی اور زندوں کے دیگر اَحوال و کیفیات شامل ہیں۔ اِس سے ثابت ہوا کہ شہید آلۂ حرب یعنی تلوار کی موت مرنے کے باعث زندہ نہیں ہوا کیونکہ تلوار کا کام تو مار دینا ہے اور اُس نے شہید کو بھی مار دیا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ کسی غیر شہید کو تلوار موت کے بعد زندہ نہیں کرتی جبکہ شہید کو تلوار موت کے بعد زندہ کر رہی ہے؟ اِس کا مفہوم یہ ہے کہ اُسے زندۂ جاوید کرنے میں دخل تلوار کا نہیں بلکہ دیدار کا ہے۔ تلوار نے اُسے مار دیا تھا جبکہ دیدارِ الٰہی نے اُسے زندہ کر دیا اور اُس کی موت کو حیاتِ جاوداں میں بدل دیا، کیونکہ شہید کی روح کو اُٹھا کر دیدارِ اِلٰہی کروایا جاتا ہے۔

عام آدمی چونکہ تلوار سے مرا اور اسے دیدارِ الٰہی نصیب نہیں ہوا اس لئے اُس کی موت، موت رہی، جبکہ شہید کو تلوار نے مارا، مگر مرتے ہی اُسے دیدارِ اِلٰہی مل گیا اور اِس دیدار نے اُس کی موت کو موت دیتے ہوئے حیات میں بدل دیا۔

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۱۵۴

اِس بحث سے ثابت ہوا کہ دیدارِ الٰہی کا ایک لمحہ شہید کو نصیب ہوتا ہے تو وہ اُس کی موت کو حیات میں بدل دیتا ہے جبکہ انبیاء، اولیاء، کاملین، عارفین، زاہدین کی زندگی کے لاکھوں لمحے اللہ کی اطاعت اور عبادت گزاریوں، گریہ زاریوں اور خشیت و محبت کی کیفیت میں بیتتے ہیں، وہ مصلّی پر رات کے اندھیروں میں قیام و سجود کے عالم میں دیدارِ الٰہی کرتے ہیں، حالتِ تلاوت میں اللہ تعالیٰ سے کلام کرتے ہیں، مناجات کرتے ہوئے اُس سے ہمکلام ہوتے ہیں، سجدہ ریزیوں اور آنسوؤں کی برسات میں اُنہیں دیدارِ الٰہی نصیب ہوتا ہے لیکن اُنہیں یہ دیدار ظاہری اِنسانی آنکھ سے نہیں ہوتا۔ دوسری طرف شہید کو بھی دیدار ظاہری آنکھ سے نہیں ہوتا، وہاں بھی اُس کی روح کو دیدار نصیب ہوتا ہے۔ اولیاء کرام کو بھی وہ لمحات عطا ہوتے ہیں کہ اُن کی روح کو دیدارِ الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ سر کی آنکھ سے دیدار تو صرف حضور نبی اکرم ﷺ کو معراج میں نصیب ہوا۔ لہٰذا جب شہداء اور اولیاء کی دیدار کی کیفیات برابر ہیں تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک لمحۂ دیدار شہید کی موت کو تو حیات میں بدل دے مگر ہزارہا لمحاتِ دیدار کے باوجود اولیاء کرام کی موت محض موت ہی رہے!

امام ابن قیم 'الروح (ص:۵۱)' میں لکھتے ہیں:

> ''اللہ کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے حسنِ اُلوہیت کی گواہی دینا یقیناً ایک غیر معمولی عمل ہے، اِسی لئے شہید کو زندہ کہا گیا اور اُسے مُردہ گمان کرنے کی بھی ممانعت کر دی گئی۔ شہید کو رزق بھی دیا جاتا ہے اور وہ اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ لہٰذا جب شہداء کی برزخی زندگی مسلّمہ ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام تو بدرجہ اَولیٰ اس کے حقدار ہیں۔''

انبیاء و رُسل کا مقام شہداء سے افضل ہوتا ہے اور اُن کے توسط سے شہداء کو یہ مقام ملتا ہے۔ چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام ہدایتِ آسمانی لے کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتے ہیں، اللہ کے مقرب اور منتخب بندے ہوتے ہیں، اِس لئے عالمِ برزخ میں بھی اُنہیں (بدرجہ اَولیٰ) امتیازی خصوصیات سے نوازا گیا ہے اور دنیوی حیات کی طرح اُن

کی برزخی حیات بھی مثالی طور پر قابلِ رشک ہوتی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

’’انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات علماءِ اُمت کے درمیان متفق علیہ ہے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ وہ زندگی شہداء اور جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کی زندگی سے کامل تر اور قوی تر ہے، کیونکہ اِن کی زندگی عند اللہ معنوی اور اُخروی ہے جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی حسی اور دُنیاوی ہے، اس کے متعلق احادیث و آثار واقع ہیں۔‘‘(۱)

حضور نبی اکرم ﷺ سید الانبیاء اور امام الانبیاء ہیں، آپ ﷺ کی حیاتِ برزخی تمام انبیاء علیہم السلام کی حیاتِ برزخی سے اَرفع و اَعلیٰ ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں انبیاء علیہم السلام کی حیاتِ برزخی کی جو خصوصیات بیان ہوئی ہیں، آپ ﷺ کو یہ خصوصیات بدرجہ اولیٰ حاصل ہیں۔ اُن کا ذکر ذیل میں اِجمالی طور پر کیا جاتا ہے:

۱۔ قبر میں جسمِ اَطہر کا سلامت رہنا

حضور نبی اکرم ﷺ کا جسم اقدس قبر مبارک میں صحیح و سلامت ہے، اُسے مٹی نہیں کھا سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کے مقدس جسموں کا کھانا حرام فرما دیا ہے:

۱۔ حضرت شدّاد بن اَوس ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن من أفضل أيامكم يوم الجمعة، فيه خُلِق آدم، و فيه النفخة، و فيه الصعقة، فأكثروا عليّ من الصلاة فيه، فإن صلاتكم معروضة عليّ۔

’’بیشک تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا ہے، (کیونکہ) اُس دن آدم

(۱) عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۲:۵۷۵

(علیہ السلام) کی تخلیق ہوئی اور اُسی دن پہلا اور دوسرا صور پھونکا جائے گا، لہٰذا اُس (دن) میں تم مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، بیشک تمہارے درود مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔''

ایک صحابی نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! کیف تُعرض صلاتنا علیک، و قد أرمت؟ یعنی: بلیت۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! (بعد اَز وصال) ہمارے درود آپ کی خدمت میں کیسے پیش کئے جائیں گے حالانکہ آپ صلی اللہ علیک وسلم کا جسمِ اطہر تو بوسیدہ (یعنی مٹی) ہو چکا ہوگا؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

إن اللہ حرم علی الأرض أن تاکل أجساد الأنبیاء۔(۱)

''بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے مبارک جسموں کا کھانا حرام فرما دیا ہے۔''

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۷، ۱۸، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنہ فیہا، رقم:۱۰۸۵
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۳۰۳، ۳۰۴، کتاب الجنائز، رقم:۱۶۳۶
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۱:۳۹۴، ۳۹۵، کتاب الصلاۃ، رقم:۱۰۴۷
۴۔ نسائی، السنن، ۳:۹۱، کتاب الجمعہ، رقم:۱۳۷۴
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۳:۱۹۱، رقم:۹۱۰
۶۔ حاکم، المستدرک، ۱:۲۷۸، رقم:۱۰۲۹
۷۔ حاکم، المستدرک، ۴:۵۶۰، رقم:۸۶۸۱
۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۸
۹۔ دارمی، السنن، ۱:۴۴۵، رقم:۱۵۷۲

←

ابن ماجہ کی بیان کردہ روایت کی اسناد صحیح ہے۔ حاکم نے اس حدیث کو امام بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے جبکہ ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ نووی نے اسے صحیح کہا ہے۔

۲۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أکثروا الصلاۃ علیّ یوم الجمعۃ، فإنہ مشھود تشھدہ الملائکۃ، و

۱۰۔ بزار، المسند، ۸: ۴۱۱، رقم: ۳۴۸۵
۱۱۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۳: ۱۱۸، رقم: ۱۷۳۳
۱۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۲: ۲۵۳، رقم: ۸۶۹۷
۱۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۲۱۶، رقم: ۵۸۹
۱۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۲۴۸، رقم: ۵۷۸۹
۱۵۔ بیہقی، السنن الصغریٰ: ۱: ۳۷۱، ۳۷۲، رقم: ۶۳۴
۱۶۔ ہیثمی، موارد الظمآن: ۱۴۶، رقم: ۵۵۰
۱۷۔ ابن اسحاق ازدی، فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ: ۳۸، ۳۹، رقم: ۲۲
۱۸۔ ابونعیم، دلائل النبوہ: ۴۹۶
۱۹۔ ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ: ۸۲۵، رقم: ۱۵۶۲
۲۰۔ نووی، کتاب الاذکار: ۵۴
۲۱۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارت خیر الانام: ۳۵، ۱۳۵
۲۲۔ ابن قیم، جلاء الافہام: ۳۵، رقم: ۵۳
۲۳۔ ابن قیم، الروح: ۶۳
۲۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۵۱۴
۲۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۴: ۲۵۷
۲۶۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۲۷۹، ۲۸۰
۲۷۔ سیوطی، الرسائل التسع: ۲۳۶
۲۸۔ سیوطی، الحاوی للفتاویٰ، ۲: ۲۶۴
۲۹۔ شوکانی، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، ۳: ۳۰۴

إن أحدا لن يصلي عليّ إلا عُرِضت عليّ صلاته حتي يفرغ منها۔

''جمعہ کے روز تم مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھو۔ بیشک وہ یومِ مشہود ہے، ملائکہ اس میں حاضر ہوتے ہیں، اور جو بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھے پیش کیا جاتا، جب تک وہ پڑھتا رہتا ہے۔''

حضرت ابودرداء ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ''کیا آپ صلی اللہ علیک وسلم کے وصال مبارک کے بعد بھی (ہم یہ عمل جاری رکھیں)؟'' اِس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

و بعد الموت، إن الله حرّم علی الأرض أن تأکل أجساد الأنبياء، فنبيّ الله حيّ يرزق۔(۱)

''ہاں، (میری) وفات کے بعد (بھی یہ عمل جاری رکھو، کیونکہ) بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔''

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۳۰۴، کتاب الجنائز، رقم: ۱۶۳۷
۲۔ کنانی، مصباح الزجاجہ، ۲:۵۸، ۵۹، رقم: ۶۰۲
۳۔ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، ۱:۳۹۲، رقم: ۱۳۶۶
۴۔ منذری، الترغیب و الترہیب، ۲:۳۲۸، رقم: ۲۵۸۲
۵۔ مناوی، فیض القدیر، ۲:۸۷
۶۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارت خیر الانام: ۳۵، ۳۶
۷۔ اندلسی، تحفۃ المحتاج، ۱:۵۲۶، رقم: ۶۶۳
۸۔ ابن قیم، جلاء الأفہام: ۶۳، رقم: ۱۰۸
۹۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳:۵۱۴
۱۰۔ ابن کثیر، البدایہ و النہایہ، ۴:۲۵۸
۱۱۔ مقریزی، اِمتاع الاسماع، ۱۱:۶۵
۱۲۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۰:۲۳، رقم: ۲۰۹۰
۱۳۔ فیروز آبادی، الصلات و البشر فی الصلاۃ علی خیر البشر ﷺ: ۷۵ ←

سخاوی کا کہنا ہے کہ اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں۔

۳۔ اِمام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

إفرشوا لی قطیفتی فی لحدی، فإن الأرض لم تسلط علی أجساد الأنبیاء۔(۱)

''میرے لئے میری لحد میں چادر بچھا دینا، بیشک زمین انبیاء کے اجسام پر اثرانداز نہیں ہوسکتی۔''

۴۔ امام حسن رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا تأکل الأرض جسد من کلمه روح القدس۔(۲)

''جس سے روح القدس (جبرائیل علیہ السلام) نے کلام فرمایا ہو، زمین اُس کا جسم نہیں کھائے گی۔''

۵۔ اِمام حسن رضی اللہ عنہ سے ہی ایک اور روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

۱۴۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ :۱۵۸

۱۵۔ شوکانی، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، ۳:۳۰۴، ۳۰۵

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲:۲۹۹

۲۔ ہندی، کنز العمال، ۱۵:۵۷۷، رقم:۴۲۲۴۵

۳۔ سیوطی، شرح علی سنن النسائی، ۴:۸۴

۴۔ سیوطی، الخصائص الکبری، ۲:۲۷۸

۵۔ سندی، حاشیه علی سنن النسائی، ۴:۸۲،۸۴

(۲) ۱۔ ابن اسحاق ازدی، فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ :۳۹، رقم:۲۳

۲۔ ابن قیم، جلاء الأفہام:۴۱، رقم:۵۹

۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳:۵۱۴

۴۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ :۱۶۹

من کلمه روح القدس، لم یؤذن للأرض أن تاکل من لحمه۔(۱)

’’جس سے رُوح القدس نے کلام کیا، زمین کو اس کا گوشت کھانے کی اِجازت نہیں دی گئی۔‘‘

۶۔ ابوالعالیہ کہتے ہیں:

إنّ لحوم الأنبیاء لا تبلیها الأرض و لا تأکلها السباع۔(۲)

’’بیشک انبیاء علیھم السلام کے گوشت کو زمین بوسیدہ کر سکتی ہے نہ درندے کھا سکتے ہیں۔‘‘

۷۔ ابن جوزی ’مولد العروس (ص: ۲۱)‘ میں لکھتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

أنا فی قبری حیّ طرِیّ۔

’’میں اپنی قبر میں زندہ (و) تازہ ہوں (یعنی بوسیدہ نہیں ہوا)۔‘‘

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیھم السلام کے اَجسام کو اُن کی قبروں میں محفوظ رکھتا ہے اور یہ انبیاء کرام علیھم السلام کے بلند مقام و مرتبہ کی وجہ سے ہے۔

۲۔ قبرِ مبارک میں رِزق کی فراہمی

قرآن حکیم کے مطابق شہداء زندہ ہوتے ہیں اور اُنہیں رزق بھی دیا جاتا ہے۔

---

(۱) ۱۔ مقریزی، إمتاع الاسماع، ۱۰:۳۰۶
۲۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲:۲۸۰
۳۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، ۱:۸۷

(۲) سیوطی نے ’الخصائص الکبریٰ (۲:۲۸۰)‘ میں لکھا ہے کہ یہ قول ابن بکار نے ’اخبار المدینۃ‘ میں نقل کیا ہے۔

جب شہداء کے لئے یہ اَمر نصِ قطعی سے ثابت ہے تو انبیاء کرام علیھم السلام کے لئے بدرجہ اولیٰ دو طریقوں سے ثابت ہو گا:

۱۔ شہید کو یہ عظیم مرتبہ اس کی بزرگی و کرامت کی وجہ سے دیا جاتا ہے اور انبیاء کرام علیھم السلام کا مرتبہ و مقام بالاتفاق سب سے بلند و برتر اور اعلیٰ ہے کہ ان کے مقام و مرتبہ سے اعلیٰ کسی کا بھی مقام و مرتبہ نہیں، لہٰذا یہ ناممکن ہے کہ جو مرتبۂ کمال شہداء کو حاصل ہو انبیاء کرام علیھم السلام کی اس تک رسائی نہ ہو۔ یقیناً وہ کمال جو قربِ الٰہی اور نعمتوں کی فراوانی کا موجب ہو، انبیاء کرام علیھم السلام کو خصوصیت سے حاصل ہو گا۔

۲۔ شہداء کو یہ مقام اللہ کی راہ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے سبب ملتا ہے اور یہ تعلیم تمام انبیاء نے بالعموم اور حضور ﷺ نے بالخصوص ہمیں دی ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کو جو انعاماتِ الٰہیہ عطا کئے گئے یا کئے جائیں گے وہ بدرجہ اَولیٰ ثابت ہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن اللہ تعالیٰ حرّم علی الأرض أن تأکل أجساد الأنبیاء، فنبیّ اللہ حیٌّ یُرزق۔(۱)

''بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے، پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اُسے رزق دیا جاتا ہے۔''

سخاوی کا کہنا ہے کہ اِس حدیث کے رجال ثقہ ہیں۔

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۳۰۴، کتاب الجنائز، رقم: ۱۶۳۷
۲۔ کنانی، مصباح الزجاجہ، ۲:۵۸، ۵۹، رقم: ۶۰۲
۳۔ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، ۱:۳۹۲، رقم: ۱۳۶۶
۴۔ منذری، الترغیب والترھیب، ۲:۳۲۸، رقم: ۲۵۸۲
۵۔ مناوی، فیض القدیر، ۲:۸۷
۶۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارت خیر الانام: ۳۵، ۳۶

اِس حدیث مبارکہ میں انبیاء کرام علیھم السلام کے اجسام محفوظ رہنے کی جو ضمانت فراہم کی گئی ہے اُس سے درج ذیل نکات اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ مٹی کے جسدِ اَقدس پر اثرانداز نہ ہونے کا مطلب ہے کہ جسم اپنے تمام متعلقات اور لوازمات مثلاً حیات، قدرت، ارادہ، علم، بصارت، سماعت وغیرہ کے ساتھ محفوظ و مامون رہتا ہے۔

۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا وجودِ اَقدس مہبطِ وحی ہونے کے سبب فیضان کا سرچشمہ تھا تو آپ ﷺ کا جسم مبارک محفوظ ہونے کی صورت میں وہ سرچشمۂ فیضان اب بھی جاری ہے۔

۳۔ جس طرح آپ ﷺ کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں آپ ﷺ کا فیض وسیع اور عام تھا اور اُس کی کوئی حد نہیں تھی، اِسی طرح آپ ﷺ کی حیاتِ برزخی میں بھی اُس کی حدبندی نہیں کی جاسکتی کیونکہ آپ ﷺ کا جسدِ اَقدس محفوظ ہے اور وہ فیض اُسی طرح جاری و ساری رہے گا۔

یہ ایسا مسلّمہ اور متفقہ کلیہ ہے کہ ائمہ فقہ نے بھی نے اپنی کتب کے متون اور شروحات میں اس کی تصریح کی ہے:

۷۔ اندلسی، تحفۃ المحتاج، ۱: ۵۲۶، رقم: ۶۶۳

۸۔ ابن قیم، جلاء الأفہام: ۶۳، رقم: ۱۰۸

۹۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۵۱۴

۱۰۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۴: ۲۵۸

۱۱۔ مقریزی، اِمتاع الاسماع، ۱۱: ۶۵

۱۲۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۰: ۲۳، رقم: ۲۰۹۰

۱۳۔ فیروز آبادی، الصلات والبشر فی الصلاۃ علی خیر البشر: ۷۵

۱۴۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع: ۱۵۸

۱۵۔ شوکانی، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، ۳: ۳۰۴، ۳۰۵

۱۔ امام شرنبلالی ’نور الایضاح‘ میں ’فصل فی زیارۃ النبی ﷺ‘ میں لکھتے ہیں:

و مما ھو مقرّرٌ عند المحققین أنہ ﷺ حیٌّ یُرزق مُمتّعٌ بجمیع المَلاذِّ و العباداتِ غیر أنہ حُجِبَ عن أبصارِ القاصرینَ عن شریفِ المقاماتِ۔

’’اور محققین کے نزدیک یہ طے شدہ اَمر ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں، آپ ﷺ کو (آپ ﷺ کی شان کے لائق) جملہ (روحانی) حلاوتوں اور عبادات کا رزق دیا جاتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے اُن لوگوں کی نگاہوں سے آپ ﷺ اوجھل ہیں جو مقاماتِ عالیہ سے قاصر ہیں۔‘‘

۲۔ امام طحطاوی ’مراقی الفلاح شرح نور الایضاح (ص: ۴۰۵)‘ میں اس کی تائید میں لکھتے ہیں کہ مُمتّع سے مراد ہے کہ آپ ﷺ اُن حلاوتوں وعبادات سے اپنی شان کے لائق نفع اُٹھاتے ہیں۔

اس سے مراد ہے کہ انبیاء کرام علیھم السلام برزخ اور آخرت کی شان کی لائق کھاتے پیتے ہیں، جیسے جنت میں جنت اور آخرت کی شانٌ کے لائق کھائیں پیئں گے۔ لٰہذا اِسے ہمیں اپنی زندگی کے روز مرہ کے روٹی، سالن اور پھلوں پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔

۳۔ قبرِ اَنور میں نماز کی ادائیگی

انبیاء کرام علیھم السلام کی حیاتِ برزخی کے خصائص میں سے ہے کہ وہ اپنی قبروں میں واقعتہً نماز ادا فرماتے ہیں، یہ کوئی خیالی یا مثالی نہیں بلکہ حقیقی اور اصلی نماز ہے، جیسا کہ ہم نے اوپر شرنبلالی کی ’نور الایضاح‘ اور طحطاوی کی ’مراقی الفلاح شرح نور الایضاح (ص:۴۰۵)‘

کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کو جملہ لذائذ و عبادات کا رزق دیا جاتا ہے۔ اِس موضوع پر متعدد احادیث شاہد ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون۔(۱)

''انبیاء کرام (علیھم السلام) اپنی قبروں میں زندہ ہیں (اور) وہ نماز ادا فرماتے ہیں۔''

ہیثمی کہتے ہیں کہ یہ حدیث ابویعلیٰ اور بزار نے روایت کی ہے اور ابویعلیٰ کی روایت کردہ حدیث کے رِجال ثقہ ہیں۔

---

(۱) ۱۔ ابویعلیٰ، المسند، ۶: ۱۴۷، رقم: ۳۴۲۵

۲۔ بیہقی، حیات الانبیاء: ۳

۳۔ مناوی، فیض القدیر، ۳: ۱۸۴

۴۔ مناوی، فیض القدیر، ۵: ۴۶۷

۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۱۱

۶۔ عسقلانی، المطالب العالیہ، ۳: ۲۶۹، رقم: ۳۴۵۲

۷۔ عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۴۸۷

۸۔ عسقلانی، لسان المیزان، ۲: ۱۷۵

۹۔ زرقانی، شرح الموطا، ۴: ۳۵۷

۱۰۔ ابونعیم، اخبار اصبہان، ۲: ۳۸

۱۱۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارت خیر الانام: ۱۳۴

۱۲۔ مقریزی، إمتاع الاسماع، ۱۰: ۳۰۰، ۳۰۱

۱۳۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۴: ۵۸۷

۱۴۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۲۸۱

۱۵۔ سیوطی، الرسائل التسع: ۲۳۶

۱۶۔ سیوطی، الحاوی للفتاویٰ، ۲: ۲۶۴

۲۔ ابونعیم ’حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء‘ میں یوسف بن عطیہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے کہا:

سمعت ثابتا البناني يقول لحميد الطويل: هل بلغك أن أحداً يصلي في قبره إلا الأنبياء؟ قال: لا۔(۱)

’’میں نے ثابت بنانی کو حمید طویل سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ کیا تمہیں کوئی ایسی حدیث پہنچی ہے کہ انبیاء کرام علیھم السلام کے سوا (بھی) کوئی اپنی قبر میں نماز پڑھتا ہو؟ اُس نے جواب دیا: نہیں۔‘‘

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروِی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے سفرِ معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مررتُ علٰی موسیٰ و هو يُصلّي في قبرہٖ۔(۲)

’’میں موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو آپ اپنی قبر میں نماز ادا فرما رہے تھے۔‘‘

۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے ایک دوسری سند سے مروی حدیث میں ہے

(۱) ۱۔ سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۲۶۴

۲۔ سیوطی، الرسائل التسع: ۲۳۶

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۴۵، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۷۵

۲۔ نسائی، السنن، ۳: ۱۵۱، کتاب قیام الیل وتطوع النہار، رقم: ۱۶۳۷

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۱: ۴۱۹، رقم: ۱۳۲۹

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۲۰

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۲۴۱، رقم: ۴۹

۶۔ ابویعلیٰ، المسند، ۷: ۱۲۷، رقم: ۴۰۸۵

۷۔ مناوی، فیض القدیر، ۵: ۵۱۹

۸۔ مقریزی، اِمتاع الاسماع، ۱۰: ۳۰۴

کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

مررتُ علٰی موسیٰ لیلة أسری بی عند الکثیب الأحمر، و هو قائم یصلّی فی قبره۔(۱)

’’میں معراج کی رات سرخ وادی کے مقام پر موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو (میں نے دیکھا کہ) وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے۔‘‘

۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مقام پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

قد رأیتنی فی جماعة من الأنبیاء، فإذا موسیٰ قائم یصلی، فإذا رجل ضرب جعد کأنه من رجال شنوءة، و إذا عیسی ابن مریم قائم یصلی، أقرب الناس به شبها عروة بن مسعود الثقفی، و إذا إبراهیم قائم یصلی، أشبه الناس به صاحبکم (یعنی نفسه)، فحانت الصلوٰة فأممتهم۔(۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۴۵، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۷۵
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۴۸
۳۔ مناوی، فیض القدیر، ۵: ۵۱۹
۴۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۲: ۳۸۷
۵۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارت خیر الانام: ۱۳۷
۶۔ مقریزی، اِمتاع الاسماع، ۸: ۲۵۰
۷۔ مقریزی، اِمتاع الاسماع، ۱۰: ۳۰۴
۸۔ سیوطی، الحاوی للفتاویٰ، ۲: ۲۶۴
۹۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ: ۱۶۸
(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۵۷، کتاب الایمان، رقم: ۱۷۲
۲۔ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، ۳: ۲۸۷، کتاب الفضائل، رقم: ۵۸۶۶ ←

''تحقیق میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی جماعت میں دیکھا تو موسیٰ (علیہ السلام) کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، وہ شنوءہ قبیلے (کے لوگوں) کی طرح درمیانے قد کے اور گھنگریالے بالوں والے تھے۔ اور عیسی (علیہ السلام) کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، ان سے قریباً ہم شکل عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔ اور ابراہیم (علیہ السلام) بھی کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، سب سے زیادہ اُن کے ہم شکل تمہارے صاحب (یعنی میں) ہوں، پس نماز کھڑی ہوگئی اور میں نے اُن کی اِمامت کروائی۔''

۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

مررتُ ليلة أسرى بي على موسىٰ بن عمران، رجل آدم طوال جعد، كأنه من رجال شنوئة، و رأيت عيسى ابن مريم مربوع الخلق، إلى الحمرة و البياض، سبط الرأس۔(۱)

''میں معراج کی رات لمبے گھنگریالے بالوں والے موسیٰ بن عمران (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا گویا کہ وہ شنوءہ قبیلے میں سے ہیں اور میں نے عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کو دیکھا جو میانہ قد تھے، ان کی سفید رنگت مائل بہ سرخی تھی (اور) زلفیں لمبی تھیں۔''

۳۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۲: ۳۸۷

۴۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارت خیر الانام: ۱۳۵، ۱۳۸

۵۔ مقریزی، إمتاع الاسماع، ۸: ۲۴۹

۶۔ سیوطی، الحاوی للفتاویٰ، ۲: ۲۶۵

۷۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ: ۱۶۸

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۵۱، ۱۵۲، کتاب الایمان، رقم: ۱۶۵

۲۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۲: ۳۸۶

۳۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارت خیر الانام: ۱۳۷، ۱۳۸

۴۔ مقریزی، إمتاع الاسماع، ۸: ۲۴۶، ۲۴۷

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اِس حدیث کی وضاحت آپ ﷺ کے اِس فرمان سے بخوبی ہو جاتی ہے:

كأني أنظر إلى موسىٰ هابطا من الثنية و له جؤار إلى الله تعالىٰ بالتلبية۔(۱)

''گویا کہ موسیٰ (علیہ السلام) کو میں گھاٹی سے اُترتا ہوا دیکھ رہا ہوں اور وہ مکمل اِنہماک سے تلبیہ الٰہی کہہ رہے ہیں۔''

مذکورہ بالا ارشاداتِ نبوی ﷺ اِس اَمر پر دلالت کرتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں نہ صرف زندہ ہیں بلکہ احکاماتِ الٰہی پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ جب انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے یہ بات ثابت ہے تو خود حضور ﷺ کے لئے بدرجہ اَولیٰ متحقق ہے۔ علماء و محدثین کے اَقوال میں بھی یہ صراحت موجود ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں عبادت سے لُطف اندوز ہوتے ہیں اور زندوں جیسے اعمال بجالاتے ہیں۔

علماء و محدثین کے اَقوال سے تائید

ذیل میں ہم اس موضوع پر چند علماء و محققین کے اَقوال درج کرتے ہیں:

۱۔ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:

انه لم يقل أحد أن قبورهم خالية عن أجسادهم، و أرواحهم غير متعلقة بأجسامهم، لئلا يسمعوا سلام من يسلم عليهم، و كذا ورد أن الأنبياء يلبون و يحجون، فنبينا ﷺ أولى بهذه الكرامات۔(۲)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۵۲، کتاب الایمان، رقم: ۱۶۶

۲۔ نووی، تہذیب الاسماء واللغات، ۲: ۴۲۰

(۲) ملا علی قاری، جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ۲: ۳۰۰

’’بیشک کسی نے یہ نہیں کہا کہ اُن کی قبریں اُن کے جسموں سے خالی ہیں اور اُن کی اَرواح کا اُن کے اجسام سے کوئی تعلق نہیں اور جو کوئی اُن پر سلام پیش کرتا ہے وہ اسے نہیں سُنتے۔ تو ایسا ہی انبیاء کے بارے میں آیا ہے کہ بیشک انبیاء کرام علیھم السلام تلبیہ کہتے ہیں اور حج کرتے ہیں، اور ہمارے نبی ﷺ کے لئے تو یہ کرامات بدرجہ اَولیٰ ثابت ہیں۔‘‘

۲۔ امام قسطلانیؒ لکھتے ہیں:

’’اور بیشک یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام علیھم السلام حج کرتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ مُردہ ہیں اور اُخروی گھر میں ہیں جو کہ دارالعمل نہیں (بلکہ دار الجزاء) ہے، تو جواب یہ ہے کہ اُن کا حال شہداء کی طرح بلکہ ان سے بھی افضل ہے۔ شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور اُنہیں (اُن کی شان کے لائق) رزق دیا جاتا ہے، تو اگر انبیاء کرام علیھم السلام حج کریں اور نماز پڑھیں تو کیا بعید ہے!‘‘(۱)

۳۔ امام زرقانیؒ رقم طراز ہیں:

’’انبیاء کرام علیھم السلام، شہداء اور علماء (کے اجسام زمین میں) بوسیدہ نہیں ہوتے۔ انبیاء اور شہداء اپنی قبروں میں (اپنی شان کے لائق) کھاتے (پیتے) ہیں، نماز قائم کرتے، روزے رکھتے اور حج ادا کرتے ہیں۔‘‘(۲)

۴۔ علامہ انور شاہ کاشمیری لکھتے ہیں:

و اعلم أنه قد تكلمنا مرة فی معنی حياة الشهداء و الأنبياء عليهم السلام، **و حاصله أن الحياة بمعنی أفعال الحياة، و إلا فالأرواح**

---

(۱) ۱۔ قسطلانی، المواهب اللدنیہ، ۲: ۶۹۵

۲۔ زرقانی، شرح المواهب اللدنیہ، ۷: ۳۶۵، ۳۶۶

(۲) زرقانی، شرح المواهب اللدنیہ، ۷: ۳۶۹

كلها أحياء، و لو كانت أرواح الكفار۔(۱)

''جان لو! ہم پہلے حیاتِ انبیاء اور حیاتِ شہدا کے متعلق بحث کر چکے ہیں، جس کا ماحصل یہ ہے کہ اُن کے زندہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ زندوں جیسے اَفعال بجا لاتے ہیں، اور رہ گئیں اَرواح وہ تو تمام کی تمام (برزخ میں) زندہ ہیں اگرچہ وہ اَرواح کفار ہی کی کیوں نہ ہوں۔''

۵۔ احادیث کی مشہور کتب میں واقعۂ معراج کا ذکر ہے اور اس کے متعلق بڑی تفصیل کے ساتھ روایات مروی ہیں۔ لہٰذا ہم یہاں امام تقی الدین سبکی اور امام سخاوی کے حوالے سے ان روایات کے خلاصہ اور اِستدلال کا ذکر کر رہے ہیں:

و فی حديث أبی ذر و مالک بن صعصعة فی قصة المعراج: أنه لقيهم فی جماعة من الأنبياء بالسمٰوات فكلّمهم و كلموه و كل ذٰلک صحيح، لا يخالف بعضه بعضا فقد يرىٰ موسى عليه السلام قائم يصلي فی قبره، ثم يسرى بموسى و غيره إلى بيت المقدس، كما أسرى نبينا فيراهم فيه، ثم يعرج بهم إلى السمٰوات كما عرج نبينا، فيراهم فيها كما أخبر، قال: و حلولهم فی أوقات مختلفة لمواضع مختلفة جائز فی العقل كما ورد به خبر الصادق و فی كل ذٰلک دلالة على حياتهم۔(۲)

''ابوذر اور مالک بن صعصعہ کی روایت کردہ واقعۂ معراج والی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ آسمانوں پر انبیاء کی جماعت سے ملے اور آپ ﷺ نے اُن سے کلام کیا اور اُنہوں نے آپ ﷺ سے کلام کیا اور یہ سب کچھ دُرست

(۱) علامہ انور شاہ کشمیری، فیض الباری علی صحیح البخاری،۳:۴۲۵

(۲) ۱۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ: ۱۶۸

۲۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارت خیر الانام: ۱۳۵

ہے۔ اس کے بعض حصے دوسرے بعض حصوں سے متعارض و مخالف نہیں۔ تحقیق حضور ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، پھر موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کو بیت المقدس کی سیر کرائی گئی، جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ کو سیر کرائی گئی۔ پس آپ ﷺ نے اُن انبیاء کرام کو بیت المقدس میں دیکھا اور پھر اُن (انبیاء کرام) کو آسمانوں پر لے جایا گیا، جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ کو لے جایا گیا۔ پس آپ ﷺ نے آسمانوں پر بھی اُنہیں دیکھا، جیسا کہ آپ ﷺ نے خبر دی ہے۔ فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر موجود ہونا عقل جائز گردانتی ہے جیسا کہ نبیِ صادق حضور ﷺ نے حدیث میں بیان فرمایا اور یہ تمام چیزیں انبیاء کی حیات پر دلالت کرتی ہیں۔‘‘

ملا علی قاریؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اور ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کا انبیاء کو بیت المقدس میں نماز پڑھانا عروج سے پہلے تھا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات پہلے گزر چکی کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے ان کا گوشت کھانا حرام کر دیا ہے، پھر ان کے اجسام بھی روحوں کی طرح لطیف ہیں، لہٰذا اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ ان کے اَجسام عالمِ دُنیا اور عالمِ ملکوت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کامل طور پر ظاہر ہوں جیسا کہ معراج کی رات انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنی روح و جسم سمیت تشریف لانا اس بات کی تائید کرتا ہے۔ اس کی دلیل فرمانِ رسول ﷺ ہے کہ (میں نے) موسیٰ (علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ) کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔ نماز کی حقیقت (یہ ہے کہ اِس میں) مختلف اعمال کا بجا لانا جسموں کا کام ہے نہ کہ روحوں کا۔‘‘(۱)

(۱) ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، ۱۱: ۱۵۷

ان تمام تصریحات سے یہ ثابت ہوگیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام نہ صرف اپنی قبور میں زندہ ہیں بلکہ جمیع عبادات اَز قبیلِ نماز، روزہ اور حج وغیرہ کی ادائیگی سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں اور اپنے مولیٰ کی یاد میں ہمہ وقت مستغرق رہتے ہیں۔

ایک اِشکال اور اُس کا جواب

یہاں اِشکال پیدا ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد تو عبادات ساقط ہو جاتی ہیں پھر اُن کی ادائیگی کیسے ہوتی ہے؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام یہ عبادات بطور فرض یا واجب کے ادا نہیں کرتے، بلکہ یہ عبادات و اِطاعات اُن کی روحانی غذائیں ہیں، ان سے اُنہیں انوار و تجلیات ملتی ہیں، قربتِ اِلٰہی میں مزید اِضافہ ہوتا ہے، اور اُن کی روحیں اور زیادہ منوّر اور روشن تر اور قربِ اِلٰہی سے اور زیادہ متمتع ہوتی ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام اَجسادِ مثالی کے ساتھ حج ادا کرتے ہیں، جبکہ اُن کے اَجسادِ حقیقی اُن کی قبروں میں ہی محفوظ رہتے ہیں۔ اَجسادِ مثالی کو عربی اِصطلاح میں 'اَرواحِ متمثّلہ' بھی کہتے ہیں کہ اُن کی روحیں متمثّل ہو کر جسمِ مثالی کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام تک جاتی ہیں۔ اُن کے حقیقی اَجساد کبھی بھی قبروں سے غائب نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ اپنی قبروں میں محفوظ رہتے ہیں۔ یہی حضور ﷺ کی قبرِ انور کی کیفیت اور آپ ﷺ کی برزخی حیاتِ مبارکہ کی شانِ اَقدس ہے۔ آپ ﷺ مثالی طور پر جہاں بھی تشریف لے جائیں، اولیاء و صلحاء کرام اگر کھلی آنکھ سے بھی آپ ﷺ کی زیارت کر رہے ہوں خواہ ایسا ستر مقامات پر ایک ہی وقت میں کیوں نہ ہو، اِس کا مطلب یہ نہیں کہ قبرِ انور آپ ﷺ کے جسمِ اقدس سے خالی ہوگئی۔ یہ سب آپ ﷺ کے جسدِ مثالی اور روحِ متمثّلہ کی کرامات ہیں جبکہ جسمِ حقیقی ہمیشہ اپنی پوری شان اور آن کے ساتھ قبرِ انور کے اندر محوِ استراحت رہتا ہے۔

چونکہ یہ سارا کمال روح کا ہوتا ہے اور روح عالمِ اَمر سے ہے، عالمِ خلق سے

نہیں، اس لئے وہ جہاں بھی متمثّل ہو کر جائیں اُن کا اصل کے ساتھ تعلق برقرار رہتا ہے، کیونکہ ایک جگہ موجود ہو کر دوسری جگہ نہ پایا جانا مادہ کی خصوصیت ہے (اور جسم کی حقیقت مادہ کی ہے)، مگر روح چونکہ غیر مادی ہے بلکہ نور ہے اور عالمِ اَمر کی ایک بڑی اعلیٰ حقیقت ہے، اس لئے جو کمال روح کے تمثّل سے وجود میں آ رہا ہے اس کے باعث وہ ہر جگہ ہمہ وقت موجود رہتی ہے۔ یہ نکتہ ہم مثالوں سے واضح کرتے ہیں:

۱۔ آواز کی رفتار بہت کم ہے یعنی وہ ہوا میں تین سو چالیس میٹر فی سیکنڈ (340 m/s)، پانی میں بارہ سوتیس میٹر فی سیکنڈ (1,230 m/s) اور ٹھوس اشیاء پر تین ہزار دو سو چالیس میٹر فی سیکنڈ (3,240 m/s) کی رفتار سے سفر کرتی ہے۔ اس کے باوُجود ایک شخص اپنے منہ سے آواز نکالتا ہے تو وہ ایک آدمی کے کان میں نہیں پہنچتی، بلکہ بیک وقت اُسے ہزاروں آدمی سن رہے ہوتے ہیں اور یہ آواز ایک ہی وقت میں دس لاکھ یا زائد اِنسانوں کے کانوں تک بھی پہنچ سکتی ہے کیونکہ وہ توانائی (energy) ہے۔ قرب و بعد، اور ایک جگہ ہونے اور دوسری جگہ نہ ہونے کے تعینات مادہ (matter) کے لئے ہیں، توانائی پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔

۲۔ اس سے اعلیٰ اور قوی تر توانائی ہو تو اس کی قوت اور تاثیر اس سے بڑھ جاتی ہے، جیسے روشنی یعنی وہ 299,792 کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہے۔ بجلی کا بٹن دبانے سے جہاں تک روشنی کی قوت جاتی ہے وہ بیک وقت ان ساری جگہوں کو روشن کر دیتی ہے اور یہ عمل مرحلہ وار (gradual process) نہیں ہوتا کہ روشنی نزدیکی مقامات سے دور کے مقامات تک تدریجی طور پر سفر کرتی ہوئی آگے منتقل ہو۔ توانائی کا ذریعہ یعنی بلب/ٹیوب لائٹ وغیرہ خواہ ایک ہی جگہ ہو مگر روشنی کی قوت سے تمام مقامات بیک وقت روشن ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روشنی مادہ (matter) نہیں توانائی (energy) ہے، اس لئے اُس کی صلاحیت اور قوت اور بڑھ جاتی ہے۔

۳۔ اِسی طرح برقی مقناطیسی لہریں (electro-magnetic waves) ہیں جو ہر جگہ آر پار گزر جاتی ہیں۔ اِن لہروں نے قرب و بعد کے فرق کا خاتمہ کر دیا ہے، جس کا

نظارہ ہم اپنی ٹی وی اسکرین پر BBC، CNN، PTV وغیرہ چینلز کے پروگراموں کی شکل میں کرتے ہیں۔ ایک ہی وقت میں پوری دنیا میں کسی بھی جگہ ٹی وی کا بٹن آن کر کے ان چینلز کی نشریات دیکھی جاسکتی ہیں، حالانکہ ٹی وی اسٹیشن ایک جگہ واقع ہوتا ہے۔

اُوپر دی گئی تینوں مثالوں میں تمام توانائی کی دو صورتیں ہیں: ایک جو مادہ سے convert ہو کر وجود پذیر ہوئی ہیں، وہ اصلاً توانائی نہیں بلکہ عالم خلق کی توانائیاں ہیں۔ دوسری ممکنہ صورت یہ ہے کہ وہ پہلے توانائی تھیں، پھر مادہ بنیں اور پھر دوبارہ توانائی میں تبدیل ہوگئیں، جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی روحِ اَنور ہو یا انبیاء و اولیاء کرام کی اَرواحِ مقدسہ ہوں، وہ اوّل تا آخر توانائی ہی رہی ہیں، اور کبھی مادہ میں convert نہیں ہوئیں اور نہ مادہ سے آگے اُن کی ہیئت convert ہوئی کیونکہ conversion کے اِس پراسس سے تو قوت کم ہونا ناگزیر ہے۔ وہ اوّل تا آخر توانائی اور نور ہی نور ہیں۔

یہاں غور طلب نکتہ یہ ہے کہ توانائی سے مادہ میں اور پھر مادہ سے توانائی میں تبدیل یعنی convert ہونے والی توانائی یعنی عالم خلق کی توانائی کا یہ عالم ہے کہ اس کی منتقلی کے لئے دور و نزدیک کی کوئی قید نہیں، جبکہ رُوح تو عالم اَمر کی توانائی ہے۔ لہٰذا اُس کی توانائی جو اَصلاً convert بھی نہ ہوئی اور ہے بھی عالم اَمر کی تو اُس کا ہر جگہ موجود ہونا (omnipresence) اور عالم چار سو کو روشن کرنے کی کیفیت کا کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے!

۴۔ روضۂ اقدس سے اَذان و اِقامت کی صدا

واقعۂ کربلا کے بعد جب یزید کو یہ خبر ملی کہ اہلِ مدینہ نے اس کی بیعت کو اعلانیہ فسخ کر دیا ہے تو اس نے اُنہیں اپنی بیعت پر مجبور کرنے کے لئے مسلم بن عقبہ کی قیادت میں شامیوں کا ایک بڑا لشکر مدینہ منورہ بھیجا، جس نے حضور خاتم النبیین ﷺ کے حرمِ پاک کی حرمت کو تین دن کے لئے پامال کئے رکھا اور اپنے لشکر کو اس حرم پاک میں ہر قسم کے ظلم، بدکاری، قتل و غارت گری اور ڈاکہ زنی و لوٹ مار کی اجازت دے دی۔ لہٰذا قتل و

غارت گری اور بدکاری کا بازار گرم ہوا، مسجدِ نبوی شامی لشکر کے ظلم و تعدّی کا ہدف بنی، اذان و اِقامت معطل کر دی گئی، روض الجنہ میں گھوڑے، خچر اور اُونٹ باندھے گئے اور اس کی حرمت پامال ہوئی حتیٰ کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے روضۂ انور کی بے حرمتی کی ناپاک جسارت بھی کی گئی۔ یوں ذلت و رسوائی شامی لشکر کا مقدر بن گئی۔(۱)

حضرت سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نابینا ہو چکے تھے اور وہ مدینہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے کہ سپاہیوں نے انہیں پہچان لیا اور ان کی ڈاڑھی پکڑ کر منہ پر طمانچے مارے۔ لوگ اپنی عزت و آبرو اور جان و مال بچانے کے لئے اپنے گھروں میں چھپے ہوئے تھے، اس وقت میں (سعید بن مسیب) مسجدِ نبوی میں چھپا ہوا

---

(۱) تاریخِ اسلام کے اِس گھناؤنے اور دِل ہلا دینے والے فعل کو واقعۂ حُرّہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، جس کے مختلف پہلو مندرجہ ذیل کتب میں بالتفصیل مذکور ہیں:

۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۵۵۰، رقم: ۶۳۳۸

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۶: ۳۴، رقم: ۵۴۳۲

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۲۴۹۔۲۵۳

۴۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۳: ۷۰، ۷۱

۵۔ یعقوبی، التاریخ، ۲: ۲۵۰، ۲۵۱

۶۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۳: ۳۵۲۔۳۵۹

۷۔ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ۴: ۱۱۱۔۱۲۱

۸۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵: ۲۹۔۷۳۶

۹۔ ابن قتیبہ دینوری، الامامہ والسیاسیہ، ۱: ۲۲۸

۱۰۔ ابن الوردی، تاریخ، ۱: ۱۶۵

۱۱۔ یاقوت بغدادی، معجم البلدان، ۲: ۲۴۹

۱۲۔ سمہودی، وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ، ۱: ۱۲۵۔۱۳۵

۱۳۔ ابن حجر ہیتمی، الصواعق المحرقہ: ۲۲۲

۱۴۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی، جذب القلوب الی دیار المحبوب: ۳۶۔۴۲

تھا۔ باہر نکلنے کا موقع نہ مل سکا تو حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس کے قریب منبر (جس پر آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے) کے نیچے چھپ گیا جہاں تین دن اور تین راتیں رہا۔ اس دوران یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ کیا وقت ہے اور کون سی نماز کا وقت ہے؟ اس لئے اندر بیٹھ کر ہی نماز ادا کرتا رہا۔

اُس دور کی اِس ہنگامی اور شورش گزیدہ صورتحال کو حضرت سعید بن میبّب رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں:

وَ ما یأتی وقت صلوٰۃ إلا سمعتُ الأذان من القبر۔(۱)

''اور کسی نماز کا وقت بھی ایسا نہیں آیا کہ میں نے (حضور نبی اکرم ﷺ کی) قبرِ انور سے اذان کی آواز نہ سنی ہو۔''

یہی روایت ذرا مختلف الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے، مثلاً:

فکنتُ إذا حانت الصلوٰۃ أسمع أذاناً یخرج من قِبَل القبرِ الشریفِ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ابونعیم، دلائل النبوہ:۴۹٦

۲۔ مقریزی، اِمتاع الاسماع،۱۴:٦۱۵

۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ،۲:۲۸۰

۴۔ سیوطی، الرسائل التسع، ۲۳۸

۵۔ سیوطی، الحاوی للفتاویٰ،۲: ۲٦٦

٦۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۷: ۳٦۵

۷۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، جذب القلوب الی دیار المحبوب:۴۴

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۵: ۱۳۲

۲۔ سیوطی، الرسائل التسع: ۲۳۹

۳۔ سیوطی، الحاوی للفتاویٰ،۲: ۲٦٦

۴۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۷: ۳٦۵

’’جب نماز کا وقت آتا تو میں آپ ﷺ کی قبر شریف میں سے اذان کی آواز سنتا تھا۔‘‘

زبیر بن بکار نے یہ روایت اِن الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے:

لم أزل أسمع الأذان و الإقامة مِن قبرِ رسول الله ﷺ أيام الحرة حتى عاد الناس۔ (۱)

’’میں ایام حُرّہ کے دوران میں مسلسل حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی قبرِ انور سے اَذان اور اِقامت کی آواز سُنتا رہا، یہاں تک کہ لوگ معمول کی صورت حال کی طرف واپس لوٹ آئے (یعنی مسجد نبوی میں باقاعدہ اَذان و اِقامت شروع ہو گئی)۔‘‘

سعید بن عبدالعزیز روایت کرتے ہیں:

لما كان أيام الحرّة لم يؤذن في مسجد النبي ﷺ ثلاثا و لم يُقم، و لم يبرح سعيد بن المسيب من المسجد، كان لا يعرف وقت الصلوٰة إلا بهمهمة يسمعها من قبر النبي ﷺ۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ ابن بکار، اخبار المدینہ

۲۔ مقریزی، اِمتاع الاسماع، ۱۴: ۶۱۶

۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۲۸۱

۴۔ سیوطی، الرسائل التسع: ۲۳۸

۵۔ سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲: ۲۶۶

۶۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۷: ۳۶۵

(۲) ۱۔ دارمی، السنن، ۱: ۵۶، رقم: ۹۳

۲۔ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، ۳: ۳۱۷، کتاب الفضائل، رقم: ۵۹۵۱

۳۔ ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ: ۸۱۸، رقم: ۱۵۳۵

۴۔ مقریزی، اِمتاع الاسماع، ۱۴: ۶۱۵، ۶۱۶

←

''اَیامِ حُرّہ کے دوران مسجدِ نبوی میں تین دن تک اذان و اِقامت نہیں کہی گئی اور اِس دوران میں سعید بن مسیب مسجد سے باہر نہیں نکلے اور اور وہ نماز کا وقت نہیں جانتے تھے مگر اُس صوتی گنگناہٹ سے جو وہ نبیِٔ اکرم ﷺ کی قبر مبارک سے سُنتے تھے۔''

امام سیوطی مذکورہ روایات کے ذیل میں لکھتے ہیں: ''یہ روایات حضور نبیٔ اکرم ﷺ اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہیں۔(۱)

۵۔ حیات و وِصال کا اُمت کیلئے موجبِ خیر ہونا

اُمتِ مرحومہ کے حق میں حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور وصالِ مبارک دونوں خیر و برکت کا موجب ہیں۔ اس ضمن میں موجود مختلف احادیث ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

حیاتی خیر لکم و موتی خیر لکم۔(۲)

''میری حیات بھی تمہارے لئے خیر ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے خیر ہے۔''

۵۔ سیوطی، الرسائل التسع: ۲۳۹

۶۔ سیوطی، الحاوی للفتاویٰ، ۲: ۲۶۶

۷۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۷: ۳۶۵

۸۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ: ۱۶۰

(۱) ۱۔ سیوطی، الحاوی للفتاویٰ، ۲: ۲۶۶

۲۔ سیوطی، الرسائل التسع: ۲۳۹

(۲) ۱۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱: ۱۹

۲۔ سیوطی، الحاوی للفتاویٰ، ۲: ۳

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے ہی ایک اور حدیث یوں مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

حياتي خير لكم، تحدثون و تحدث لكم، و وفاتي خير لكم، تعرض علّي أعمالكم، فما رأيت من خير حمدت الله عليه، و ما رأيت من شر استغفرت الله لكم۔ (۱)

''میری زندگی تمہارے لئے خیر ہے (کیونکہ) تم (میری) احادیث سنتے سناتے ہو، اور میری وفات (بھی) تمہارے لئے خیر ہے کیونکہ (میری قبر میں) تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوا کریں گے۔ چنانچہ اگر میں نیکیاں دیکھوں گا تو اللہ کا شکر بجا لایا کروں گا اور اگر میں (تمہارے اَعمال نامے میں) برائیاں دیکھوں گا تو اللہ تعالیٰ سے تمہارے بخشش (و مغفرت کی دعا) مانگوں گا۔''

---

(۱) ۱۔ بزار، المسند، ۵: ۳۰۸، ۳۰۹، رقم: ۱۹۲۵

۲۔ ہیثمی نے 'مجمع الزوائد (۹: ۲۴)' میں کہا ہے کہ بزار نے اِسے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۳۔ عراقی نے 'طرح التثریب فی شرح التقریب (۳: ۲۹۷)' میں بزار کی اِسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۴: ۲۵۷

۵۔ سیوطی نے 'مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا (ص: ۳)' اور 'الخصائص الکبری (۲: ۲۸۱)' میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بزار کی اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

۶۔ ملا علی قاری نے 'شرح الشفا (۱: ۳۶)' میں بزار کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

۷۔ زرقانی 'شرح المواہب اللدنیہ (۷: ۳۷۳)' میں کہتے ہیں کہ بزار نے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

۸۔ خفاجی نے بھی 'نسیم الریاض (۱: ۱۷۳)' میں اِس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے۔

ملا علی قاری ’’شرح الشفا (۱:۳۶)‘‘ میں فرماتے ہیں:

’’یہاں کوئی موت (مراد) ہے نہ فوت بلکہ ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہونا اور ایک گھر سے دوسرے گھر کی مسافرت (مراد) ہے۔‘‘

۳۔ حضرت بکر بن عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مقام پر فرمایا:

حياتي خير لكم، تحدثون و يحدث لكم، و وفاتي خير لكم، تعرض عليّ أعمالكم، فما كان من حسن حمدت الله عليه، و ما كان من سيّئ استغفرت الله لكم۔(۱)

---

(۱) ۱۔ ابن ابی اسامہ، المسند، ۲: ۸۸۴، رقم: ۹۵۳

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۱۹۴

۳۔ ابن اسحاق ازدی نے ’فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ (ص: ۴۰۔۴۲، رقم: ۲۵، ۲۶)‘ میں بکر بن عبداللہ سے دو مختلف طرق سے مروی روایات بیان کی ہیں۔

۴۔ ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ: ۸۲۶، رقم: ۱۵۶۴

۵۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارت خیر الانام: ۳۴

۶۔ ابن عبدالہادی نے ’الصارم المنکی فی الرد علی السبکی (ص: ۲۶۶، ۲۶۷)‘ میں کہا ہے کہ اس حدیث کی اِسناد بکر مزنی تک صحیح ہے جبکہ بکر ثقہ تابعین اور اُن کے ائمہ میں سے ہے۔

۷۔ عسقلانی، المطالب العالیہ، ۴: ۲۲، ۲۳، رقم: ۳۸۵۳

۸۔ ہندی، کنز العمال، ۱۱: ۴۰۷، رقم: ۳۱۹۰۴

۹۔ سیوطی نے ’مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا (ص: ۳)‘ اور ’الخصائص الکبریٰ (۲: ۲۸۱)‘ میں اسے صحیح سند سے مروی قرار دیا ہے۔

۱۰۔ ملا علی قاری نے ’شرح الشفا (۱: ۳۶)‘ میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

۱۱۔ خفاجی نے ’نسیم الریاض (۱: ۱۷۳)‘ میں ابن ابی اسامہ کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

۱۲۔ فیروز آبادی، الصلات والبشر فی الصلاۃ علی خیر البشر: ۱۰۴، ۱۰۵

''میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے (کیونکہ) تم (میری) احادیث سنتے سناتے ہو، اور میرا وصال بھی تمہارے لئے بہتر ہے (کیونکہ اس میں) تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے، پس اچھے اعمال پر میں اللہ کا شکر ادا کروں گا اور بُرے اعمال پر تمہارے لئے اللہ سے مغفرت طلب کروں گا۔''

۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

حياتي خير لكم تحدثوني و نحدث لكم، فإذا أنا مت كانت وفاتي خيرا لكم، تعرض عليّ أعمالكم، فإن رأيت خيراً حمدت الله، و إن رأيت غير ذٰلک استغفرت الله لكم۔(۱)

''میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم مجھ سے ہم کلام ہوتے ہو اور میں تم سے ہم کلام ہوتا ہوں اور جب میں وفات پا جاؤں گا تو میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے (کیونکہ) تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے۔ پس اگر میں بہتر اعمال دیکھوں گا تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کروں گا اور اگر اس کے علاوہ (برے اعمال) دیکھوں گا تو میں تمہارے لئے مغفرت طلب کروں گا۔''

۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ: حياتي خيرلكم، ثلاث مرات، و وفاتي خيرلكم، ثلاث مرات۔ فسكت القوم، فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: بأبي أنت و أمي! كيف يكون هذا؟ قال: حياتي خير لكم، ينزل عليّ الوحي من السماء، فأخبركم بما يحل لكم و ما يحرم عليكم، و موتي خير لكم، تعرض عليّ أعمالكم كل

(۱) ۱۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ: ۱۶۰
۲۔ ہندی، کنز العمال، ۱۱: ۴۰۷، رقم: ۳۱۹۰۳

خميس، فما كان من حسن حمدت الله ﷻ عليه، و ما كان من ذنب إستوهبت لكم ذنوبكم۔(۱)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: میری حیات بھی تمہارے لئے بہتر ہے، (آپ ﷺ نے یہ) تین بار فرمایا؛ اور میرا وصال بھی تمہارے لئے بہتر ہے (اور آپ ﷺ نے یہ بھی) تین بار فرمایا۔ پھر قوم خاموش ہوگئی تو حضرت عمر بن خطاب ﷜ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! یہ کیسے ہوگا (وفات بہتر کیسے ہوگی)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میری حیات تمہارے لئے (اس طرح) بہتر ہے کہ مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے، پس میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کونسی چیزیں تم پر حلال ہیں اور تم پر حرام ہیں، میری وفات تمہارے لئے اس طرح بہتر ہے کہ تمہارے اعمال ہر جمعرات مجھ پر پیش کئے جائیں گے، پس اگر وہ اعمال بہتر ہوئے تو میں اس پر اللہ ﷻ کی حمد و ثناء بیان کروں گا اور اگر وہ اعمال برے ہوئے تو میں تمہارے لئے (اللہ تعالیٰ سے) تمہارے گناہوں کی معافی طلب کروں گا۔‘‘

مذکورہ روایات کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن أعمال أمتي تعرض عليّ في كل يوم جمعة۔(۲)

’’بیشک میری اُمت کے اَعمال ہر جمعہ کے روز مجھے پیش کئے جاتے ہیں۔‘‘

---

(۱) ۱۔ نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ﷺ: ۷۱۳
۲۔ ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ ۱: ۸۲۶، رقم: ۱۵۶۵

(۲) ۱۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ۶: ۱۷۹
۲۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۲: ۱۶۷
۳۔ ہندی، کنز العمال، ۵: ۳۱۸، رقم: ۱۳۰۱۶

ایک اور روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''بیشک تمہارے اعمال تمہارے انتقال کر جانے والے اَعزّا و اَقرباء کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ پس اگر وہ اعمال صالح ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر وہ بُرے ہوں تو وہ (فوت شدگان) کہتے ہیں: اے اللہ! انہیں موت نہ دے یہاں تک کہ تو انہیں ہدایت دے دے جیسے تو نے ہمیں ہدایت نصیب فرمائی۔''(۱)

ان احادیث سے یہ بھی واضح ہے کہ زندوں کے اعمال نہ صرف بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش کئے جاتے ہیں بلکہ اُن اعمال کو آپ ﷺ کے فوت شدہ اُمتیوں کے سامنے بھی پیش کیا جاتا ہے۔

۶۔ سلامِ اُمت کی سماعت

درود شریف وہ پاکیزہ عمل ہے جس میں ربِ کائنات بھی اپنے ملائکہ اور بندوں کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب گرامی ﷺ کو یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ آپ ﷺ اپنے اُمتیوں کا درود و سلام سُنتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ: أكثروا الصلوة عليّ يوم الجمعة فإنه يوم مشهود تشهده الملائكة، ليس من عبد يصلي عليّ إلا بلغني صوته حيث كان۔ قلنا: و بعد وفاتک؟ قال: و بعد وفاتي، إن اللہ ﷻ حرم على الأرض أن تاكل أجساد الأنبياء۔(۲)

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۶۵

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۲:۳۲۸، ۳۲۹

(۲) ۱۔ ابن قیم نے 'جلاء الافہام (ص:۶۳، رقم: ۱۰۸)' میں کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔

۲۔ ہیتمی، الدر المنضود فی الصلاۃ و السلام علی صاحب المقام المحمود ﷺ: ۱۱۷ ←

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، بے شک جمعہ کا دن یومِ مشہود ہے (کیونکہ) اس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ جو آدمی مجھ پر درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کسی بھی جگہ پڑھے۔ ہم نے عرض کیا: (یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا) آپ کی وفات کے بعد بھی (ہم یہ عمل جاری رکھیں)؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (ہاں،) میری وفات کے بعد بھی (ہم یہ عمل جاری رکھو کیونکہ) بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔‘‘

اس روایت میں بَلَغَنِي صَوتُهُ کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ درود پڑھنے والے کی آواز حضور نبی اکرم ﷺ تک پہنچتی ہے۔ اس میں نہ دور و نزدیک کی قید ہے اور نہ کسی کا پہنچانا شرط ہے بلکہ خود حضور ﷺ کا سُننا ثابت ہے، جو حیاتُ النبی ﷺ کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی کمال درجہ قوتِ سماعت کی روشن دلیل ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خانؒ نے کیا خوب کہا ہے:

ہم یہاں پہ پڑھیں وہ مدینے سنیں
اُن کی اعلیٰ سماعت پہ لاکھوں سلام

۲۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ وہ جو آپ ﷺ پر نزدیک سے درود بھیجتے ہیں، دور سے درود بھیجتے ہیں اور بعد میں آنے والے بھی بھیجیں گے، کیا یہ سب درود آپ ﷺ کو پیش کیے جاتے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

أسمع صلٰوۃ أهل محبتي و أعرفهم۔(۱)

’’میں اہلِ محبت کا درود خود سنتا ہوں اور اُنہیں پہچانتا (بھی) ہوں۔‘‘

۳۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ: ۱۵۸، ۱۵۹

۴۔ نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ۱: ۷۱۳

(۱) ۱۔ ابوعبداللہ، دلائل الخیرات: ۴۹

۲۔ فاسی، مطالع المسرات بجلاء دلائل الخیرات: ۸۱

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اہلِ محبت کا درود نہ صرف خود سُنتے ہیں بلکہ بھیجنے والوں کو پہچانتے بھی ہیں، اگرچہ وہ دور کسی مقام پر اور بعد کے کسی زمانے میں ہی کیوں نہ ہوں۔

۷۔ اُمتیوں کے سلام کا جواب عطا فرمانا

حضور نبی اکرم ﷺ نہ صرف اُمت کی طرف سے بھیجا جانے والا درود و سلام سُنتے ہیں بلکہ اس کا جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ما من مسلم سلم عليّ في شرق و لا غرب، إلا أنا و ملائكة ربي نرد عليه السلام۔(۱)

’’مشرق و مغرب میں جو مسلمان بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے میں اور میرے رب کے فرشتے اُس کے (بھیجے ہوئے) سلام کا جواب دیتے ہیں۔‘‘

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے ایک اور روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ما من أحد يسلم عليّ إلا ردّ الله عليّ روحي حتى أرد عليه السلام۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ۶: ۳۴۹
۲۔ مقریزی، إمتاع الاسماع، ۱۱: ۵۹
۳۔ ابن قیم، جلاء الافہام: ۱۸، رقم: ۱۹
۴۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیعا: ۱۵۶

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۲۱۸، کتاب المناسک، رقم: ۲۰۴۱
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۲۷
۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۴: ۸۴، رقم: ۳۱۱۶
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۴۵

←

’’جب بھی کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح واپس لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔‘‘

علامہ تقی الدین سبکیؒ ان روایات کے بارے میں فرماتے ہیں:

’’حدیث مذکورہ اس بات کو متضمن ہے کہ حضور ﷺ کی روح مقدسہ آپ ﷺ کے جسد اطہر کو لوٹا دی جاتی ہے اور بیشک آپ ﷺ (اُمتیوں کا) سلام سُنتے اور اس کا جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔‘‘(۱)

۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۲۱۷، رقم: ۱۵۸۱
۶۔ مناوی، فیض القدیر، ۵: ۴۶۷
۷۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۲: ۳۶۲، رقم: ۲۵۷۳
۸۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۱۶۲
۹۔ عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۴۸۸
۱۰۔ عسقلانی، تلخیص الحبیر، ۲: ۲۶۷
۱۱۔ اندلسی، تحفۃ المحتاج، ۲: ۱۹۰
۱۲۔ ابوطیب، عون المعبود، ۶: ۱۹، ۲۰
۱۳۔ زرقانی، شرح الموطا، ۴: ۳۵۷
۱۴۔ شوکانی، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، ۵: ۱۸۰
۱۵۔ ابن الجوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۲۳۳
۱۶۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارت خیر الانام: ۱۳۶
۱۷۔ مقریزی، اِمتاع الاسماع، ۱۰: ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸
۱۸۔ ابن قدامہ، المغنی، ۳: ۲۹۷، ۲۹۸
۱۹۔ فیروز آبادی، الصلات والبشر فی الصلاۃ علی خیر البشر ﷺ: ۱۰۳، ۱۰۴
۲۰۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۲۸۰
۲۱۔ سیوطی، الرسائل التسع: ۲۳۵
۲۲۔ سیوطی، الحاوی للفتاویٰ، ۲: ۲۶۴
۲۳۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ: ۱۵۴

(۱) سبکی، شفاء السقام فی زیارت خیر الانام: ۱۳۳

حدیثِ مبارکہ میں مذکور لفظ 'رَدّ' کا معنی سونپنا ہے، جیسا کہ امام راغب اَصفہانیؒ لکھتے ہیں:

و يقال: رددتُ الحكم في كذا إلى فلان: فَوَّضْتُهُ إليه۔ (۱)

''اور کہا جاتا ہے: میں نے فلاں چیز کے بارے میں فیصلہ فلاں کے سُپرد کر دیا۔''

قرآن پاک میں اس معنی کی تائید بایں الفاظ موجود ہے:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللهِ وَ الرَّسُوْلِ۔ (۲)

''پھر اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کرو تو اُسے (حتمی فیصلہ کے لئے) اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو۔''

اب حدیث شریف کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سلام بھیجنے والوں کو سلام کا جواب دینا رسول اللہ ﷺ کے سُپرد فرما دیتا ہے۔

ابراہیم بن شیبان بیان کرتے ہیں:

''میں حج سے فراغت پر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور میں نے روضۂ اَطہر کے پاس جا کر سلام عرض کیا تو حجرہ شریف کے اندر سے 'و **علیک السلام** (تم پر بھی سلامتی ہو)' کی آواز سُنی۔'' (۳)

سلیمان بن سحیم کہتے ہیں:

---

(۱) راغب اصفہانی، المفردات: ۳۴۹

(۲) القرآن، النساء، ۴: ۵۹

(۳) ۱۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ: ۱۶۰

۲۔ مقریزی، اِمتاع الاسماع، ۱۴: ۶۱۶

۳۔ سبکی نے 'شفاء السقام فی زیارت خیر الانام (ص: ۳۸)' میں یہ قول ابراہیم بن بشار کی طرف منسوب کیا ہے۔

''میں نے خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ لوگ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر آپ پر سلام بھیجتے ہیں، کیا آپ اُن کے سلام سمجھتے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں (سمجھتا ہوں) اور ان (کے سلام) کا جواب (بھی) دیتا ہوں۔'' (۱)

۸۔ ملائکہ کا بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں سلام پیش کرنا

حضور ﷺ کی شان ہے کہ خود بھی اپنے غلاموں کا درود و سلام سنتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرشتے ادباً حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ بیکس پناہ میں آپ ﷺ کی اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ جس طرح شاہِ وقت اور تخت پر جلوہ افروز بادشاہ اگر خود بھی سن رہا ہو یا سن چکا ہو تو قرینۂ ادب یہ ہے کہ خدامِ مجلس و دربار بات پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ فلاں نے عرض کیا، فلاں نے یہ عرض کیا ہے۔ اسی طرح فرشتوں کے پیش کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ خود نہیں سنتے یا فرشتوں کا سلام پیش فرمانا خود سننے کی نفی نہیں کرتا۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ ہر نیک و بد شخص کے ہر عمل سے بخوبی واقف ہے مگر کراماً کاتبین ہر ایک کا دفتر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کریں گے۔ اگر پیش کرنے کا مقصد خود علم و سماعت اور مشاہدہ کی نفی ہو تو پھر (معاذ اللہ) اس چیز کا اِلزام اللہ تعالیٰ کی طرف چلا جائے گا، کیونکہ اگر اللہ کو علم ہو اور مشاہدہ فرما رہا ہو تو پھر پیش فرمانے کی کیا ضرورت ہے!

پیش کرنا دو وجوہ سے ہوتا ہے:

۱۔ اُس بارگاہ کے علوِ مرتبت (بلند رتبہ) کے آداب کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ

---

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۴۹۱، رقم: ۴۱۶۵

۲۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارت خیر الانام: ۳۸

۳۔ مقریزی، امتاع الاسماع، ۱۰: ۳۰۸

۴۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ: ۱۶۰

درخواستیں، اِلتجائیں، نیازیں، درود و سلام، عبادتیں اور تحفے پیش کرنے والا کوئی خادم مقرر ہو۔

۲۔ دوسرا سبب یہ ہے پیش کرنے سے ریکارڈ بنتا ہے اور اُس کے دفتر قائم ہوتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلی عليّ فی یوم الجمعة و لیلة الجمعة، قضی الله له مائة حاجة: سبعین من حوائج الآخرة و ثلاثین من حوائج الدنیا، ثم یوکل الله بذالک ملکًا یدخله فی قبری کما یدخل علیکم الهدایا، یخبرنی من صلی عليّ باسمه و نسبه إلی عشیرته، فأثبته عندی فی صحیفة بیضاء۔(۱)

''جو شخص مجھ پر جمعہ کے روز اور جمعہ کی رات درود پڑھے اللہ اُس کی سو حاجتیں پوری کرتا ہے، ستر آخرت کی اور تیس دُنیا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو کہ میری قبر میں درود اس طرح پیش کرتا ہے جس طرح تمہیں ہدیے پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ مجھے اُس آدمی کے نام و نسب کی اُس کے خاندان سمیت خبر دیتا ہے، پس میں اُسے اپنے پاس سفید صحیفے میں ثبت (ریکارڈ) کر لیتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ کے حضور اعمال پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے وہ اعمال تحریری طور پر ثبوت کی شکل میں دکھائے جائیں گے۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں

(۱) ا۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳:۱۱۱، رقم:۳۰۳۵

۲۔ فیروز آبادی، الصلات و البشر فی الصلاۃ علی خیر البشر ﷺ:۷۷

۳۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، ۵:۲۱۹

۴۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۷:۳۷۲

۵۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ:۱۵۶

اُمت کے سلام اور اعمال پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ ملاحظہ فرما کر خوش ہوں۔ لہٰذا درود و سلام کے دلائل اور تحریریں بھی قیامت کے دن نامۂ اعمال میں رکھی جائیں گی، اور یہ اعمال حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے۔ اور کسی کا عمل اگر کم رہ جائے گا تو اُس کے بھیجے ہوئے درود و سلام کی تحریر رکھنے سے اُس کے عمل کی کمی پوری ہو جائے گی۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن لله ملائكة سيّاحين في الأرض، يبلغوني من أمتي السلام۔(۱)

---

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، ۳:۴۳، کتاب السہو، رقم: ۱۲۸۲

۲۔ نسائی، عمل الیوم واللیلہ: ۱۶۷، رقم: ۶۶

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۸۷، ۴۴۱، ۴۵۲

۴۔ دارمی، السنن، ۲:۴۰۹، رقم: ۲۷۷۴

۵۔ بزار، المسند، ۵:۳۰۷، ۳۰۸، رقم: ۱۹۲۴، ۱۹۲۵

۶۔ ابویعلی، المسند، ۹:۱۳۷، رقم: ۵۲۱۳

۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۳:۱۹۵، رقم: ۹۱۴

۸۔ عبدالرزاق، المصنف، ۲:۲۱۵، رقم: ۳۱۱۶

۹۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۲:۲۵۳، رقم: ۸۷۰۵

۱۰۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۱۶، رقم: ۳۱۷۲۱

۱۱۔ شاشی، المسند، ۲:۲۵۲، رقم: ۸۲۵

۱۲۔ حاکم، المستدرک، ۲:۴۲۱، رقم: ۳۵۷۶

۱۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰:۲۱۹، ۲۲۰، رقم: ۱۰۵۲۸۔۱۰۵۳۰

۱۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۲۱۸، رقم: ۱۵۸۲

۱۵۔ بغوی، شرح السنہ، ۳:۱۹۷، رقم: ۶۸۷

۱۶۔ ابوبکر بغدادی، الفصل للوصل المدرج، ۲:۶۶۸، ۷۶۹

۱۷۔ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، ۱:۱۷۹، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۹۲۴ ←

’’اللہ ﷻ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر پھرتے رہتے ہیں اور میری اُمت کی طرف سے جو سلام بھیجا جاتا مجھے پہنچاتے ہیں۔‘‘

ابن حبان کی بیان کردہ روایت کی اسناد امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہیں اور اس کے رِجال ثقہ ہیں۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ ابن قیم نے اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے۔

۲۔ حضرت یزید رقاشی ؓ فرماتے ہیں:

إنّ ملکاً موکل یوم الجمعۃ، من صلی علی النبی ﷺ، یُبلغ النبی ﷺ یقول: إن فلاناً مِن أمتک صلّی علیک۔(۱)

’’بیشک ایک فرشتہ جمعہ کے روز اس اَمر پر مامور ہوتا ہے کہ جو کوئی بھی نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھتا ہے وہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اس کا درود پہنچاتا ہے (اور) کہتا ہے: کہ آپ کی اُمت میں سے فلاں آدمی نے آپ پر درود بھیجا ہے۔‘‘

۱۸۔ ہیثمی، موارد الظمآن: ۵۹۴، رقم: ۲۳۹۲

۱۹۔ مقریزی، امتاع الاسماع، ۱۰: ۳۰۶، ۳۰۷

۲۰۔ مقریزی، اِمتاع الاسماع، ۱۱: ۶۰

۲۱۔ ابن قیم، جلاء الافہام: ۲۳، رقم: ۳۶

۲۲۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۵۱۵

۲۳۔ فیروز آبادی، الصلات والبشر فی الصلاۃ علی خیر البشر: ۱۰۸

۲۴۔ نبہانی، صلوات الثناء علی سید الانبیاء ﷺ: ۲۳

(۱) ۱۔ ابن اسحاق ازدی، فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ: ۴۲، رقم: ۲۷

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۲: ۲۵۳، رقم: ۸۶۹۹

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۶، رقم: ۳۱۷۹۲

۴۔ مقریزی، اِمتاع الاسماع، ۱۱: ۷۰، ۷۱

۵۔ ابن قیم، جلاء الأفہام: ۶۴، رقم: ۱۱۰

۳۔ حضرت ابوہریرہ ﷜ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلّی علیّ عند قبری سمعتُه، و من صلّی علیّ نائیًا أبلغته۔(۱)

”جو شخص میری قبر پر (آکر) مجھ پر درود بھیجتا ہے میں اُسے خود سنتا ہوں، اور جو کوئی دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔“

۴۔ حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أکثر وا علیّ من الصلاۃ فی کل یوم جمعة، فإنّ صلاۃ أمتی تُعرَض علیّ فی کلِّ یوم جمعة، فمن کان أکثرھم علیّ صلاۃ کان أقربھم منی منزلة۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۲۱۸، رقم:۱۵۸۳
۲۔ مناوی، فیض القدیر، ۶:۱۷۰
۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۶:۴۸۸
۴۔ سیوطی، شرح علی سنن النسائی، ۴:۱۱۰
۵۔ مقریزی، إمتاع الاسماع، ۱۰:۳۰۶
۶۔ مقریزی، اِمتاع الاسماع، ۱۱:۵۹
۷۔ ہندی، کنز العمال، ۱:۴۹۲، رقم:۲۱۶۵
۸۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲:۲۸۰

(۲) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳:۱۱۰، رقم:۳۰۳۲
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۲۴۹، رقم:۵۷۹۱
۳۔ دیلمی، فردوس الاخبار، ۱:۸۱، رقم:۲۵۰
۴۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۲:۳۲۸، رقم:۲۵۸۳
۵۔ ابوطیب، عون المعبود، ۴:۲۷۲
۶۔ سبکی، شفاء السقام فی زیارت خیر الانام:۱۳۶
۷۔ مقریزی، اِمتاع الاسماع، ۱۱:۶۶
۸۔ ابن قیم، جلاء الافہام:۴۰، رقم:۵۶
۹۔ فیروز آبادی، الصلات والبشر فی الصلاۃ علی خیر البشر:۷۵ ←

’’ہر جمعہ کے روز مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھو، بیشک میری اُمت کا درود ہر جمعہ کے دن مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، پس جس نے مجھ پر کثرت سے درود بھیجا وہ مرتبہ کے اِعتبار سے سب سے بڑھ کر میرے قریب ہوگا۔‘‘

فیروز آبادی کا کہنا ہے کہ اس روایت کی اِسناد جید اور رِجال ثقہ ہیں۔ سخاوی کا کہنا ہے کہ بیہقی نے یہ روایت حسن سند کے ساتھ بیان کی ہے۔

۹۔ اُمتیوں کے درود و سلام کا بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں خود پہنچنا

یہ بھی تاجدارِ کائنات ﷺ کے برزخی خصائص میں سے ہے اُمتی جہاں کہیں بھی ہوں اُن کی طرف سے پیش کیا جانے والا درود و سلام بلاواسطہ خود بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں پہنچتا ہے۔ اس کے لئے احادیث میں تَبلُغُنِي، فَتَبلُغُنِي، يَبْلُغنِي، فَسَيَبْلُغنِي وغیرہ جیسے الفاظ وارد ہوئے ہیں، جو کہ معروف کے صیغے ہیں مجہول کے نہیں، اور اِن صیغوں کا فاعل صلاتکم اور سلامکم خود ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل روایات سے ظاہر ہے:

۱۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما اپنے دادا حضرت علی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

و صلّوا عليّ، و سلّموا حيثما كنتم، فَسَيَبْلُغُنِي سلامكم و صلاتكم۔(۱)

۱۰۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع: ۱۵۸

۱۱۔ ہندی، کنز العمال، ۱: ۴۸۸، رقم: ۲۱۴۱

(۱) ۱۔ ابن اسحاق ازدی، فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ: ۳۵، رقم: ۲۰

۲۔ ابن کثیر کی ’تفسیر القرآن العظیم (۳: ۵۱۵)‘ میں بیان کردہ روایت میں فَسَيَبْلُغُنِي کی بجائے فَتَبلُغُنِي کا لفظ بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ عسقلانی نے بھی ’لسان المیزان (۲: ۱۰۶)‘ میں فَتَبلُغُنِي کا لفظ ذکر کیا ہے۔

۴۔ ہندی نے ’کنز العمال (۱: ۴۹۸، رقم: ۲۱۹۹)‘ میں لکھا ہے کہ اِسے حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے۔

''اور تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود و سلام بھیجتے رہا کرو، (کیونکہ) تمہارے درود و سلام مجھ تک (خود) پہنچتے ہیں۔''

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

صلّوا عليّ، فإنّ صلاتكم تبلُغنِي حيث كنتم۔(۱)

''مجھ پر درود بھیجتے رہو، بے شک تمہاری طرف سے بھیجے گئے درود (خود) مجھ تک پہنچتے ہیں خواہ تم کہیں بھی ہو۔''

۳۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما اپنے دادا حضرت علی ﷺ سے ہی ایک اور روایت نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

فإن تسليمكم يَبْلُغنِي أين ما كنتم۔(۲)

''پس تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارے سلام مجھ تک (خود) پہنچتے ہیں۔''

---

(۱) ۱۔ ابو داؤد، السنن، ۲:۲۱۸، کتاب المناسک، رقم:۲۰۴۲
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۶۷
۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۲:۱۵۰، رقم:۷۵۴۲
۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸:۸۲، ۸۳، رقم:۸۰۳۰
۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳:۴۹۱، رقم:۴۱۶۲
۶۔ مقریزی، إمتاع الاسماع، ۱۱:۵۹، ۷۱
۷۔ ابن قیم، جلاء الافہام:۴۲، رقم:۶۱
۸۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳:۵۱۵
۹۔ عسقلانی، فتح الباری، ۶:۴۸۸

(۲) ۱۔ ابو یعلیٰ، المسند، ۱:۳۶۱، رقم:۴۶۹
۲۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۲:۴۹، رقم:۴۲۸
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴:۳
۴۔ عسقلانی، لسان المیزان، ۲:۱۰۶

۴۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

صلّوا عليّ، و سلّموا، فإن صلاتكم و سلامكم يَبْلُغُنِي أين ما كنتم۔(۱)

’’مجھ پر درود و سلام بھیجتے رہا کرو، بیشک تمہارے درود و سلام (خود) مجھ تک پہنچتے ہیں اگرچہ تم جہاں بھی ہو۔‘‘

۵۔ سیدنا حسن بن حسن بن علی ﷺ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

حيثما كنتم فصلوا عليّ، فإن صلاتكم تَبْلُغُنِي۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ابو یعلی، المسند، ۱۲:۱۳۱، رقم: ۶۷۶۱

۲۔ ابن قیم، جلاء الافہام: ۴۲، رقم: ۶۰

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۳:۸۲، رقم: ۲۷۲۹

۲۔ طبرانی نے ’المعجم الاوسط (۱:۲۳۸، رقم: ۳۶۷)‘ میں راوی کا نام حسین بن حسن بن علی ﷺ لکھا ہے۔

۳۔ احمد بن حنبل نے ’المسند (۲:۳۶۷)‘ میں ان الفاظ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت لی ہے۔

۴۔ دولابی، الذریۃ الطاہرہ: ۷۳، رقم: ۱۹۹

۵۔ عبد الرزاق نے ’المصنف (۳:۵۷۷، رقم: ۶۷۲۶)‘ میں اسے ذرا مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۶۔ منذری نے ’الترغیب و الترہیب (۲:۳۶۲)‘ میں کہا ہے کہ اسے طبرانی نے ’المعجم الکبیر‘ میں حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۷۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰:۱۶۲

۸۔ ابن قیم، جلاء الافہام: ۴۲، رقم: ۶۱

۹۔ عسقلانی، لسان المیزان، ۲:۱۰۶

۱۰۔ مناوی، فیض القدیر، ۳:۴۰۰

’’تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود بھیجتے رہا کرو، بیشک تمہارے درود مجھ تک پہنچتے ہیں۔‘‘

۶۔ سیدنا حسن بن حسین رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

و صلّوا عليّ، فإن صلاتکم تبلُغني حيثما کنتم۔(۱)

’’اور مجھ پر درود بھیجتے رہا کرو، بیشک تمہارے درود (خود) مجھ تک پہنچتے ہیں اگرچہ تم جہاں بھی ہو۔‘‘

روایات میں تطبیق

یہاں ذہنوں میں یہ اِشکال پیدا ہوتا ہے کہ بعض احادیث میں کہا گیا کہ مقرر کردہ فرشتہ بارگاہِ نبوت میں درود و سلام پہنچاتا ہے، جبکہ بعض میں یہ مذکور ہے کہ درود و سلام بلا واسطہ حضور نبی اکرم ﷺ تک خود پہنچتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قریب سے سلام بھیجنے والے کا سلام حضور ﷺ بنفسِ نفیس سماعت فرماتے ہیں اور یہ درحقیقت تقاضائے ادب ہے کہ جو بارگاہِ نبوی میں خود حاضر ہو کر سلام پیش کرے اُس کا سلام آپ ﷺ خود سماعت فرمائیں اور دور سے بھیجنے والے کا سلام بذریعہ فرشتہ آپ ﷺ تک پہنچایا جائے۔ لیکن اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ دور سے درود و سلام بھیجنے والے کا درود و سلام سن نہیں سکتے اور نہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ آپ ﷺ (معاذ اللہ) سننے سے قاصر ہیں۔ جس طرح فرشتہ بھی قبرانور کے پاس متعین ہے (جیسا کہ پیچھے حدیث مبارکہ میں بیان ہو چکا ہے) اسی طرح حاضری دینے والے اُمتی کو بھی یہ شرف نصیب ہے۔ یہ آقا ﷺ کی شفقت و محبت ہے کہ جب اُمتی بھی بارگاہ تک خود

(۱) ۱۔ ابن اسحاق ازدی، فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ: ۴۵، رقم: ۳۰
۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۲: ۱۵۰، رقم: ۷۵۴۲
۳۔ عبد الرزاق نے ’المصنف (۳: ۱۷، رقم: ۴۸۳۹)‘ میں یہ روایت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔

پہنچ گیا تو جو سلام یہاں سے کھڑے ہو کر فرشتے نے پیش کرنا تھا تو کیوں نہ وہ خود اپنا سلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرے! اُمتی کو دل شکنی سے بچانے کے لئے یہ اِضافی شرف عطا کیا جاتا ہے کہ اب تم اُسی جگہ پہنچ گئے ہو جہاں سے کھڑے ہو کر فرشتے نے مجھے پیش کرنا تھا، لہٰذا اب یہاں کھڑے ہو کر بلاواسطہ خود پیش کرو، یہاں کسی فرشتے کی ضرورت نہیں رہی۔

دور سے پیش کرنے والے کا سلام فرشتہ اِس لئے پیش کرتا ہے کہ بتقاضائے ادب دُور سے آواز دینے سے منع فرمایا گیا، جیسا کہ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○(۱)

’’اے ایمان والو! اپنی آواز کو پیغمبر (ﷺ) کی آواز سے بلند نہ کیا کرو (نہ آواز میں تیزی ہو نہ بلندی ہو) اور اُن سے اِس طرح زور سے نہ بولو جیسے آپس میں زور سے بولتے ہو (یہ بات ادب کے خلاف ہے، دیکھو) کہیں تمہارے اعمال (تمہاری نادانی سے) ضائع نہ ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو○‘‘

بے شک حضور ﷺ قریب کی طرح دُور سے بھی سنتے ہیں، لیکن سلیقۂ ادب یہ ہے کہ دُور سے پیش کیا گیا درود و سلام پہلے فرشتے کے پاس آئے اور پھر فرشتہ اُسے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش کرے۔

ثانیاً اگر بالفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ حضور ﷺ دور سے نہیں سنتے اور صرف قریب سے سنتے ہیں، تو اس سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ میں قوتِ سماعت ہے یا نہیں۔ یہاں حیات اور عدمِ حیات کا سوال بھی سامنے آتا ہے۔ اگر جسمانی حیات ہی نہیں ہے تو پھر قریب اور بعید برابر ہو گیا، نہ قریب سے پڑھنے والے کا سننا ممکن رہا اور

(۱) القرآن، الحجرات، ۴۹:۲

نہ دُور سے پڑھنے والے کا سننا، کیونکہ قریب والے کا بھی تب ہی سن سکتے ہیں کہ حیات بعد اَز وفات اور قوتِ سماعت ہو۔ لہٰذا حیات اور قوتِ سماعت ثابت ہوگئی خواہ قریب سے پڑھنے والے کا سلام ہی سنا۔

اِس طرح ایک جزو طے ہوگیا کہ جب سن رہے ہیں تو ثابت ہوا کہ جسمانی وفات حیاتُ النبی ﷺ پر اثر انداز نہیں ہوئی کیونکہ سننا حیات کی علامت ہے۔ ہم یہ نہیں کہ سکتے کہ (معاذ اللہ) موت نے سماعت ختم تو نہیں کی مگر کم کر دی ہے، اس لئے قریب سے سن سکتے ہیں دور سے نہیں سن سکتے (استغفر اللہ)۔ یہ ممکن ہی نہیں کیونکہ ایک ہی صورت ہوگی: یا سماعت ہوگی یا نہیں ہوگی۔ لہٰذا ایک مسئلہ حل ہوگیا کہ جب آپ ﷺ قریب سے سن سکتے ہیں تو پھر حیات ہیں۔ رہ گیا یہ اعتراض کہ دُور سے کیوں نہیں سنتے، تو اس کا سبب بعد (دُوری) نہیں بلکہ ادب ہے۔ علاوہ ازیں حضور ﷺ کا نزدیک و دور سے سننا بھی آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے، آپ ﷺ دُور سے اُسی طرح سنتے و دیکھتے ہیں جس طرح قریب سے سنتے اور دیکھتے ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

إني أرى ما لا ترون، و أسمع ما لا تسمعون۔(۱)

”میں وہ کچھ بھی دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے، اور میں وہ کچھ بھی سنتا ہوں جو تم

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۱۴۵، ابواب الزہد، رقم: ۲۳۱۲
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۴: ۵۰۵، کتاب الزہد، رقم: ۴۱۹۰
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۷۳
۴۔ بزار، المسند، ۹: ۳۵۸، رقم: ۳۹۲۵
۵۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۵۱۰، رقم: ۳۸۸۳
۶۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۵۴۴، ۵۷۹، رقم: ۸۶۳۳، ۸۷۲۶
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۵۲
۸۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ۲: ۲۳۶
۹۔ البانی، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، ۴: ۲۹۹، رقم: ۱۷۲۲

نہیں سنتے۔‘‘

ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے، جبکہ ابن ماجہ کی بیان کردہ روایت حسن ہے۔

جب حضور ﷺ کا دیکھنا اور سننا ان جگہوں کے لئے بھی ثابت ہے جہاں ہماری محدود سماعت و بصارت پہنچنے سے قاصر ہے تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ قریب سے سننے کی طرح دُور سے سننا بھی ثابت ہے، جس طرح حدیثِ مبارکہ میں ہے اور متفق علیہ فضائل و خصائص میں سے ہے کہ آپ ﷺ اپنے پیچھے بھی اُسی طرح دیکھتے جیسے آگے دیکھتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

فو الذی نفسی بیده! إنی لأراکم من خلفی کما أراکم من بین یدی۔(۱)

’’قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! میں تم کو پیچھے سے بھی اُسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح سامنے سے دیکھتا ہوں۔‘‘

عام انسانوں کی بصارت کی حدود و قیود ہیں، کوئی بھی شخص صرف سامنے دیکھ سکتا ہے، پیچھے نہیں دیکھ سکتا۔ مگر حضور ﷺ پر حیاتِ ظاہری میں دور و نزدیک اور آگے پیچھے کی حد نہ تھی اور آپ ﷺ کے احادیث میں مروی خصائص سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ پیچھے بھی دیکھتے تھے، دُور سے سنتے تھے اور آپ ﷺ کا رُعب اور آواز بھی دُور تک جاتی تھی۔ لہٰذا جب حیاتِ ظاہری میں یہ سب باتیں آپ ﷺ کے خصائص میں شامل تھیں تو وفات کے

---

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، ۲: ۶۹، کتاب الامامہ، رقم: ۸۱۴
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۱: ۲۸۸، رقم: ۸۸۷
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۷۹، ۴۴۹
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۶۸، ۲۸۶
۵۔ ابو یعلیٰ، المسند، ۶: ۴۶، ۲۲۸، رقم: ۳۲۹۱، ۳۵۱۴

بعد جب حضور ﷺ کی حیات ثابت ہوئی تو پھر اُنہی خواص، تاثیرات و علامات اور خصائص و قوتوں کے ساتھ متحقق ہوگئی جو قبل اَز وفات تھیں، کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ بعد اَز وفات حیات تو ثابت ہو اور مع علامات و خواص ثابت نہ ہو کہ اُنہی خواص کے اجتماع کا نام ہی تو حیات ہے۔ اس لئے جب سماعت و بصارت ثابت ہوئی تو اُسی شان سے ثابت ہوئی جس شان سے وفات سے پہلے سماعت و بصارت ثابت تھیں، جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

۱۔ إن اللہ زویٰ لیَ الأرض، فرأیت مشارقھا و مغاربھا۔(۱)

’’اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا، پس میں نے اُسے شرق تا غرب تمام اَطراف سے دیکھ لیا۔‘‘

ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے، جبکہ ابن ماجہ کی بیان کردہ روایت صحیح ہے۔

۲۔ إن اللہ ﷻ قد رفع لی الدنیا، فأنا أنظر إلیھا و إلی ما ھو کائن فیھا إلی یوم القیامۃ، کأنما أنظر إلی کفی ھذہ۔(۲)

’’بیشک اللہ نے دنیا میرے سامنے کر دی ہے، پس میں اُسے اور اُس میں

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۲۱۵، ۲۲۱۶، کتاب الفتن و اشراط الساعۃ، رقم: ۲۸۸۹
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۴۶۲، ابواب الفتن، رقم: ۲۱۷۶
۳۔ ابو داؤد، السنن، ۴: ۹۷، کتاب الفتن والملاحم، رقم: ۴۲۵۲
۴۔ ابن ماجہ، السنن، ۴: ۳۶۹، کتاب الفتن، رقم: ۳۹۵۲
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۷۸، ۲۸۴
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۱۰۹، رقم: ۶۷۱۴
۷۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۱۱، رقم: ۳۱۶۹۴

(۲) ۱۔ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ۶: ۱۰۱
۲۔ قسطلانی، المواھب اللدنیہ، ۳: ۵۵۹
۳۔ زرقانی، شرح المواھب اللدنیہ، ۱۰: ۱۲۳

قیامت تک ہونے والے اَحوال و واقعات ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی اِس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔‘‘

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جو روئے زمین کے سب درود و سلام سن کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے۔ لہٰذا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس خادم فرشتے کو بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں مقرر کر رکھا ہے اُسے تو یہ قوت ہے کہ وہ ساری زمین کے پیش کرنے والوں کے درود و سلام دور سے بھی سن لیتا ہے، اور جس مخدوم کے لئے خادم مقرر ہے اُسے یہ سماعت حاصل نہ ہو حالانکہ اس اُمتی کو یہ سماعت ملی بھی حضور ﷺ کے تصدق سے ہے تاکہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں یہ اَدب بجالا سکے۔ اس لئے یہ کہنا گستاخی اور بے ادبی ہے کہ خادم اور اُمتی تو ساری روئے زمین سے دور دراز کے درود و سلام سن رہا ہے اور مخدوم پیغمبر جس کی بارگاہ کا وہ خادم ہے اُسے سماعت کی یہ قوت حاصل نہیں۔ لہٰذا صحیح عقیدہ یہ ہے کہ فرشتے کا دور والوں کا سلام پیش کرنا (معاذ اللہ) حضور ﷺ کے نقصِ سماعت کی وجہ سے نہیں بلکہ کمال اَدب کی وجہ سے ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

إن لله تبارک و تعالیٰ ملکا أعطاه أسماع الخلائق، فهو قائم علي قبري إذا مُتُّ، فليس أحد يصلي عليّ صلاة إلا قال: يا محمد! صلي عليک فلان ابن فلان۔ قال: فيُصَلي الرَّبُّ تبارک و تعالیٰ علي ذٰلک الرجل بكل واحدة عشرًا۔(۱)

’’اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں ایک ایسا فرشتہ ہے جسے اُس نے تمام مخلوق کی آوازیں سننے کی قوت عطا فرمائی ہے۔ جب میں اِس ظاہری دنیا سے پردہ کرلوں گا تو وہ میری قبر پر ٹھہرا رہے گا۔ پس جو کوئی مجھ پر درود بھیجے گا تو وہ عرض کرے گا: یا محمد (صلی اللہ علیک و سلم)! فلاں بن فلاں آپ پر درود بھیجتا ہے۔ فرمایا: پس اُس

(۱) ابن قیم، جلاء الافہام: ۵۱، ۵۲، رقم: ۸۳

درود بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ ایک کے بدلے دس رحمتیں بھیجتا ہے۔‘‘

بزار نے یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ درج کی ہے:

عن ابن الحميري، قال: سمعتُ عمار بن ياسر يقول: قال رسول الله ﷺ: إن الله وكل بقبري ملكا أعطاه أسماع الخلائق، فلا يصلي عليّ أحد إلى يوم القيامة إلا أبلغني باسمه و اسم أبيه: هذا فلان بن فلان قد صلى عليك۔(۱)

’’ابن حمیری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار بن یاسر ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہوا ہے، جسے اُس نے تمام مخلوق کی آوازیں سننے کی قوت عطا فرمائی ہے۔ پس قیامت تک جو کوئی بھی مجھ پر درود بھیجے گا تو وہ (فرشتہ) اُس کا اور اُس کے والد کا نام مجھ تک پہنچائے گا: فلاں بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے۔‘‘

اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ دور و نزدیک ہر جگہ سے اپنے اُمتیوں کی طرف سے پیش کیا جانے والا درود و سلام سنتے ہیں۔ فرشتہ صرف از روئے ادب آپ ﷺ کی بارگاہ میں اُمتیوں کی طرف سے پیش کیا جانے والا درود و سلام پہنچاتا ہے، ورنہ آپ ﷺ تک تمام اُمتیوں کی درود و سلام کی آواز پہنچتی ہے۔

حضرت ابو درداء ﷺ روایت کرتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ: أكثروا الصلوة عليّ يوم الجمعة فإنه يوم مشهود تشهده الملائكة، ليس من عبد يصلي عليّ إلا بلغني

---

(۱) ۱۔ بزار، المسند، ۴: ۲۵۵، رقم: ۱۴۲۵
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۱۶۲
۳۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۶: ۴۱۶
۴۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۲۸۰

صوته حيث كان۔ قلنا: و بعد وفاتک؟ قال: و بعد وفاتي، إن الله ﷻ حرم على الأرض أن تاكل أجساد الأنبياء۔(۱)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، بے شک جمعہ کا دن یومِ مشہود ہے (کیونکہ) اس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ جو آدمی مجھ پر درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کسی جگہ پڑھے۔ ہم نے عرض کیا: (یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا) آپ کی وفات کے بعد بھی (یہ عمل جاری رکھیں)؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (ہاں)، میری وفات کے بعد بھی (یہ عمل جاری رکھو کیونکہ) بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔‘‘

اس حدیثِ مبارکہ نے اِس اَمر کی وضاحت کر دی کہ حضور نبی اکرم ﷺ اُمتیوں کی طرف سے پیش کیا جانے والا درود و سلام خود سنتے ہیں اور اُمتی کی آواز خود حضور نبی اکرم ﷺ تک پہنچتی ہے، کسی پہنچانے والے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر (معاذ اللہ) حضور ﷺ کو قوتِ سماعت حاصل نہ ہوتی اور خود سننے کی بجائے فرشتے نے ہی پہنچانا ہوتا تو صحابہ کرام ﷺ کو یہ سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی کہ (جس طرح حیاتِ مبارکہ میں یہ کیفیت ہے) کیا وفات کے بعد بھی یہی کیفیت رہے گی؟

۱۰۔ اَحوالِ اُمت کا علم ہونا

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اُمورِ غیبیہ کا علم عطا فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کو اپنی

(۱) ۱۔ ابن قیم نے ’جلاء الافہام (ص:۶۳، رقم: ۱۰۸)‘ میں کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔
۲۔ ہیتمی، الدر المنضود فی الصلاۃ و السلام علی صاحب المقام المحمود: ۱۱۷
۳۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع: ۱۵۸، ۱۵۹
۴۔ نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین: ۷۱۳

اُمت کے جمیع اَحوال کا علم ہے، اسی لئے آپ ﷺ اپنی اُمت میں سے درود بھیجنے والے افراد کو بھی جانتے اور پہچانتے ہیں۔

۱۔ حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلی علیّ فی یوم جمعة و لیلة جمعة مائة من الصلوة، قضی اللہ له مائة حاجة: سبعین من حوائج الآخرة و ثلاثین من حوائج الدنیا، وکل اللہ بذالک ملکا یدخله علی قبری کما تدخل علیکم الهدایا، إن علمی بعد موتی کعِلمی فی الحیاة۔(۱)

''جو آدمی مجھ پر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات سو بار درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری کرتا ہے، جس میں سے ستر آخرت میں اور تیس دُنیا میں (پوری ہوتی ہیں)۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر فرما دیتا ہے، وہ فرشتہ اس درود کو میری قبر پر اس طرح پیش کرتا ہے جیسے تمہیں ہدیے پیش کئے جاتے ہیں۔ بیشک میرا علم میری موت کے بعد بھی ایسا ہی ہے جیسے میرا علم (میری ظاہری) زندگی میں ہے۔''

اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کا علم آج بھی بالکل اُسی طرح ہے جس طرح کہ ظاہری حیاتِ مبارکہ میں تھا اور علم حیات کے بغیر ممکن نہیں۔ اس کی تائید 'حیاتی خیر لکم و موتی خیر لکم (میری حیات بھی تمہارے لئے خیر ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے خیر ہے)' والی روایت سے ہوتی ہے جن میں اُمت کے اعمال حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کئے جانے کا ذکر ہے۔(۲)

۲۔ افضل الرسل احمدِ مجتبیٰ حبیبِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نہ صرف اُمت کے

---

(۱) سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۲۸۰

(۲) یہ روایات ہم اسی باب میں 'حیات و وِصال کا اُمت کیلئے موجبِ خیر ہونا' کے موضوع کے تحت بالتفصیل ذکر کر چکے ہیں۔

احوالِ پریشاں کا علم ہے بلکہ آپ ﷺ اُنہیں دیکھتے بھی ہیں، جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كنتُ أدخل بيتي الذي فيه رسول الله ﷺ و أبي واضع ثوبي، فأقول: إنما هو زوجي و أبي، فلما دفن عمر معهما، فو الله! ما دخلت إلا و أنا مشدودة علي ثيابي حياء من عمر۔(۱)

''میں اپنے حجرے میں داخل ہوتی تھی جس میں نبی اکرم ﷺ اور میرے والد مدفون تھے تو پردے کا اہتمام نہ کرتی تھی اور کہتی تھی: یہ میرے خاوند اور (دوسرے) میرے والد ہیں، مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ دفن کیا گیا تو خدا کی قسم اس کے بعد میں عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کے سبب پردے کا اہتمام کرتی ہوں۔''

ہیثمی کا کہنا ہے کہ اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رِجال صحیح ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اِس بیان سے کہ جب تک حضور نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدفون تھے، میں بلا حجاب داخل ہو جاتی تھی؛ مگر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وہاں تدفین ہوئی تو اُن کے غیر محرم ہونے کی بناء پر پردے کا اہتمام فرمایا۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بعد از وصال روضۂ مبارک پر آنے والے زائرین کو دیکھتے ہیں۔ جب خلیفۂ رسول بعد از وفات زائرین کو پہچاننے کی اِستعداد رکھتے ہیں تو حضور ختمی مرتبت ﷺ تو بدرجہ اولیٰ اِس اِستعداد کے مالک ہیں۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ زیارت کرنے والی ذات کوئی معمولی ہستی نہیں بلکہ اُم المؤمنین

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶:۲۰۲
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳:۶۱، رقم:۴۴۰۲
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۶
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹:۳۷
۵۔ مقریزی، اِمتاع الاسماع، ۱۴:۶۰۷

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔(۱)

۱۱۔ درود بھیجنے والوں کے نام و نسب کا علم ہونا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلی علیّ فی یوم الجمعة و لیلة الجمعة، قضی اللہ له مائة حاجة: سبعین من حوائج الآخرة و ثلاثین من حوائج الدنیا، ثم یوکل اللہ بذالک ملکًا یدخله فی قبری کما یدخل علیکم الهدایا، یخبرنی من صلی علیّ باسمه و نسبه إلی عشیرته، فأثبته عندی فی صحیفة بیضاء۔(۲)

’’جو شخص مجھ پر جمعہ کے روز اور جمعہ کی رات درود پڑھے اللہ اُس کی سو حاجتیں پوری کرتا ہے، ستر آخرت کی اور تیس دُنیا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو کہ میری قبر میں درود اس طرح پیش کرتا ہے جس طرح تمہیں ہدیے پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ مجھے اس آدمی کے نام اور نسب کی اس کے خاندان سمیت خبر دیتا ہے، پس میں اُسے اپنے پاس سفید صحیفے میں ثبت (ریکارڈ) کر لیتا ہوں۔‘‘

(۱) اس موضوع پر مزید تفصیل اور واقعات جاننے کے لئے ہماری کتاب ’عقیدۂ توسل‘ کے باب پنجم، فصل سوم کا مطالعہ خالی اَز اِفادہ نہ ہوگا۔

(۲) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳:۱۱۱، رقم:۳۰۳۵

۲۔ فیروز آبادی، الصلات والبشر فی الصلاۃ علی خیر البشر ﷺ:۷۷

۳۔ سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، ۵:۲۱۹

۴۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۷:۳۷۲

۵۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ:۱۵۶

۱۴۔ روضۂ اقدس پر ستر ہزار ملائکہ کی حاضری

حضور ﷺ کے روضۂ اقدس کا آج بھی ملائکہ قطار اندر قطار طواف کرتے ہیں۔ وہ باجماعت اُتر کر آقا ﷺ کے دربارِ رحمت آثار میں اِحترام و عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں اور اَنوار و تجلیات کی چادر سے ہر چیز ڈھانپ دیتے ہیں۔

نبیہ بن وہب بیان کرتے ہیں کہ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو اِثنائے گفتگو ذِکرِ رسول ﷺ چھڑ گیا۔ اِس دوران میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا:

ما من فجر يطلع إلا نزل سبعون ألفا من الملائكة حتى يحفوا بالقبر، يضربون بأجنحتهم و يصلون على النبي ﷺ حتى إذا أمسوا عرجوا، و هبط سبعون ألف ملك يحفون بالقبر و يضربون بأجنحتهم و يصلون على النبي ﷺ سبعون ألفا بالليل و سبعون ألفا بالنهار۔ و حتى إذا انشقت عنه الأرض خرج في سبعين ألفا من الملائكة يوقرونه ﷺ۔(۱)

---

(۱) ۱۔ قرطبی، التذکرہ فی اُمور اَحوال الموتی و اُمور الآخرہ:۲۱۳،۲۱۴، باب فی بعث النبی ﷺ من قبرہ
۲۔ دارمی نے 'السنن (۱:۵۷، رقم:۹۴)' میں اِسے مختصراً ذکر کیا ہے۔
۳۔ نجاد، الرد علی من یقول القرآن الخلوق:۶۳، رقم:۸۹
۴۔ ابن حبان، العظمہ،۳:۱۰۱۸،۱۰۱۹، رقم:۵۳۷
۵۔ ابن اسحاق ازدی، فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ:۹۲، رقم:۱۰۱
۶۔ بیہقی، شعب الایمان،۳:۴۹۲،۴۹۳، رقم:۴۱۷۰
۷۔ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء،۵:۳۹۰
۸۔ ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ:۸۳۳، رقم:۱۵۷۸
۹۔ ابن قیم، جلاء الافہام:۶۸، رقم:۱۲۹ ←

”ہر روز صبح سویرے ستر ہزار فرشتے (آسمان سے زمین پر) اُترتے ہیں، یہاں تک کہ قبرِ انور کو (اپنے پروں سے) ڈھانپ لیتے ہیں، وہ اپنے پَر (تبرکًا اُس سے) مَس کرتے اور حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، یہاں تک کہ جب شام ہوتی ہے تو وہ (آسمان کی طرف) لوٹ جاتے ہیں اور پھر (اُسی طرح دوسرے) ستر ہزار فرشتے قبرِ انور کو (اپنے پروں سے) ڈھانپ لیتے ہیں اور اپنے پَر (تبرکًا) اُس سے مس کرتے ہیں، اور ستر ہزار فرشتے رات کو اور ستر ہزار فرشتے دن کو حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اور یہاں تک کہ جب (روزِ محشر) آپ ﷺ (کی قبرِ انور) کی زمین شق ہو جائے گی تو آپ ﷺ (ایسے) ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں (وہاں سے) جلوہ افروز ہوں گے جو آپ ﷺ کی (عظمت و) توقیر کے ڈنکے بجا رہے ہوں گے۔“

یہی روایت اِن الفاظ کے ساتھ بھی منقول ہے:

ما من فجر يطلع إلا هبط سبعون ألف ملک يضربون القبر بأجنحتهم و يحفون به فيستغفرون له، و أحسبه قال: و يصلون عليه حتى يمسوا فإذا أمسوا عرجوا و هبط سبعون ألف ملک، يضربون القبر بأجنحتهم و يحفون به و يستغفرون له، و أحسبه قال: و يصلون عليه حتى يصبحوا، و كذالک حتى تكون الساعة، فإذا كان يوم القيامة خرج النبي ﷺ في سبعين ألف ملک۔ (۱)

۱۰۔ سمہودی، وفاء الوفاء، ۲: ۵۵۹

۱۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۴: ۶۲۵

۱۲۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۱۲: ۲۸۳، ۲۸۴

(۱) ۱۔ ابن مبارک، الزہد: ۵۵۸، رقم: ۱۶۰۰

۲۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۲۱۷

۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱۲: ۴۵۲، ۴۵۳

”ہر روز صبح سویرے ستر ہزار ملائکہ (آسمان سے زمین پر) اُترتے ہیں، وہ اپنے پَر (تبرکاً آپ ﷺ کی) قبرِ انور سے مس کرتے اور اُسے ڈھانپ لیتے ہین، پھر آپ ﷺ (کی اُمت) کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور میرا خیال ہے کہ راوی نے یہ کہا کہ وہ آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں یہاں تک کہ اُنہیں (اِسی حالت میں) شام ہو جاتی ہے اور جب شام ہوتی ہے تو وہ (آسمان کی طرف) لوٹ جاتے ہیں اور پھر (اُسی طرح دوسرے) ستر ہزار ملائکہ اُتر آتے ہیں، جو اپنے پَر (تبرکاً آپ ﷺ کی) قبرِ انور سے مس کرتے اور اُسے ڈھانپ لیتے ہیں، اور آپ ﷺ کے لئے بلندیٔ درجات کی دُعا کرتے ہیں، اور میرا خیال ہے کہ راوی نے یہ کہا کہ وہ آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، یہاں تک کہ (اِسی حالت میں) صبح کرتے ہیں اور اِسی طرح قیامت تک (ملائکہ کی جماعتوں کا یہ سلسلہ) جاری رہے گا، پھر جب قیامت کا دن آئے گا تو حضور ﷺ ستر ہزار ملائکہ کے جلو میں (قبرِ انور سے) باہر تشریف لائیں گے۔“

رِوایاتِ مذکورہ کے ایک ایک لفظ میں عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کے ہزاروں گہر ہائے تابان دمک رہے ہیں، عشقِ رسول ﷺ کی قندیلیں روشن ہیں اور یہ خصوصیت صرف آپ ﷺ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

۱۳۔ قبر میں ذریعۂ نجات ...... پہچانِ مصطفیٰ ﷺ

حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی معیارِ ایمان اور ذریعۂ نجات ہے۔ آپ ﷺ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ اپنی اُمتِ دعوت و اِجابت کے ہر وفات پانے والے فرد کو قبر میں اپنی زیارت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ اور اُس سے ایمان کی پرکھ کے لئے آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے متعلق فیصلہ کن سوال کیا جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

بندے کو جب اُس کی قبر میں رَکھ دیا جاتا ہے اور اُس کے ساتھی اُسے دفنا کر واپس جا رہے ہوتے ہیں اور ابھی وہ اُن کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے کہ دو فرشتے اُس کے پاس آ کر اُسے بٹھاتے ہیں اور سوالات پوچھنا شروع کرتے ہیں۔ پہلا سوال یہ کیا جاتا ہے:

مَن رَّبُّکَ؟

’’تیرا رب کون ہے؟‘‘

دوسرا سوال کیا جاتا ہے:

وَ مَا دِیْنُکَ؟

’’اور تیرا دین کیا ہے۔‘‘

اِس کے بعد اُس کے جنتی یا جہنمی ٹھہرائے جانے کے لئے تیسرا اور فیصلہ کن سوال یہ پوچھا جاتا ہے:

ما کُنتَ تقولُ فی ھٰذا الرجلِ محمد ﷺ؟

’’تم اس ہستی (یعنی) محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے؟‘‘

وہ شخص کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ﷺ ہیں۔ اس پر اُسے کہا جائے گا کہ تو جہنم کو دیکھ لے، یہ تیرا ٹھکانہ ہوتا اگر تو اس ہستی کو نہ پہچان پاتا۔ لیکن تجھے انہیں پہچان لینے کے صِلہ (میں) اللہ تعالیٰ نے جنت میں ٹھکانہ دیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر مرنے والے کو دونوں (ٹھکانے) دکھائے جاتے ہیں۔ اگر مرنے والا کافر یا منافق ہو تو وہ کہتا ہے کہ میں (انہیں) نہیں جانتا، میں (ان کے متعلق) وہی کچھ کہا کرتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ اس پر اُسے کہا جائے گا! تو نے اِنہیں جانا نہ سمجھا (اور پھر) اُسے لوہے کے ہتھوڑے سے کانوں کے درمیان (یعنی سر پر) مارا جائے گا جس کی آواز نزدیک والے سب سنیں گے، سوائے جنوں اور انسانوں کے۔(۱)

(۱) ا۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۴۴۹، ۴۶۲، ۴۶۳، کتاب الجنائز، رقم: ۱۲۷۳، ۱۳۰۸ ←

خلاصۂ کلام

حضور نبی اکرم رحمت للعالمین ﷺ اپنی اُمت کی بہت زیادہ بھلائی چاہنے والے ہیں۔ اس اُمت پر آپ ﷺ کی ہونے والی شفقتوں کا یہ عالم ہے کہ آپ ﷺ اس ظاہری دُنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد بھی ہر لحظہ اپنی اُمت کی فکر میں رہتے ہیں، ان کے اچھے اعمال پر شکرِ خدا بجا لاتے ہیں اور برے اعمال پر ان کی بخشش طلب کرتے ہیں۔ اُمتی سلام کرے تو جواب عطا فرماتے ہیں اور صرف یہی نہیں بعض خواص الخاص اُمتیوں کو جواب سنا بھی دیا جاتا ہے۔ بعض خوش نصیب اُمتیوں کو اس دُنیا میں تاجدارِ کائنات ﷺ اپنے دیدار سے بھی نوازتے ہیں اور جو اس نعمتِ دیدار سے اپنی زندگی میں محروم رہ جائیں ...... خواہ اُمتِ دعوت میں سے ہوں یا اُمتِ اِجابت میں سے ...... اُنہیں برزخی زندگی کے آغاز میں ہی یہ نعمت عطا کر دی جاتی ہے۔ وہ خوش بخت جو دُنیاوی زندگی میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی محبت کا راگ الاپتے اور دم بھرتے رہے، وہ برزخی زندگی میں بھی فوراً آپ ﷺ کو پہچان لیں گے، اور وہ جو اِس دُنیا میں اپنے دل میں عشقِ سرکار ﷺ کی شمع نہ جلا سکے، اور

۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۲۰۰، ۲۲۰۱، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، رقم: ۲۸۷۰

۳۔ ابوداود، السنن، ۴: ۲۵۲، کتاب السنۃ، رقم: ۴۷۵۱

۴۔ نسائی، السنن، ۴: ۹۷، کتاب الجنائز، رقم: ۲۰۵۰، ۲۰۵۱

۵۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۲: ۳۷۰، ابواب الجنائز، رقم: ۱۰۷۱

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۲۶، ۲۳۳

۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۷: ۳۸۶، ۳۹۰، رقم: ۳۱۱۷، ۳۱۲۰

۸۔ آجری، الشریعۃ: ۳۶۵، ۳۶۶

۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۸۰

۱۰۔ بغوی، شرح السنۃ، ۵: ۴۱۵، رقم: ۱۵۲۲

۱۱۔ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، ۱: ۸۲، ۸۳، کتاب الایمان، رقم: ۱۲۶

۱۲۔ ہیثمی، موارد الظمآن: ۱۹۷، رقم: ۷۸۰

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

اُنہوں نے آقا ﷺ کے دین کی پیروی اور نصرت کی نہ آقا ﷺ کی اُمت کے زوال پر ان کا دل پسیجا اُنہیں فکرمند ہونا چاہیے کہ اپنی اس بدنصیبی کی وجہ سے وہ برزخی زندگی میں حبیبِ خدا ﷺ کی زیارت سے بہرہ ور ہو کر بھی آپ ﷺ کو پہچان نہ سکیں گے۔ گویا پہلے دونوں سوالوں کا درست جواب دینے کے باوُجود آپ ﷺ کو پہچاننے کے متعلق جو فیصلہ کن سوال کیا جائے گا اُس سوال کے دُرست جواب میں ہی پروانۂ جنت کا اِجراء ہوگا۔

باب سوُم

اُخروِی خصائص

فصل اوّل

قیامت میں ظاہر ہونے والے خصائص

حضور ﷺ حبیبِ کبریاء ہیں، دنیا و آخرت میں آپ ﷺ کی بے مثال شانِ محبوبیت کے کما حقہ ادراک سے ہماری محدود اور ناقص عقلِ عاجز اور قاصر ہے۔ حیات دنیوی میں آپ ﷺ کو جو خصائص و کمالات عطا کیے گئے ان میں سے چند ایک کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ روز قیامت رب ذوالجلال نے آپ ﷺ کو جس عظیم مقام پر فائز کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور حیاتِ اخروی میں جو خصائص و امتیازات آپ ﷺ کو حاصل ہوں گے۔ کتبِ احادیث میں ان کا مفصل ایمان افروز بیان موجود ہے، ان خصائص میں سے کچھ وہ ہیں جن کا ظہور عرصۂ قیامت میں ہوگا اور کچھ وہ ہیں جو جنت میں ظاہر ہوں گے۔

روزِ قیامت حضور ﷺ ہی انبیاء کرام علیہم السلام کے امام اور تمام نوعِ انسانی کے قائد ہوں گے۔ آپ ﷺ فرشتوں کے جلو میں براق پر سوار ہوں گے، حمد الٰہی کا پرچم آپ ﷺ کے دست رحمت میں ہوگا اور اولین و آخرین اس کے سائے میں صف باندھے کھڑے ہوں گے۔ آپ ﷺ لباس فاخرہ زیبِ تن کیے عرش پر اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب جلوہ افروز ہوں گے۔ تمام امتیں اللہ کے حضور آپ ﷺ کی سفارش کی خواستگار ہوں گی۔ آپ ﷺ کو شفاعتِ کبریٰ کا اختیار دیا جائے گا، آپ ﷺ اپنی گنہگار امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ آپ ﷺ کو جنت کی کنجیاں عطا کی جائیں گی، آپ ﷺ جنت کا افتتاح فرمائیں گے، آپ ﷺ کو حوضِ کوثر عطا کیا جائے گا، پیاسوں کو کوثر کے جام آپ ﷺ ہی کے واسطے سے پلائے جائیں گے اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے مقابلے میں آپ ﷺ کی امت کی کثیر تعداد جنت میں داخل ہوگی۔

حضور ﷺ کے اخروی خصائص کو بیان کرنا سنت رسول ﷺ ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے اخروی خصائص خود بیان فرمائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ألا! و أنا حبيب الله و لا فخر، و أنا حامل لواء الحمد ولا فخر، و أنا أول شافع و أول مشفع يوم القيامة ولا فخر، و أنا أول من يحرک حلق الجنة فيفتح الله لي، فيدخلنيها و معي فقراء المؤمنين و لا فخر، و أنا أكرم الأولين و الآخرين ولا فخر۔(۱)

’’خبردار! اور میں اللہ کا حبیب ہوں اور کوئی فخر نہیں اور میں لواءِ حمد کا اٹھانے والا ہوں اور کوئی فخر نہیں اور میں روزِ محشر سب سے پہلا شفاعت کرنے والا اور سب سے پہلا شفاعت قبول کیا جانے والا ہوں اور کوئی فخر نہیں اور میں ہی سب سے پہلے جنت کی کنڈی کھٹکھٹاؤں گا۔ پس اللہ تعالیٰ اسے میرے لئے کھول دے گا اور مجھے اس میں داخل فرمائے گا درآنحالیکہ میرے ساتھ غریب مسلمان ہوں گے اور کوئی فخر نہیں اور میں اولین و آخرین سے زیادہ بزرگی والا ہوں اور کوئی فخر نہیں۔‘‘

میدانِ قیامت میں ظاہر ہونے والے خصائص و امتیازات حسب ذیل ہوں گے:

۱۔ قبرِ انور سے اُٹھنے میں اَوّلیّت

حضور رحمتِ عالم ﷺ کے اُخروی خصائص میں سے ہے کہ روزِ محشر اولادِ آدم میں سے سب سے پہلے آپ ﷺ کی قبرِ انور شق ہوگی اور آپ ﷺ سب انسانوں سے پہلے قبرِ انور سے باہر تشریف لائیں گے۔

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أنا أوّل الناس خروجا إذا بعثوا۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۸۷، کتاب المناقب، رقم:۳۶۱۶

۲۔ دارمی، السنن، ۱:۳۹، رقم:۴۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۸۵، کتاب المناقب، رقم:۳۶۱۰

۲۔ دارمی، السنن، ۱:۳۹

۳۔ ابویعلی، المعجم، ۱:۱۴۷، رقم: ۱۶۰

←

''جب لوگوں کو قبروں سے اُٹھایا جائے گا تو سب سے پہلے میں (قبرِ انور سے) باہر آؤں گا۔''

۲۔ حدیثِ مذکورہ درج ذیل الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

۱۔ أنا أوّل من تنشق عنه الأرض ولا فخر۔ (۱)

''میں سب پہلا (انسان) ہوں گا جس کے (باہر نکلنے کے) لیے (قبر کی) زمین شق ہوگی اور اِس (اولیت) پر مجھے کوئی فخر نہیں۔''

۲۔ إني لأوّل الناس تنشق الأرض عن جمجمتي يوم القيامة و لا فخر۔ (۲)

۴۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱: ۱۲۷

۵۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۵: ۴۸۴

۶۔ بغوی، شرح السنہ، ۱۳: ۲۰۳، رقم: ۳۶۲۴

۷۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۳۷۷

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۳۰۸، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۳۱۴۸

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۸۷، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۱۵

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۲۱۸، کتاب السنہ، رقم: ۴۶۷۳

۴۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۴۴۰، کتاب الزہد، رقم: ۴۳۰۸

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۸۱، رقم: ۲۵۴۶

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۹۵، رقم: ۲۶۹۲

۷۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۲۷۲، رقم: ۳۶۰۱۳

۸۔ ابویعلی، المسند، ۷: ۲۸۱، رقم: ۴۳۰۵

۹۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۱۶۶، رقم: ۱۲۷۷۷

۱۰۔ ابو یعلی، المسند، ۴: ۲۱۵، رقم: ۲۳۲۸

(۲) ۱۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۴۰۱، رقم: ۷۶۹۰

۲۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۱، رقم: ۵۲

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۴۴، رقم: ۱۲۴۹۱

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۸۱

”قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے پہلے میری قبر (مبارک) کھلے گی اور (مجھے اِس پر) فخر نہیں۔“

۲۔ ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں ظہورِ قدسی

حضور ﷺ کو یہ شان عطا کی گئی ہے کہ آپ ﷺ قیامت کے دن ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں اپنی قبر انور سے میدان حشر میں تشریف لائیں گے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

إذا انشقت عنه الأرض خرج في سبعين ألفاً من الملائكة، يزفونه۔(۱)

”قیامت کے دن جب حضور ﷺ کے لئے زمین (قبر انور) شق ہو گی تو آپ ﷺ ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں باہر تشریف لائیں گے۔“

۳۔ براق پر سواری

حضور نبیِ اکرم ﷺ کے اخروی خصائص میں سے ہے کہ آپ ﷺ میدانِ حشر میں تشریف لائیں گے تو براق پر سوار ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تبعث الأنبياء يوم القيامة على الدواب ليوافوا بالمؤمنين من قومهم المحشر، و يبعث صالح على ناقته، وأبعث على البراق۔(۲)

---

(۱) ۱۔ دارمی، السنن، ۱: ۵۷، رقم: ۹۴
۲۔ ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ: ۸۳۳
۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۲۱۷
۴۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۳: ۴۳۷، ۴۳۸
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱۲: ۴۵۲

(۲) ۱۔ حاکم، مستدرک، ۳: ۱۶۶، رقم: ۴۷۲۷ ←

’’تمام انبیاء علیہم السلام کو محشر میں اپنی قوم کے مومن افراد تک جانے کے لیے (عام) جانوروں کی سواریوں پر سوار کیا جائے گا اور حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی اونٹنی پر اٹھایا جائے گا اور مجھے براق پر سوار کر کے لے جایا جائے گا۔‘‘

۴۔ تمام نوعِ انسانی کی قیادت

حضور ﷺ کو یہ اخروی امتیاز حاصل ہے کہ آپ ﷺ روزِ محشر حضور ﷺ تمام بنی نوع انسان کی قیادت فرمائیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

و أنا قائدهم إذا وفدوا۔ (۱)

’’اور میں اس دن تمام لوگوں کا قائد ہوں گا جب وہ جمع ہوں گے۔‘‘

۵۔ تمام اولادِ آدم کی سرداری

حضور ﷺ کو اس امتیازی شان سے نوازا گیا ہے کہ آپ ﷺ اولادِ آدم کے اس دُنیا میں بھی سردار ہیں، اور روزِ حشر بھی اولادِ آدم کی سرداری کی خلعت آپ ﷺ ہی کو عطا ہوگی۔

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۳: ۴۳، رقم: ۲۶۲۹

۳۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۲: ۲۵۵، رقم: ۱۱۲۲

۴۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۵: ۴۶۹

۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۳۳

۶۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۳: ۴۳۷

۷۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۱۲: ۴۵۳

(۱) ۱۔ دارمی، السنن، ۱: ۳۹، رقم: ۴۸

۲۔ ابو یعلی، المعجم، ۱: ۱۴۷، رقم: ۱۶۰

۳۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱: ۴۷، رقم: ۱۱۷

۴۔ خلال، السنہ، ۱: ۲۰۸، رقم: ۳۳۵

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أنا سيد ولد آدم يوم القيامة۔ (۱)

”روزِ محشر میں اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔“

۶۔ لواءِ حمد کے علم بردار

حضور نبی اکرم ﷺ کے اخروی خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ قیامت کے دن لواءِ حمد تھامے ہوں گے اور تمام انبیاء و رسل کی امتیں اس کے سائے تلے جمع ہوں گی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بيدي لواء الحمد و لا فخر۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۷۸۲، کتاب الفضائل، رقم: ۲۲۷۸
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۳۰۸، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۳۱۴۸
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۸۷، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۱۵
۴۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۲۱۸، کتاب السنہ، رقم: ۴۶۷۳
۵۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۴۴۰، کتاب الزہد، رقم: ۴۳۰۸
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۴۰، رقم: ۱۰۹۸۵
۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲، رقم: ۱۱۰۰۰
۸۔ ابویعلی، المسند، ۱۳، ۴۸۰، رقم: ۷۴۹۳
۹۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۱۷، رقم: ۳۱۷۲۸

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۳۰۸، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۳۱۴۸
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۸۵، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۱۰
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۸۷، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۱۵
۴۔ ابنِ ماجہ، السنن، ۲: ۱۴۴۰، کتاب الزہد، رقم: ۴۳۰۸
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۸۱، رقم: ۲۵۴۶
۶۔ ابویعلی، المسند، ۴: ۲۱۵، رقم: ۲۳۲۸
۷۔ ابویعلی، المسند، ۱۳: ۴۸۰، رقم: ۷۴۹۳

”قیامت کے دن حمدِ الٰہی کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا، میں یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔“

۷۔ جملہ اُمم حضور ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہوں گی

تمام مجمع خلائق میدانِ حشر میں حضور ﷺ کی شفاعت کا تمنائی ہوگا۔ اس وقت لوائے حمد آپ ﷺ نے اپنے دستِ اقدس میں تھاما ہوگا اور جملہ انبیاء کرام کے جلو میں ان کی امتیں امیدوارِ کرم بنی اس حمد کے جھنڈے تلے کھڑی ہوں گی۔

۱۔ حضرت عبادہ بن صامت ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مامن أحد إلا هو تحت لوائی یوم القیامة ینتظر الفرج۔ (۱)

”روزِ محشر ہر شخص میرے جھنڈے (کی چھاؤں) تلے کشادگی کا منتظر ہوگا۔“

۲۔ حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے مروی ہے:

وما من نبی یومئذ آدم فمن سواه إلا تحت لوائی۔ (۲)

”حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام میرے پرچم تلے ہوں گے۔“

احمد بن حنبل کے الفاظ یہ ہیں:

آدم فمن دونه تحت لوائی ولا فخر۔ (۳)

”حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ ہر نبی میرے جھنڈے تلے ہوگا اور میں یہ بات فخر سے نہیں کہہ رہا۔“

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۸۳، رقم: ۸۲

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۷۶

(۲) ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۸۷، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۱۵

(۳) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۸۱، رقم: ۲۵۴۶

۲۔ ابویعلی، المسند، ۴: ۲۱۵، رقم: ۲۳۲۸

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۷۲

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۸۱ رقم: ۱۴۸۸

۸۔ بارگاہِ ایزدی میں سجدہ کی سب سے پہلے اجازت

روزِ قیامت بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہونے کی اجازت سب سے پہلے حضور نبی مکرم ﷺ کو ملے گی جس کی وجہ سے اہلِ محشر انتظار کی تکلیف سے نجات پائیں گے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أنا أوّل من يؤذن له بالسجود يوم القيامة۔ (۱)

''قیامت کے دن سب سے پہلے مجھے ہی سجدے کی اجازت ہوگی۔''

اورسب سے پہلے سجدے سے سر اٹھانے کی اجازت بھی آپ ﷺ کو دی جائے گی۔

حضرت ابو درداء ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أنا أوّل من يؤذن له أن يرفع رأسه۔ (۲)

''سب سے پہلے مجھے ہی (سجدہ سے) سر اُٹھانے کی اجازت دی جائے گی۔''

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۹۹، رقم: ۲۱۷۸۵
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۱۷، رقم: ۲۸۴۵
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۲۲۵
۴۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۳۹۲
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱۲: ۴۵۷

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۹۹
۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۵۲۰، رقم: ۳۷۸۴
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۱۷، رقم: ۲۷۴۵
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۲۲۵
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۴۴
۶۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۳۹۲

۹۔ انبیاء علیہم السلام کے امام اور خطیب

قیامت کے دن حضور ﷺ ہی تمام انبیاء کے امام خطیب اور انہیں حق شفاعت دلانے والے ہوں گے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إذا كان يوم القيامة، كنت إمام النبيّين و خطيبهم۔(۱)

''روزِ محشر میں سب نبیوں کا امام اور خطیب ہوں گا۔''

۱۰۔ اہلِ محشر کے لیے نجات کی بشارت

حضور ﷺ کے اُخروی خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ شدید کرب میں مبتلا اہلِ محشر کو نجات کی خوشخبری دینے والے ہوں گے۔

آپ ﷺ کا اِرشاد ہے:

أنا مبشرهم إذا أيسوا۔(۲)

''(روزِ محشر) میں ہی خوشخبری دوں گا جب تمام لوگ یاسیت و نا امیدی میں مبتلا ہوں گے۔''

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، ۵: ۵۸۶، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۱۳
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۴۴۳، کتاب الزہد، رقم: ۴۳۱۴
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۳۷، رقم: ۲۱۲۸۳
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۳۸، رقم: ۲۱۲۹۰
۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۰۳، رقم: ۳۱۶۴۰
۶۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۴۳، رقم: ۲۴۰، ۲۴۱
۷۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۸۸، رقم: ۶۹۶۹

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۸۵، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۱۰
۲۔ دارمی، السنن، ۱: ۳۹
۳۔ ابویعلی، المعجم، ۱: ۱۴۷، رقم: ۱۶۰
۴۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۳: ۴۳۷

۱۱۔ پل صراط سے گزرنے میں اوّلیت

حضور ﷺ کے اُخروی اعزازات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی امت کو ساتھ لے کر پل صراط سے تمام انبیاء و اُمم سے پہلے گزریں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

فيُضرِب الصراط بين ظهرَاني جهنم، فأكون أول من يجوز من الرسل بأمته۔ (۱)

''پل صراط جہنم کے اوپر ہوگا، رسولوں میں سے سب سے پہلے میں اپنی امت کے ہمراہ اسے عبور کروں گا۔''

۱۲۔ پل صراط، میزان اور حوض کوثر پر غمگسارِ اُمت

جب میدانِ حشر میں نفسا نفسی کا عالم ہوگا، ہر کوئی سایۂ رحمت کی تلاش میں سرگرداں ہوگا، اولادِ آدم حضور ﷺ کے دامانِ کرم کی متلاشی ہوگی تو آپ ﷺ تین مقامات یعنی پل صراط، میزان اور حوض کوثر میں سے کسی ایک مقام پر ہوں گے، جہاں آپ ﷺ اپنی گنہگار امت کی غمگساری فرما رہے ہوں گے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

سألتُ النبي ﷺ أن يشفع لي يوم القيامة، فقال: أنا فاعل، قال: قلت: يا رسول الله! فأين أطلبک؟ قال: أطلبني أول ما تطلبني على الصراط، قال: قلت فإن لم ألقک على الصراط؟ فأطلبني عند الميزان، قال: قلت: فإن لم ألقک عند الميزان؟ قال:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۲۷۸، کتاب الاذان، رقم: ۷۷۳

۲۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۷۰۴، کتاب التوحید، رقم: ۷۰۰۰

۳۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۱۳۹، رقم: ۴۱۹

۴۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۴: ۲۲۰

فاطلبني عندالحوض، فإني لا أخطی هذه الثلاث المواطن۔ (۱)

''میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے روز قیامت اپنے لیے شفاعت کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں (شفاعت) کرنے والا ہوں۔ میں عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیك وسلم! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے مجھے (پل) صراط پر ڈھونڈنا۔ میں نے عرض کی: آقا! اگر میں وہاں آپ کو نہ مل سکا تو؟ فرمایا: میزان کے پاس تلاش کرنا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیك وسلم! اگر وہاں بھی میں آپ کو نہ مل سکوں تو پھر کہاں تلاش کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تو پھر مجھے حوضِ کوثر پر تلاش کرنا کیونکہ میں ان تینوں مقامات میں سے کسی ایک مقام پر ہوں گا۔''

۱۳۔ مقامِ محمود کے منصب اعلیٰ پر فائز ہونا

اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اپنے حبیب ﷺ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا، اور یہ عظیم مقام صرف آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا وعدہ فرمایا ہے:

عَسٰٓی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا○ (۲)

''یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود (یعنی وہ مقامِ شفاعتِ عظمیٰ جہاں جملہ اولین و آخرین آپ کی طرف رجوع اور آپ کی حمد کریں گے) پر فائز فرمائے گا○''

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۶۲۱، کتاب صفۃ القیامہ، رقم: ۲۴۳۳

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۷۸، رقم: ۱۲۸۴۸

۳۔ مقدسی، الأحادیث المختارۃ، ۷: ۲۴۸، رقم: ۲۶۹۳

۴۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۴۵۳

۵۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۴۶۶

(۲) القرآن، بنی اسرائیل، ۱۷: ۷۹

۱۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

يبعث الناس يوم القيامة فأكون أنا و أمتي على تل و يكسوني ربي تبارك و تعالٰى حلة خضراء، ثم يؤذن لي، فاقول: ماشاء الله! أن أقول فذاك المقام المحمود۔ (۱)

’’روزِ قیامت لوگوں کو اٹھایا جائے گا، میں اور میری امت ایک ٹیلے پر ہوں گے، مجھے میرا پروردگار سبز پوشاک پہنائے گا، پھر مجھے اذنِ کلام ملے گا، پس میں جو اللہ چاہے گا (اس کی بارگاہ میں) عرض کروں گا، پس یہی مقام محمود ہے۔‘‘

۲۔ مقام محمود کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ان الناس يصيرون يوم القيامة جثاً كل أمةٍ تتبع نبيها، يقولون: يا فلان! اشفع، يا فلان! اشفع، حتى تنتهي الشفاعة إلى النبي ﷺ فذلك يوم يبعثه الله المقام المحمود۔ (۲)

’’قیامت کے دن لوگ مارے مارے پھر رہے ہوں گے، ہر اُمت کو اپنے نبی کی تلاش ہوگی، وہ کہہ رہے ہوں گے: اے فلاں! آپ ہماری شفاعت کیجئے، اے فلاں! آپ ہماری شفاعت کیجئے، یہاں تک کہ انجام کار شفاعت کی تلاش کی انتہا نبیٔ آخر الزماں ﷺ پر ہوگی، پس یہی وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۵۶، رقم: ۴۵۶

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۹۹، رقم: ۶۴۷۹

۳۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۳۹۵، رقم: ۳۳۸۳

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹: ۷۲، رقم: ۱۴۲

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۷۴۸، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۴۴۴۱

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۳۸۱، رقم: ۱۱۲۹۵

۳۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۱۰: ۳۰۹

۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۵۶

حضور ﷺ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔‘‘

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول اللہ ﷺ في قوله: عَسٰی اَن یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا، وسُئِلَ عنها، قال: هي الشفاعة۔ (۱)

’’رسولِ خدا ﷺ نے اللہ رب العزت کے فرمان کے بارے میں ارشاد فرمایا: ......یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود (یعنی وہ مقامِ شفاعتِ عظمٰی جہاں جملہ اولین و آخرین آپ کی طرف رجوع اور آپ کی حمد کریں گے) پر فائز فرمائے گا۔ ...... تو اس کے متعلق آپ ﷺ سے سوال کیا گیا: آپ ﷺ نے فرمایا: یہ (مقام، مقامِ) شفاعت ہے۔‘‘

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ کی تفسیر میں مروی ہے کہ:

یقعده ﷺ علی العرش۔ (۲)

’’اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو عرش پر بٹھائے گا۔‘‘

امام ابن جوزی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مذکورہ بالا قول کے ذیل میں لکھتے ہیں:

’’محمود کا کیا معنی ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ محمود کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو عرش پر بٹھائے گا تو (محمود) وہ مقام ہے (جس پر فائز فرما کر) اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی تمام مخلوق پر رفعت (کے اظہار) کے لئے آپ ﷺ کی تعریف فرمائے گا۔‘‘(۳)

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی فرمان خداوندی کی تفسیر میں منقول

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۳۰۳، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۳۱۳۷

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۴۴، رقم: ۹۷۳۳

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۱۹، رقم: ۳۱۷۴۵

(۲) ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ: ۸۴۱، رقم: ۱۶۰۵

(۳) ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ: ۸۴۱

ہے:

إن لمحمد من ربه مقاماً لا يقومه نبيٌّ مرسل ولا ملك مقرَّب، يبين الله ﷻ للخلائق فضله على جميع الأولين والآخرين۔(۱)

’’اللہ تعالیٰ کے پاس حضور نبیِ اکرم ﷺ کے لئے ایک ایسا مقام ہے کہ جس پر نہ کوئی نبی مرسل فائز ہوسکتا ہے اور نہ کوئی مقرب فرشتہ، اس مقام پر فائز فرما کر اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات (کو دکھانے) کے لیے حضور ﷺ کی جمیع اولین و آخرین پر فضیلت کو ظاہر فرمائے گا۔‘‘

مقامِ محمود حضور ﷺ کے علاوہ کسی نبی یا رسول کو حاصل نہیں ہوگا۔

۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

يقيمني ربّ العالمين منه مقامًا لم يقمه أحد، قبلي، ولم يقمه أحدًا بعدي۔(۲)

’’پروردگار عالم مجھے ایک ایسے مقام پر فائز فرمائے گا جہاں اس نے کبھی کسی اور کو فائز نہیں فرمایا، حضور ﷺ آبدیدہ ہوگئے (اور فرمایا:) اور میرے بعد اس مقام پر کسی کو فائز نہیں کیا جائے گا۔‘‘

۱۴۔ تمام اوّلین و آخرین حضور ﷺ کی مدح سرائی کریں گے

قیامت کے دن حضور ﷺ مقامِ محمود پر جلوہ افروز ہوں گے اور تمام اولین و آخریں آپ ﷺ کی ثنا خوانی کریں گے:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیتِ کریمہ ’عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا‘ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ان يقيمك ربك مقاما محمودا، مقام الشفاعة محمودا،

---

(۱) ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ: ۸۴۱

(۲) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۸۴، رقم: ۶۴۶۵

۲۔ ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ: ۸۴۱، رقم: ۱۶۰۴

یحمدک الأوّلون و الآخرون۔ (۱)

’’آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود یعنی مقامِ شفاعت پر جلوہ افروز فرمائے گا درآنحالیکہ آپ محمود ہوں گے، اولین و آخریں آپ کی تعریف کریں گے۔‘‘

۲۔ اس مضمون کو امام خازن ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

والمقام المحمود هو مقام الشفاعة، لأنه يحمده فيه الأوّلون و الأخرون۔ (۲)

’’اور مقامِ محمود ہی مقامِ شفاعت ہے کیونکہ یہ وہ مقام ہے جہاں اولین و آخرین حضور ﷺ کی توصیف بیان کریں گے۔‘‘

۳۔ امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

یحمدک فيه الأوّلون والآخرون، و هو مقام الشفاعة۔ (۳)

’’اس مقامِ (محمود) پر اولین و آخریں (اے حبیب!) آپ کی تعریف کریں گے، اور وہ مقامِ شفاعت ہے۔‘‘

۱۵۔ شفاعت میں اَوّلیت

روز قیامت سب پہلے حضور ﷺ ہی شفاعت فرمائیں گے اور سب سے پہلے آپ ﷺ ہی کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أنا ...... أول شافع و أول مشفع۔ (۴)

’’میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے میری

(۱) فیروز آبادی، تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس: ۲۴۰

(۲) خازن، لباب التاویل، ۳: ۱۷۵

(۳) سیوطی، جلالین، ۱: ۳۷۵، رقم: ۷۹

(۴) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۷۸۲، کتاب الفضائل، رقم: ۲۲۷۸

۲۔ ابو داؤد، ۴: ۲۱۸، کتاب السنۃ، رقم: ۴۶۷۳

۳۔ ابن ابی شیبہ، ۶: ۳۱۷، رقم: ۳۱۷۲۸

شفاعت قبول کی جائے گی۔‘‘

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أنا أول شافع و أول مشفع يوم القيامة و لا فخر۔(۱)

’’قیامت کے دن میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور (میں یہ بطور) فخر نہیں (کہہ رہا)۔‘‘

۳۔ حضرت انس بن مالک ﷺ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أنا اول الناس يشفع في الجنة۔ (۲)

’’میں وہ پہلا شخص ہوں جو جنت میں جانے کے لیے شفاعت کرے گا۔‘‘

۱۶۔ شفاعتِ کبریٰ کا شرفِ عظیم

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے اخروی خصائص کے باب میں شفاعتِ کبریٰ وہ امتیازی اور انفرادی خصوصیت ہے جو آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی کو عطا نہیں ہوئی۔ اسے شفاعتِ عظمیٰ بھی کہتے ہیں۔

۱۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

’’مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔‘‘

حدیث مذکورہ میں بیان کی گئی پانچ چیزوں میں سے ایک شفاعت ہے، جس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۸۷، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۱۶

۲۔ ابن ماجہ نے ’السنن (۲: ۱۴۴۰، کتاب الزہد، رقم: ۴۳۰۸)‘ میں حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے روایت کی ہے۔

۳۔ دارمی نے ’السنن (۱: ۴۰، رقم: ۴۹)‘ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۸۸، کتاب الایمان، رقم: ۱۹۶

۲۔ ابو یعلی، المسند، ۷: ۵۱، رقم: ۳۹۶۷

۳۔ ابن مندہ، الایمان، ۲: ۸۵۶، رقم: ۸۸۹

أعطيت الشفاعة۔ (۱)

’’مجھے شفاعت (کرنے کا اختیار) دیا گیا ہے۔‘‘

۲۔ حضرت عوف بن مالک اشجعی ﷛ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا:

أتاني اٰت من عند ربي فخيرني بين أن يدخل نصف أمتي الجنة و بين الشفاعة، فاخترت الشفاعة، و هي لمن مات لا يشرک بالله شيئاً۔ (۲)

’’میرے پاس اللہ کا پیغام آیا، پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا کہ وہ میری آدھی امت کو جنت میں داخل کر دے یا میں شفاعت کروں، میں نے (حقِ) شفاعت اختیار کیا، اور یہ شفاعت ہر اس مسلمان کے لیے ہے جو شرک پر نہیں مرے گا۔‘‘

۳۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

لكل نبي دعوة مستجابة يدعو بها، و أريد أن أختبئ دعوتي شفاعة لأمتي في الآخرة۔ (۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۱۲۸، کتاب التیمم، رقم: ۳۲۸

۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۱۶۸، کتاب الصلاۃ، رقم: ۴۲۷

۳۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۷۰، کتاب المساجد، رقم: ۵۲۱

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۶۲۷، کتاب صفۃ القیامہ، رقم: ۲۴۴۱

۲۔ ابن ماجہ، ۲: ۱۴۴۴، رقم: ۴۳۱۷

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۸۸، رقم: ۶۴۷۰

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۰۴

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۳۲، رقم: ۲۲۰۷۸

۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۰، رقم: ۳۱۷۵۱

۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸: ۷۲، رقم: ۱۳۳

۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰: ۱۶۳، رقم: ۳۴۳

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۲۳، کتاب الدعوات، رقم: ۵۹۴۵ ←

''ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہوتی ہے جو وہ کرتا ہے، پس میں چاہتا ہوں کہ اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے طور پر محفوظ کرلوں۔''

۴۔ حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے روز لوگ دریا کی موجوں کے مانند بے قرار ہونگے تو وہ حضرت آدم (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کریں گے کہ آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے، وہ فرمائیں گے: میں اس کام کے لئے نہیں ہوں، تم ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس جاؤ! کیونکہ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔ پس وہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوجائیں گے، وہ فرمائیں گے کہ میں اس کام کے لئے نہیں ہوں، تم حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں۔ پس وہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی خدمت میں جائیں گے، وہ فرمائیں گے کہ میں اس کام کے لئے نہیں ہوں، تم حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ کیونکہ وہ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جائیں گے، وہ فرمائیں گے میں اس کام کے لئے نہیں ہوں، تم حضرت محمد مصطفی ﷺ کے پاس جاؤ۔ پس وہ میرے پاس حاضر ہوں گے، میں کہوں گا کہ ہاں! یہ (شفاعت) تو میرا کام ہے۔ پس میں اپنے رب سے شفاعت کی اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی اور اللہ تعالیٰ مجھے حمد وثنا پر مشتمل ایسے کلمات الہام فرمائے گا جو اس وقت مجھے مستحضر نہیں، جن کے ساتھ میں اس کی حمد وثنا کروں گا۔ پس میں ان حمدیہ کلمات کے ساتھ اس کی تعریف کروں گا۔ اور اس کے حضور سجدہ ریز ہوجاؤں گا، پس (مجھے) کہا جائے گا:

يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَکَ، وَ قُلْ يُسْمَعْ لَکَ، وَ سَلْ تُعْطَ، وَ اشْفَعْ

۲۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۷۱۸، کتاب التوحید، رقم: ۷۰۳۶

۳۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۸۸۔۱۹۰، کتاب الایمان، رقم: ۱۹۸، ۱۹۹

۴۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۸۰، کتاب الدعوات، رقم: ۳۶۰۲

۵۔ مالک، الموطا، ۱: ۲۱۲، رقم: ۴۹۴

تُشَفَّعُ۔

’’اے محمد ﷺ اپنا سر اٹھایئے اور کہیئے کہ آپ کی سنی جائے گی، مانگیئے کہ آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے کہ آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔‘‘

میں عرض کروں گا: ’’اے میرے رب! میری اُمت، میری اُمت!‘‘

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

اِنْطَلِقْ! فَأَخْرِجْ مِنْهَا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ شَعِيْرَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ۔

’’جائیں اور جہنم سے اسے نکالیں جس کے دل میں جَو کے برابر بھی ایمان ہو‘‘

میں جا کر یہی کروں گا پھر واپس آ کر انہی محامد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا:

پھر کہا جائے گا، کہ اے محمد ﷺ اپنا سر اٹھاؤ اور کہو کہ تمہاری سنی جائے گی، مانگو کہ تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔

میں عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت!

پھر کہا جائے گا:

اِنْطَلِقْ! فَأَخْرِجْ مِنْهَا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ أَوْخَرْدَلَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ۔

’’جائیں اور جہنم سے اسے بھی نکال لیں جس کے دل میں ذرے کے برابر یا رائی کے برابر بھی ایمان ہو۔‘‘

پس میں جا کر ایسے ہی کروں گا، پھر واپس آ کر انہی محامد کے ساتھ اس کی حمد و ثناء بیان کروں گا اور پھر اس کے حضور سجدے میں چلا جاؤں گا۔ پھر فرمایا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے کہ آپ کی سنی جائے گی، مانگئے کہ آپ کو دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے کہ آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے پرور دگار! میری امت! میری امت!

پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

اِنْطَلِقْ! فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ أَدْنَى أَدْنَى مِثْقَالِ حَبَّةِ خَرْدَلٍ

مِنْ إِيْمَانٍ۔(۱)

’’جایئے اور اسے بھی جہنم سے نکال لیجئے جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی بہت ہی کم ایمان ہو۔‘‘

پس میں جاؤں گا اور جا کر ایسا ہی کروں گا۔ میں چوتھی دفعہ واپس لوٹوں گا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کروں گا، پھر اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا، پس فرمایا جائے گا: اے محمد ﷺ اپنا سر اٹھایئے اور کہیۓ کہ آپ کی سنی جائے گی اور مانگیۓ کہ آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے کہ آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے پروردگار! مجھے ان کی (شفاعت کی) اجازت بھی عنایت فرما دے جنہوں نے لا إِلٰہ إِلا اللہ کہا ہے۔

پس وہ فرمائے گا:

وَ عِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ، وَ كِبْرِيَائِيْ وَعَظَمَتِيْ! لَأُخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ۔(۲)

’’مجھے اپنی عزت و جلال اور کبریائی و عظمت کی قسم! میں انہیں ضرور دوزخ سے

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۷۲۷، کتاب التوحید، رقم: ۷۰۷۲
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۸۳، کتاب الایمان، رقم: ۱۹۳
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۳۳۰، رقم: ۱۱۱۳۱
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۴۴، رقم: ۱۲۴۹۱
۵۔ ابو یعلی، المسند، ۷: ۳۱۱، رقم: ۴۳۵۰
۶۔ بیہقی، شعب الایمان، ۱: ۲۸۶، رقم: ۳۰۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۷۲۷، کتاب التوحید، رقم: ۷۰۷۲
۲۔ ابو یعلی، المسند، ۷: ۳۱۲، رقم: ۴۳۵۱
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۴۲
۴۔ ابن مندہ، الایمان، ۲: ۸۴۲
۵۔ ابن عبد البر، التمہید، ۱۹: ۶۷
۶۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱: ۴۳۹

نکال دوں گا جنہوں نے لا إله إلا الله کہا تھا۔‘‘

مذکورہ بالا حدیث سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ اپنی گناہ گار امت پر کتنے شفیق اور مہربان ہیں۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

للانبياء منابر من ذهب فيجلسون عليها و يبقى منبرى لا أجلس عليه أولا أقعد عليه قائما بين يدى ربي مخافة ان يبعث بى إلى الجنة و يبقى امتى من بعدى، فاقول: يا رب امتى امتى فيقول الله عز و جل: يا محمد، ما تريد أن أصنع/بامتك، فأقول: يا رب عجل حسابهم، فيدعى بهم فيحاسبون، فمنهم من يدخل الجنة برحمة الله، ومنهم من يدخل الجنة بشفاعتى، فما أزال اشفع حتى أُعطي صكاكاً برجال قد بعث بهم إلى النار، و أتي ملكا خازن النار فيقول: يا محمد ما تركت للنار لغضب ربك فى أمتك من بقية۔ (۱)

’’(محشر کے دن) تمام انبیاء کے لئے سونے کے منبر (لگے) ہوں گے، وہ ان پر جلوہ افروز ہوں گے جبکہ میرا منبر (خالی) رہے گا، میں اس پر نہیں بیٹھوں گا بلکہ اپنے پروردگار کی بارگاہِ اقدس میں کھڑا رہوں گا اس ڈر سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے جنت میں بھیج دیا جائے اور میرے بعد میری امت (بے یار و مددگار) رہ جائے۔ چنانچہ میں بارگاہِ خداوندی میں عرض پرداز ہوں گا: میری امت! میری امت! اللہ ﷻ پوچھے گا: اے (پیارے) محمد! آپ کی مرضی کیا

(۱) ا۔ حاکم، المستدرک، ۱:۱۳۵، رقم: ۲۲۰

۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳: ۲۰۸، رقم: ۲۹۳۷

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۳۱۷، رقم: ۱۰۷۷۱

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۸۰

۵۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۴: ۲۴۱، رقم: ۵۵۱۵

ہے؟ آپ کی اُمت کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے؟ میں عرض کروں گا: اے میرے پروردگار! ان (میری امت) کا حساب جلد فرمادے۔ پس انہیں بلایا جائے گا، ان کا حساب ہوگا ان میں سے کچھ اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں گے اور کچھ میری شفاعت سے، یہاں تک کہ میں (اپنی امت کے) ان افراد (کی رہائی) کا پروانہ بھی حاصل کرلوں گا جنہیں دوزخ میں بھیجا جا چکا ہو گا۔ اور جہنم کا داروغہ عرض کرے گا: یا محمد (صلی اللہ علیك وسلم)! آپ نے اپنی امت میں سے کوئی بھی جہنم میں باقی نہیں رہنے دیا کہ جس پر آپ کا رب ناراض ہو۔''

۶۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

شفاعتي لأهل الكبائر من أمتي۔ (۱)

''میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔''

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اہلِ ایمان میں سے تمام گنہگار اور فاسق و فاجر شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ کے حقدار ہوں گے۔

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۶۲۵، کتاب صفۃ القیامہ، رقم: ۲۴۳۵
۲۔ ابوداود، السنن، ۴: ۲۳۶، کتاب السنہ، رقم: ۴۷۳۹
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۴۴۱، کتاب الزہد، رقم: ۴۳۱۰
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۸۶، رقم: ۶۴۶۸
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۱۳، رقم: ۱۳۲۴۵
۶۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۳۹، ۱۴۰، رقم: ۲۲۸، ۲۳۰
۷۔ ابویعلی، المسند، ۶: ۴۰، رقم: ۳۲۸۴
۸۔ ابویعلی، المسند، ۷: ۱۳۹، ۱۴۷، رقم: ۴۱۰۵، ۴۱۱۵
۹۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۲۵۸، رقم: ۷۴۹

۱۷۔ روزِ قیامت تمام انبیاء و اُمم حضور ﷺ سے مدد طلب کریں گے

حضور ﷺ کے اخروی خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ روزِ محشر تمام انبیاء و امم آپ ﷺ سے مدد طلب (استغاثہ) کریں گے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس وقت کی سختی کو زائل فرمائے گا۔

حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

استغاثوا بآدم ثم بموسی ثم بمحمد ﷺ۔(۱)

''لوگ آدم علیہ السلام سے استغاثہ کریں گے پھر موسیٰ علیہ السلام سے اور آخر میں (تاجدارِ انبیاء) محمد ﷺ سے۔''

۱۸۔ حضور ﷺ کو خصوصی کلماتِ حمد کا عطا کیا جانا

حضور نبی اکرم ﷺ کو روزِ قیامت بارگاہِ خداوندی میں شفاعت کے لئے خصوصی حمدیہ کلمات عطا کئے جائیں گے، جیسا کہ حدیثِ شفاعت میں مذکور ہے:

ویلهمنی محامد أحمده بها لا تحضرنی الآن، فأحمده بتلک المحامد۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۵۳۶، کتاب الزکوۃ، رقم: ۱۴۰۵
۲۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۲۶۹، رقم: ۳۵۰۹
۳۔ ابن منده، الإیمان، ۲: ۸۵۴
۴۔ الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۳۷۷، رقم: ۳۶۷۷
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۷۱
۶۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۸: ۳۱۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۷۲۷، کتاب التوحید، رقم: ۷۰۷۲
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۸۳، کتاب الایمان، رقم: ۱۹۳
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۳۵، رقم: ۹۶۲۱

←

’’(ربِ کائنات کی طرف سے) مجھے ایسے مخصوص کلماتِ حمد و ثنا عطا کئے جائیں گے جو اس وقت مجھے مستحضر نہیں، میں انہی (مخصوص) کلماتِ حمد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کروں گا۔‘‘

۱۹۔ اللہ تعالیٰ خود روز محشر حضور ﷺ کی رضا کو مقصود ٹھہرائے گا

قرآن مجید میں اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰىO(۱)

’’اور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اِتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گےO‘‘

۱۔ شافعِ روزِ جزا حضور ﷺ ایک روز بارگاہِ خداوندی میں گریہ و زاری کر رہے تھے کہ ربِ کائنات نے جبریل امین علیہ السلام کو بھیج کر اس کی وجہ دریافت فرمائی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بارگاہِ خداوندی میں اپنی امت کے لئے گریہ و زاری کر رہا ہوں۔ حضور ﷺ کے اس جواب پر ربِ کائنات نے فرمایا: اے جبریل! میرے حبیب سے کہہ دے:

إنّا سنرضيک في أمّتک ولا نسوءک۔ (۲)

’’ہم عنقریب آپ کو آپ کی امت کے حق میں راضی کردیں گے اور آپ کو

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۳۳۰، رقم: ۱۱۱۳۱

۵۔ ابن مندہ، الإیمان، ۲: ۸۴۱

۶۔ ابویعلی، المسند، ۷: ۳۱۱، رقم: ۴۳۵۰

(۱) القرآن، الضحیٰ، ۹۳: ۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۹۱، کتاب الإیمان، رقم: ۲۰۲

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۳۷۳، رقم: ۱۱۲۶۹

۳۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۱۳۸، رقم: ۴۱۵

۴۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۸: ۳۶۷، رقم: ۸۸۹۴

۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۱: ۲۸۳

رنجیدہ نہ ہونے دیں گے۔‘‘

۲۔ امام خازن نے اِس آیت کے تحت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول درج کیا ہے:

هي الشفاعة في أمته حتى يرضى۔ (۱)

’’اس سے مراد حضور ﷺ کا امت کے حق میں شفاعت کرنا ہے یہاں تک کہ حضور ﷺ راضی ہوجائیں گے۔‘‘

۳۔ جب مذکورہ بالا آیت اتری تو تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

واللهِ! لَا أرضى و واحد من أمتي في النّار۔ (۲)

’’اللہ کی قسم! میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوگا۔‘‘

۴۔ روزِ محشر حضور ﷺ کی شفاعت کا در کھلا ہوگا، آپ ﷺ شفاعت فرماتے جائیں گے یہاں تک کہ ارشادِ خداوندی ہوگا: محبوب! کیا تو راضی ہوگیا، آپ ﷺ جواب دیں گے:

نَعَمْ، رَضِيتُ۔ (۳)

’’جی، (میرے مولا!) میں راضی ہوگیا۔‘‘

۲۰۔ روزِ قیامت خلعتِ فاخرہ کا عطا کیا جانا

روزِ محشر جب لوگ اکٹھے ہوں گے تو وہ برہنہ ہوں گے، ان کے تن لباس سے عاری ہوں گے لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ منفرد خصوصیت حاصل ہوگی کہ اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو خلعتِ فاخرہ زیب تن کرایا جائے۔

---

(۱) خازن، لباب التأویل فی معانی التنزیل، ۴: ۳۸۶

(۲) ۱۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۲۰: ۹۶

۲۔ محلی، سیوطی، تفسیر الجلالین، ۱: ۸۱۲

(۳) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۲: ۳۰۷، رقم: ۲۰۶۲

۲۔ ہندی، کنز العمال، ۱۴: ۶۳۷، رقم: ۳۹۷۵۸

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

یکسونی ربیّ تبارک و تعالٰی حُلّة خضراء۔(۱)

’’میرا پروردگار مجھے سبز رنگ کا لباسِ فاخرہ پہنائے گا۔‘‘

۲۱۔ عرش پر کرسیٔ رحمان کے دائیں جانب حضور ﷺ کی مسند کا رکھا جانا

حضور نبی اکرم ﷺ کے اخروی خصائص میں سے آپ ﷺ کا یہ اعزاز بھی ہے کہ آپ ﷺ کی کرسی عرش پر کرسیٔ رحمٰن کے دائیں جانب رکھی جائے گی۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ ہیں۔

فیلقی له کرسی عن یمین اللہ عزوجل۔(۲)

’’پس اللہ عزوجل کے دائیں جانب حضور ﷺ کی کرسی رکھی جائے گی۔

حضور ﷺ انتہائی خوبصورت جنتی پوشاک زیبِ تن کیے مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے عرش پر اللہ تعالیٰ کی دائیں جانب قیام فرما ہوں گے اور تمام اولین و آخرین آپ ﷺ کی شانِ محبوبیت کا نظارہ کر رہے ہوں گے۔

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۴۵۶

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۳۹۹، رقم: ۶۴۷۹

۳۔ حاکم، المستدرک، ۲:۳۹۵، رقم: ۳۳۸۳

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹:۷۲، رقم: ۱۴۲

۵۔ قاضی عیاض، الشفا، ۲:۲۹۰

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴:۶۱۲، رقم: ۸۶۹۸

۲۔ ابن ابی عاصم، السنہ، ۲:۳۶۵، ۳۶۶، رقم: ۷۸۶

۳۔ عبداللہ بن مبارک نے ’الزہد (۱: ۱۱۹، رقم: ۳۹۸)‘ میں یہ روایت بیان کی ہے اور ’فیلقی‘ کی بجائے ’فیوضع‘ کا لفظ لکھا ہے۔

فأكسَى الحُلة من حُلل الجنة، ثم أقوم عن يمين العرش ليس أحد من الخلائق يقوم ذالک المقام غيری۔ (۱)

’’مجھے جنت کی پوشاکوں میں سے ایک پوشاک پہنائی جائے گی، پھر میں عرشِ الٰہی کے دائیں جانب اس مقام پر کھڑا ہوں گا جہاں میرے علاوہ مخلوقات میں سے کوئی ایک (فرد) بھی کھڑا نہیں ہوگا۔‘‘

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثم أوتی بکسوتی فألبسها فأقوم عن يمين العرش مقاماً لا يقومه أحد، فيغبطني به الأولون و الآخرون۔ (۲)

’’مجھے میری پوشاک عطا کی جائے گی، میں اسے پہن لوں گا اورعرش کی دائیں جانب اس (بلند) مقام پر مسند نشین ہوں گا جہاں میرے علاوہ مخلوقات میں سے کوئی ایک (فرد) بھی مسند نشیں نہیں ہوگا، اولین و آخریں مجھ پر رشک کریں گے۔‘‘

حدیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کرسی کے دائیں جانب حضور ﷺ کے لئے مسند لگائی جائے گی مگر آپ ﷺ کمال عبدیت کا اِظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور ادباً قیام فرما رہیں گے۔ اس کی تائید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۸۵، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۱۱
۲۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱: ۱۲۸
۳۔ عجلونی، کشف الخفا، ۱: ۲۳۵، رقم: ۶۱۶
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۱۰: ۲۶۳

(۲) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۳: ۴۴۴
۲۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱: ۱۳۵
۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۱: ۴۲۶
۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۵۸

حدیث سے ہوتی ہے، جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

للأنبياء منا بر من ذهب فيجلسون عليها و يبقى منبري لا أجلس عليه أو لا اقعد عليه قائما بين يدي ربي۔ (۱)

''(محشر کے دن) تمام انبیاء کے لئے سونے کے منبر (لگے) ہوں گے، وہ ان پر جلوہ افروز ہوں گے جیسا کہ میرا منبر خالی رہے گا، میں اس پر نہیں بیٹھوں گا بلکہ اپنے پروردگار کی بارگاہ اقدس میں کھڑا رہوں گا۔''

۲۲۔ ایک ہزار فرشتوں کا حضور ﷺ کا طواف کرنا

روزِ محشر حضور ﷺ کی شان نرالی ہوگی، ایک ہزار فرشتے آپ ﷺ کی خدمت پر مامور ہوں گے۔

حضرت انس بن مالک ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

يطوف على ألف خادم كأنهم بيض مكنون أو لؤلؤ منثور۔ (۲)

''قیامت کے دن ایک ہزار خدام (فرشتے) میرے آس پاس گھوم رہے ہوں گے، ایسا معلوم ہوگا کہ وہ (گرد و غبار سے محفوظ) سفید (خوبصورت) انڈے

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۳۵، رقم: ۲۲۰
۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳: ۲۰۸، رقم: ۲۹۳۸
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۳۱۷، رقم: ۱۰۷۷۱
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۸۰
۵۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۴: ۲۴۱، رقم: ۵۵۱۵

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۲: ۲۰۱، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۱۰
۲۔ دارمی، السنن، ۱: ۳۹، رقم: ۴۸
۳۔ ابویعلی، المعجم، ۱: ۱۴۷، رقم: ۱۶۰
۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۱۶۶، ۳۰۵
۵۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۱: ۴۷، رقم: ۱۱۷
۶۔ بغوی، شرح السنہ، ۱۳: ۲۰۳، رقم: ۳۶۲۴

ہیں یا بکھرے ہوئے موتی ہیں۔‘‘

۲۳۔ تمام امتوں اور پیغمبروں پر گواہی

قیامت کے دن ہر نبی اپنی اپنی امت پر گواہ ہو گا جبکہ حضور ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر گواہ ہوں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا○ (۱)

’’پھر اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے حبیب) ہم آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے○‘‘

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَ يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ۔ (۲)

’’اور (یہ) وہ دن ہو (جب) گا ہم ہر امت میں میں انہی میں سے خود ان پر گواہ اٹھائیں گے اور (اے حبیب مکرم) ہم آپ کو ان سب (امتوں اور پیغمبروں) پر گواہ بنا کر لائیں گے۔‘‘

۲۴۔ تمام اُمتوں پر اُمتِ محمدی ﷺ کی عددی کثرت

حضور ﷺ کے اخروی خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ آخرت میں آپ ﷺ کی امت تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے تعداد میں زیادہ ہو گی۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا:

ما من الأنبياء نبيّ إلا أُعطِيَ ما مثله آمن عليه البشر، و إنما كان الذي أوتيته وحيًا أوحاه الله إليّ، و أرجوا أن أكون أكثرهم تابعًا

---

(۱) القرآن، النساء، ۴:۴۱

(۲) القرآن، النحل، ۱۶:۸۹

يوم القيامة۔ (۱)

''ہر نبی کو ایسی نشانیاں عطا کی گئیں جنہیں دیکھ کر لوگ ان کی نبوت پر ایمان لاتے اور مجھے جو نشانی دی گئی ہے وہ وحی الٰہی ہے، پس مجھے امید ہے کہ روزِ محشر میرے پیروکاروں کی تعداد تمام انبیاء سے زیادہ ہوگی۔''

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أنا أكثر الأنبياء تبعا يوم القيامة۔ (۲)

''روزِ محشر میرے پیروکار تمام انبیاء علیہم السلام کے پیروکاروں سے تعداد میں زیادہ ہوں گے۔''

۳۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إنی لأكثر الأنبياء تبعا يوم القيامة۔ (۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۹۰۵، کتاب فضائل القرآن، رقم: ۴۶۹۶

۲۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۵۴، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ، رقم: ۶۸۴۶

۳۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۳۴، کتاب الایمان، رقم: ۱۵۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۵۱، رقم: ۹۸۲۷

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۴۱، رقم: ۸۴۷۲

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۸۸، کتاب الایمان، رقم: ۱۹۶

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۴

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۵، رقم: ۳۱۷۸۱

۴۔ ابویعلی، المسند، ۷: ۴۶، رقم: ۳۹۵۹

۵۔ ابویعلی، المسند، ۷: ۵۱، رقم: ۳۹۶۷

۶۔ ابن مندہ، الایمان، ۲: ۸۵۸، رقم: ۸۸۹

۷۔ صیداوی، معجم الشیوخ، ۱: ۱۶۴، رقم: ۱۱۰

(۳) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۴۳۸، کتاب الزہد، رقم: ۴۳۰۱

۲۔ ابن ابی شیبہ، ۶: ۳۰۹، رقم: ۳۱۶۸۱

۳۔ ابویعلی، المسند، ۲: ۳۰۳، رقم: ۱۰۲۸

۴۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۲۸۴، رقم: ۹۰۴

’’بیشک روزِ محشر میرے پیروکار تمام انبیاء علیھم السلام کے پیروکاروں سے تعداد میں زیادہ ہوں گے۔‘‘

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عُرِضت علی الأمم، فرأیت النبی و معه الرهیط، و النبی و معه الرجل و الرجلان، والنبی لیس معه أحد، إذ رُفِع لی سواد عظیم، فظننت أنهم أمتی، فقیل لی: هٰذا موسیٰ علیه السلام و قومه، و لکن انظر إلی الأفق، فنظرت، فإذا سواد عظیم، فقیل لی: انظر إلی الأفق الآخر، فإذا سواد عظیم، فقیل لی: هذه أمتک و معهم سبعون ألفًا یدخلون الجنة بغیر حساب۔(۱)

’’(قیامت کے روز) میرے سامنے امتوں کو پیش کیا جائے گا تو میں دیکھوں گا کہ کسی نبی کے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت ہے اور کوئی نبی ایسا ہوگا کہ اس کے ساتھ ایک ہی آدمی ہوگا، کوئی نبی ایسا بھی ہوگا کہ اس کے ساتھ صرف دو آدمی ہوں گے اور کسی نبی کے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں ہوگا، اچانک میرے سامنے ایک عظیم جماعت لائی جائے گی تو مجھے گمان ہوگا کہ یہ میری امت ہے لیکن مجھ سے کہا جائے گا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروکار ہیں، آپ آسمان کے کنارے کی طرف نگاہ اٹھائیں۔ میں (آسمان کے کنارے کی طرف) دیکھوں گا تو لوگوں کا ایک ہجوم دکھائی دے گا۔ پھر مجھے آسمان کے دوسرے کنارے کی طرف دیکھنے کے لئے کہا جائے گا۔ وہاں بھی مجھے لوگوں کی ایک بڑی تعداد دکھائی دے گی۔ اس پر مجھ سے کہا جائے گا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان میں وہ ستر ہزار افراد بھی شامل ہیں جو کسی حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔‘‘

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۵۷، کتاب الطب، رقم: ۵۳۷۸
۲۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۷۰، کتاب الطب، رقم: ۵۴۲۰
۳۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۹۹، کتاب الإیمان، رقم: ۲۲۰
۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۵۳، رقم: ۲۳۶۲۱

فصل دُوُم

جنت میں ظاہر ہونے والے خصائص

حضور ﷺ کے وہ خصائص جن کا اظہار آپ ﷺ سے خلد بریں میں ہو گا، اُن کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

۱۔ جنت کی کنجیاں دستِ مصطفیٰ ﷺ میں

جس طرح دنیا میں اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دیں اسی طرح آخرت میں بھی جنت کی کنجیاں آپ ﷺ کو عطا کر دی جائیں گی اور وہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہوں گی۔

۱۔ حضرت انس ﷺ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا:

والمفتاتیح یومئذٍ بیدی۔(۱)

''روزِ قیامت (جنت کی) کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔''

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

و إلیّ مفاتیح الجنة یوم القیامة و لا فخر۔(۲)

''روزِ قیامت جنت کی کنجیاں میرے ہی ہاتھ میں ہوں گی اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔''

---

(۱) ۱۔ دارمی، السنن، ۱: ۳۰، رقم: ۴۸

۲۔ خلال، السنہ، ۱: ۲۰۸

۳۔ قزوینی، التدوین فی اخبار قزوین، ۱: ۲۳۵

۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱۰: ۳۸۶

(۲) سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۳۸۸

۲۔ جنت کا افتتاح دستِ مصطفیٰ ﷺ سے

جنت کے دروازے پر سب سے پہلے حضور ﷺ دستک دیں گے، اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے بھی آپ ﷺ ہی ہوں گے۔

۱۔ حضرت انس ﷛ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا:

أنا أوّل من يقرع باب الجنة۔(۱)

''سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔''

۲۔ حضرت انس ﷛ ہی سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

آتي باب الجنة يوم القيامة، فأستفتح، فيقول الخازن: من أنت؟ فأقول: محمد۔ فيقول: بک اُمِرتُ لَا أفتح لأحد قبلک۔(۲)

''روزِ محشر میں جنت کے دروازے پر آ کر دستک دوں گا، دربانِ جنت دریافت کرے گا: آپ کون ہیں؟ میں اسے جواب دوں گا: میں محمد ہوں، وہ کہے گا: مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے جنت کا دروازہ کسی اور کے لئے نہ کھولوں۔''

۳۔ حضرت ابن عباس ﷛ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أنا أول من يحرک حلق الجنة، فيفتح الله لي فيدخلنيها و معي

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۸۸، کتاب الایمان، رقم: ۱۹۶
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴، رقم: ۱۳
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۴۰۱، رقم: ۶۴۸۰، ۶۴۸۰
۴۔ ابو یعلیٰ، المسند، ۷: ۴۹، رقم: ۳۹۶۴
۵۔ ابو عوانہ، المسند، ۱: ۱۰۱، ۱۰۹، رقم: ۳۲۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۸۸، کتاب الایمان، رقم: ۱۹۷
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۳۶
۳۔ ابو عوانہ، المسند، ۱: ۱۳۸، رقم: ۴۱۸
۴۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۷۹، رقم: ۱۲۷۱

فقرآء المؤمنين و لا فخر۔(۱)

''سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ میرے لیے اسے کھول دے گا اور مجھے اس میں داخل فرما دے گا اس حال میں کہ میرے ساتھ مؤمن غرباء و مساکین ہوں گے، اور (مجھے اس پر) کوئی فخر نہیں۔''

۴۔ سیدنا فاروق اعظم ﷺ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إنّ الجنة حُرِمَت على الأنبياء كلهم حتى أدخلها و حُرِمت على الأمم حتّى تدخلها أمتي۔(۲)

''بیشک جنت تمام انبیاء پر حرام کر دی گئی ہے جب تک کہ میں جنت میں داخل نہ ہو جاؤں اور جنت دیگر تمام امتوں پر حرام ہے جب تک میری امت جنت میں داخل نہ ہو جائے۔''

۵۔ حضرت عمرو بن انس ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أنا اوّل من يدخل الجنة يوم القيامة و لا فخر۔(۳)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۸۷، ابواب المناقب، رقم:۳۶۱۶
۲۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱:۵۶۰
۳۔ مناوی، فیض القدیر، ۳:۴۴

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱:۲۸۹، رقم:۹۴۲
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰:۶۹
۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱:۳۹۶
۴۔ مناوی، فیض القدیر، ۱:۳۹

(۳) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۴۴، رقم:۱۲۳۹۱
۲۔ دارمی، السنن، ۱:۴۱، رقم:۵۲
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۸۱، رقم:۱۴۸۹
۴۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۶:۳۳، رقم:۲۲۴۵
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷:۳۴۹

''قیامت کے دن جنت میں داخل ہونے والا سب سے پہلا (شخص) میں ہوں گا اور (میں یہ بات بطور) فخر نہیں (کہتا)۔''

۲۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أنا أوّل مَن يفُتَح بابَ الجنّة۔(۱)

''میں ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولوں گا۔''

ابویعلیٰ کی روایت میں 'أول من يُفتح له' کے الفاظ ہیں۔(۲)

۳۔ جنت کے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہونا

جنت کے درجوں میں سے سب سے اعلیٰ درجہ وسیلہ ہے۔ اس پر جملہ اولین و آخرین میں سے ایک ہی ہستی کو فائز کیا جائے گا اور وہ حضور نبی مکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ سے مروی ہے:

قال رسول الله ﷺ: سلوا الله لي الوسيلة۔ قالوا: يا رسول الله! و ما الوسيلة؟ قال: أعلى درجة في الجنة لا ينالها إلا رجل واحد، أرجو أن أكون أنا هو۔(۳)

''حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے لئے وسیلہ کی دعا کیا کرو۔ صحابہ کرام ﷺ

---

(۱) ۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۱۶۲
۲۔ قزوینی، التدوین فی اخبار قزوین، ۲:۳۶۶
۳۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۳:۲۳۶، رقم: ۳۸۴۲
(۲) ابویعلیٰ، المسند، ۱۲:۷، رقم: ۶۶۵۱
(۳) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۸۵، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۱۲
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۶۵
۳۔ عبدالرزاق، المصنف، ۲:۲۱۶، رقم: ۳۱۲۰
۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۲۵، رقم: ۳۱۷۸۴
۵۔ ہناد، الزہد، ۱:۱۱۷، رقم: ۱۴۷

نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وسیلہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں اعلیٰ درجہ جس پر صرف ایک ہی شخص فائز ہوگا (اور) میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ میں ہی ہوں۔‘‘

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

سلوا اللہ لی الوسیلۃ، فانھا منزلۃ فی الجنۃ لا تنبغی إلا لعبد من عباد اللہ، و أرجو أن أکون أنا ھو، فمن سأل لی الوسیلۃ حلت لہ الشفاعۃ۔(۱)

’’تم اللہ سے میرے لیے وسیلہ کی دعا کرو، بے شک یہ جنت میں ایک مقام ہے جس پر اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ فائز ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں، پس جس نے میرے لیے وسیلے کی دعا کی اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔‘‘

۳۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

من قال حین یسمع النداء: اللھم! رب ھذہ الدعوۃ التامۃ و الصلوٰۃ القائمۃ، آت محمدا الوسیلۃ والفضیلۃ و ابعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ، حلت لہ شفاعتی یوم القیامۃ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۲۸۸، ۲۸۹، کتاب الصلاۃ، رقم: ۳۸۴
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۸۶، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۱۴
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۴: ۵۸۹، رقم: ۱۶۹۱
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۶۸، رقم: ۶۵۶۸
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۴۰۹، رقم: ۱۷۸۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۲۲۲، کتاب الأذان، رقم: ۵۸۹
۲۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۷۴۹، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۴۴۴۲
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۱: ۴۱۳، ابواب الصلاۃ، رقم: ۲۱۱

←

”جس نے اذان سننے کے بعد (یہ دعا) پڑھی: ”اے اللہ! اس دعوتِ کامل اور (اس کے نتیجے میں) کھڑی ہونے والی نماز کے رب! (حضرت) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔“ پس اس کے لیے روز قیامت میری شفاعت حلال ہو گئی۔“

۳۔ عطائے کوثر و تسنیم

حضور نبی محتشم ﷺ کو جنت الفردوس کی ایک خاص نہر کوثر عطا کی گئی ہے، یہ نہر میدان محشر میں واقع ایک حوض میں گرتی ہے جسے حوضِ کوثر کہتے ہیں، اس نہر کے جام اتنے ہیں کہ جتنے آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے، اس کے پانی کو اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ جو شخص اسے پی لے گا اسے کبھی پیاس نہیں ستائے گی۔

اِرشادِ ربانی ہے:

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ○ (۱)

”بیشک ہم نے آپ کو (ہر خیر و فضیلت میں) بے انتہا کثرت بخشی ہے ○“

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”ایک مرتبہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے، اچانک آپ ﷺ کو اُونگھ آ گئی، پھر تبسم فرماتے ہوئے سر انور اوپر اٹھایا، ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ کس وجہ سے تبسم فرما رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے، پھر آپ ﷺ نے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اِنَّا اَعْطَیْنَاکَ

۴۔ ابو داود، السنن، ۱: ۱۴۶، کتاب الصلاۃ، رقم: ۵۲۹

۵۔ نسائی، السنن، ۲: ۲۷، کتاب الأذان، رقم: ۶۸۰

۶۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۱۷، رقم: ۹۸۷۴

۷۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۲۳۹، کتاب الأذان، رقم: ۷۲۲

(۱) القرآن، الکوثر، ۱۰۸: ۱

الْکَوْثَرَ﴾ آخرِ سورت تک تلاوت فرمائی، جب تلاوت فرما چکے تو فرمایا: کیا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اُس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

فإنه نهر وعدنيه ربي ﷻ و عليه خير كثير، هو حوض ترد عليه أمتي يوم القيامة، آنيته عدد الكواكب۔(۱)

''یہ جنت میں ایک نہر ہے جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اور اس میں بہت زیادہ خیر ہے، وہ ایک حوض ہے جس پر روز قیامت میری امت (اپنی پیاس بجھانے کے لیے) آئے گی، اس کے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔''

کوثر کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے امام رازی 'التفسیر الکبیر (۳۲:۱۲۴)' میں لکھتے ہیں:

''اس نہر کو کوثر سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ اس میں جنت کی دیگر نہروں کے مقابلے میں پانی اور خیر کی کثرت ہے، یا اس لیے کہ جنت کی نہریں اس سے پھوٹتی ہیں، یا اس لیے کہ اس سے پینے والے کثیر ہوں گے، یا اس لیے کہ اس میں منافع کثیر ہیں۔''

احادیث مبارکہ میں کوثر کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔

۲۔ حضرت انس ﷺ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱:۳۰۰، کتاب الصلاۃ، رقم: ۴۰۰

۲۔ ابو داود، السنن، ۱:۲۰۸، کتاب الصلاۃ، رقم: ۷۸۴

۳۔ ابو داود، السنن، ۴:۲۳۷، کتاب السنۃ، رقم: ۴۷۴۷

۴۔ نسائی، السنن، ۲:۱۳۳، کتاب الافتتاح، رقم: ۹۰۴

۵۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶:۵۲۳، رقم: ۱۱۷۰۲

۶۔ ابو عوانہ، المسند، ۲:۱۲۲

۷۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۲:۲۳۴، رقم: ۲۳۱۷

۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲:۴۳، رقم: ۲۲۰۸

’’میں جنت کی سیر کر رہا ہوں گا، سیر کرتے کرتے میں ایک نہر پر پہنچوں گا، اس نہر کے کناروں پر خولدار موتیوں کے گنبد ہوں گے۔ میں جبرئیلِ امین (علیہ السلام) سے سوال کروں گا کہ یہ کیا ہے۔ اس پر وہ عرض گزار ہوں گے:

يا رسول الله! هٰذا الكوثر الذی أعطاک ربّک۔(۱)

’’اے اللہ کے رسول! یہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا کی ہے۔‘‘

۳۔ مذکورہ حدیث ان الفاظ سے بھی مروی ہے:

الكوثر الذی أعطاک الله۔(۲)

’’یہ وہ (نہرِ) کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔‘‘

۴۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

نهر أعطيه نبيكم ﷺ، شاطئاه عليه دُرّ مجوف آنيته كعدد النجوم۔(۳)

’’کوثر ایک نہر ہے جو حضور ﷺ کو عطا کی جائے گی اس کے دونوں کناروں پر

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۴۰۶، کتاب الرقاق، رقم: ۶۲۱۰
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۹۱، ۲۰۷، ۲۳۱، ۲۸۹
۳۔ ابو یعلیٰ، المسند، ۵: ۲۵۷، رقم: ۲۸۷۶

(۲) ۱۔ ابو داؤد، السنن، ۴: ۲۳۷، کتاب السنہ، رقم: ۴۷۴۸
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۵۲۳، رقم: ۱۱۷۰۶
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۰۷، رقم: ۱۳۱۷۹
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۳۱، رقم: ۱۳۴۴۹
۵۔ ابو یعلی، المسند، ۶: ۴۴۰، رقم: ۳۸۲۳
۶۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۵۲، رقم: ۲۶۶
۷۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳: ۱۸۸، رقم: ۲۸۸۵

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۹۰۰، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۴۶۸۱
۲۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۵۵۷
۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۷۳۲

خولدار موتی ہوں گے اور نہر کے جام (آسمان کے) ستاروں کی تعداد کے برابر ہوں گے۔‘‘

۵۔ حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے انصار کے لئے فرمایا:

فاصبروا حتی تلقونی علی الحوض۔(۱)

’’تم انتظار کرو یہاں تک کہ حوضِ (کوثر) پر تمہاری مجھ سے ملاقات ہو۔‘‘

۶۔ حضرت سہل بن سعد ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أنا فرطکم علی الحوض، من ورد شرب و من شرب لم یظمأ أبدًا۔(۲)

’’میں حوض پر تمہارا منتظم ہوں گا اور تمہارا انتظار کروں گا، جو شخص حوض پر آئے گا اور اُس میں سے پی لے گا اُسے کبھی پیاس نہیں ستائے گی۔‘‘

۷۔ حضرت ابوذر ﷺ روایت کرتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں عرض کی: یا رسول اللہ! حوض کوثر کے برتنوں کی تعداد کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

و الذی نفس محمد بیده لآنیته أکثر من عدد نجوم السماء و کواکبها، ألا! فی اللیلة المظلمة المصحیة، آنیة الجنة من شرب منها لم یظمأ آخر ما علیه، یشخب فیه میزابان من الجنة، من شرب منه لم یظمأ، عرضه مثل طوله، ما بین عمّان إلی أیلة ماؤه

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۸۱، کتاب المناقب، رقم: ۳۵۸۱

۲۔ بخاری، الصحیح، ۴:۱۵۷۴، کتاب المغازی، رقم: ۴۰۷۵

۳۔ مسلم، الصحیح، ۲:۷۳۹، کتاب الزکوۃ، رقم: ۱۰۶۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۹۳، کتاب الفضائل، رقم: ۲۲۹۰

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۳۳۳

۳۔ رویانی، المسند، ۲:۱۹۲، رقم: ۱۰۲۲

أشد بياضًا من اللبن وأحلى من العسل۔(۱)

’’قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے، حوضِ (کوثر) کے برتنوں کی تعداد آسمان کے ستاروں اور سیاروں کی تعداد سے زیادہ ہے؛ اس رات کے ستارے جو اندھیری رات کے ستارے ہوں اور اس رات میں بادل بھی نہ ہوں، جو اس سے پی لے گا اسے کبھی پیاس نہیں ستائے گی یعنی وہ پیاسا نہیں رہے گا۔ اس حوض میں جنت کے دو پرنالے گرتے ہیں، جو اس (حوضِ کوثر) سے پی لے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ اس (حوض) کا عرض اس کے طول جتنا ہے؛ جتنا عمان سے لے کر ایلہ تک کا درمیانی فاصلہ ہے، (حوض کوثر کا) پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔‘‘

۴۔ رسول معظم ﷺ کے لئے جنت میں منبر کی تنصیب

حضور نبیِ اکرم ﷺ جس منبر پر تشریف فرما ہو کر مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے وہ جنت میں نصب ہوگا۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول محتشم ﷺ نے فرمایا:

ما بين بيتي ومنبري روضة من رياض الجنة و منبري على حوضي۔(۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۷۹۸، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۰۰

۲۔ ابن ماجہ نے ’السنن (۲: ۱۴۳۸، کتاب الزہد، رقم: ۴۳۰۲)‘ میں حضرت حذیفہ ﷺ سے حدیث روایت کی ہے۔

۳۔ ابن حبان، نے ’الصحیح (۱۶: ۲۲۵، رقم: ۷۲۴۱) میں حضرت حذیفہ ﷺ سے مروی حدیث بیان کی ہے۔

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۳۹۹، کتاب الجمعہ، رقم: ۱۱۳۸

۲۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۶۷، کتاب الحج، رقم: ۱۷۸۹

۳۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۴۰۸، کتاب الرقاق، رقم: ۶۲۱۶

۴۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۷۲، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ، رقم: ۶۹۰۴

←

’’میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور (روزِ قیامت) میرا منبر میرے حوضِ (کوثر) پر ہوگا۔‘‘

۲۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

منبری علی ترعة من ترع الجنة۔(۱)

۵۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۱۰۱۱، کتاب الحج، رقم: ۱۳۹۱

۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۶۵، رقم: ۳۷۵۰

۷۔ مالک، الموطا، ۱: ۱۹۷، رقم: ۴۶۳

۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۶۵، رقم: ۱۰۰۰۹

۹۔ عبدالرزاق، المصنف، ۳: ۱۸۳، رقم: ۵۲۴۳

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۰۱، رقم: ۹۲۰۴

۲۔ احمد بن حنبل نے ’المسند (۳: ۳۸۹، رقم: ۱۵۲۲۴)‘ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

۳۔ احمد بن حنبل نے ’المسند (۵: ۳۳۵، رقم ۲۲۸۹۲)‘ میں حضرت سہیل ﷺ سے روایت کی ہے۔

۴۔ ابویعلی نے ’المسند (۳: ۳۱۹، رقم: ۱۷۸۴)‘ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

۵۔ ابویعلی نے ’المسند (۳: ۴۶۲، رقم: ۱۹۶۴)‘ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

۶۔ طبرانی نے ’المعجم الکبیر (۶: ۱۴۲، رقم: ۵۷۷۹)‘ میں حضرت سہل بن سعد ﷺ سے روایت کی ہے۔

۷۔ طبرانی نے ’المعجم الاوسط (۳: ۲۶۹، رقم: ۳۱۱۲)‘ میں حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت کی ہے۔

۸۔ بیہقی نے ’السنن الکبری (۵: ۲۴۷، رقم: ۱۰۰۲)‘ میں حضرت سہل بن سعد ﷺ سے روایت کی ہے

۹۔ مقدسی نے ’الاحادیث المختارہ (۱: ۳۰۴، رقم: ۱۹۴)‘ میں حضرت عمر ﷺ سے روایت کی ہے۔

←

’’میرا منبر جنت کی نہروں میں سے ایک نہر (کوثر کے کنارے) پر (نصب) ہو گا۔‘‘

۴۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسی طرح کی حدیث روایت کی ہے:

قوائم منبری رواتب فی الجنة۔(۱)

’’میرے اس منبر کے پائے جنت میں جمے ہوئے ہیں۔‘‘

۵۔ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کو ’ابو محمد‘ کے لقب سے پکارا جائے گا

سیدنا آدم علیہ السلام کی جنت میں کنیت ’ابو محمد‘ ہوگی۔ ذریتِ آدم علیہ السلام میں دیگر جلیل القدر انبیاء وصلحاء بھی شامل ہیں مگر حضور ﷺ کی عزت و احترام کی بدولت انہیں صرف آپ ﷺ کے اسم گرامی کی کنیت سے پکارا جائے گا۔

امام جلال الدین سیوطی اور امام محمد بن یوسف صالحی نے یہ روایت بیان کی ہے:

و یکنیٰ آدم فی الجنة به ﷺ دون سائر ولده تکریماً له، فیقال له: أبو محمد۔(۲)

’’جنت میں حضور ﷺ کی عزت واحترام کے پیش نظر حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت صرف آپ ﷺ کی نسبت سے ہوگی۔ پس اُنہیں ’ابو محمد‘ کہہ کر پکارا جائے گا۔‘‘

۱۰۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۸، ۹

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۸۹

۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۲: ۴۸۸، رقم: ۴۲۸۷

۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۳: ۱۸۲، رقم: ۵۲۴۲

(۲) ۱۔ سیوطی، انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب: ۵۱

۲۔ صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، ۱۰: ۳۸۸

۷۔ تمام اہلِ جنت کا وظیفہ مصحفِ محمدی ﷺ (قرآن مجید) ہوگا

جنت میں حضور ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآنِ مجید کی تلاوت کی جائے گی۔

امام جلال الدین سیوطی اور امام محمد بن یوسف صالحی نے آپ ﷺ کی اس خصوصیت کا ذکر کیا ہے:

أنه لا يقرأ في الجنة إلا كتابه۔(۱)

''جنت میں صرف آپ ﷺ کی کتاب (قرآنِ مجید) کی تلاوت کی جائے گی۔''

۸۔ تمام اہل جنت کی زبان، زبانِ محمدی ﷺ (عربی) ہوگی

جنت میں جس زبان کو لوگ اپنے ما فی الضمیر کے اظہار کا وسیلہ بنائیں گے وہ عربی ہوگی۔ یہ بھی نسبتِ رسول ﷺ کا کمال ہے کہ اہلِ جنت کی زبان عربی ہوگی اور وہ سب عربی ہی میں گفتگو کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی محتشم ﷺ نے فرمایا:

أنا عربي والقرآن عربي ولسان أهل الجنة عربي۔(۲)

''میں عربی ہوں، قرآن عربی (زبان میں) ہے اور اہلِ جنت کی زبان (بھی) عربی (ہی) ہوگی۔

---

(۱) ۱۔ سیوطی، انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب:۵۲

۲۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۱۰:۳۸۸

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱۰:۱۷، رقم:۹۱۴۳

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰:۵۳

۳۔ سیوطی، انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب:۵۲

۴۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۱۱:۳۸۸

باب چہارم

قرابت و صحبتِ مصطفیٰ ﷺ کے خصائص

فصل اوّل

خصائصِ اہلِ بیتِ اَطہار رضی اللہ عنہم

حضور ﷺ کے اہلِ بیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے اہلِ بیت سے افضل ہیں کیونکہ اُن کا نسبی تعلق حبیبِ خدا ﷺ سے ہے۔ یہ برگزیدہ ہستیاں حضور ﷺ کے فیضِ قرابت اور نسبتِ نبوت سے مستنیر ہوئیں، سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی کتاب کا ایک ایک حرف روشنی بن کر ان کے لوحِ دل و جاں پر نقش ہوتا رہا۔ یہ حضور ﷺ کی تعلیم و تربیت کا اثر تھا کہ اہلِ بیت کے ہر فرد کی زندگی سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا روشن عکس نظر آتی ہے۔

اہلِ بیت کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی ظاہری و باطنی آلائشوں سے پاک فرما دیا تھا۔ اُن کے اس وصفِ جمیل کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم اِرشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا○(۱)

”اے (نبی کے) گھر والو! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دور کر دے اور تمہیں خوب پاک صاف کر دے○“

۱۔ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے اہلِ بیتِ اَطہار کو اپنے کمبل کی اوٹ میں لے کر اس کی تلاوت فرمائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

خرج النبي ﷺ غداة عليه مرط مرجل من شعر أسود، فجاء الحسن بن علي فأدخله، ثم جاء الحسين فدخل معه، ثم جاءت فاطمة فأدخلها، ثم جاء عليّ فأدخله، ثم قال: ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾۔(۲)

---

(۱) القرآن، الاحزاب، ۳۳:۳۳

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۸۳، کتاب الفضائل، رقم: ۲۴۲۴

←

ایک صبح حضور ﷺ باہر تشریف لائے، آپ ﷺ نے سیاہ اُونی کمبل اوڑھ رکھا تھا۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آئے تو تاجدارِ کائنات ﷺ نے اُنہیں اپنے کمبل میں داخل فرما لیا، پھر امام حسین رضی اللہ عنہ آئے تو وہ بھی حضور ﷺ کے کمبل میں داخل ہو گئے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو آقا علیہ السلام نے اُنہیں بھی کمبل میں داخل فرما لیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو حضور ﷺ نے اُنہیں بھی کمبل میں داخل فرما لیا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ''اے (نبی کے) گھر والو! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دور کر دے اور تم کو خوب پاک و صاف کر دے۔''

۲۔ آیتِ تطہیر کے نزول کے بعد حضور ﷺ جب بھی اپنی لختِ جگر سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر کے دروازے کے سامنے سے گزرتے تو اس آیت کی تلاوت فرماتے۔ حضور ﷺ کا یہ معمول چھ ماہ تک جاری رہا۔(۱)

۳۔ حضور ﷺ کو اپنے اہلِ بیت سے بے پناہ محبت تھی، آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو نصیحت فرمائی کہ کسی حوالے سے بھی ان کی عزت و ناموس پر آنچ نہ آنے پائے۔

حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ ایک بار خطبہ ارشاد

۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۵۹، رقم: ۴۷۰۷

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۷۰، رقم ۳۲۱۰۲

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۱۴۹، رقم: ۲۶۸۰

۵۔ اسحاق بن راہویہ، المسند، ۳: ۶۷۸، رقم: ۱۲۷۱

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۳۵۲، ابواب التفسیر، رقم: ۳۲۰۶

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۸۵

۳۔ ابویعلی، المسند، ۷: ۵۹، رقم: ۳۹۷۸

۴۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۶۷

۵۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۷۲، رقم: ۳۲۰۶

۶۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۴۸۴

فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے تو حمد وثناء کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

ألا، أيها الناس! فإنما أنا بشر يوشک أن يأتي رسول ربّي فأجيب، و أنا تارک فيکم ثقلين: أولهما کتاب الله فيه الهدى و النور فخذوا بکتاب الله، و استمسکوا به، فحث على کتاب الله و رغب فيه۔ ثم قال: و أهل بيتي، أذکرکم الله في أهل بيتي، أذکرکم الله في أهل بيتي، أذکرکم الله في أهل بيتي۔(۱)

’’خبردار، اے لوگو! بیشک میں ایک (بے مثل) بشر ہوں۔ قریب ہے کہ میرے رب کا بھیجا ہوا (موت کا فرشتہ) آئے اور میں (اس کا پیامِ اجل) قبول کروں۔ میں تمہارے درمیان دو بڑی (عظمت والی) چیزیں چھوڑ رہا ہوں: پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے، اس میں ہدایت اور نُور ہے، پس اللہ کی کتاب کو تھامے رہو اور مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو۔ حضور ﷺ نے قرآن پر (عمل کرنے کی طرف) اُبھارا اور رغبت دلائی۔ پھر فرمایا کہ دوسری چیز میرے اہلِ بیت ہیں، میں تمہیں اہلِ بیت کے بارے میں خُدا (کا خوف) یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اہلِ بیت کے بارے میں خُدا (کا خوف) یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۷۳، کتاب الفضائل، رقم: ۲۴۰۸
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۶۶
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۵۱، رقم: ۸۱۷۵
۴۔ نسائی، فضائل الصحابہ، ۱: ۲۲، رقم: ۷۲
۵۔ دارمی، السنن، ۲: ۵۲۴، رقم: ۳۳۱۶
۶۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴: ۶۲، رقم: ۲۳۵۷
۷۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۱۱۴، رقم: ۲۶۵
۸۔ ابن أبی عاصم، السنہ، ۲: ۶۴۳، رقم: ۱۵۵۱
۹۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۵: ۱۸۲، رقم: ۵۰۲۶
۱۰۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۱۴۸، رقم: ۲۶۷۹

اہلِ بیت کے بارے میں خُدا (کا خوف) یاد دلاتا ہوں۔‘‘

سرورِ کائنات ﷺ نے آخری جملے تین بار اس لئے دہرائے تاکہ اُمت کی توجہ اہلِ بیتِ اَطہار کے عظیم مقام و مرتبہ کی طرف مرکوز رہے، چنانچہ آپ ﷺ نے لوگوں کو تاکیداً تلقین فرمائی کہ میرے اہلِ بیت سے معاملہ کرو تو خوفِ خُدا ہر لحہ تمہارے پیشِ نظر رہے، خبردار! میرے اہلِ بیت کی شان میں کوئی گستاخی نہ کر بیٹھنا اور ان کے عزت و احترام کا ہر لحظہ خیال رکھنا۔

۴۔ حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت زید بن ارقم ﷺ سے مروی ہے کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

إنی تارک فیکم ما إن تمسکتم به لن تضلوا بعدی، أحدهما أعظم من الآخر: کتاب الله حبل ممدود من السماء إلی الأرض، و عترتی أهل بیتی، و لن یتفرقا حتی یردا علیّ الحوض، فانظروا کیف تخلفونی فیهما۔(۱)

’’میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جن کا دامن پکڑے رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے، ان دونوں میں ایک دوسری سے بڑی ہے: (ایک) اللہ کی کتاب (قرآنِ حکیم) جو زمین سے آسمان تک ایک لمبی رسی ہے، (یعنی بندے اور خُدا کے درمیان ایک واسطہ اور ذریعہ ہے) اور (دوسری) میری عترت ہے، اہلِ بیت۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ روزِ حشر اکٹھے حوضِ (کوثر) پر آئیں گے۔ دیکھو! میرے بعد

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۶۳، ابواب المناقب، رقم: ۳۷۸۸
۲۔ احمد، المسند، ۳:۵۹، رقم: ۱۱۵۷۸
۳۔ ابن أبی عاصم، السنۃ، ۲:۶۴۴، رقم: ۱۵۵۴
۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳:۳۷۴، رقم: ۳۴۳۹
۵۔ دیلمی، الفردوس، بمأثور الخطاب، ۱:۶۷، رقم: ۱۹۴

تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔‘‘

اہلِ ایمان کو باور کرایا جارہا ہے کہ قرآن پر عمل کرو گے تو صراطِ مستقیم پر رہو گے، اسی طرح اہلِ بیت کا دامن تھام کر رکھو گے تو سیدھی راہ تمہاری نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے گی۔

ا۔ اہلِ بیت سے محبت و مودّت اِحسانِ رسول ﷺ کا صلہ

جملہ نسلِ انسانی ابد الآباد تک حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے اہلِ بیت کے بے پایاں احسانات کی زیرِ بار رہے گی، لیکن آقائے دوجہاں ﷺ نے ان اِحسانات کے بدلہ میں اپنے یا اہلِ بیت کے لئے کچھ بھی طلب نہیں کیا۔ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے فرمایا:

قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰی۔(۱)

’’آپ فرما دیجئے: اس (تبلیغِ رسالت) پر میں تم سے کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا قرابت کی محبت کے سوا۔‘‘

اِس فرمانِ رسول ﷺ کی رُو سے ہر مسلمان پر حضور ﷺ کے اہلِ بیت کی محبت و مؤدّت واجب ہے کہ یہ محبت حضور ﷺ سے محبت ہے اور حضور ﷺ سے محبت قصرِ ایمان کی خشتِ اوّل ہے۔

ا۔ اہلِ بیت کی محبت، محبتِ رسول ﷺ کے حصول کا بھی ذریعہ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أحبوا اللہ لما يغذوکم من نعمه، و أحبوني بحب اللہ و أحبوا أهل بيتي لحبي۔(۲)

---

(۱) القرآن، الشوریٰ، ۴۲: ۲۳

(۲) ا۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۶۴، ابواب المناقب، رقم: ۳۷۸۹

←

’’اللہ رب العزت سے اس کی نعمتوں کی عطا کے باعث محبت کرو اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر محبت کرو اور میرے اہل بیت سے میری محبت کی خاطر محبت کرو۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے مطابق جو مومن اہلِ بیت سے محبت کرے گا وہ حضور ﷺ کا محبوب ہوگا اور جو حضور ﷺ کا محبوب ہوگا وہ خدا کا محبوب ٹھہرے گا اور اس کا مقرب و مقبول بندہ شمار ہوگا۔

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کا قول ہے:

أرقبوا محمدا ﷺ فی أهل بيته۔(۱)

’’حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اُن کے اہلِ بیت میں تلاش کرو۔‘‘

۲۔ نفوسِ اہلِ بیت کی نفس محمدی ﷺ سے نسبت

نفوسِ اہلِ بیت ﷺ کو نفسِ محمدی ﷺ سے امتیازی تعلق اور نسبت حاصل ہے جس کا اظہار اہلِ کتاب کو مباہلہ کی دعوت سے ہوتا ہے۔

۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۶۲، رقم: ۴۷۱۶
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۳: ۴۶، رقم: ۲۶۳۹
۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۱: ۳۶۶، رقم: ۴۰۸
۵۔ قزوینی، التدوین فی أخبار قزوین، ۳: ۲۹۹۔۳۰۰

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۶۱، کتاب المناقب، رقم: ۳۵۰۹
۲۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۷۰، کتاب المناقب، رقم: ۳۵۴۱
۳۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، ۲: ۷۵۴، رقم: ۹۷۱
۴۔ ابن أبی شیبہ، ۶: ۳۷۴، رقم: ۳۲۱۴۰
۵۔ عسقلانی، فتح الباری، ۷: ۷۹
۶۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۱۱۴

حضور ﷺ کی اہلِ کتاب کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گفتگو ہوئی تو آپ ﷺ نے اُن کے فاسد عقیدے ...... کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) اِبن اللہ ہیں ...... کا ردّ فرمایا لیکن اہلِ کتاب اپنے غلط موقف پر قائم رہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مباہلہ کا چیلنج کرنے کا حکم دیا یعنی فریقین بارگاہِ ایزدی میں دعا کریں کہ باری تعالیٰ ہم میں سے جو بھی جھوٹا ہے اسے برباد کر دے۔

اس چیلنج کا اعلان قرآن کریم میں یوں کیا گیا:

فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْهِ مِنْم بَعْدِ مَاجَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَکُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللهِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ○ (۱)

’’پس آپ کے پاس علم آجانے کے بعد جو شخص عیسیٰ (علیہ السلام) کے معاملہ میں آپ سے جھگڑا کرے تو آپ فرما دیں کہ آجاؤ ہم (مل کر) اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو بھی (ایک جگہ پر) بلا لیتے ہیں، پھر ہم مباہلہ (یعنی گڑ گڑا کر دعا) کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجتے ہیں ○‘‘

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ولما نزلت هذه الآية: نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَکُمْ، دعا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عليا و فاطمة و حسناً و حسيناً، فقال: اللهم! هؤلاء أهلي۔ (۲)

(۱) القرآن، آل عمران، ۳:۶۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۷۱، کتاب الفضائل، رقم:۲۴۰۴

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۲۲۵، رقم:۲۹۹۹

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵:۱۰۷، رقم:۸۳۹۹

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۱۸۵، رقم:۱۶۰۸

۵۔ حاکم، المستدرک، ۳:۱۶۳، رقم:۴۷۱۹

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۶۳، رقم ۱۳۱۷۰

”جب یہ آیت (مباہلہ) کہ ہم (مل کر) اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو بلا لیتے ہیں‘ نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جمع کیا، پھر فرمایا: اے اللہ یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔“

۳۔ نسبِ اہلِ بیت روزِ حشر بھی قائم رہے گا

قیامت کے دن دنیا کے سب رشتے ناطے ٹوٹ جائیں گے، ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہوگا، کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا، جیسا کہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ○(۱)

”پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اُن کے درمیان اُس دن نہ رشتے (باقی) رہیں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کا حال پوچھ سکیں گے ○“

لیکن آقائے دو جہاں علیہ السلام کے اہلِ بیتِ اَطہار کا معاملہ اس کے برعکس ہوگا۔ آپ ﷺ سے اُن کا رشتۂ نسب قیامت کے دن بھی قائم رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

کل نسب و صهر منقطع يوم القيامة إلا نسبي و صهري۔(۲)

---

(۱) القرآن، المؤمنون، ۲۳:۱۰۱

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۴:۲۵۷، رقم: ۴۱۳۲

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۳۲۳

۳۔ حاکم، المستدرک، ۳:۱۷۲، رقم: ۴۷۴۷

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۶۴، رقم: ۱۳۱۷۳

۵۔ بزار، المسند، ۱:۳۹۷، رقم: ۲۷۴

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰:۲۵، رقم: ۳۰

۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸:۴۶۳

’’قیامت کے روز تمام نسبی اور سسرالی رشتے ختم ہو جائیں گے، سوائے میرے نسبی اور سسرالی رشتے کے۔‘‘

گرمئ محشر میں بھی ان رشتوں کا قائم رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کے اہلِ بیتِ اَطہار ہمیشہ صراطِ مستقیم پر قائم رہیں گے۔

۴۔ اہلِ بیتِ نبوی ﷺ اُمت کے لئے گہوارۂ اَمن

حضور ﷺ کے اہلِ بیتِ اَطہار کی فضیلت اور عظمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اُمتِ مسلمہ دورِ فتن میں بھی ان کے وجودِ مسعود کی بدولت باہمی افتراق و انتشار سے محفوظ رہے گی، اور آزمائش کی ہر گھڑی اور ابتلاء کے ہر لمحہ میں اہلِ بیت، اُمتِ مسلمہ کے لئے حصارِ امن و عاطفت بن جائیں گے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أهل بيتي أمان لأمتي، فإذا ذهب أهل بيتي أتاهم ما يوعدون۔(۱)

’’میرے اہلِ بیت میری اُمت کے لئے امان ہیں، جب میرے اہلِ بیت صفحۂ ہستی سے ناپید ہو جائیں گے تو اہلِ زمین کی طرف وہ نشانیاں آئیں گی جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔‘‘

یہ اس امر کا مظہر ہے کہ اہلِ بیت کے دُنیا سے اُٹھ جانے کے بعد قربِ قیامت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے۔

۵۔ اہلِ بیتِ اَطہار شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ کے اوّلین حقدار

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی رِدائے شفاعت روزِ حشر سب سے پہلے اہلِ بیت کو

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۲:۴۸۶، رقم: ۳۶۷۶
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳:۵۱۷، رقم: ۵۹۲۶
۳۔ حکیم ترمذی، نوادر الاصول، ۳:۶۶

ڈھانپے گی۔ اِرشادِ نبوی ﷺ ہے:

أول من أشفع له من أمتي أهل بيتي، ثم الأقرب، من قريش، ثم الأنصار، ثم مَن آمن بي و اتبعني من اليمن، ثم من سائرالعرب، ثم الأعاجم، و أوّل من أشفع له أولوا الفضل۔(۱)

''روزِ محشر اپنی اُمت میں سے سب سے پہلے میں اپنے اہلِ بیت کی شفاعت کروں گا، پھر قریش میں سے اُن کے بعد والے قرابت داروں کی، پھر اَنصار کی، پھر اُس کی جو یمن میں سے مجھ پر ایمان لایا اور میری پیروی کی، پھر تمام اہلِ عرب کی، پھر تمام غیر عرب کی، اور جس کی شفاعت میں پہلے کروں گا وہ (دوسروں) سے افضل ہوگا۔''

۶۔ اہلِ بیت جنتیوں کی قیادت کرنے والا ہراول دستہ

حضور نبی اکرم ﷺ کی قیادتِ عظمیٰ میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والا دستہ اہلِ بیتِ اَطہار پر مشتمل ہوگا۔ ثعلبی نے حضرت علی کرم اللہ وجھہ سے راویت بیان کی ہے کہ ایک دن اُنہوں نے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں شکایت کی: یا رسول اللہ! لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں، تو آپ ﷺ نے اَز راہِ تشفی مجھ سے فرمایا:

أما ترضى أن تكون رابع أربعة أول من يدخل الجنة: أنا وأنت والحسن والحسين، وأزواجنا عن أيماننا وشمائلنا، وذريتنا خلف أزواجنا۔(۲)

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۴۲۱، رقم: ۱۳۵۵۰
۲۔ دیلمی، الفردوس، ۱: ۲۳، رقم: ۲۹
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۸۰

(۲) ۱۔ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۶: ۲۲
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۳۱۹، رقم: ۹۵۰

←

’’اے علی! کیا تو اس پر خوش نہیں کہ تو جنت الفردوس میں سب سے پہلے داخل ہونے والے چار اَفراد میں سے ایک ہے: میں، تم، حسن اور حسین سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے جبکہ ہماری اَزواج ہمارے دائیں بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد ہماری اَزواج کے عقب میں ہوگی۔‘‘

اہلِ بیتِ اَطہار اہلِ جنت کے قائد ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

نحن ولد عبد المطلب سادة أهل الجنة: أنا و حمزة و علی و جعفر و الحسن و الحسين و المهدی۔(۱)

’’ہم اولادِ عبدالمطلب ہیں اور اہلِ جنت کے قائد ہیں، یعنی میں خود، (حضرت) حمزہ، (حضرت) علی، (حضرت) جعفر، (حضرت) حسن، (حضرت) حسین اور (حضرت) مہدی (علیہم السلام)۔‘‘

۷۔ جنت میں محبانِ اہلِ بیت کا اِعزاز

محبانِ اہلِ بیت جنت میں حضور ﷺ کے خصوصی قرب میں ہوں گے اور انہیں آقائے دوجہاں ﷺ کی معیت نصیب ہوگی۔ انہیں یہ اِعزاز حضور ﷺ کے اہلِ بیت کی محبت کے صلہ میں ملے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا اِرشادِ گرامی ہے:

من أحبنی و أحب هذين و أباهما و أمهما، كان معی فی درجتی

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۱۳۱

۴۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، ۲: ۶۲۴، رقم: ۱۰۶۸

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۳۶۸، کتاب الفتن، رقم: ۴۰۸۷

۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۲۳۳، رقم: ۴۹۴۰

۳۔ دیلمی، الفردوس، ۱: ۵۳، رقم: ۱۴۲

يوم القيامة۔(۱)

’’جس نے مجھ سے محبت کی اور اُن دونوں (حسنین کریمین رضی اللہ عنہما) سے محبت کی اور ان کی ماں (فاطمہ رضی اللہ عنہا) اور باپ (علی کرم اللہ وجہہ الکریم) سے محبت کی تو وہ روزِ محشر میرے ساتھ میرے درجہ (قربت) میں ہوگا۔‘‘

۸۔ نماز میں اہلِ بیت پر درود کی خصوصیت

حضور ختمی مرتبت ﷺ پر درود و سلام بھیجنا افضل ترین اَعمال میں سے ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے ملائکہ کا عملِ مشترک ہے بلکہ اس عملِ مشترک میں خدا اپنے بندوں کو بھی شامل فرما لیتا۔ درود و سلام کا فیضان حضور ﷺ کے اہلِ بیت اور جمیع اُمت کو حاصل ہے۔ اہلِ بیتِ رسول ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ نماز میں حضور رحمتِ عالم ﷺ کے ساتھ اُن پر بھی ہدیۂ درود و سلام بھیجا جاتا ہے، ہماری نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک حضور ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے اہلِ بیتِ اَطہار پر درود نہ بھیجا جائے۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

سألنا رسول الله ﷺ، فقلنا: يا رسول الله! كيف الصلوة عليكم أهل البيت، فإن الله قد علمنا كيف نسلم عليكم؟ قال: قولوا: اَللّٰهم! صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهم! بَارِکْ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۴۱، ابواب المناقب، رقم: ۳۷۳۳
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۷۷، رقم: ۵۷۶
۳۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۲: ۱۶۳، رقم: ۹۶۰
۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۳: ۵۰، رقم: ۲۶۵۴
۵۔ مقدسی، الأحادیث المختارہ، ۲: ۴۵، رقم: ۴۲۱
۶۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۲۸۷، رقم: ۷۲۵۵

عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔(۱)

''ہم نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اور اہل بیت پر درود کیسے پڑھا جائے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیسے درود پڑھنے کی تعلیم فرمائی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تم پڑھو، اے اللہ! (حضرت) محمد پر اور ان کی آل پر درود بھیج جیسے تو نے (حضرت) ابراہیم اور ان کی آل پر درود بھیجا، بیشک تو ہر تعریف اور بزرگی کے لائق ہے۔ اے اللہ! تو برکتیں نازل فرما (حضرت) محمد پر اور ان کی اولاد پر جیسے تو نے برکتیں نازل فرمائیں (حضرت) ابراہیم پر اور ان کی اولاد پر، بیشک تو ہر تعریف اور بزرگی کے لائق ہے۔''

۹۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خصائص

مولائے کائنات حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کو دامادِ رسول ہونے کا شرفِ عظیم حاصل ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے شوہرِ نامدار اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے والد گرامی ہیں۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی مُحتشم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

أنت مني و أنا منک۔(۲)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۲۳۳، رقم ۳۱۹۰
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۶۰، رقم: ۴۷۱۰
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۱۴۸، رقم: ۲۶۷۸
۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳: ۲۹۔ رقم: ۲۳۶۸
۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹: ۱۲۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۵۵۱، کتاب المغازی، رقم: ۴۰۰۵

’’اے علی! تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔‘‘

حضور ﷺ پیغمبر آخر الزماں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے اُمتی ہیں لیکن اس حدیثِ مبارکہ کے ذریعے حضور ﷺ نے عظمتِ اہلِ بیت کے احساس کو دل میں جاگزیں رکھنے کی ضرورت و اہمیت واضح فرما دی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مولائے کائنات ہیں، دنیا کو حضور ﷺ کی وِلایت کا فیض حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے توسط سے ملا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

من كنتُ مولاه فعليّ مولاه۔(۱)

’’جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔‘‘

۱۰۔ سیدۂ عالم فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے خصائص

آپ کا نامِ گرامی زبان پر آتا ہے تو نگاہیں عقیدت و احترام سے جھک جاتی ہیں، آپ حضور ﷺ کی لختِ جگر اور نورِ نظر ہیں، حضور ﷺ کے بعد کائنات میں آپ ہی سب سے افضل ہیں۔

۱۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۳۵، کتاب المناقب، رقم: ۳۷۱۶

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۱: ۲۲۹، رقم: ۴۸۷۳

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۱۵

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۶

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۳۳، کتاب الفضائل، رقم: ۳۷۱۳

۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۶۱۳، رقم: ۶۲۷۲

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۴۵، رقم: ۸۱۴۵

إن هذا ملک لم ينزل الأرض قط قبل هذه الليلة استأذن ربه أن يسلم عليّ، و يبشرني بأن فاطمة سيدة نساء أهل الجنة، و أن الحسن و الحسين سيدا شباب أهل الجنة۔(۱)

’’بے شک یہ فرشتہ (جو ابھی نازل ہوا) اس رات سے پہلے کبھی مجھ پر نہیں اترا، اس نے رب سے میری بارگاہ میں سلام پیش کرنے اور یہ خوش خبری سنانے کی اجازت حاصل کی کہ فاطمہ خواتینِ جنت کی سردار اور حسن و حسین نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔‘‘

۲۔ سیدۂ کائنات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہے:

فاطمة بضعة مني، فمن أغضبها أغضبني۔(۲)

’’فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، پس جس نے فاطمہ کو ناراض کیا بیشک اس نے مجھے ناراض کیا۔‘‘

۳۔ حضرت عروہ بن زبیر ﷺ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ نے اپنی حیاتِ مقدسہ کے آخری ایام میں اپنی لختِ جگر کے کانوں میں راز داری سے کچھ فرمایا تو سیدۂ کائنات رضی اللہ عنہا تصویرِ غم بن گئیں اور چشمانِ مبارک سے آنسو بہنے لگے۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے اس کے بعد مزید کچھ فرمایا تو شہزادیٔ کونین رضی اللہ عنہا مسکرا پڑیں۔ بعد میں ان سے وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ جب حضور ﷺ نے اپنے وصال کی خبر سنائی تو میں رو پڑی، مسکرانے کا سبب پوچھا گیا تو کہنے

(۱) ا۔ ترمذی، ۵:۶۶۰، ابواب المناقب، رقم: ۳۷۸۱
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۳۹۱

(۲) ا۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۶۱، کتاب المناقب، رقم: ۳۵۱۰
۳۔ دیلمی، الفردوس، ۳:۱۴۵، رقم: ۴۳۸۹
۴۔ شیبانی، الاحاد و المثانی، ۵:۳۶۱، رقم: ۲۹۵۴
۵۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۲:۱۳

لگیں کہ آقائے مکرم ﷺ نے فرمایا:

أما ترضين أن تكوني سيدة نساء أهل الجنة أو نساء المؤمنين!(۱)

''(اے فاطمہ!) کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو تمام خواتین جنت کی سردار ہو یا تمام مسلمان عورتوں کی سردار ہو!''

۴۔ یوں تو اہلِ بیت اطہار کا ہر فرد تقدس کی چادرِ تطہیر میں لپٹا ہوا ہے لیکن شہزادیٔ کونین رضی اللہ عنہا تو طہارت اور پاکیزگی کی وہ علامت ہیں کہ چشم فلک بھی ان کے احترام میں جھک جاتی ہے۔ احادیث میں مذکور ہے کہ حشر کے روز جب شہزادیٔ کونین حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آمد ہو گی تو اہلِ محشر سے علی الاعلان کہا جائے گا کہ احترام سے اپنی نگاہیں جھکا لو، تصویرِ ادب بن جاؤ کہ شہزادیٔ کونین رضی اللہ عنہا تشریف لانے والی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ختمی مرتبت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

إذا كان يوم القيامة، نادى منادٍ من وراء الحجاب: يا أهل الجمع! غضوا أبصاركم عن فاطمة بنت محمد صلى الله عليه وآله وسلم حتى تمر۔(۲)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۲۶، کتاب المناقب، رقم: ۳۴۲۶
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۰۴، کتاب الفضائل، رقم: ۲۴۵۰
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۵۱۸، کتاب ما جاء فی الجنائز، رقم: ۱۶۲۱
۴۔ بزار، المسند، ۳: ۱۰۲، رقم: ۸۸۵
۵۔ ابو یعلی، المسند، ۱۲: ۳۱۲، رقم: ۶۸۸۶

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۶۶، رقم: ۴۷۲۸
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۴۰۰، رقم: ۹۹۹
۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳: ۳۵، رقم: ۲۳۸۶
۴۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، ۲: ۷۶۳، رقم: ۱۳۴۴
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۲۱۲

’’روزِ محشر (دفعتاً) کوئی منادی پردوں کے پیچھے سے اعلان کرے گا: اے حشر والو! فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بنت محمد (ﷺ) تشریف لا رہی ہیں ان کے (میدان محشر سے) گزرنے تک اپنی نگاہیں نیچی کر لو۔‘‘

۱۱۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے خصائص

حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما جو حسنین کریمین کے مشترک نام سے معروف ہیں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے جگر گوشے اور حضور ﷺ کے انتہائی لاڈلے نواسے تھے۔ ان کا شمار اہلِ بیتِ خاص میں ہوتا ہے۔ ان کے خصائص متعدد احادیث میں بیان ہوئے ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا:

الحسن و الحسين سيدا شباب أهل الجنة۔(۱)

’’حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔‘‘

۲۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی محبت، محبتِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

من أحبهما فقد أحبني، و من أبغضهما فقد أبغضني۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۵۶، ابواب المناقب، رقم: ۳۷۶۸
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۴۴، مقدمہ، رقم: ۱۱۸
۳۔ احمد بن حنبل، المسند ۳: ۶۲
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۴۱۳، رقم: ۶۹۶۰
۵۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۸۲، رقم: ۴۷۷۸

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۸۸، رقم: ۷۸۶۳
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۴۹، رقم: ۸۱۶۸
۳۔ عبدالرزاق، المصنف، ۳: ۴۷۱، رقم: ۶۳۶۹

←

’’جس نے حسن اور حسین دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔‘‘

یہ اعزازِ لازوال بھی حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے حصہ میں آیا کہ اُنہیں حضور نبی اکرم ﷺ کے جسمِ اطہر سے مشابہت حاصل تھی۔ حضور ﷺ کے وصال مبارک کے بعد صحابہ کرام ﷺ کو جب اپنے محبوب ﷺ کی یاد ستاتی تو وہ سیدنا علی المرتضیٰ ﷺ کے درِ دولت پر حاضر ہوتے اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی زیارت سے اپنی مشتاق نگاہوں کی پیاس بجھاتے۔

۳۔ حضرت علی ﷺ سے روایت ہے:

الحسن أشبه برسول اللهﷺ، ما بين الصدر إلى الرأس، و الحسين أشبه برسول اللهﷺ ما كان أسفل من ذلك۔(۱)

’’(حضرت) حسن (ﷺ) سینے سے لے کر سر تک، حضور ختمی مرتبت ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے اور (حضرت) حسین (ﷺ) اس کے نیچے حضور ﷺ کے مشابہ تھے۔‘‘

۴۔ حضرت علی ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

۴۔ اسحاق بن راہویہ، المسند، ۱: ۲۴۸، رقم: ۲۱۱

۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۳: ۴۸، رقم: ۲۶۴۶

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۶۰، ابواب المناقب، رقم: ۳۷۷۹

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۹۹، ۱۰۸

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۴۳۰، رقم: ۶۹۷۴

۴۔ مقدسی، الأحادیث المختارۃ، ۲: ۳۹۴، رقم: ۷۸۱

۵۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۱: ۳۸۴

۶۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۷۶۳

من أحبني و أحب هذين و أباهما و أمهما كان معي في الجنة۔(۱)

’’جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے اور ان کے ماں باپ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میری قربت کے درجہ میں ہو گا۔‘‘

(۱) ۱۔ترمذی، السنن، ۵:۶۴۱، رقم:۳۷۳۳
۲۔احمد، المسند، ۱:۷۷، رقم:۵۷۶
۳۔طبرانی، المعجم الصغیر، ۲:۱۶۳، رقم:۹۶۰
۴۔طبرانی، المعجم الکبیر، ۳:۵۰، رقم:۲۶۵۴
۵۔مقدسی، الأحادیث المختارہ، ۲:۴۵

فصلِ دُوُم

خصائصِ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

اَزواجِ مطہرات کا یہ شرفِ عظیم ہے کہ انہیں حضور رحمتِ عالم ﷺ کی زوجیت کی وہ لا زوال نسبت حاصل ہوئی جو دنیا کی کسی بھی دوسری عورت کے مقدر میں نہ لکھی گئی۔ اسی نسبت و تعلق کی وجہ سے عالمِ نسواں میں اَزواجِ مطہرات کو منفرد و اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

اُن خوش قسمت خواتین کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ اُم المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

۲۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

۳۔ اُم المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

۴۔ اُم المؤمنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا

۵۔ اُم المؤمنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

۶۔ اُم المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

۷۔ اُم المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

۸۔ اُم المؤمنین سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

۹۔ اُم المؤمنین سیدہ اُم حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

۱۰۔ اُم المؤمنین سیدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

۱۱۔ اُم المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا

۱۲۔ اُم المؤمنین سیدہ ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا

۱۳۔ اُم المؤمنین سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

اَزواجِ مطہرات کے خصائص وفضائل قرآن و حدیث میں بکثرت بیان ہوئے

ہیں، ان میں سے چند خصائص درج ذیل ہیں۔

۱۔ دنیا بھر کی خواتین میں اَزواجِ مطہرات کی اِمتیازی شان

ربِ کائنات نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے اُن کی اِمتیازی حیثیت کا یوں اعلان فرمایا:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ۔(۱)

’’اے نبی کی بیبیو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔‘‘

اَزواجِ مطہرات کی فضیلت کے باب میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے کہ تم عام عورتوں جیسی نہیں ہو، جس طرح میرا محبوب ﷺ بے مثل ہے، اسی طرح تم بھی بے مثل ہو۔

۲۔ اُمہات المؤمنین ہونے کا اعزاز

اَزواجِ رسول ﷺ کا دوسرا امتیازی شرف یہ ہے کہ انہیں اُمہات المؤمنین ہونے کے بے مثل اعزاز کا حقدار ٹھہرایا گیا جس میں کوئی خاتون ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ وہ تا ابد اُمتِ محمدی علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام کی مائیں ہیں۔ ان کا ادب و احترام حقیقی ماؤں سے بڑھ کر واجب ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ۔(۲)

’’نبی ایمان والوں کو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے (زیادہ قریب ہے یا یوں کہو کہ نبی مومنوں کی جان کا ان سے زیادہ حق دار ہے) اور اس (نبی) کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔‘‘

(۱) القرآن، الاحزاب، ۳۳:۳۲

(۲) القرآن، الأحزاب، ۳۳:۶

۳۔ اَزواجِ مطہرات سے بعد اَز وصالِ رسول ﷺ اُمتیوں کا نکاح حرام ٹھہرایا گیا

اُمہات المؤمنین مقام و مرتبہ کے ہر حوالے سے عام عورتوں سے مختلف ہیں۔ اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی اَزواجِ مطہرات کے اس اعزاز کو برقرار رکھا اور اُنہیں پوری اُمت کے لئے احترام اور تقدس کی علامت بنا دیا۔

قیامت تک آنے والی عام خواتین کو خاوند کی وفات کے بعد دُوسرا نکاح کرنے کی اجازت ہے لیکن اَزواجِ مطہرات کی تکریم و تقدیس کے پیشِ نظر حضور ﷺ کے وصال کے بعد اُنہیں دوسرے نکاح کی اجازت نہیں دی گئی۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًاؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا○(۱)

’’اور (خوب یاد رکھو کہ) یہ تمہارے لئے زیبا نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو (تم کوئی ایسی بات کرو جو حضور ﷺ کو ناگوار گذرے یہ منافقوں اور کافروں کا شیوہ ہے) اور نہ یہ کہ اُن کی بیویوں سے کبھی اُن کے بعد نکاح کرو، بیشک اللہ کے نزدیک یہ بڑا (گناہ) ہے○‘‘

۴۔ حبیبِ خدا ﷺ کی دائمی رفاقت کا شرف

آیتِ تخییر میں اِرشاد ہوا کہ محبوب! انہیں بتا دیں کہ اگر تمہیں دُنیا کی زندگی زیادہ عزیز ہے، تم نمود و نمائش، زیب و زینت اور کسی سماجی مرتبے کی تمنائی ہو تو دُنیا کی دولت لے کر علیحدگی اختیار کر لو، میں تمہیں حُسن و خوبی کے ساتھ رُخصت کر دوں گا، یعنی دل میں ملال لائے بغیر تم سے کنارہ کش ہو جاؤں گا۔ اگر اس کے برعکس تمہیں آخرت عزیز ہے تو تمہارے لئے اجرِ عظیم ہے۔ اَزواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے حضور ﷺ کی دائمی

---

(۱) القرآن، الأحزاب، ۳۳:۵۳

رفاقت کے شرف کو دنیاوی مال و دولت پر ترجیح دی۔ بارگاہِ خُداوندی میں اَزواجِ مطہرات کا یہ فیصلہ قبولیت کی سند حاصل کر گیا اور اپنے محبوب ﷺ کو مخاطب کر کے ربِ ذوالجلال نے فرمایا:

لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَ لَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَکَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ ط وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا○(۱)

”(اور اے رسول! جن عورتوں کا ذکر ہو چکا ہے جو حلال کی گئیں) ان کے علاوہ اور عورتیں آپ کو جائز نہیں اور نہ یہ (جائز ہے) کہ آپ اُن (بیویوں) کی جگہ دوسری بیویاں کر لیں خواہ اُن کا حُسن آپ کو (کتنا ہی) اچھا لگے سوائے اُن کے کہ آپ کی باندیاں ہیں (اُن کے بارے میں آپ کو اختیار ہے)، اور اللہ ہر شے پر نگاہ رکھتا ہے (وہ سب کا نگہبان ہے)○“

مذکورہ بالا آیتِ مقدسہ کے نزول کے بعد تاجدارِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ نے نہ تو کوئی دوسری شادی کی اور نہ کسی زوجۂ مطہرہ کو طلاق دے کر اُسے اپنے حرم سے الگ کیا۔

۵۔ قرآن میں اَزواجِ مطہرات کی قیام گاہوں کا ذکر

قرآنِ حکیم میں اَزواجِ مطہرات کے گھروں کا ذکر آیا ہے اور یوں ان کی قدر و منزلت میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ ارشادِ خُداوندی ہے:

وَ اذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِکْمَةِ ط اِنَّ اللّٰهَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا○(۲)

---

(۱) القرآن، الأحزاب، ۳۳:۵۲

(۲) القرآن، الاحزاب، ۳۳:۳۴

”اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیات اور حکمت کی باتیں بیان کی جاتی ہیں ان کو (خوب) یاد رکھو (لوگوں تک ان کو پہنچانا علم کی زکوٰۃ ہوگی)، بیشک اللہ بڑا باریک بین (اور) بہت باخبر ہے (وہ خوب جانتا ہے کہ دُنیا میں کس قدر دین تمہارے ذریعہ سے پھیلے گا، وہ حقائق اور اُن کی لطافت سے بھی خوب واقف ہے)o“

اَزواجِ مطہرات کو اللہ رب العزت نے اُمہات المؤمنین ہونے کی بناء پر جن خصوصیات سے نوازا تھا وہ حدِ شمار سے باہر ہیں۔ وہ تسلیم و رضا کی پیکر تھیں، جن کے شب و روز تقویٰ و ورع اور زہد و ریاضت میں بسر ہوتے تھے، ان کے استغنا اور بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ متواتر کئی روز تک کاشانۂ نبوت میں چولہا نہ جلتا تھا۔ وہ سرتاپا جود وسخا تھیں، کوئی سائل ان کے در سے خالی ہاتھ نہ لوٹتا۔ ان کی زندگیاں عجز و انکسار کا مرقع اور اعلیٰ اخلاقی قدروں سے مزین تھیں۔ اُنہوں نے اپنے عمل اور اخلاق و کردار سے ایسی مثالیں قائم کیں کہ جو آج کی خواتین کے لیے قابلِ تقلید نمونہ ہیں۔

فصلِ سوُم

خصائصِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

تاجدارِ کون و مکاں حضور رحمتِ عالم ﷺ کے خصائص میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کو بے لوث جاں نثاروں کی صورت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظیم جماعت ملی جو تحریکِ اِسلامی کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے آقائے دوجہاں ﷺ کی معین و مددگار بن گئی اور تھوڑے ہی عرصے میں ان کی شبانہ روز کوششوں اور جاں فشانیوں سے چہار دانگِ عالم میں توحیدِ الٰہی کے پرچم لہرانے لگے۔ تاریخِ انبیاء کرام علیھم السلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سابقہ انبیاء کرام علیھم السلام میں سے کسی کو آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے پرعزم رفقاء کی رفاقت نصیب نہ ہوسکی۔ لہٰذا انبیاء و رسل کے بعد دنیائے انسانیت کے افضل ترین افراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی تھے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ ظاہری کے بعد عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا شمار خیر القرون میں ہوتا ہے۔ انہوں نے حضور ﷺ کی قیادتِ عظمیٰ میں اسلام کی بنیادوں کی خشتِ اوّل رکھی، اِتباع و اِطاعتِ رسول ﷺ کے ان پیکرانِ جمیل کے سینے ایمان و ایقان کے نور سے منور تھے، ان کی چشمانِ تمنا ہر وقت دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کے شرف سے مشرف ہونے کی منتظر رہتیں، حضور ﷺ کے حکم کو ہر چیز پر ترجیح دیتے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علم و حکمت نبوی ﷺ کے صحیح معنوں میں وارث اور میراثِ علم و دانش کے محافظ تھے۔ انہیں ہمہ وقت حضور ﷺ کی رفاقت اور سنگت نصیب ہوئی۔ شب و روز کے خوشی و غمی، صلح و جنگ اور مخالفین کے ساتھ برتاؤ کے جو بھی احوال و واقعات اور مسائل و حادثات درپیش ہوتے، وہ کسی نہ کسی شکل میں اُنہی سے متعلق ہوتے، اُنہی کے ذہنوں میں کوئی استفسار پیدا ہوتا، اُنہی کو ہدایت کی ضرورت محسوس ہوتی، اُنہی کو بعض معاملات کے اُلجھاؤ کے اِزالہ کے لئے رہنمائی درکار ہوتی۔ چونکہ اُن کا عہد نزولِ قرآن کا عہد تھا اس لیے قرآن کے اوّلین مخاطبین بھی اصحابِ رسول ﷺ کی یہی عظیم جماعت تھی اور اُنہی کی اِن ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے قرآن مجید کی آیات نازل ہوتیں۔

ا۔ قرآن مجید میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خصوصی تذکرے

قرآن مجید میں جا بجا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کلامِ اِلٰہی کا موضوع بنے، اور سبب نزولِ قرآن بنے۔ یہ اُن کے امتیازی خصائص میں سے ہے کہ قرآن مجید کی سینکڑوں آیات اِن کے بیان اور تذکرے سے متعلق ہیں یا اُن کی وجہ سے نازل ہوئیں، یا ان کے لئے نازل ہوئیں۔ کہیں قرآن مجید میں اُن کے فضائل و خصائص کا ذکر ہے، کہیں ان کی استقامتِ دین کا ذکر ہے، کہیں کسی مسئلے پر ان کی رہنمائی ہے، کہیں تنبیہ کا انداز اختیار کر کے اُنہیں کمزور راستے کی طرف جانے سے بچایا ہے، اور کہیں اچھے راستے پر چلنے کی استقامت کا اجر سنایا ہے۔

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ۔(۱)

’’محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں سخت (اور زور آور) ہیں (لیکن) آپس میں رحمدل (ایک دوسرے کے ساتھ اخلاص اور محبت سے پیش آتے ہیں، ان کی حالت یہ ہے کہ ان کا غصہ ان کی محبت سب اللہ کے لئے ہے)۔‘‘

تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانًا ز سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔(۲)

’’(اے دیکھنے والے!) تو (بھی) دیکھتا ہے کہ وہ (کبھی) رُکوع (کبھی) سجود میں ہیں (غرض ہر طرح) اللہ سے اُس کے فضل اور اُس کی رضا مندی کے طلب گار ہیں، اُن کی علامت (ان کے پُرنور پُررونق نشانِ سجدہ سے) ان کے

(۱) القرآن، الفتح، ۲۹:۴۸

(۲) القرآن، الفتح، ۲۹:۴۸

چہروں پر نمایاں ہے جو سجدوں کا اثر ہے۔‘‘

ذٰلِکَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ ۖۚ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (۱)

’’ان (صحابہ) کی تعریف توریت میں اور ان کے اوصاف انجیل میں (آئے) ہیں، ان کی مثال ایک کھیتی کی مانند ہے کہ اس نے (پہلے) سوئی (کی طرح ایک پتی) نکالی پھر (اردگرد کے ماحول اور زمین سے قوت حاصل کر کے) اس کو مضبوط (اور قوی) کیا، پھر وہ اور موٹی ہوئی، پھر (بڑھ کر) اپنے بل پر کھڑی ہوگئی (اور یہ سرسبز و لہلہاتی ہوئی کھیتی) کاشتکاروں کو بھلی معلوم ہونے لگی، (اسلام کی کھیتی بھی لہلہا رہی ہے) تاکہ کافروں کا جی جلے (اور یہ تو دنیا میں ان صحابہ کرام ﷺ اور مومنوں کا انعام ہے آخرت میں تو) اللہ نے ان سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ہیں مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے○‘‘

۲۔ صحابہ کرام ﷺ کے لئے رضائے الٰہی کی نوید

صحابہ کرام ﷺ وہ عظیم المرتبت ہستیاں ہیں جنہیں خدائے بزرگ و برتر کی رضا کی واضح نوید سنائی گئی۔ قرآن مجید نے ان کے بارے میں اس امر کی تصدیق کرتے ہوئے اعلان کیا:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ۔ (۲)

’’اللہ ان (سب) سے راضی ہوگیا اور وہ سب اس سے راضی ہو گئے۔‘‘

---

(۱) القرآن، الفتح، ۴۸: ۲۹

(۲) القرآن، التوبہ، ۹: ۱۰۰

۳۔ صحابہ کرام ﷺ جنت الفردوس کے بشارت یافتگان

صحابہ کرام ﷺ وہ خوش نصیب جماعت تھی جسے رضائے خداوندی حاصل ہوگئی اور جس کی اسلام کے لئے کی گئی گراں بہا خدمات بارگاہِ رب العزت میں قبول ہوگئیں۔ ان مقرّبانِ خدا کے مقدّر میں نہ صرف یہ کہ جنت لکھ دی گئی بلکہ اس کی نوید بھی ان بندگانِ حق کو ان کی زندگی ہی میں سنا دی گئی۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًاؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ○(۱)

”اور اس نے ان کے لئے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی زبردست کامیابی ہے۔“

۴۔ صحابہ کرام ﷺ ...... قائدینِ اہلِ محشر

صحابہ کرام ﷺ شاہراہِ حیات پر قدم قدم اپنے رہبر و ہادی ﷺ کے ساتھ رہے، انہوں نے ایثار و قربانی سے عملاً جاں نثاری کی تاریخ کا ایک نیا باب رقم کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے اِسی نسبت اور محبت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے بھی اُنہیں بے پناہ اِعزازات و انعامات سے نوازا۔ اُنہیں یہ خصوصی صلہ بھی عطا ہوا کہ دُنیا و عقبیٰ میں ہر جگہ کہ وہ امتِ مسلمہ کے قائدین ہوں گے۔

حضرت بریدہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ما من أحد من أصحابی یموت بأرض إلا بعث قائداً و نوراً لهم یوم القیٰمة۔(۲)

---

(۱) القرآن، التوبہ، ۹: ۱۰۰

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۹۷، ابواب المناقب، رقم: ۳۸۶۵

۲۔ ابراہیم بن محمد الحسینی، البیان والتعریف، ۲: ۱۹۶، رقم: ۱۴۸۰ ←

’’میرے جو کوئی صحابی جس زمین پر وفات پائے گا روزِ قیامت وہاں کے لوگوں کے لئے نور اور رہنما بنا کر اٹھایا جائیگا۔‘‘

۵۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منصبِ شفاعت عطا کیا گیا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روزِ محشر اپنی جماعت کے قائد بھی ہوں گے اور ان کی شفاعت کا حق بھی انہیں دیا جائے گا، جیسا کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من مات من أصحابی بأرضٍ فهو شفیع لأهل تلک الأرض۔(۱)

’’میرا کوئی بھی صحابی جس جگہ وفات پائے گا (روزِ محشر) وہاں کے لوگوں کے حق میں شفاعت کرے گا۔‘‘

۶۔ اَصحابِ رسول ﷺ آسمانِ ہدایت کے ستارے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آسمانِ ہدایت کے ستارے ہیں، اوّل تا آخر رُشد و ہدایت کے سرچشمے ہیں۔ حضور ﷺ نے خصوصی طور پر ان سے اکتسابِ فیض کی تلقین فرمائی ہے کہ اگر تم سیدھا راستہ اختیار کرنا چاہتے ہو تو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقوشِ قدم پر چلنے کی سعی کرو۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور رحمتِ عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

أصحابی کالنجوم، فبأیهم اقتدیتم اهتدیتم۔(۲)

۳۔ دیلمی، الفردوس، ۳: ۵۰۶، رقم: ۵۵۶۸

۴۔ طبری، الریاض النضرۃ، ۱: ۱۷۷

۵۔ سیوطی، أسباب ورود الحدیث، ۱: ۲۲۹، رقم: ۲۱۴

(۱) ہندی، کنز العمال، ۱۱: ۵۳۸، رقم: ۳۲۵۱۵

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، مشکوٰۃ المصابیح: ۵۵۴، کتاب الفتن، رقم: ۶۰۱۸ ←

''میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں پس تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔''

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مثل أصحابی مثل النجوم، یهتدی به فأیهم أخذتم بقولِهٖ اهتدیتم۔(۱)

''میرے صحابہ کی مثال ہدایت کے ستاروں کے مانند ہے، پس (صحابہ میں سے) جس کے قول پر بھی چلو گے ہدایت یافتہ بن جاؤ گے۔''

۷۔ اَصحاب مصطفیٰ ﷺ کے لئے آتشِ دوزخ سے آزادی کی بشارت

آتشِ دوزخ صحابہ کرام ﷺ کے دامن کو چھو بھی نہ سکے گی، اللہ کی رضا حاصل ہونے اور جنت کی بشارت ملنے کے بعد ممکن ہی نہیں کہ جہنم کی آگ حضور ﷺ کے صحابہ

۲۔ حکیم ترمذی، نوادر الأصول، ۶۲:۳

۳۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱۶۰:۴

۴۔ مقدسی، المغنی، ۲۶۹:۳

۵۔ مناوی، فیض القدیر، ۲۹۷:۶

۶۔ زرقانی، شرح الموطا، ۳۰۲:۲

۷۔ آمدی، الاحکام، ۲۹۰:۱

۸۔ ابن حزم، الاحکام، ۶۱:۵

(۱) ۱۔ عبد بن حمید، المسند، ۲۵۰:۱، رقم: ۷۸۳

۲۔ قضاعی، مسند الشهاب، ۲۷۵:۲، رقم: ۱۳۴۶

۳۔ عسقلانی، المطالب العالیۃ، ۱۴۶:۴، رقم: ۴۱۹۴

کرام ﷺ کا بال بھی بیکا کر سکے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

لا تمس النار مسلما، رآنی أو رأی من رآنی۔

''جس مسلمان نے مجھے دیکھا یا اُس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا (یعنی صحابی کو دیکھا) اُسے (جہنم کی) آگ نہیں چھوئے گی۔''

طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے طلحہ کو دیکھا اور یحییٰ کہتے ہیں کہ مجھ سے موسیٰ نے کہا کہ تم نے مجھے دیکھا اور ہم اللہ سے (جہنم کی آگ سے بچنے کی) اُمید رکھتے ہیں۔(۱)

۸۔ بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اِمتیاز

اصحابِ بدر کا عظیم کارنامہ تاریخِ انسانی میں آبِ زر سے بھی لکھا جائے تو حق ادا نہ ہوگا۔ یوں تو ان کے فضائل اور خصائص کا شمار بھی ممکن نہیں، فضیلتوں اور عظمتوں کی خلعت سے انہیں سے سرفراز کیا گیا۔ ان کے خصائص میں یہ اعزاز بھی شامل ہے کہ جنت ان کے لئے واجب کر دی گئی۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ ﷺ جنہوں نے غزوۂ بدر میں حصہ لیا تھا ایک دفعہ ان سے ایک ایسی لغزش صادر ہوگئی جس سے صحابہ کرام ﷺ سخت رنجیدہ ہوئے اور انہوں نے اس عمل کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مؤمنین سے خیانت تصور کرتے ہوئے مستوجبِ سزا گردانا۔ جرم کی سنگینی کے پیشِ نظر جب ان کا مقدمہ حضور

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۹۴، ابواب المناقب، رقم: ۳۸۵۸

۲۔ ابن ابی عاصم، السنہ، ۲: ۶۳۰، رقم: ۱۴۸۵

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۷: ۳۵۷، رقم: ۹۸۳

۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۳۰۸، رقم: ۱۰۳۶

۵۔ مناوی، فیض القدیر، ۶: ۴۲۱

نبیٔ اکرم ﷺ کی عدالتِ عظمٰی میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے ان کی جواب طلبی کی۔ انہوں نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے اصل صورت حال بیان کی تو آپ ﷺ نے ان کا بیان سن کر فرمایا: کوئی حاطب کو برا نہ کہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر عرض گذار ہوئے: آقا! اِس نے اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مومنین کے ساتھ خیانت کی ہے، لہٰذا مجھے اجازت دی جائے کہ میں اس کا سر قلم کر دوں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

أليس من أهل بدرٍ؟ فقال: لعل الله اطّلع إلى أهل بدرٍ فقال: اعملوا ما شئتم، فقد وجبت لكم الجنة، أو فقد غفرت لكم۔(۱)

''کیا اس نے جنگ بدر میں حصہ نہیں لیا تھا؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اہلِ بدر کے حالات سے مطلع ہوتے ہوئے اللہ رب العزت نے ان سے فرمایا تھا کہ تم جو چاہو کرو تمہارے لئے جنت واجب ہوگئی ہے یا تمہیں بخش دیا گیا ہے۔''

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اشکبار ہو گئے اور عرض گذار ہوئے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔

۹۔ گستاخیٔ صحابہ رضی اللہ عنہم پر سخت وعید

محبتِ صحابہ رضی اللہ عنہم محبتِ رسول ﷺ ہے اور بغضِ صحابہ رضی اللہ عنہم بغضِ رسول ﷺ ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کا تصور بھی قابلِ گرفت ہے:

۱۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الله الله في أصحابي، لا تتخذوهم غرضاً بعدي، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، و من أبغضهم فببغضي أبغضهم، و من آذاهم فقد آذاني، و من آذاني فقد آذى الله، و من آذى الله فيوشك أن

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۴۶۳، کتاب المغازی، رقم: ۳۷۶۲

۲۔ احمد، المسند، ۱: ۱۰۵، رقم: ۸۲۷

←

يأخذه۔(۱)

’’میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میری عدم موجودگی میں انہیں ہدفِ تنقید نہ بنایا کرو کیونکہ جس نے اُن سے محبت کی اس نے میری وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے اُن سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا، جس نے اُنہیں تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی، پس عنقریب اس (شخص) کی گرفت ہوگی۔‘‘

صحابہ کرام ﷺ جس مقام و مرتبہ پر فائز ہیں اور اُنہیں جو رِدائے فضیلت عطا کی گئی ہے اس کے پیشِ نظر ان کے بارے میں ہلکی سی بدگمانی کی بھی اجازت نہیں، صحابہ ﷺ کو برا بھلا کہنے کی سختی سے ممانعت کردی گئی۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي، فقولوا: لعنة الله على شرّكم۔(۲)

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۶: ۵۸، رقم: ۷۱۱۹

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۹۶، ابواب المناقب، رقم: ۳۸۶۲

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۸۷

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۵۴، ۵۷

۴۔ رویانی، المسند، ۲: ۹۲، رقم: ۸۸۲

۵۔ بیہقی، الاعتقاد، ۱: ۳۲۱

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۹۷، ابواب المناقب رقم: ۳۸۶۶

۲۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، ۱: ۳۹۷، رقم: ۶۰۶

۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸: ۱۹۱، رقم: ۸۳۶۶

۴۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۱: ۲۶۳، رقم: ۱۰۲۲

۵۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۸: ۳۳

''جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا بھلا کہتے ہیں تو تم کہو: تم پر تمہارے شر کی وجہ سے اللہ کی لعنت ہو۔''

۳۔ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

لا تسبوا أصحابی، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً، ما بلغ مد أحدهم و لا نصيفه۔(۱)

''میرے صحابہ کو برا مت کہو، تم (غیر صحابہ) میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر ڈالے تو پھر بھی وہ ان کے سیر بھر مقدار یا اس سے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔''

۱۰۔ اَنصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت ...... اِیمان کی علامت

اَنصار نے جس محبت سے نبی آخر الزماں ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت کرنے والوں کے لئے دیدہ و دل فرشِ راہ کئے اور جس عقیدت و احترام سے اپنے گھروں کے ہی نہیں اپنے دلوں کے دروازے بھی ان کے لئے کھول دیئے تھے، وہ انصار کے کردار

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح ۳: ۱۳۴۳، کتاب المناقب، رقم: ۳۴۷۰
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۶۷، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۵۴۰
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۹۵، ابواب المناقب، رقم: ۳۸۶۱
۴۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۵۷، المقدمہ، فضائل الانصار، رقم: ۱۶۱
۵۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۲۱۴، کتاب السنہ، رقم: ۴۶۵۸
۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۴۰۴، رقم: ۳۲۴۰۴
۷۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۲۱۲، رقم: ۶۸۷
۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۱
۹۔ طیالسی، المسند، ۱: ۲۹۰، رقم: ۲۱۸۳
۱۰۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۲۰۶

کی عظمت کی سب سے روشن دلیل ہے۔ اسی وجہ سے انصار کی محبت کو ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

آية الإيمان حب الأنصار، و آية النفاق بغض الأنصار۔(۱)

''انصار سے محبت ایمان کی نشانی اور انصار کے ساتھ دشمنی نفاق کی دلیل ہے۔''

۱۱۔ عشرہ مبشرہ کا اِمتیاز

یوں تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر کوئی آسمانِ ہدایت کا روشن ستارہ تھا، اس کا ہر نقشِ قدم روشنی کا مینار ہے، اور اس کے لئے خُدائے رحیم و کریم کی طرف سے مغفرت اور رضوان کا وعدہ ہے، لیکن ان فیض یافتگانِ صحبت میں دس نفوسِ قدسیہ وہ خوش بخت انسان ہیں جنہیں عشرہ مبشرہ کا مقدس اور باوقار نام بارگاہِ مصطفوی ﷺ سے عطا ہوا، اور رسولِ خدا ﷺ نے اس دُنیا ہی میں انہیں جنت کی بشارت سے نوازا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

أبو بكر فى الجنة، و عمر فى الجنة، و عثمان فى الجنة، و على فى الجنة، و طلحة فى الجنة، و الزبير فى الجنة، و عبد الرحمن بن عوف فى الجنة، و سعد فى الجنة، و سعيد فى الجنة، و أبو عبيدة بن الجراح فى الجنة۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۱۴، کتاب الایمان، رقم:۱۷
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱:۸۵، کتاب الإیمان، رقم:۷۴
۳۔ نسائی، السنن، ۸:۱۱۶، کتاب الإیمان و شرائعہ، رقم:۵۰۱۹
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۳۴
۵۔ ابویعلی، المسند، ۷:۲۸۵، رقم:۴۳۰۸
۶۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۹۱، رقم:۱۵۱۰

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۴۷، ابواب المناقب، رقم:۳۷۴۸ ←

’’(حضرت) ابوبکر جنتی ہیں، (حضرت) عمر جنتی ہیں، (حضرت) عثمان جنتی ہیں، (حضرت) علی جنتی ہیں،(حضرت) طلحہ جنتی ہیں، (حضرت) زبیر جنتی ہیں، (حضرت) عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، (حضرت) سعد (بن ابی وقاص) جنتی ہیں، (حضرت)سعید (بن زید بن عمرو بن نفیل) جنتی ہیں، اور (حضرت) ابوعبیدہ بن جراح (ﷺ) جنتی ہیں۔‘‘

صحابہ کرام ﷺ کے چند خصائص و اِمتیازات اوپر بیان کئے گئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جاں نثاران مصطفیٰ ﷺ کے خصائص کا اِحاطہ ممکن نہیں، صحابہ کرام ﷺ نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی بے لوث محبت کے جو پھول اپنی کشتِ عمل میں کھلائے ان کی خوشبو سے آج بھی مشامِ جاں معطر ہے اور اس کائناتِ رنگ و بو کے روزِ آخر تک ان کے تذکار محبت کا لازوال نور فضائے بسیط میں ضوفشاں رہے گا۔

۲۔ ابو داؤد، السنن، ۴:۲۱۱، کتاب السنہ، رقم:۴۶۴۹

۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۴۸، المقدمہ، رقم:۱۳۳

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵:۶۲، رقم:۸۲۱۹

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۱۸۷

۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵:۴۶۳، رقم:۷۰۰۲

۷۔ بزار، المسند، ۴:۹۹، رقم:۱۲۷۴

۸۔ طیالسی، المسند، ۱:۳۲، رقم:۲۳۶

۹۔ ابویعلی، المسند، ۲:۱۴۷، رقم:۸۳۵

۱۰۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱:۵۹، رقم:۶۲

باب پنجم

نسبتِ مصطفیٰ ﷺ کے خصائص

(خصائصِ اُمتِ محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام)

جس طرح حضور نبیٔ اکرم ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل اور ان کے سردار ہیں اسی طرح آپ ﷺ کی نسبت و اتباع کی وجہ سے اُمتِ محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام بھی ساری امتوں سے افضل اور ان کی سردار ہے۔ بقول حکیم الامت علامہ اقبالؒ:

رونق از ما محفلِ ایام را

او ﷺ رسل را ختم ما اقوام را

(زمانے کی رونق ہمارے دم قدم سے ہے، حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں تو ہم خاتم الامم ہیں۔)

اُمتِ محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض ایسی خصوصیات سے نوازا گیا ہے جو امِ سابقہ کو نصیب نہ ہوسکیں۔ اس امت کے بعض خصائص کا ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے:

ا۔ اُمتِ محمدی ﷺ کا خیر الاُمم ہونا

اُمتِ مسلمہ تمام امتوں میں بہترین اُمت ہے جس کا ظہور قوموں کی امامت کے لئے ہوا، نسلِ انسانی کی قیادت کا اعزاز حضور ﷺ کی اُمت کے مقدر میں لکھا گیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔(۱)

’’تم بہترین اُمت ہو جو سب لوگوں (کی راہنمائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہے، تم

(۱) القرآن، آل عمران، ۳:۱۱۰

بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔''

۱۔ تاجدارِ کائنات ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

إنكم تتمون سبعين أمة، أنتم خيرها و أكرمها على الله۔(۱)

''تم پر ستر امتوں کا خاتمہ ہوگیا اور تم اللہ کے نزدیک ان تمام سے بہتر اور زیادہ عزت و بزرگی والی ہو۔''

۲۔ سیدنا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

جعلت أمتي خير الأمم۔(۲)

''میری اُمت کو تمام اُمتوں سے بہتر بنایا گیا۔''

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اُمتِ محمدی ﷺ میں نزول

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں جنہیں آسمانوں پر زندہ اُٹھا لیا گیا تھا۔ احادیثِ نبویہ میں زمانۂ قُربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزولِ ثانی کے بارے میں تواتر سے بیان کیا گیا ہے، دَجال قتل و غارت گری کرے گا، مسلمانانِ عالم

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۲۲۶، ابواب تفسیر القرآن، رقم: ۳۰۰۱
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۴۳۳، رقم: ۴۲۸۸
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۶۱
۴۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۹۴، رقم: ۶۹۸۷
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۵

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۵۸
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۲۱۳، رقم: ۹۶۵
۳۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۲: ۳۴۸، رقم: ۷۲۸
۴۔ فاکہی، أخبار مکہ، ۳: ۱۱۷، رقم: ۱۸۷۲
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۶۹

پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا جائے گا۔ فتنۂ دجّال برپا ہونے سے امنِ عالم تباہ و برباد ہو جائے گا، اتحادِ اُمت کا شیرازہ بکھر جائے گا اور ہر طرف تخریب وفساد کا دور دورہ ہوگا، جس سے اہلِ ایمان کا حلقۂ اثر سمٹ کر محدود سے محدود تر ہوتا چلا جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر آ کر دجال کو قتل کریں گے اور فتنہ وشر کے مراکز کو بند فرمائیں گے۔

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

لا تزال أمتي ظاهرين علی الحق حتی ینزل عیسی ابن مریم۔(۱)

''میری اُمت میں ایک فرقہ روزِ حشر تک حق کے لئے لڑتا رہے گا اور اسے غلبہ حاصل ہوگا حتیٰ کہ (اس امت میں حضرت) عیسیٰ بن مریم (علیھما السلام) کا نزول ہوگا۔''

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے اسلامیانِ عالم کو زبردست تقویت ملے گی اور ان کے اثر ونفوذ میں بے پناہ اضافہ ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم الانبیاء ﷺ نے فرمایا:

کیف أنتم إذا نزل ابن مریم فیکم و أمامکم منکم۔(۲)

''اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہارے اندر تشریف فرما ہوں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔''

---

(۱) ۱۔ ابویعلی، المسند، ۴:۵۹، رقم:۲۰۷۸
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷:۲۸۸
۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱۰:۳۷۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۲۷۲، کتاب الانبیاء، رقم:۳۲۶۵
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱:۱۳۶، کتاب الایمان، رقم:۱۵۵
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۷۲
۴۔ ابوعوانہ، المسند، ۱:۹۹، رقم:۳۱۵
۵۔ دیلمی، الفردوس، ۳:۲۹۴، رقم:۴۸۸۲

۳۔ حضرت عیسی علیہ السلام بھی اِمام مہدی علیہ السلام کی اِقتداء میں نماز ادا فرمائیں گے

قیامت کے قریب جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ہو گی تو مسلمانانِ عالم آپ علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی خواہش کا اظہار کریں گے لیکن آپ علیہ السلام فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت حضور ﷺ کی اُمت کو بخشی ہے۔

۱۔ عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: كيف أنتم إذا نزل ابن مريم فيكم و إمامكم منكم۔ (۱)

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں کا اُس وقت (خوشی سے) کیا حال ہوگا جب تم میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام (آسمان سے) اُتریں گے اور تمہارا اِمام تمہیں میں سے ہوگا۔‘‘

مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے وقت جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں گے اور امام خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہوں گے، بلکہ اُمّت کا ایک فرد یعنی خلیفہ امام مہدی علیہ السلام ہوں گے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر بحوالہ ’مناقب الشافعی از امام ابو الحسین آبری‘ لکھتے ہیں کہ اس بارے میں احادیثِ متواترہ ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک نماز خلیفہ امام مہدی علیہ السلام کی اقتداء میں ادا کریں گے۔ (۲)

۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

لا تزال طائفة من أمتي يقاتلون على الحق ظاهرين إلى يوم القيمة

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۲۷۲، رقم: ۳۲۶۵
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۳۶، رقم: ۱۵۵
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۲۱۳، رقم: ۶۸۰۲

(۲) عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۴۹۳

قال: و ينزل عيسى ابن مريم عليه السلام، فيقول أميرهم: تعال صل لنا، فيقول: لا، إن بعضكم على بعض أمراء تكرمة الله هذه الأمة۔(۱)

''میری امت میں سے ایک جماعت قیام حق کے لیے کامیاب جنگ قیامت تک کرتی رہے گی۔ (حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) ان مبارک کلمات کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''آخر میں (حضرت) عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) آسمان سے اتریں گے تو مسلمانوں کا امیر ان سے عرض کرے گا: تشریف لائیے، ہمیں نماز پڑھائیے۔ اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: (اس وقت) میں امامت نہیں کروں گا، تمہارا بعض، بعض پر امیر ہے۔'' (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت امامت سے انکار فرما دیں گے) اس فضیلت و بزرگی کی بناء پر جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا کی ہے۔''

۳۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يخرج الدجال في خفة من الدين، و ذكر الدجال، ثم قال: ثم ينزل عيسى ابن مريم (عليه السلام) فينادى من السحر، فيقول: يا أيها الناس! ما يمنعكم أن تخرجوا إلى هذا الكذاب الخبيث، فيقولون: هذا رجل جنى فينطلقون فإذا هم بعيسى ابن مريم عليه السلام فتقام الصلوة فيقال له تقدم يا روح الله فيقول ليتقدم امامكم فليصل بكم فإذا صلوا صلوة الصبح خرجوا إليه، قال: فحين

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۳۷، رقم: ۱۵۶

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۲۳۱، رقم: ۶۸۱۹

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۱۸۰

۴۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۹۹، رقم: ۳۱۷

۵۔ ابن مندہ، الایمان، ۱: ۵۱۷، رقم: ۴۱۸

۶۔ ابن جارود، المنتقیٰ، ۱: ۲۵۷، رقم: ۱۰۳۱

یراه الکذاب ینماث کما ینماث الملح فی الماء۔(۱)

’’دین کے کمزور ہوجانے کی حالت میں دجال نکلے گا اور دجال سے متعلق تفصیلات بیان کرنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: بعد ازاں عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام آسمان سے) اتریں گے اور بوقت سحر (یعنی صبح صادق سے پہلے) آواز دیں گے: اے مسلمانو! تمہیں اس جھوٹے خبیث (دجال) سے مقابلہ کرنے میں کیا چیز مانع ہے؟ تو لوگ کہیں گے: یہ کوئی جناتی مخلوق ہے۔ پھر آگے بڑھ کر دیکھیں گے تو انہیں عیسیٰ علیہ السلام نظر آئیں گے۔ پھر نماز فجر کے لیے اقامت ہوگی تو ان کا امیر کہے گا: اے روح اللہ! امامت کے لئے آگے تشریف لایئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: ’’تمہارا امام ہی تمہیں نماز پڑھائے۔‘‘ (اور اس وقت کے امام سیدنا مہدی ہوں گے)۔ جب لوگ نماز سے فارغ ہوجائیں گے تو (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں) دجال سے مقابلہ کے لیے نکلیں گے۔ دجال جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو (خوف کے مارے) نمک کے پگھلنے کی طرح پگھلنے لگے گا۔‘‘

۴۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں، جس میں ہے کہ ایک صحابیہ اُم شریک بنت ابی عکر رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! عرب اس وقت کہاں ہوں گے (مطلب یہ ہے کہ اہل عرب دین کی حمایت میں مقابلے کے لیے کیوں سامنے نہیں آئیں گے)، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

هم یومئذ قلیل و جلهم ببیت المقدس و إمامهم رجل صالح، قد تقدم یصلی بهم الصبح إذ نزل علیهم ابن مریم الصبح، فرجع ذلک الإمام ینکص یمشی القهقری لیتقدم عیسی ابن مریم یصلی بالناس فیضع عیسی یده بین کتفیه ثم یقول له تقدم فصل

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۶۷، رقم: ۱۴۹۹۷

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۳۴۴

فانها لک اقیمت فیصلی بهم امامهم۔ (۱)

’’عرب اس وقت کم ہوں گے اور ان میں بھی اکثر بیت المقدس (یعنی شام) میں ہوں گے اور ان کا امام و امیر ایک رجل صالح (مہدی) ہوگا۔ جس وقت ان کا امام نماز فجر کے لیے آگے بڑھے گا اچانک (حضرت) عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) اسی وقت (آسمان سے) اتریں گے۔ امام پیچھے ہٹے گا تاکہ (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام نماز پڑھائیں۔ (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام امام کے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے: آگے بڑھ کر نماز پڑھاؤ کیونکہ تمہارے ہی لیے اقامت کہی گئی ہے، تو انکے امام (مہدی) لوگوں کو نماز پڑھائیں گے۔‘‘

۵۔ حضرت عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ینزل عیسی ابن مریم علیه السلام عند صلوة الفجر، فیقول له الناس: یا روح الله! تقدم فصل بنا، فیقول: إنکم معاشر أمة محمد أمراء بعضکم علی بعض، فتقدم أنت، فصل بنا، فیتقدم الأمیر، فیصلی بهم۔ (۲)

’’(حضرت) عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نماز فجر کے وقت (آسمان سے) اتریں گے تو لوگ ان سے عرض کریں گے: اے روح اللہ! آگے تشریف لائیے، اور ہمیں نماز پڑھائیے، تو عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے ’’تم امت محمدیہ کے لوگ ہو۔ اس امت کا بعض بعض پر امیر ہے پس آپ ہی آگے بڑھیں اور ہمیں نماز پڑھائیں‘‘ تو مسلمانوں کا امیر آگے بڑھے گا اور نماز پڑھائے گا۔‘‘

---

(۱) ابن ماجه، السنن، ۲: ۱۳۶۱، رقم: ۴۰۷۷

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۵۲۴، رقم: ۸۴۷۳

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۹: ۶۰، رقم: ۸۳۹۲

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

المهدی الذی ینزل علیه عیسی ابن مریم و یصلی خلفه عیسی۔(۱)

’’حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام امام مہدی کے بعد نازل ہوں گے اور ان کے پیچھے نماز ادا فرمائیں گے۔‘‘

۷۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

منا الذی یصلی عیسی ابن مریم خلفه۔(۲)

’’اسی امت میں سے ایک شخص ہوگا جس کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نماز ادافرمائیں گے۔‘‘

۸۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

یلتفت المهدی و قد نزل عیسی ابن مریم کأنما یقطر من شعره الماء، فیقول المهدی: تقدم، صل بالناس، فیقول عیسی علیہ السلام: إنما أقیمت الصلوة لک، فیصلی خلف رجل من ولدی۔(۳)

’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُتر چکے ہوں گے، ان کو دیکھ کر یوں معلوم ہوگا گویا ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اس وقت امام مہدی ان کی طرف مخاطب ہوکر عرض کریں گے: تشریف لایئے اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ وہ فرمائیں گے: اس نماز کی اقامت تو آپ کے لئے ہوچکی ہے اس لئے نماز تو آپ ہی

(۱) ا۔ نعیم بن حماد، الفتن، ۱:۳۷۳، رقم:۱۱۰۳

۳۔ سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲:۷۸

(۲) ا۔ ابوبکر دمشقی، المنار المنیف، ۱:۱۴۷، رقم:۳۳۷

۲۔ سیوطی، الحاوی للفتاویٰ، ۲:۶۴

(۳) سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۲:۸۱

پڑھائیں۔ چنانچہ وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) یہ نماز میری اولاد میں سے ایک شخص کے پیچھے ادا فرمائیں گے۔

۹۔ امام ابن سیرین سے روایت ہے:

المهدی من هذه الأمة، و هو الذی یؤم عیسی ابن مریم علیهما السلام۔(۱)

''(امام) مہدی اسی امت میں سے ہوں گے اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی امامت سرانجام دیں گے۔''

۴۔ اُمتِ محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کیلئے اَموالِ غنیمت کی حلّت

گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تاریخ بتاتی ہے کہ اُممِ سابقہ میں مالِ غنیمت کسی شخص کے لئے بھی حلال اور جائز نہیں تھا۔ سابقہ اُمتوں میں بعض کے لئے جہاد کا حکم نہیں تھا، اس لئے ان کے لئے مالِ غنیمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بعض کو جہاد کا حکم تو دیا گیا، لیکن مالِ غنیمت ان پر بھی حلال نہ تھا۔ وہ مالِ غنیمت ایک مقام پر جمع کر دیتے اگر وہ مال بارگاہِ خُداوندی میں مقبول ہوتا تو آسمان سے آگ اترتی اور اس مالِ غنیمت کو جلا کر راکھ کر دیتی، لیکن اُمتِ مسلمہ کے لئے آسانی پیدا کی گئی اور اس کے لیے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا۔

ارشادِ خُداوندی ہے:

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا۔(۲)

''سوتم اس میں سے کھاؤ جو حلال پاکیزہ مالِ غنیمت تم نے پایا ہے۔''

---

(۱) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷:۵۱۳، رقم:۳۷۶۴۹
۲۔ نعیم بن حماد، الفتن، ۱:۳۷۳، رقم:۱۱۰۷

(۲) القرآن، الانفال، ۸:۶۹

۵۔ اُمتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام بحیثیت مجموعی گمراہ ہونے سے محفوظ کر دی گئی ہے

حضور ﷺ کی اُمت اجتماعی طور پر گمراہ نہیں ہو سکتی، انفرادی طور پر تو ایسا ممکن ہے لیکن یہ ممکن نہیں کہ پوری کی پوری اُمت پستی کے گڑھے میں گر جائے اور حق کی طرف بلانے والا کوئی نہ بچے۔ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

سئلت اللہ ﷻ أن لا یجمع أمتی علی ضلالۃ فأعطانیھا۔(۱)

’’میں نے اپنے رب سے اپنی اُمت کے گمراہی پر جمع نہ ہونے کی دعا کی، پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے قبول فرمایا۔‘‘

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إن اللہ لا یجمع أمتی أو قال، أمۃ محمد علی ضلالۃ۔(۲)

’’بیشک اللہ تعالیٰ میری اُمت (اُمتِ محمدی) کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔‘‘

علمائے اُمت چونکہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اس لئے ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور برائی سے اجتناب کی تلقین کریں، اُمت کے اربابِ فکر ونظر اور اصحابِ علم ودانش کا بھی فرض ہے کہ وہ درست سمت میں اسلامیانِ عالم کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیں اور اُمت کو ان اہداف سے انحراف نہ کرنے دیں، جن کا تعین قرآن وسنت سے ہوتا ہے۔

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳۹۶:۶
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۸۰:۲، رقم: ۲۱۷۱
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۷۷:۱

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴۶۶:۴، کتاب الفتن، رقم: ۲۱۶۷
۲۔ حاکم، المستدرک، ۲۰۰:۱، رقم: ۳۹۴
۳۔ حکیم ترمذی، نوادر الأصول، ۴۲۲:۱

۶۔ اُمتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کیلئے عملِ قلیل پر اَجرِ کثیر

پہلی امتوں کو طویل عمریں عطا کی گئیں جس سے انہیں عبادات و ریاضات کے زیادہ مواقع ملے اور وہ بارگاہ خداوندی سے اسی حساب سے زیادہ اجروثواب کی اُمیدوار ہوئیں۔ امت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو چونکہ کم عمریں دی گئیں اس لیے انہیں یہ خصوصیت دی گئی کہ ان کے قلیل اعمال پر کثیر اجروثواب رکھ دیا گیا۔

اس حوالے سے اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ○(۱)

’’جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال (اس) دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اگیں (اور پھر) ہر بالی میں سَو دانے ہوں (یعنی سات سو گنا اجر پاتے ہیں)، اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے (اس سے بھی) اضافہ فرما دیتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا خوب جاننے والا ہے○‘‘

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

رَبِّ زِدْ أُمَّتِي۔(۲)

’’اے اللہ! میری اُمت کو اور بھی زیادہ عطا فرما۔‘‘

---

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۲۶۱

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۶: ۱۰، رقم: ۵۶۴۵

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۳۶۶، رقم: ۴۲۸۰

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۰: ۵۰۵، رقم: ۴۶۴۸

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۳: ۱۱۲

۵۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۲: ۱۶۲، رقم: ۱۹۳۳

اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ○(۱)

’’بلاشبہ صبر کرنے والوں ہی کو ان کے صبر کا پورا (اور) بے شمار اجر ملے گا○‘‘

۲۔ حضرت خُریم بن فاتک ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من أنفق نفقة فی سبیل الله، کتبت له سبع مائة ضعفٍ۔(۲)

’’جو شخص راہ خدا میں کچھ خرچ کرتا ہے تو اس کے بدلے میں سات سو (۷۰۰) گنا ثواب لکھا جاتا ہے۔‘‘

۳۔ امتِ مسلمہ میں کوئی شخص ایک کھجور کے دانہ کے برابر صدقہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے احد پہاڑ جتنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَن تصدق بعدل تمرة من کسب طیب، ولا یقبل الله الا الطیب، و ان الله یتقبلها بیمینه، ثم یربیها لصاحبها، کما یربی أحدکم فلوه، حتی تکون مثل الجبل۔(۳)

---

(۱) القرآن، الزمر، ۳۹: ۱۰

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۱۶۷، کتاب فضائل الجهاد، رقم: ۱۶۲۵
۲۔ نسائی، السنن، ۶: ۴۹، کتاب الجهاد، رقم: ۳۱۸۶
احمد بن حنبل، ۴: ۳۴۵
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۲۰۷، رقم: ۴۱۵۵
۴۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۹۶، رقم: ۲۴۴۱

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۵۱۱، کتاب الزکوۃ، رقم: ۱۳۴۴
۲۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۲۷۰۲، کتاب التوحید، رقم: ۴۹۹۳
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۳۱، رقم: ۸۳۶۳
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۱۱۳، رقم: ۳۳۱۹

←

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۷۶، رقم: ۷۵۳۵

''جس نے کھجور کے ایک دانہ کے برابر بھی حلال کمائی سے خیرات کی ...... اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی سے قبول فرماتا ہے ...... تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے دست قدرت میں لیتا ہے۔ پھر خیرات کرنے والے کے لئے اس کی پرورش کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کی پرورش کرے، یہاں تک کہ وہ نیکی پہاڑ کے برابر ہوجاتی ہے۔''

بیہقی کی بیان کردہ روایت میں 'مثل الجبل' کی بجائے 'مثل أحد' ہے، یعنی وہ نیکی اُحد پہاڑ کے برابر ہوجاتی ہے۔

''جس نے کھجور کے ایک دانہ کے برابر بھی حلال کمائی سے خیرات کی ...... اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی سے قبول فرماتا ہے ...... تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے دست قدرت میں لیتا ہے۔ پھر خیرات کرنے والے کے لئے اس کی پرورش کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کی پرورش کرے، یہاں تک کہ وہ نیکی پہاڑ کے برابر ہوجاتی ہے۔''

بیہقی کی بیان کردہ روایت میں 'مثل الجبل' کی بجائے 'مثل أحد' ہے، یعنی وہ نیکی اُحد پہاڑ کے برابر ہوجاتی ہے۔

۷۔ اُمتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کے لئے خطا ونسیان سے درگذر

اُمتِ مسلمہ کے خصائص میں یہ بھی شامل ہے کہ اگر ان میں سے کسی سے خطا و نسیان سے خلافِ شرع کوئی فعل سرزد ہو جائے تو اس پر گرفت نہیں، جبکہ پہلی امتوں کو یہ رعایت حاصل نہ تھی۔ ان سے اگر بھول چوک سے بھی احکامِ شریعت میں کوتاہی ہوجاتی تو اس پر ان کا مواخذہ کیا جاتا۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن الله تجاوز عن أمتي ما حدثت به أنفسها، ما لم تعمل أو تتكلم۔(۱)

''اللہ رب العزت نے میری اُمت کے لئے 'حدیثِ نفس' (دل میں پیدا ہونے

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۷۶، رقم: ۷۵۳۵

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۰۲۰، کتاب الطلاق، رقم: ۴۹۶۸

۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۱۶، کتاب الایمان، رقم: ۱۲۷

۳۔ ترمذی، ۳: ۴۸۹، ابواب الطلاق واللعان، رقم: ۱۱۸۳

←

والے خیالات)‘ کو معاف فرما دیا جب تک وہ ان پر کلام یا عمل نہ کریں۔‘‘

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ دل میں آنے والے خیالات جب تک انسان کے دائرۂ عمل میں نہ آئیں قابلِ مؤاخذہ نہیں۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إن الله وضع عن أمتي الخطأ و النسيان، و ما استكرهوا عليه۔(۱)

’’اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے خطا و نسیان اور جبر و اِکراہ معاف کو فرما دیا ہے۔‘‘

غلطی اور نسیان میں سرزد ہونے والا فعل، قابلِ مؤاخذہ نہیں ہے، اسی طرح جبر و اِکراہ کے عالم میں خلافِ شرع عمل کو بھی معاف کر دیا گیا ہے اور ان افعال کی ذمہ داری سے ان کے مرتکب کو بری کر دیا گیا ہے۔ یہی ضابطہ و اصول فطرت کے عین مطابق ہے اور نفاذِ عدل کی روح کو عملاً بھی برقرار رکھتا ہے۔

۸۔ توبہ و اِستغفار سے گناہوں کی معافی

سابقہ اُمم میں جب کسی سے کوئی گناہ اور جرم سرزد ہوجاتا تو اس کے کفارہ کی ادائیگی کے لئے سخت احکام آتے تھے۔ ان سخت احکامات سے گزر کر ہی کفارہ ادا ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کی اُمت کو یہ رعایت عطا کی گئی کہ توبہ و استغفار کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیا

۴۔ نسائی، السنن، ۶:۱۵۶، کتاب الطلاق، رقم: ۳۴۳۴

۵۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۶۵۸، کتاب الطلاق، رقم: ۲۰۴۰

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۴۷۴

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۶۵۹، کتاب الطلاق، رقم: ۲۰۴۵

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶:۸۴، رقم: ۱۱۲۳۶

۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸:۱۶۱، رقم: ۸۲۷۳

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴:۲۵۰

گیا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام ایک دفعہ اللہ رب العزت کی ملاقات کے لئے کوہ طور پر تشریف لے گئے اور چالیس دن وہیں رہے، اُن کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل نے ایک بچھڑے کو معبود بنالیا۔ آپ علیہ السلام جب واپس تشریف لائے تو اپنی امت کے اس گناہ کی معافی کے لئے بحکم خداوندی توبہ کی قبولیت کی یہ صورت بیان فرمائی کہ جو گناہ و جرم میں شریک نہ تھے وہ مجرموں کو قتل کریں تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کر کے تمہیں معاف فرما دے۔

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا:

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ط فَتَابَ عَلَيْكُمْ ط اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ (۱)

”اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! بے شک تم نے بچھڑے کو (اپنا معبود) بنا کر اپنی جانوں پر (بڑا) ظلم کیا ہے تو اب اپنے پیدا فرمانے والے (حقیقی رب) کے حضور توبہ کرو، پس (آپس میں) ایک دوسرے کو قتل کر ڈالو (اس طرح کہ جنہوں نے بچھڑے کی پرستش نہیں کی اور اپنے دین پر قائم رہے ہیں وہ بچھڑے کی پرستش کر کے دین سے پھر جانے والوں کو سزا کے طور پر قتل کر دیں)، یہی (عمل) تمہارے لئے تمہارے خالق کے نزدیک بہترین (توبہ) ہے، پھر اس نے تمہاری توبہ قبول فرمالی، یقیناً وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔“

بنی اسرائیل کے اگر کسی شخص سے گناہ سرزد ہوتا تو صبح اس کے دروازے پر اس گناہ کے ساتھ اس کا کفارہ بھی تحریر کر دیا جاتا۔

۱۔ اِس ضمن میں بیہقی کی بیان کردہ ایک روایت درج ذیل ہے:

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۵۴

كان الرجل في بني إسرائيل إذا أذنب أصبح على بابه مكتوباً أذنب كذا و كذا و كفارته من العمل كذا فلعله أن يتكاثره يعمله۔ قال ابن مسعود: ما أحب ان الله أعطانا ذلك مكان هذه الآية: ﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾(۱)(۲)

''بنی اسرائیل کے کسی شخص سے اگر گناہ سرزد ہوتا تو صبح اس کے دروازے پر لکھ دیا جاتا کہ اس سے فلاں فلاں گناہ سرزد ہوا ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے، عموماً کفارہ کا بوجھ وہ شخص برداشت نہ کر پاتا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ کتنی اچھی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں (آقائے دوجہاں ﷺ کے طفیل اور ان کے صدقہ میں) یہ آیت عطا فرمائی: ''اور جو کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش طلب کرے وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا نہایت مہربان پائے گا۔''

۲۔ حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

كفارة الذنب الندامة۔(۳)

''گناہوں کا کفارہ ندامت ہے۔''

---

(۱) ا۔ النساء، ۴:۱۱۰

(۲) ا۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۴۲۶، رقم:۷۱۴۳
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۹:۱۵۸، رقم:۸۷۹۴
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷:۱۱

(۳) ا۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۲۸۹
۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۵:۱۹۹، رقم:۵۰۷۲
۳۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۱:۸۰، رقم:۷۷
۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۳۸۸، رقم:۷۰۳۹
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰:۲۱۵

۳۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الندم توبة۔(۱)

''(گناہ کرکے اس پر) نادم ہونا ہی توبہ ہے۔''

۹۔ اُمتِ محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے ہر زمانہ کو اَولیاء و اَبدال کی موجودگی سے نوازا گیا ہے

یہ بھی اُمتِ محمدی ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ اس کے افراد کے سینوں میں رُوحانیت کی شمع جلتی رہتی ہے اور کبھی کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرا کہ روحانی فیوضات کے سوتے خشک ہو گئے ہوں۔ اس کا ایک سبب اس امت کے اندر ہر زمانے میں اقطاب و نجباء اور اولیاء و ابدال کی موجودگی ہے جو ان کے لئے روحانی خیر و برکت کا موجب ہے۔ انہی محبوبان بارگاہ خداوندی کی وجہ سے اس اُمت پر عطاؤں اور نوازشات کی بارش ہوتی رہتی ہے اور ان کے روحانی فیضان کا یہ سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوتا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لن تخلو الأرض من أربعين رجلا، مثل إبراهيم خليل الرحمن، فبهم يسقون و بهم ينصرون، ما مات منهم أحد إلا أبدل الله مكانه آخر۔(۲)

(۱) ا۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۴۲۰، کتاب الزہد، رقم: ۴۲۵۲

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۷۶

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۲:۳۷۹، رقم: ۶۱۴

۴۔ حاکم، المستدرک، ۴:۲۷۱، رقم: ۷۶۱۲

۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۳۸۶، رقم: ۷۰۳۰، ۷۰۳۱، ۷۰۳۲

(۲) ا۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۴:۲۴۷، رقم: ۴۱۰۱

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰:۶۳

۳۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۷۲۴

’’زمین پر چالیس مرد، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مانند موجود رہتے ہیں، لوگوں کو اُنہی کی وجہ سے بارش عطا کی جاتی ہے، اُنہی کی وجہ سے (لوگوں کی) مدد کی جاتی ہے۔ ان میں سے جب کوئی وصال پا جاتا ہے تو اس کی جگہ اللہ تعالیٰ کسی دوسرے کو متعین فرما دیتا ہے۔‘‘

۱۰۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے مجذوبین و فقراء اگر قسم کھا لیں تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کرتا ہے

امت محمدیہ کے مجذوبین اور فقراء کی اللہ کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہے۔ اللہ کے ہاں ان کی عزت و اکرام کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اگر یہ کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر قسم اٹھالیں کہ فلاں کام ہوکر رہے گا تو اللہ تعالیٰ ان کی بات کو نہ ٹالتے ہوئے ان کی قسم کو پورا فرما دیتا ہے۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن من عباد اللہ من لو أقسم علی اللہ لأبرہ۔(۱)

’’بے شک اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو سچا کر دیتا ہے۔‘‘

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

رب اشعث مدفوع بالأبواب لو أقسم علی اللہ لأبرہ۔(۲)

---

(۱) بخاری، الصحیح، ۲: ۹۶۲، کتاب الصلح، رقم: ۲۵۵۶

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۰۲۴، کتاب البر والصلۃ، رقم: ۲۶۲۲

۲۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۰۳۳، کتاب الجہاد، رقم: ۲۶۵۱

۳۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۳۶۴، رقم: ۷۹۳۲

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۴۰۳، رقم: ۶۴۸۳

۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۳۳۱، رقم: ۱۰۴۸۲

←

''بہت سے غبار آلودہ بکھرے ہوئے بالوں والے، (لوگوں کے) دروازوں سے دھتکارے جانے والے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ (کے بھروسے) پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو سچا کر دیتا ہے۔''

یہ روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ذرا مختلف کے ساتھ مروی ہے۔(۱)

۱۱۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے اولیاء سے عداوت اللہ تعالیٰ سے عداوت ہے

اُمتِ محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو یہ خصوصیت عطا کی گئی ہے کہ اس کے اولیاء سے عداوت کو اللہ تعالیٰ سے عداوت قرار دیا گیا ہے۔ حضرت زید بن اسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ وہ ایک دفعہ مسجد آئے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو روضۂ رسول ﷺ پر روتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے رونے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ حضور ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ مجھے رُلا رہی ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔

اليسير من الرّياء شرک، و مَن عادی اولياء الله فقد بارز الله بالمحاربة، إنّ الله يحب الأبرار الأتقياء الأخفياء الذين إن غابوا لم يفتقدوا، و إن حضروا لم يدعوا و لم يعرفوا، قلوبهم مصابيح الهدی، يخرجون من کل غبراء مظلمة۔(۲)

۶۔ ابن الجعد، المسند، ۱: ۲۹۶، رقم: ۲۰۰۹

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۲۶۴، رقم: ۸۶۱

۲۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۷۰، رقم: ۱۲۳۶

۳۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۲۶۷، رقم: ۳۲۴۵

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۲۶۴

۵۔ دمیاطی، المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح: ۹۳۴، رقم: ۱۹۹۷

(۲) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۳۲۰، کتاب الفتن، رقم: ۳۹۸۹

←

’’ذرا سا دکھاوا بھی شرک ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے ذرہ سی بھی دشمنی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے اعلانِ جنگ کیا، اللہ تعالیٰ ان نیک متقی لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو چھپے رہتے ہیں، اگر وہ غائب ہو جائیں تو کوئی انہیں تلاش نہیں کرتا، اگر وہ سامنے آتے ہیں تو کوئی کھانے تک کا نہیں پوچھتا اور نہ ہی انہیں کوئی پہچانتا ہے، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، ایسے لوگ گرد آلود تاریک فتنہ سے نکل جائیں گے۔‘‘

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

من عادی لی ولیاً فقد آذنته بالحرب۔(۱)

’’جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں۔‘‘

۱۲۔ دینِ اِسلام کی تجدید کے لئے ہر صدی میں ایک مجدِّد کی آمد

گذشتہ اُمتوں میں دین اور شریعت کی تجدید اور امت کی اصلاح احوال کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لاتے رہے۔ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں، اب قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ لہٰذا اِحیائے اسلام اور تجدید دین کا وہ کام جو گذشتہ ادوار میں

۲۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۴۴، رقم: ۴
۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۷: ۱۴۵، رقم: ۷۱۱۲
۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۳۲۸، رقم: ۶۸۱۲
۵۔ کنانی، مصباح الزجاجۃ، ۴: ۱۷۸، رقم: ۱۴۱۰
۶۔ دمیاطی، المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح: ۹۳۵، رقم: ۱۹۹۹
(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۸۵، کتاب الرقاق، رقم: ۶۱۳۷
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۳۴۶، رقم:

انبیاء و رسل سرانجام دیتے رہے اب قیامت تک حضور ﷺ کی امت کے علماء و مجددین اور اولیاء و صالحین سرانجام دیں گے۔ اُمتِ مسلمہ کی فکری، نظری اور عملی رہنمائی کے فریضہ کی انجام دہی کے لئے ہر صدی کے بعد ایک مجدد کا ظہور ہو گا جو اُمت کی اصلاح اور دین کی احیاء اور تجدید کا کارنامہ سرانجام دے گا۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها۔(۱)

’’اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد بھیجے گا جو اِس اُمت کے لئے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔‘‘

۲۔ علماء ربانیین کی فضیلت کے باب میں حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

العلماء ورثة الانبياء۔(۲)

’’علماء انبیاء کے وارث ہیں۔‘‘

(۱) ۱۔ ابو داؤد، السنن، ۴:۱۰۹، کتاب الملاحم، رقم: ۴۲۹۱
۲۔ حاکم، المستدرک، ۴:۵۶۷، رقم: ۸۵۹۲
۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۶:۳۲۴، رقم: ۶۵۲۷
۴۔ دیلمی، الفردوس، ۱:۱۴۸، رقم: ۵۳۲
۵۔ دانی، السنن الواردہ فی الفتن، ۳:۷۴۳، رقم: ۳۶۴

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۴۸، رقم: ۲۶۸۲
۲۔ ابوداؤد، السنن، ۳:۳۱۷، رقم: ۳۶۴۱
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۸۱، رقم: ۲۲۳
۴۔ احمد، المسند، ۵:۱۹۶، رقم: ۲۱۷۶۳
۵۔ دارمی، السنن، ۱:۱۱۰، رقم: ۳۴۲
۶۔ کنز العمال، ۱۰:۱۳۵، رقم حدیث: ۲۸۶۷۹

۳۔ ایک دوسری حدیث مبارکہ میں علماء کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

علماء أمتی کأنبیاء بنی إسرائیل۔(۱)

میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند ہیں۔

۴۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے علماء کے حق میں یہ بھی فرمایا:

إن العالم فی قومه کالنبی فی أمته۔(۲)

’’بیشک عالم اپنی قوم میں ایسے ہے جیسے ایک نبی اپنی امت میں۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ کے مندرجہ بالا اِرشادات اور اس مفہوم کی دیگر احادیث مبارکہ میں اُمت محمدی علی صاحبها الصلوۃ والسلام کے مجددین اور مصلحین کی طرف اِشارہ ہے۔ یہ شرف پہلی اُمتوں کے علماء کو حاصل نہیں تھا۔

۱۳۔ اُمتِ محمدی علی صاحبها الصلوۃ والسلام کے لئے طاعون کی موت کو شہادت قرار دیا گیا

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے طاعون کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إنه کان عذاباً یبعثه الله علی من یشآء، فجعله الله رحمة للمؤمنین، فلیس من عبد یقع الطاعون، فیمکث فی بلده صابراً یعلم أنه لن یصیبه، إلا ما کتب الله له إلا کان له مثل أجر الشهید۔(۳)

(۱) عجلونی، کشف الخفاء، ۲: ۸۳

(۲) سیوطی، انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب: ۲۸

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۶۵، کتاب الطب، رقم: ۵۴۰۲

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۶۴

''یہ ایک عذاب ہے جسے اللہ جن بندوں پر چاہے بھیجتا ہے، لیکن اللہ رب العزت نے اہلِ ایمان کے لئے اسے رحمت بنا دیا ہے۔ پس کوئی بندہ ایسا نہیں کہ طاعون کی بیماری پھیلے اور وہ اپنے شہر میں صبر کر کے بیٹھا رہے یہ جانتے ہوئے کہ اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی مگر جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے لکھ دی ہے تو اس کے لئے شہید کے برابر ثواب ہے۔''

۲۔ حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الطاعون شهادة لكل مسلم۔(۱)

''طاعون کی موت ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔''

۱۴۔ اُمتِ محمدی علی صاحبها الصلوة والسلام پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا درود بھیجنا

اُمتِ محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا بے پایاں احسان ہے کہ اسے حضور نبی محتشم ﷺ کی خصوصیتِ درود کا فیض نصیب ہوا، اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہمہ وقت حضور ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے:

إِنَّ اللهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۔(۲)

''بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر رحمت بھیجتے ہیں۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۱۶۵، کتاب الطب، رقم: ۵۴۰۰
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۵۲۲، کتاب الإمارة، رقم: ۱۹۱۶
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۵۰، رقم: ۱۲۵۷۸
۴۔ ابوعوانہ، المسند، ۴:۵۰۰
۵۔ دیلمی، الفردوس، ۲:۴۶۵، رقم: ۳۹۸۸

(۲) القرآن، الأحزاب، ۳۳: ۵۶

اسی طرح اُمتِ مسلمہ کے حق میں بھی ارشاد فرمایا گیا:

هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝ (۱)

’’وہی تو ہے جو تم پر اپنی رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی (دعائے مغفرت کرتے ہیں) تاکہ اللہ تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے آئے اور اللہ مؤمنوں پر (آخرت میں بھی) بہت رحم فرمانے والا ہے ۝‘‘

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ۔(۲)

’’یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے پے در پے نوازشیں ہیں اور رحمت ہے۔‘‘

۱۵۔ اُمتِ محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا جنت میں سب سے پہلے داخلہ

قیامت کے دن جنت میں داخل ہونے کا وقت آئے گا تو اس وقت بھی حضور ﷺ کی اُمت کو اولیت حاصل ہو گی۔ پل صراط سے بھی سب سے پہلے اسی امت کے افراد کا گذر ہو گا اور جنت میں بھی سب سے پہلے حضور ﷺ کی اُمت کو داخلے کی اجازت ملے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

نحن الآخرون، الأولون يوم القيٰمة، و نحن أوّل من يدخل

---

(۱) القرآن، الاحزاب، ۳۳:۴۳

(۲) القرآن، البقرہ، ۲:۱۵۷

الجنۃ۔(۱)

’’ہم (دنیا میں سب سے) آخر میں ہیں، روزِ محشر ہمیں اولیت حاصل ہو گی اور ہم سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔‘‘

سیدنا فاروق اعظم ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

الجنة حرمت على الأنبياء حتى أدخلها، و حرمت على الأمم حتى تدخلها أمتي۔(۲)

’’میرے داخل ہونے سے قبل تمام انبیاء پر اور میری اُمت کے داخل ہونے سے قبل تمام اُمتوں پر جنت میں داخل ہونا حرام کر دیا گیا ہے۔‘‘

۱۶۔ اُمتِ محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا جنت میں باب اَیمن سے داخلہ

جنت الفردوس کے دروازے سے جس کا نام ’’الباب الایمن‘‘ ہے صرف حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی اُمت کو ہی داخل کیا جائے گا۔ یہ جماعت کسی حساب کتاب کے بغیر جنت میں داخل ہوگی۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اس جماعت کے اراکین جنت کے دوسرے دروازوں سے داخل ہونے میں دوسرے گروہوں کے ساتھ بھی شریک ہوں گے۔

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۵۸۵، ۵۸۶، کتاب الجمعہ، رقم: ۸۵۵
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۱: ۵۱۴، رقم: ۱۶۵۳
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۷۴

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۲۸۹، رقم: ۹۴۲
۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۷، رقم: ۳۱۸۰۲
۳۔ حکیم ترمذی، نوادرالاصول، ۱: ۳۴۰
۴۔ دیلمی، الفردوس، ۱: ۳۳، رقم: ۵۵
۵۔ ہیثمی مجمع الزوائد، ۱۰: ۶۹

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جب میرا عرش الٰہی کے نیچے سے گذر ہوگا تو میں بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پھر میرے رب کی طرف سے مجھ پر چند کلمات منکشف ہوں گے اور میرا رب مجھے اپنی حمد و ثنا میں سے ایسے کلمات الہام کرے گا کہ ان کا انکشاف میرے سوا کسی دوسرے شخص پر نہیں کیا ہوگا۔ پھر اللہ رب العزت کا ارشاد ہوگا: اے محمد! اپنا سرِ انور اٹھایئے، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: اے رب! میری اُمت، اے رب! میری اُمت۔ پھر کہا جائے گا:

يا محمد! أدخل من أمتک من لا حساب عليهم من الباب الأيمن من أبواب الجنة و هم شركاء الناس فيما سوى ذلک من الأبواب۔(۱)

''اے محمد! اپنی اُمت میں سے ان لوگوں کو جن پر کوئی حساب نہیں جنت کے دروازوں میں سے باب الایمن سے جنت میں داخل کر دو۔''

یہ لوگ جنت کے دیگر دروازوں (سے داخل ہونے) میں دوسرے لوگوں کے ساتھ (بھی) شریک ہوں گے۔

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۶۲۲، ابواب صفۃ القیامہ، رقم: ۲۴۳۴
۲۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۷۴۶، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۴۴۳۵
۳۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۸۵، کتاب الایمان، رقم: ۱۹۴
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۳۵
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۸۳، رقم: ۶۴۶۶

۱۷۔ اُمتِ محمدی علی صاحبها الصلوۃ والسلام کی کثیر تعداد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگی

حضور ﷺ کی امت کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اذنِ الٰہی سے امتِ مسلمہ کی کثیر تعداد بغیر کسی حساب و کتاب کے اور بغیر کسی عذاب کے جنت الفردوس میں داخلے کی سزا وار ٹھہرے گی، ان بلند بخت مسلمانوں کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يدخل الجنة من أمتي سبعون ألفاً بغير حساب۔(۱)

''میری امت کے ستر ہزار افراد کسی حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔''

۲۔ امام بخاری نے 'الصحیح (۵: ۲۳۹۶، رقم: ۶۱۷۷)' میں ستر ہزار کی بجائے سات سو ہزار یعنی سات لاکھ کا عدد بیان کیا ہے۔

۳۔ حدیثِ ابو امامہ رضی اللہ عنہ میں بھی ستر ہزار افراد کا ہی ذکر ملتا ہے، ان کی روایت کے مطابق حضور رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا:

مع كل ألف سبعون ألفاً و ثلاث حثيات من حثياته۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۷۵، رقم: ۶۱۰۷
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۹۸، کتاب الایمان، رقم: ۲۱۸
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۴۳۳، رقم: ۴۲۸۵
۴۔ احمد، المسند، ۱: ۳۲۱، رقم: ۲۹۵۵
۵۔ طبرانی، المسند شامیین، ۲: ۸۰، رقم: ۹۵۴

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۲۶، ابواب صفۃ القیامۃ، رقم: ۲۴۳۷
۲۔ مناوی، فیض القدیر، ۴: ۱۹۵

''اور ہر ایک ہزار افراد کے ساتھ ستر ہزار افراد اور اپنے تین چلو بھر کر جنت میں داخل فرمائے گا۔''

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ میں عدد کا اختلاف مدارج کے اعتبار سے ہے، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں مسلمانوں کے نیک اعمال کے اجر و ثواب کے درجات بیان فرمائے ہیں۔ کسی کے نیک عمل کا اجر دس گنا ہے تو کسی کا سو گنا، کسی کا سات سو گنا ہے تو کسی کا بے حساب۔ اسی طرح قیامت کے دن بغیر حساب کے جنت میں جانے والوں کے عدد میں اختلاف بھی ان کے درجات کے حوالے سے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ستر ہزار اکیلے جانے والے بھی ہوں گے، سات لاکھ اکیلے جانے والے بھی ہوں گے اور ستر ہزار ایسے بھی ہوں گے جن میں ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔ اُن میں کوئی صدیقین ہوں گے، کوئی شہداء، کوئی قطب، کوئی ابدال اور کوئی صالحین۔ جیسے جیسے اُن کے درجات ہوں گے ویسے ویسے ہی اُن کی برکات ہوں گی۔

حرفِ آخر

ہم نے ''سیرۃ الرسول ﷺ'' کی اس جلد میں حضور ﷺ کے شمائل اور چیدہ چیدہ خصائص بیان کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے، ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کے شمائل و خصائص کا بیان ممکن ہی نہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
تیرے اَوصاف کا اِک باب بھی پورا نہ ہوا

﴿ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ أَصْحَابِهٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ ﴾

مآخذ و مراجع

۱۔ القرآن الحکیم

۲۔ آجری، ابوبکر محمد سیرۃ ابن اسحاق، بن حسین بن عبد اللہ (م۳۶۰ھ/۹۷۰ء)۔ الشریعۃ۔ لاہور، پاکستان: انصار السنۃ المحمدیہ۔

۳۔ آلوسی، محمود بن عبد اللہ حسینی (۱۲۱۷۔۱۲۷۰ھ/۱۸۰۲۔۱۸۵۴ء)۔ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی۔ لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۴۔ آمدی، سیف الدین ابی الحسن علی بن ابی علی بن محمد (۵۵۱۔۶۳۱ھ/۱۱۵۶۔۱۲۳۳ء)۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۵۔ ابن ابی حاتم رازی، ابو محمد عبد الرحمٰن (۲۴۰۔۳۶۷/۸۵۴۔۹۳۸)۔ تفسیر القرآن العظیم۔ سعودی عرب: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ۱۴۱۹/۱۹۹۹۔

۶۔ ابن ابی دنیا، عبداللہ بن محمد ابوبکر القریشی (۲۰۸۔۲۸۱ھ)۔ مکارم الاخلاق۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ القرآن، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۷۔ ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹۔۲۳۵ھ/۷۷۶۔۸۴۹ء)۔ المصنف۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۸۔ ابن ابی عاصم، ابوبکر بن عمرو بن ضحاک بن مخلد شیبانی (۲۰۶۔۲۸۷ھ/۸۲۲۔۹۰۰ء)۔ السنہ۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۰ھ۔

۹۔ ابن ابی عاصم، ابوبکر بن عمرو بن ضحاک بن مخلد شیبانی (۲۰۶۔۲۸۷ھ/۸۲۲۔۹۰۰ء)۔ الزہد۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث، ۱۴۰۸ھ۔

۱۰۔ ابن اثیر، ابوالحسن علی بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد شیبانی جزری (۵۵۵۔۶۳۰ھ/

۱۱۶۰_۱۲۳۳ء)۔ أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۱۔ ابن اثیر، ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد شیبانی جزری (۵۵۵۔۶۳۰ھ/۱۱۶۰_۱۲۳۳ء)۔ الکامل فی التاریخ۔ بیروت، لبنان: دار صادر، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

۱۲۔ ابن اثیر، ابو السعادات مبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبدالواحد شیبانی جزری (۵۴۴_۶۰۶ھ/۱۱۴۹_۱۲۱۰ء)۔ النہایہ فی غریب الحدیث و الاثر۔ قم، ایران: مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان، ۱۳۶۴ھ۔

۱۳۔ ابن بکار۔ اخبار مدینہ۔

۱۴۔ ابن اسحاق، محمد بن اسحاق بن یسار (۸۵_۱۵۱ھ)۔ سیرۃ ابن اسحاق۔ معہد الدراسات والابحاث للتعریب۔

۱۵۔ ابن اسحاق، اسماعیل بن اسحاق المالکی (۱۹۹_۲۸۲ھ) فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: دار المدینۃ المنورہ، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء۔

۱۶۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (۶۶۱_۷۲۸ھ/۱۲۶۳_۱۳۲۸ء)۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ بیروت، لبنان: دار ابن حزم، ۱۴۱۷ھ۔

۱۷۔ ابن جارود، ابو محمد عبداللہ بن علی النیشاپوری (م : ۳۰۷ھ)۔ المنتقی۔ بیروت، لبنان: موسسۃ الکتاب الثقافیہ، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء۔

۱۸۔ ابن جزی، محمد بن احمد (۶۹۳ھ/۱۲۹۴ء)۔ کتاب التسہیل لعلوم التنزیل۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی۔

۱۹۔ ابن جعد، ابو الحسن علی بن جعد بن عبید ہاشمی (۱۳۳_۲۳۰ھ/۷۵۰_۸۴۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: مؤسسہ نادر، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۲۰۔ ابن جوزی، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰_۵۷۹ھ/۱۱۱۶_۱۲۰۱ء)۔ صفوۃ الصفوہ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء۔

۲۱۔ ابن جوزی، ابوالفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ مولد العروس۔ بیروت، لبنان: المتکبۃ الثقافیہ

۲۲۔ ابن جوزی، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ الوفا بأحوال المصطفیٰ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء۔

۲۳۔ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔ ۹۶۵ء)۔ الثقات۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء۔

۲۴۔ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔ ۹۶۵ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۲۵۔ ابن حبان، اَبو محمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حبان اصبہانی (۲۷۴۔ ۳۶۹ھ)۔ العظمہ۔ ریاض، سعودی عرب: دار العاصمہ، ۱۴۰۸ھ۔

۲۶۔ ابن حبان، اَبو محمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حبان اصبہانی (۲۷۴۔ ۳۶۹ھ)۔ اخلاق النبی ﷺ وآدابہ۔ ریاض، سعودی عرب: دار المسلم، ۱۹۹۸ء۔

۲۷۔ ابن حزم، علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی (۳۸۴۔۴۵۶ھ/۹۹۴۔۱۰۶۴ء)۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ فیصل آباد، پاکستان: ضیاء السنہ ادارۃ الترجمہ والتعریف، ۱۴۰۴ھ۔

۲۸۔ ابن حزم، علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی (۳۸۴۔۴۵۶ھ/۹۹۴۔۱۰۶۴ء)۔ المحلی۔ بیروت، لبنان: دار الآفاق الجدیدہ۔

۲۹۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

۳۰۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ۔ بیروت، لبنان۔

۳۱۔ ابن حجر ہیتمی، ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن محمد بن علی بن حجر (۹۰۹۔ ۹۷۳ھ/ ۱۵۰۳۔۱۵۶۶ء)۔ **الدر المنضود فی الصلوۃ والسلام علی الحبیب الشفیع**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: دار المدینۃ المنورہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء

۳۲۔ ابن حجر ہیتمی۔ ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن محمد بن علی بن حجر (۹۰۹۔ ۹۷۳ھ/ ۱۵۰۳۔۱۵۶۶ء)۔ **الصواعق المحرقہ**۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء۔

۳۳۔ ابن خزیمہ، ابو بکر محمد بن اسحاق (۲۲۳۔۳۱۱ھ/ ۸۳۸۔۹۲۴ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء۔

۳۴۔ ابن راہویہ، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن عبداللہ (۱۶۱۔ ۲۳۷ھ/ ۷۷۸۔۸۵۱ء)۔ **المسند**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الایمان، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۳۵۔ ابن خیاط، ابو عمر خلیفہ بن خیاط، اللیثی العصفری (۱۶۰۔۲۴۰ھ)۔ **الطبقات**۔ ریاض، سعودی عرب: دار طیبہ، ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء۔

۳۶۔ ابن رجب حنبلی، ابو الفرج عبد الرحمن بن احمد (۷۳۶۔۷۹۵ھ)۔ **جامع العلوم و الحکم فی شرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۸ھ۔

۳۷۔ ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد (۱۶۸۔۲۳۰ھ/ ۷۸۴۔۸۴۵ء)۔ **الطبقات الکبریٰ**۔ بیروت، لبنان: دار بیروت للطباعہ و النشر، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۳۸۔ ابن سنی، ابوبکر احمد بن محمد (م: ۳۶۴ھ)۔ **عمل الیوم واللیلۃ**۔ حیدر آباد دکن، بھارت: دائرہ معارف نظامیہ۔

۳۹۔ ابن شاہین، عبدالباسط بن خلیل۔ **غایۃ السول فی سیرۃ الرسول ﷺ**۔ بیروت، لبنان: عالم الکتب، ۱۹۸۸ء۔

۴۰۔ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ۔

۴۱۔ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ التمہید۔ مغرب (مراکش): وزات عموم الأوقاف و الشؤون الإسلامیہ، ۱۳۸۷ھ۔

۴۲۔ ابن عبدالبر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ الدرر۔ قاھرہ، مصر: دارالمعارف، ۱۴۰۳ھ۔

۴۳۔ ابن عبدالبر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ جامع بیان العلم وفضلہ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۴۴۔ ابن عساکر، ابو قاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی (۴۹۹۔۵۷۱ھ/۱۱۰۵۔۱۱۷۶ء)۔ تاریخ/تہذیب دمشق الکبیر۔ بیروت، لبنان: دارالمیسر ہ، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء۔

۴۵۔ ابن عساکر، ابو قاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی (۴۹۹۔۵۷۱ھ/۱۱۰۵۔۱۱۷۶ء)۔ السیرۃ النبویہ۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء۔

۴۶۔ ابن قدامہ، ابو محمد عبداللہ بن احمد المقدسی (۶۲۰ھ)۔ المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل الشیبانی۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۴۷۔ ابن قیسرانی، ابو الفضل محمد بن طاہر بن علی بن احمد مقدسی (۴۴۸۔۵۰۷ھ/۱۰۵۶۔۱۱۱۳ء)۔ تذکرۃ الحفاظ۔ ریاض، سعودی عرب: دار الصمیعی، ۱۴۱۵ھ۔

۴۸۔ ابن قیم، اَبو عبداللہ محمد بن ابی بکر ایوب الزرعی (۶۹۱۔۷۵۱ھ)۔ الروح۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلم، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

۴۹۔ ابن قیم، اَبو عبداللہ محمد بن ابی بکر ایوب الزرعی (۶۹۱۔۷۵۱ھ)۔ جلاء الافہام۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ۔

۵۰۔ ابن قیم، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ایوب الزرعی (۶۹۱۔۷۵۱ھ)۔ زادالمعاد فی ہدیہ خیر العباد۔ الکویت: مکتبۃ المنار الاسلامیہ، ۱۹۸۶ء۔

۵۱۔ ابن قتیبہ، ابو محمد عبداللہ بن مسلم الدینوری (۲۱۳۔ ۲۷۶ھ)۔ تفسیر غریب القرآن۔ پشاور، پاکستان: مکتبہ توحید وسنہ، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۵۲۔ ابن قتیبہ، ابو محمد عبداللہ بن مسلم الدینوری (۲۱۳۔۲۷۶ھ)۔ الامامہ والسیاسہ۔ مصر: مطبع مصطفیٰ البابی، ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء۔

۵۳۔ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ البدایہ و النہایہ۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۵۴۔ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ البدایہ و النہایہ (السیرۃ)۔ بیروت، لبنان: مکتبۃ المعارف۔

۵۵۔ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ تفسیر القرآن العظیم۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۵۶۔ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ شمائل الرسول ﷺ۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفۃ۔

۵۷۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ/ ۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۵۸۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ/ ۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء۔

۵۹۔ ابن مبارک، ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن واضح مروزی (۱۱۸۔۱۸۱ھ/ ۷۳۶۔ ۷۹۸ء)۔ کتاب الزہد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۶۰۔ ابن الوردی، زین الدین عمر بن مظفر (م ۷۴۹ھ)۔ التاریخ۔ بیروت، لبنان: ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء۔

۶۱۔ ابن مندہ، ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن یحییٰ (۳۱۰۔۳۹۵ھ/۹۲۲۔۱۰۰۵ء)۔ الایمان۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۶ھ۔

۶۲۔ ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک حمیری (م۲۱۳ھ/۸۲۸ء)۔ السیرۃ النبویہ۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۱ھ۔

۶۳۔ ابو اسماعیل بغدادی، حماد بن اسحاق بن اسماعیل بن زید (م: ۲۶۷ھ)۔ ترکۃ النبی ﷺ۔ والسبل التی وجھا فیھا۔۱۴۰۴ھ۔

۶۴۔ ابو بکر بغدادی، احمد بن علی بن ثابت (۳۹۲۔۴۶۳ھ)۔ الفصل للوصل المدرج فی النقل۔ ریاض، سعودی عرب: دار الہجرۃ، ۴۶۳ھ۔

۶۵۔ ابوبکر دمشقی، ابوعبداللہ، محمد بن ابی بکر (م: ۷۵۱ھ)۔ المنار المنیف۔ حلب، شام: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، ۱۴۰۳ھ۔

۶۶۔ ابوالحسین، عبدالباقی بن قانع (۲۶۵۔۳۵۱ھ)۔ معجم الصحابۃ۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الغرباء الاثریۃ، ۱۴۱۸ھ۔

۶۷۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۶۸۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۶۹۔ ابو علا مبارک پوری، محمد عبدالرحمٰن بن عبد الرحیم (۱۲۸۳۔۱۳۵۳ھ)۔ تحفۃ الاحوذی۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۷۰۔ ابوعبداللہ، احمد بن ابراہیم بن کثیر الدورقی (۱۶۸۔۲۴۶ھ)۔ مسند سعد بن ابی وقاص۔ بیروت، لبنان: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۷۱۔ ابو عبد اللہ، محمد بن سلیمان الجزولی (م۸۷۰ھ)۔ دلائل الخیرات۔ پاکپتن،

پاکستان: زیرِ اہتمام: دربار عالیہ نقشبندیہ اکبریہ۔

۷۲۔ ابوعوانہ، یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نیشاپوری (۲۳۰۔۳۱۶ھ/ ۸۴۵۔ ۹۲۸ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۷۳۔ ابونعیم، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۷۴۔ ابونعیم، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ دلائل النبوۃ۔ حیدرآباد، بھارت: مجلس دائرہ معارف عثمانیہ، ۱۳۶۹ھ/ ۱۹۵۰ء۔

۷۵۔ ابونعیم، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ المسند المستخرج علی صحیح مسلم۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۶ء۔

۷۶۔ ابونعیم، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ مسند الامام ابی حنیفہ۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الکوثر، ۱۴۱۵ھ۔

۷۷۔ ابویعلی، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔۹۱۹ء)۔ المسند۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔

۷۸۔ ابویعلی، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔۹۱۹ء)۔ المعجم۔ فیصل آباد، پاکستان: ادارۃ العلوم و الاثریہ، ۱۴۰۷ھ۔

۷۹۔ احمد بن حنبل، ابوعبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/ ۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ فضائل الصحابہ۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ۔

۸۰۔ احمد بن حنبل، ابوعبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/ ۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۸۱۔ ازدی، معمر بن راشد (م ۱۵۱ھ)۔ الجامع۔ بیروت، لبنان: مکتبۃ الایمان، ۱۹۹۵ء۔

۸۲۔ أزدی، ربیع بن حبیب بن عمر بصری۔ الجامع الصحیح مسند الامام الربیع بن حبیب۔ بیروت، لبنان: دارالحکمۃ، ۱۴۱۵ھ۔

۸۳۔ اسماعیل حقی، بروسوی یا اسکوداری (۱۰۶۳۔۱۱۳۷ھ/۱۶۵۲۔۱۷۲۴ء)۔ تفسیر روح البیان۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ اسلامیہ، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔

۸۴۔ اسماعیلی، ابوبکر احمد بن ابراہیم بن اسماعیل (۲۷۷۔۳۷۱ھ)۔ معجم الشیوخ/المعجم فی أسامی شیوخ ابی بکر الاسماعیلی۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۱۰ھ۔

۸۵۔ اشرف علی تھانوی، مولانا (۱۲۸۰۔۱۳۶۲ھ/۱۸۶۳۔۱۹۴۳ء)۔ نشر الطیب۔ کراچی، پاکستان: ایچ۔ ایم سعید کمپنی، ۱۹۸۹ء۔

۸۶۔ أصبہانی، ابی محمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حبان (۳۶۹ھ)۔ اخلاق النبی ﷺ و آدابہ۔ ریاض، سعودی عرب: دارالمسلم، ۱۹۹۸ء۔

۸۷۔ اندلسی، عمر بن علی بن احمد الوادیاشی (۷۲۳۔۸۰۴ھ)۔ تحفۃ المحتاج إلی ادلۃ المحتاج۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: دار حراء، ۱۴۰۶ھ۔

۸۸۔ انور شاہ کشمیری، محمد انور بن مولانا محمد معظم شاہ کشمیری (۱۲۹۲۔۱۳۵۲ھ)۔ العرف الشذی برحاشیہ جامع الترمذی۔ ملتان، پاکستان: فاروقی کتب خانہ۔

۸۹۔ انور شاہ کشمیری، محمد انور بن مولانا محمد معظم شاہ کشمیری (۱۲۹۲۔۱۳۵۲ھ)۔ فیض الباری علی صحیح البخاری۔ قاہرہ، مصر: مطبعہ حجازی، ۱۳۵۷ھ۔۱۹۳۸ء۔

۹۰۔ البانی، محمد ناصر الدین (۱۳۳۳۔۱۴۲۰ھ/۱۹۱۴۔۱۹۹۹ء)۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔

۹۱۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ الادب المفرد۔ بیروت، لبنان: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء۔

۹۲۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ التاریخ الکبیر۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۹۳۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ التاریخ الصغیر۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء۔

۹۴۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔

۹۵۔ برناباس کی انجیل۔ لاہور، پاکستان: اسلامک پبلی کیشنز۔

۹۶۔ بزار، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۰۔۲۹۲ھ/۸۲۵۔۹۰۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: ۱۴۰۹ھ۔

۹۷۔ بغوی، ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد (۴۳۶۔۵۱۶ھ/۱۰۴۴۔۱۱۲۲ء)۔ شرح السنہ۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۹۸۔ بغوی، ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد (۴۳۶۔۵۱۶ھ/۱۰۴۴۔۱۱۲۲ء)۔ معالم التنزیل۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء۔

۹۹۔ بوصیری، ابو عبد اللہ شرف الدین محمد (۶۰۸۔۶۹۶ھ/۱۲۱۲۔۱۲۹۶ یا ۱۲۹۷ء)۔ قصیدہ بردہ شریف۔

۱۰۰۔ بیجوری، ابراہیم بن محمد (۱۲۷۶ھ)۔ المواہب اللدنیہ حاشیہ علی الشمائل المحمدیہ۔ مصر: مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء۔

۱۰۱۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ الاعتقاد۔ بیروت، لبنان: دار الآفاق الجدید، ۱۴۰۱ھ۔

۱۰۲۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ دلائل النبوۃ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔

۱۰۳۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ السنن الکبریٰ۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۱۰۴۔ بیہقی ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ السنن الصغیر۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء۔

۱۰۵۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ شعب الایمان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۰۶۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسی بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔ ۸۹۲ء)۔ الجامع الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۱۰۷۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ الجامع الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۱۰۸۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ الشمائل المحمدیہ۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، ۱۴۱۲ھ۔

۱۰۹۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ الشمائل المحمدیہ مع جامع الترمذی۔ ملتان، پاکستان: فاروقی کتب خانہ

۱۱۰۔ تلمسانی، احمد بن محمد بن احمد بن یحییٰ المقری (۱۰۴۱ھ)۔ فتح المتعال فی مدح النعال۔ قاہرہ، مصر: دار القاضی عیاض للتراث۔

۱۱۱۔ جرجانی، علی بن محمد بن علی، سید شریف (۷۴۰۔ ۸۱۶ھ)۔ التعریفات۔ کراچی، پاکستان: مکتبہ حمادیہ، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۱۱۲۔ حاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ المستدرک علی الصحیحین۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۱۳۔ حاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/ ۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ مکہ، سعودی عرب: دار الباز للنشر و التوزیع۔

۱۱۴۔ حسان بن ثابت ﷺ، ابن منذر جزرجی (م ۵۴ھ/ ۶۷۴ء)۔ **دیوان**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۱۱۵۔ حسام الدین ہندی، علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ **کنز العمال**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹/ ۱۹۷۹۔

۱۱۶۔ حسینی، ابراہیم بن محمد (۱۰۵۴۔۱۱۲۰ھ)۔ **البیان و التعریف**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۱ھ۔

۱۱۷۔ حکیم ترمذی، ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حسن بن بشیر(۱)۔ **نوادر الاصول فی احادیث الرسول ﷺ**۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۹۹۲ء۔

(۱) حکیم ترمذی ۳۱۸ھ/ ۹۳۰ء میں زندہ تھے مگر اُن کی تاریخ وفات معلوم نہیں۔

۱۱۸۔ حلبی، علی بن برہان الدین (۱۴۰۴ھ)۔ **السیرۃ الحلبیۃ/ انسان العیون**۔ بیروت، لبنان، دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ۔

۱۱۹۔ حمیدی، ابو بکر عبد اللہ بن زبیر (م ۲۱۹ھ/ ۸۳۴ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ + قاہرہ، مصر: مکتبۃ المتنبی۔

۱۲۰۔ خازن، علی بن محمد بن ابراہیم بن عمر بن خلیل (۶۷۸۔۷۴۱ھ/ ۱۲۷۹۔۱۳۴۰ء)۔ **لباب التاویل فی معانی التنزیل**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۱۲۱۔ خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲۔۴۶۳ھ/ ۱۰۰۲۔۱۰۷۱ء)۔ **تاریخ بغداد**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۲۲۔ خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲۔۴۶۳ھ/ ۱۰۰۲۔۱۰۷۱ء)۔ **الکفایۃ فی علم الروایۃ**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: المکتبۃ العلمیہ،

۱۲۳۔ خطیب تبریزی، محمد بن عبداللہ۔ **مشکوٰۃ المصابیح۔** بیروت، لبنان، دارالفکر، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۱۲۴۔ خفاجی، ابو عباس احمد بن محمد بن عمر (۹۷۹۔۱۰۶۹ھ/۱۵۷۱۔۱۶۵۹ء)۔ **نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء۔

۱۲۵۔ خلال، احمد بن محمد بن ہارون بن یزید، أبوبکر (۲۳۴۔ ۳۱۱ھ)۔ **السنہ۔** ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ، ۱۴۱۰ھ

۱۲۶۔ دارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱۔۲۵۵ھ/ ۷۹۷۔۸۶۹ء)۔ **السنن۔** بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۱۲۷۔ دانی، ابوعمرو عثمان بن سعید بن عثمان بن سعید بن عمر اُموی مقری (۳۷۱۔۴۴۴ھ/ ۹۸۱۔۱۰۵۲ء)۔ **السنن الوارده فی الفتن۔** ریاض، سعودی عرب: دار العاصمہ، ۱۴۱۶ھ۔

۱۲۸۔ دارقطنی، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶۔ ۳۸۵ھ/ ۹۱۸۔۹۹۵ء)۔ **السنن۔** بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء۔

۱۲۹۔ دمیاطی، حافظ ابومحمد شرف الدین، عبدالمؤمن بن خلف (م: ۷۰۵ھ)۔ **المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح۔** مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ ومطبعہ النہضۃ الحدیثیہ، ۱۴۱۴ھ۔

۱۳۰۔ دولابی، ابو بشر محمد بن احمد بن حماد (۲۲۴۔ ۳۱۰ھ)۔ **الذریۃ الطاہرۃ النبویۃ۔** کویت: الدار السّلفیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۱۳۱۔ دومی، احمد عبدالجواد۔ **الاتحافات الربانیہ۔** مصر: المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، ۱۳۸۱ھ۔

۱۳۲۔ دیار بکری، حسین بن محمد بن الحسن (م ۹۶۶ھ/۱۵۵۹ء)۔ **تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس۔** بیروت، لبنان: مؤسسۃ الشعبان للنشر والتوزیع۔

۱۳۳۔ دیلمی، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو ہمذانی (۴۴۵۔۵۰۹ھ/

۱۰۵۳-۱۱۱۵ء)۔ **الفردوس بمأثور الخطاب**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء۔

۱۳۴۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد الذہبی (۶۷۳-۷۴۸ھ)۔ **تذکرۃ الحفاظ**۔ حیدر آباد دکن، بھارت: دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء

۱۳۵۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳-۷۴۸ھ)۔ **میزان الاعتدال فی نقد الرجال**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۵ء۔

۱۳۶۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳-۷۴۸ھ)۔ **سیر أعلام النبلاء**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۳ھ۔

۱۳۷۔ رازی، محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تیمی (۵۴۳-۶۰۶ھ/ ۱۱۴۹-۱۲۱۰ء)۔ **التفسیر الکبیر**۔ تہران، ایران: دار الکتب العلمیہ۔

۱۳۸۔ رامہرمزی، حسن بن عبدالرحمٰن (۲۶۰-۳۶۰ھ)۔ **المحدث الفاصل بین الراوی والواعی**۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۴۰۴ھ۔

۱۳۹۔ رویانی، ابوبکر فی بن ہارون (م ۳۰۷ھ)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مؤسسہ قرطبہ، ۱۴۱۶ھ۔

۱۴۰۔ زرقانی، ابوعبد اللہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری ازہری مالکی (۱۰۵۵-۱۱۲۲ھ/ ۱۶۴۵-۱۷۱۰ء)۔ **شرح المواہب اللدنیہ**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء۔

۱۴۱۔ زرقانی، ابوعبد اللہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری ازہری مالکی (۱۰۵۵-۱۱۲۲ھ/ ۱۶۴۵-۱۷۱۰ء)۔ **شرح الموطا**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ۔

۱۴۲۔ زمخشری، امام جاراللہ محمد بن عمر بن محمد خوارزمی (۴۶۷-۵۳۸ھ)۔ **الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل**۔ قاہرہ، مصر: ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۳ء

۱۴۳۔ زیلعی، ابومحمد عبداللہ بن یوسف حنفی (م ۷۶۲ھ)۔ **نصب الرایۃ لأحادیث الہدایہ**۔ مصر: دارالحدیث، ۱۳۵۷ھ۔

۱۴۴۔ سبکی، تقی الدین ابوالحسن علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ بن تمام انصاری (۶۸۳۔۷۵۶ھ/۱۲۸۴۔۱۳۵۵ء)۔ **شفاء السقام فی زیارت خیر الانام**۔ حیدر آباد، بھارت: دائرہ معارف نظامیہ، ۱۳۱۵ھ۔

۱۴۵۔ سخاوی، ابو عبداللہ محمد بن عبد الرحمٰن بن محمد بن ابی بکر بن عثمان بن محمد (۸۳۱۔۹۰۲ھ/۱۴۲۸۔۱۴۹۷ء)۔ **القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: المکتبۃ العلمیہ، ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء

۱۴۶۔ سعید بن منصور، ابوعثمان الخراسانی (م ۲۲۷ھ)۔ **السنن**۔ بھارت: الدارالسّلفیہ، ۱۹۸۲ء۔

۱۴۷۔ سمعانی، ابو سعید عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی (م: ۵۶۲ھ)۔ **ادب الاملاء والاستملاء**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

۱۴۸۔ سمہودی، نور الدین علی بن احمد المصری (م ۹۱۱ھ)۔ **وفاء الوفا باخبار دار المصطفی ﷺ**۔ مصر: مطبعۃ السعادہ، ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۴ء۔

۱۴۹۔ سندی، ابوالحسن نور الدین بن عبدالھادی (م، ۱۱۳۸ھ)۔ **حاشیہ علی سنن النسائی**۔ حلب: مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء۔

۱۵۰۔ سہیلی، ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد بن ابی الحسن الخثعمی (۵۰۸۔۵۸۱ھ)۔ **سیرۃ ابن اسحاق**۔ ملتان، پاکستان: عبدالتواب اکیڈمی۔

۱۵۱۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۵۲۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **الخصائص الکبریٰ**۔ فیصل آباد، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ۔

۱۵۳ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **الدر المنثور فی التفسیر بالماثور**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۱۵۴۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ الدیباج۔

۱۵۵۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **الرسائل التسع**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء العلوم، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۱۵۶۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: دار المدینۃ المنورہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء۔

۱۵۷۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **الحاوی للفتاویٰ**۔ مصر: مطبعۃ السعادہ، ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۹ء۔

۱۵۸۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **تاریخ الخلفاء**۔ بغداد، عراق: مکتبۃ الشرق الجدید۔

۱۵۹۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **تفسیر جلالین**۔ بیروت لبنان: دار ابن کثیر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۶۰۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **لباب النقول فی اسباب النزول**۔ قاہرہ، مصر: مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء۔

۱۶۱۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء۔**

۱۶۲۔ شاشی، ابوسعید ہیثم بن کلیب بن شریح (م ۳۳۵ھ/ ۹۴۶ء)۔ **المسند۔** مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ العلوم و الحکم، ۱۴۱۰ھ۔

۱۶۳۔ شافعی، ابوعبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع قرشی (۱۵۰۔۲۰۴ھ / ۷۶۷۔۸۱۹ء)۔ **المسند۔** بیروت لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۶۴۔ شامی، محمد بن محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین دمشقی (۱۲۴۴۔ ۱۳۰۶ھ)۔ **رد المحتار علی الدر المختار۔** کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ ماجدیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۱۶۵۔ شاہ ولی اللہ، محدث دہلوی، (۱۱۷۴ھ/۱۷۶۲ء)۔ **الدر الثمین۔**

۱۶۶۔ شرنبلالی، ابو اخلاص حسن بن عمار بن علی حنفی (۹۹۴۔۱۰۶۹ھ/ ۱۵۸۵۔۱۶۵۹ء)۔ **نور الایضاح۔**

۱۶۷۔ شریف رضی۔ **نہج البلاغہ۔** بغداد، عراق۔ دار الکتب العلمیہ۔

۱۶۸۔ شعرانی، عبدالوھاب بن احمد بن علی بن احمد بن محمد بن موسیٰ (۸۹۸۔۹۷۳ھ/ ۱۴۹۳۔ ۱۵۶۵ء)۔ **کشف الغمہ۔**

۱۶۹۔ شمس الحق، محمد شمس الحق عظیم آبادی اَبو طیب۔ **عون المعبود شرح سنن ابی داؤد۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ۔

۱۷۰۔ شوکانی، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/ ۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ **فتح القدیر۔** مصر: مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۴ء۔

۱۷۱۔ شہاب، ابوعبد اللہ محمد بن سلامہ بن جعفر بن علی بن حکمون بن ابراہیم بن محمد بن مسلم قضاعی (م ۴۵۴ھ/۱۰۶۲ء)۔ **المسند۔** بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۱۷۲۔ شوکانی، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

۱۷۳۔ شیبانی، عبداللہ بن احمد بن حنبل (۲۱۳۔۲۹۰ھ)۔ السنۃ۔ دمام: دار ابن قیم، ۱۴۰۶ھ۔

۱۷۴۔ شیبانی، ابوبکر احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد (۲۰۶۔۲۸۷ھ/۸۲۲۔۹۰۰ء)۔ الآحاد و المثانی۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۱۷۵۔ صالحی، ابوعبد اللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف شامی (م ۹۴۲ھ/۱۵۳۶ء)۔ سبل الہدیٰ و الرشاد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۱۷۶۔ صاوی، احمد بن محمد خلوتی مالکی (۱۱۷۵۔۱۲۴۱ھ/۱۷۶۱۔۱۸۲۵ء)۔ حاشیہ علی تفسیر الجلالین۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء۔

۱۷۷۔ صنعانی، محمد بن اسماعیل امیر (۷۷۳۔۸۵۲ھ)۔ سبل السلام شرح بلوغ البرام۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۷۹ھ۔

۱۷۸۔ صیداوی، محمد بن احمد بن جمیع، ابوحسین (۳۰۵۔۴۰۲)۔ معجم الشیوخ۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ۔

۱۷۹۔ ضیاء مقدسی، محمد بن عبد الواحد حنبلی (م ۶۴۳ھ)۔ الاحادیث المختارہ۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبۃ النہضۃ الحدیثیہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۸۰۔ طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ مسند الشامیین۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء۔

۱۸۱۔ طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الاوسط۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔

۱۸۲۔ طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الاوسط۔ قاہرہ، مصر: دار الحرمین، ۱۴۱۵ھ۔

۱۸۳۔ طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الصغیر۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۱۸۴۔ طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الصغیر۔ عمان: دار عمار، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔

۱۸۵۔ طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الکبیر۔ موصل، عراق: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء۔

۱۸۶۔ طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الکبیر۔ قاہرہ، مصر: مکتبہ ابن تیمیہ۔

۱۸۷۔ طبری، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۱۸۸۔ طبری، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ تاریخ الامم والملوک۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۱۸۹۔ طبری، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ۔ دارالکتب العصریہ۔

۱۹۰۔ طحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹۔۳۲۱ھ/۸۵۳۔۹۳۳ء)۔ شرح معانی الآثار۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۱۹۱۔ طحطاوی، شیخ احمد حنفی۔ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح۔ مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ۔

۱۹۲۔ طیالسی، ابو داؤد سلیمان بن داؤد جارود (۱۳۳۔۲۰۴ھ/۷۵۱۔۸۱۹ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۱۹۳۔ عبد بن حمید، ابو محمد بن نصر الکسی (م ۲۴۹ھ/۸۶۳ء)۔ المسند۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنہ، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء۔

۱۹۴۔ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ (۹۵۸۔۱۰۵۲ھ/ ۱۵۵۱۔۱۶۴۲ء)۔ جذب القلوب الی دیارِ المحبوب۔ لکھنؤ، بھارت، مطبع منشی نولکشور۔

۱۹۵۔ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ (۹۵۸۔۱۰۵۲ھ/ ۱۵۵۱۔۱۶۴۲ء)۔ شرح سفر السعادت۔ کانپور، بھارت: مطبع منشی نولکشور۔

۱۹۶۔ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ (۹۵۸۔۱۰۵۲ھ/ ۱۵۵۱۔۱۶۴۲ء)۔ شرح فتوح الغیب۔ کانپور، بھارت: مطبع منشی نولکشور۔

۱۹۷۔ عبد الحق محدث دہلوی، شیخ (۹۵۸۔۱۰۵۲ھ/ ۱۵۵۱۔۱۶۴۲ء)۔ مدارج النبوہ۔ کانپور، بھارت: مطبع منشی نولکشور۔

۱۹۸۔ عبدالحلیم محمود۔ الرسول۔

۱۹۹۔ عبدالرزاق، ابوبکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶۔۲۱۱ھ/ ۷۴۴۔۸۲۶ء)۔ المصنف۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۲۰۰۔ عبدالعزیز دباغ (م: ۱۱۳۲ھ/ ۱۷۲۰ء)۔ الابریز۔ مصر: طابع: عبدالحمید احمد الحنفی۔

۲۰۱۔ عجلونی، ابو الفداء اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی بن عبد الغنی جراحی (۱۰۸۷۔۱۱۶۲ھ/ ۱۶۷۶۔۱۷۴۹ء)۔ کشف الخفا و مزیل الالباس۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ۔

۲۰۲۔ عراقی، زین الدین، ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن (۷۲۵ھ۔ ۸۰۶ھ)۔ طرح التثریب فی شرح التقریب۔ بیروت، لبنان: داراحیاء التراث العربی۔

۲۰۳۔ عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء۔

۲۰۴۔ عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ المطالب العالیہ۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۲۰۵۔ عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ فتح الباری۔ لاہور، پاکستان: دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۲۰۶۔ عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ لسان المیزان۔ بیروت، لبنان، مؤسسۃ الأعلمی المطبوعات، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۲۰۷۔ عینی، بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود (۷۶۲۔۸۵۵ھ/۱۳۶۱۔۱۴۵۱ء)۔ عمدۃ القاری۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء۔

۲۰۸۔ فاسی، محمد مہدی بن احمد بن علی یوسف (۱۰۳۳۔۱۱۰۹ھ/۱۶۲۴۔۱۶۹۸ء)۔ مطالع المسرات۔ فیصل آباد، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ۔

۲۰۹۔ فاکہی، ابوعبد اللہ محمد بن اسحاق بن عباس مکی (م ۲۷۲ھ/ ۸۸۵ء)۔ اخبار مکۃ فی قدیم الدہر و حدیثہ۔ بیروت، لبنان: دار خضر، ۱۴۱۴ھ۔

۲۱۰۔ فیروز آبادی، ابو طاہر محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم بن عمر بن ابی بکر بن احمد بن محمود (۷۲۹۔۸۱۷ھ/ ۱۳۲۹۔۱۴۱۴ء)۔ تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس۔ مصر: ۱۳۵۶ھ۔

۲۱۱۔ فیروز آبادی، ابو طاہر محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم بن عمر بن ابی بکر بن احمد بن محمود (۷۲۹۔۸۱۷ھ/ ۱۳۲۹۔۱۴۱۴ء)۔ الصلات والبشر فی الصلاۃ علی خیر البشر۔ لاہور پاکستان: مکتبہ اشاعت القرآن۔

۲۱۲۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ)۔ التفسیر المظہری۔ کوئٹہ، پاکستان: بلوچستان بک ڈپو۔

۲۱۳۔ قاضی عیاض، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض یحصبی (۴۷۶۔۵۴۴ھ/ ۱۰۸۳۔۱۱۴۹ء)۔ الشفا بتعریف

حقوق المصطفیٰ ﷺ۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی۔

۲۱۴۔ قاضی عیاض، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض یحصبی (۴۷۶۔۵۴۴ھ/۱۰۸۳۔۱۱۴۹ء)۔ الشفاء۔ ملتان، پاکستان: عبدالتواب اکیڈمی۔

۲۱۵۔ قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحییٰ بن مفرج اُموی (۲۸۴۔۳۸۰ھ/ ۸۹۷۔۹۹۰ء)۔ الجامع لاحکام القرآن۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۲۱۶۔ قزوینی، عبدالکریم بن محمد الرافعی۔ التدوین فی اخبار قزوین۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۷ء۔

۲۱۷۔ قسطلانی، ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱۔۹۲۳ھ/۱۴۴۸۔۱۵۱۷ء)۔ ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۲۱۸۔ قسطلانی، ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱۔۹۲۳ھ/۱۴۴۸۔۱۵۱۷ء)۔ المواهب اللدنیہ۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۲۱۹۔ قضاعی، ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ بن جعفر بن علی بن حکمون بن ابراہیم بن محمد بن مسلم قضاعی (م ۴۵۴ھ/۱۰۶۲ء)۔ مسند الشهاب۔ بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۲۲۰۔ کنانی، احمد بن ابی بکر بن اسماعیل (۷۶۲۔۸۴۰ھ)۔ مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجہ۔ بیروت، لبنان: دار العربیة، ۱۴۰۳ھ۔

۲۲۱۔ کتاب مقدس، بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور

۲۲۲۔ گنگوہی، مولانا رشید احمد (م ۱۹۰۵ء)۔ لامع الداری علی الجامع البخاری۔

۲۲۳۔ نجمی، عبداللہ بن سعید محمد عبادی (۱۳۴۴۔۱۴۱۰ھ)۔ منتہی السول۔ بیروت، لبنان: دارطوق النجاۃ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۲۲۴۔ مالک، ابن انس بن مالک ﷺ بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصحی (۹۳۔۱۷۹ھ/ ۷۱۲۔۷۹۵ء)۔ الموطا۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۲۲۵۔ ماوردی، ابوالحسین علی بن محمد بن حبیب (۳۷۰۔ ۴۲۹ھ)۔ أعلام النبوہ۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۹۸۷ء۔

۲۲۶۔ مجاہد، ابو الحجاج مجاہد بن جبر التابعی المکی المخزومی (۱۰۴ھ)۔ تفسیر مجاہد۔ بیروت، لبنان: المنشورات العلمیہ۔

۲۲۷۔ محب طبری، ابو جعفر احمد بن عبد اللہ بن محمد بن ابی بکر بن محمد بن ابراہیم (۶۱۵۔۶۹۴ھ/ ۱۲۱۸۔۱۲۹۵ء)۔ الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۶ء۔

۲۲۸۔ محلی، جلال الدین محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم بن احمد بن ہاشم (۷۹۱۔۸۶۴ھ/ ۱۳۸۹۔۱۴۵۹ء) + سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ تفسیر الجلالین۔ کراچی، پاکستان: تاج کمپنی لمیٹڈ۔

۲۲۹۔ مروزی، محمد بن نصر بن الحجاج، ابو عبداللہ (۲۰۲۔۲۹۴ھ)۔ السنہ۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، ۱۴۰۸ھ۔

۲۳۰۔ مروزی، ابو عبد اللہ محمد بن نصر بن الحجاج (۲۰۲۔۲۹۴ھ)۔ تعظیم قدر الصلوۃ۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الدار، ۱۴۰۶ھ۔

۲۳۱۔ مزی، ابو الحجاج یوسف بن زکی عبد الرحمٰن بن یوسف بن عبد الملک بن یوسف بن علی (۶۵۴۔۷۴۲ھ/ ۱۲۵۶۔۱۳۴۱ء)۔ تہذیب الکمال۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ

الرسالہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۲۳۲۔ **مسلم**، ابن الحجاج قشیری (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ/ ۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۲۳۳۔ **مقریزی**، ابو العباس احمد بن علی بن عبد القادر بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن تمیم بن عبد الصمد (۷۶۹۔۸۴۵ھ/ ۱۳۶۷۔۱۴۴۱ء)۔ **اِمتاعُ الاَسماع**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۲۳۴۔ **ملا علی قاری**، نور الدین بن سلطان محمد ہروی حنفی (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء)۔ **جمع الوسائل فی شرح الشمائل**۔ کراچی، پاکستان: نور محمد، اصح المطابع۔

۲۳۵۔ **ملا علی قاری**، نور الدین بن سلطان محمد ہروی حنفی (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء)۔ **الزبدہ فی شرح البردہ**۔

۲۳۶۔ **ملا علی قاری**، نور الدین بن سلطان محمد ہروی حنفی (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء)۔ **مرقاۃ المفاتیح**۔ بمبئی، بھارت، اصح المطابع۔

۲۳۷۔ **ملا علی قاری**، نور الدین بن سلطان محمد ہروی حنفی (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء)۔ **شرح الشفا**۔ مصر، ۱۳۰۹ھ۔

۲۳۸۔ **مناوی**، عبد الرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین (۹۵۲۔۱۰۳۱ھ/ ۱۵۴۵۔۱۶۲۱ء)۔ **شرح الشمائل علی جمع الوسائل**۔ کراچی، پاکستان: نور محمد، اصح المطابع۔

۲۳۹۔ **مناوی**، عبد الرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین (۹۵۲۔۱۰۳۱ھ/ ۱۵۴۵۔۱۶۲۱ء)۔ **فیض القدیر شرح الجامع الصغیر**۔ مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ۱۳۵۶ھ۔

۲۴۰۔ **منذری**، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱۔۶۵۶ھ/ ۱۱۸۵۔ ۱۲۵۸ء)۔ **الترغیب و الترہیب**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۲۴۱۔ **ممدوح**، محمود سعید۔ **رفع المنارہ**۔ قاہرہ، مصر: دار الامام الترمذی، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء۔

۲۴۲۔ مولائے روم، جلال الدین رومی ابن شیخ بہاؤالدین (۶۰۴۔۶۷۲ھ)۔ **مثنوی مولوی معنوی**۔ لکھنؤ، بھارت: مطبع منشی گلاب سنگھ۔

۲۴۳۔ نبہانی، یوسف بن اسماعیل بن یوسف النبہانی (۱۲۶۵۔۱۳۵۰ھ)۔ **الانوار المحمدیہ من المواہب اللدنیہ**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء

۲۴۴۔ نبہانی، یوسف بن اسماعیل بن یوسف (۱۲۶۵۔۱۳۵۰ھ)۔ **صلوات الثناء علی سید الانبیاء ﷺ**۔ حلب، شام: دار القلم العربی، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء

۲۴۵۔ نبہانی، یوسف بن اسماعیل بن یوسف النبہانی (۱۲۶۵۔۱۳۵۰ھ)۔ **جواہر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء۔

۲۴۶۔ نبہانی، یوسف بن اسماعیل بن یوسف (۱۲۶۵۔۱۳۵۰ھ)۔ **حجۃ اللہ علی العلمین فی معجزات سید المرسلین ﷺ**۔ فیصل آباد، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ۔

۲۴۷۔ نجاد، ابو بکر احمد بن سلیمان (۲۵۳۔۳۴۸ھ)۔ **الرد علی من یقول القرآن المخلوق**۔ کویت: مکتبۃ الصحابۃ الاسلامیہ، ۱۴۰۰ھ۔

۲۴۸۔ نسائی، احمد بن شعیب (۲۱۵۔۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء۔

۲۴۹۔ نسائی، احمد بن شعیب (۲۱۵۔۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **السنن الکبریٰ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۲۵۰۔ نسائی، احمد بن شعیب (۲۱۵۔۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **فضائل الصحابہ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۵ھ۔

۲۵۱۔ نسائی، احمد بن شعیب (۲۱۵۔۳۰۳ھ/۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **عمل الیوم واللیلۃ**۔ بیروت، لبنان: موسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء۔

۲۵۲۔ نعیم بن حماد، ابو عبد اللہ المروزی (م: ۲۸۸ھ)۔ **الفتن**۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ التوحید، ۱۴۱۲ھ۔

۲۵۳۔ نسفی، ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود (م ۷۱۰ھ/۱۳۱۰ء)۔ المدارک۔ دار احیاء الکتب العربیہ۔

۲۵۴۔ نووی، ابو زکریا یحیی بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ الاذکار۔ المطبعۃ الخیریہ، ۱۳۲۳ھ

۲۵۵۔ نووی، ابو زکریا یحیی بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ تہذیب الاسماء و اللغات۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۲۵۶۔ نووی، ابو زکریا، یحیی بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ شرح صحیح مسلم۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء۔

۲۵۷۔ وحید الزمان۔ ترجمۃ البخاری۔

۲۵۸۔ ہناد، بن السری کوفی (۱۵۲۔۲۴۳ھ)۔ الزہد۔ کویت: دار الخلفاء للکتاب الاسلامی، ۱۴۰۶ھ۔

۲۵۹۔ ہبۃ اللہ، ابن الحسن بن منصور اللالکائی، ابو القاسم (۴۱۸ھ)۔ شرح أصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ من الکتاب والسنۃ واجماع۔ ریاض، سعودی عرب: دار طیبۃ، ۱۴۰۲ھ۔

۲۶۰۔ ہیتمی، ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن محمد بن علی بن حجر (۹۰۹۔۹۷۳ھ/۱۵۰۳۔۱۵۶۶ء)۔ الجوہر المنظم۔ مطبعۃ الخیریہ، ۱۲۳۱ھ۔

۲۶۱۔ ہیثمی، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/۱۳۳۵۔۱۴۰۵ء)۔ مجمع الزوائد۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء۔

۲۶۲۔ ہیثمی، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/۱۳۳۵۔۱۴۰۵ء)۔ موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۲۶۳۔ ہیثمی، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔ ۱۴۰۵ء)۔ **موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان**۔ بیروت، لبنان+ دمشق، شام: دارالثقافۃ العربیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۲۶۴۔ ہندی، حسام الدین، علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ **کنز العمال**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹/۱۹۷۹۔

۲۶۵۔ **یاقوت بغدادی**، یاقوت بن عبداللہ الحموی، ابوعبداللہ (م۶۲۶ھ)۔ **معجم البلدان**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۲۶۶۔ **یعقوبی**، احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب ابن واضح الکاتب العباسی (م۲۷۴ھ/ ۸۹۷ء)۔ **التاریخ**۔ بیروت، لبنان: دارصادر۔

۲۶۷۔ **یوسف بن موسیٰ**، اَبو المحاسن الحنفی۔ **المعتصر من المختصر من مشکل الآثار**۔ بیروت، لبنان: عالم الکتب۔

268- *The Holy Bible*, King James version, New York.

269- *The Bible*, The British & Foreign Bible Society, 1967.

270- *Encyclopaedia Britannica*, 1962.

271- *The Gospel of Barnabas*, Edited by Lonsdale and Launa Ragg.